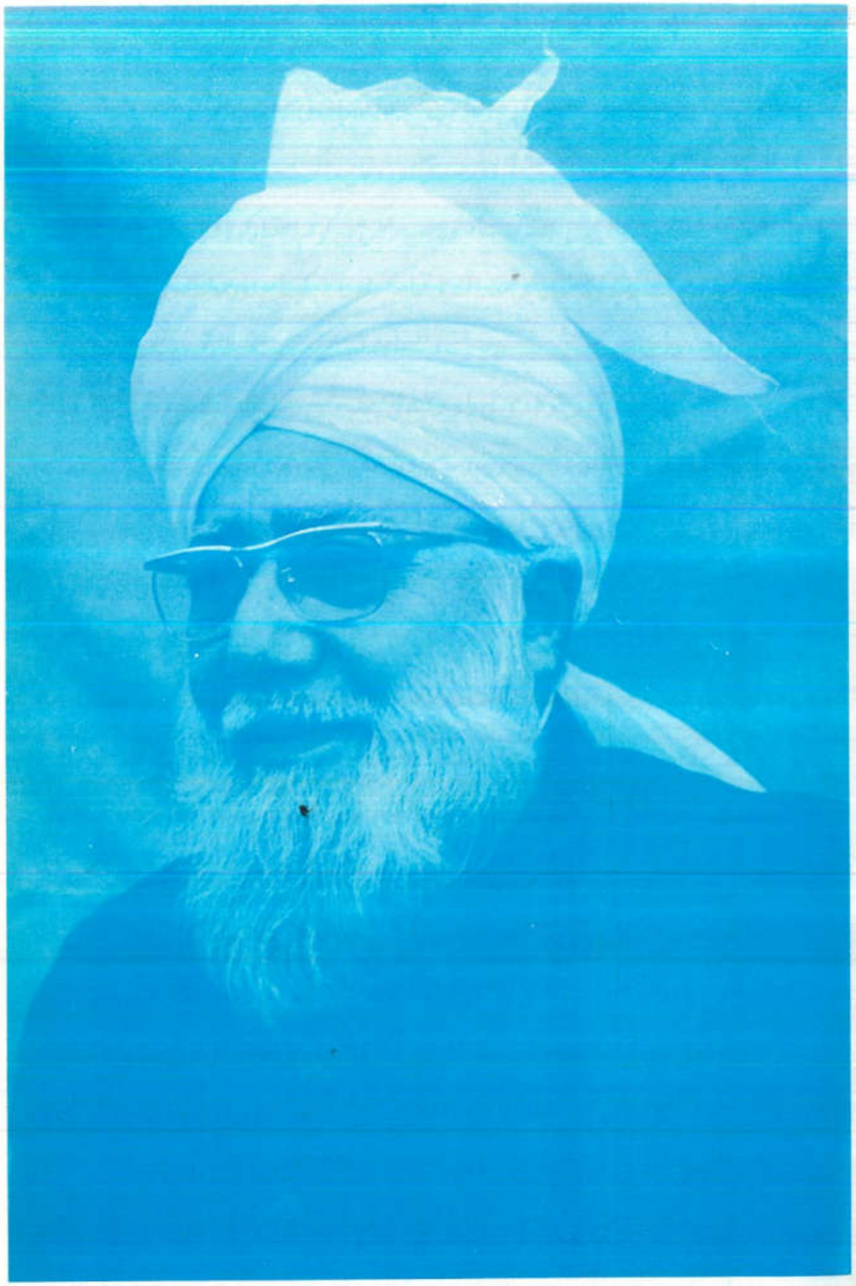
المصابیح

المصابیح

نام کتاب ——— المصابیح
تاریخ طبع ——— ستمبر ۱۹۷۹ء
تعداد ——— ایک ہزار
طابع ——— شیخ مبارک محمود پانی پتی
مطبع ——— اکبر حمید پرنٹرز، لاہور
قیمت ———
کتابت ——— حمید الدین ربوہ

ناشر
شعبہ اشاعت
لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ

فہرست مضامین



اللہ تعالیٰ کے حضور متضرّعانہ دُعائیں

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

"میرا ربّ تمہارے ایمانوں میں پختگی اور صدق اور وفا پیدا کرے۔ خدا کی راہ میں تمہارے اعمال اخلاص و ارادت سے پُر اور فساد سے خالی ہوں۔ اللہ کرے کہ وہ سب راہیں جن کو تم اختیار کرو فلاح اور کامیابی تک پہنچانے والی ہوں۔ میرے ربّ کی جنّتوں میں تمہارا ابدی قیام ہو اور اس کی تسبیح اور حمد کے درمیان تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ تم ایک دوسرے کے لئے سلامتی چاہنے والے اور اپنے ربّ سے سلامتی پانے والے ہو۔

میرا ربّ تمہیں حُسنِ عمل اور نیکوکاری کی راہ پر چلنے کی ہمیشہ توفیق دیتا چلا جائے۔ یہ دُنیا بھی تمہارے لئے جنّت بن جائے جہاں شیطان کا عمل دخل نہ رہے اور جب کُوچ کا وقت آئے تو فرشتے یہ کہتے ہوئے اس کی ابدی جنّتوں کی طرف تمہیں لے جائیں سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اللہ کی سلامتی ہو تم پر۔ اس کی رحمت کے سایہ میں اس کے فضل کے تازہ بتازہ پھل تمہیں ملتے رہیں۔

خدا کی حمد میں مشغول رہنا اور اس کا شُکر بجا لانا تمہاری عادت بن جائے۔ تم حقیقی معنی میں خدا کی جماعت بن جاؤ۔ میرے ربّ کی ایک برگزیدہ اور چنیدہ جماعت۔ تم پر ہمیشہ میرے ربّ کی سلامتی نازل ہوتی رہے۔

خدا کرے کہ تمہارے سب اندھیرے تمہارے پیچھے رہ جائیں۔ اللہ کے نُور سے تم منوّر رہو۔ تمہارا نُور تمہارے آگے آگے چلے۔ عبودیّت کا نُور "نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے ساتھ جا ملے اور قُرب کا کمال تمہیں حاصل ہو۔ اللہ کی رحمتیں ہمیشہ تم پر برستی رہیں۔ اس کے فرشتوں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہوں۔ سلامتی کے تحفہ کے تم حقدار ٹھہرو۔

خدا کرے کہ ذکرِ الٰہی میں تم ہمیشہ مشغول رہو اور ذکرِ الٰہی کے اِس سرچشمہ سے ابدی مسرّتوں کے چشمے تمہارے لئے پھُوٹیں اور بہہ نکلیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیشہ تم پر سایہ فگن رہے۔ تمہاری پاسبانی کرتی رہے اور اُس کے لُطف و کرم کی چاندنی تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے جھُرمٹوں پر نُور افشانی کرتی رہے۔ تمہارے اعمال اُسی کے فضل سے بہتر پھل پائیں۔ تمہارے دل اور تمہارے سینے ہمیشہ نیک تمنّاؤں اور نیک خواہشات ہی کا گہوارہ رہیں۔ جو تم چاہو تم پاؤ اور ربِّ رحیم کی طرف سے سلامتی کا تحفہ تمہیں ہر آن ملتا رہے۔

اللہ کا وعدہ تمہارے حق میں پورا ہو۔ اس کی محبّت کے تم وارث بنو اور تمہارا وجود دُنیا پر یہ ثابت کر دے کہ اس کی راہ میں عمل اور مجاہدہ کرنے والوں، ایثار اور قربانی دکھانے والوں کو بہترین انعام ملتا ہے۔ اللہ

کی محبت کے وہ وارث ہوتے ہیں۔

خدا کرے کہ اس کے قُرب کی راہیں تم پر کھولی جائیں اور اُن راہوں پر گامزن رہنا تمہارے لئے آسان ہو جائے اور اللہ کرے کہ یہ راہیں تمہیں اس کی نعمت اور اس کے فضل کی جنّتوں تک پہنچا دیں۔ آرام اور آسائش کی زندگی جہاں تم پر ہمیشہ سلامتی ہوتی رہے۔

(دعا ہے کہ) میرا ربّ تمہیں نیکی پر قائم رہنے کی توفیق دیتا چلا جائے تا دنیوی جنّت میں تم اُن گھروں کے مکین بنے رہو جو ذکرِ الٰہی سے معمور اور شیطانی وساوس سے بلند و بالا ہیں اور تا اُس اُخروی جنّت میں بھی بالاخانوں میں تمہارا قیام ہو جہاں فرشتوں کی دعائیں اور تمہارے خالق اور تمہارے ربّ کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہر لحظہ تمہیں ملتا رہے۔

قرآنی انوار سے تمہارے سینہ و دل ہمیشہ منوّر رہیں اور خدا کرے کہ یہ نور اُن راہوں کی نشان دہی کرتا رہے جو دارالسّلام تک پہنچاتی ہیں۔ تمہارے راستہ کی سب تاریکیاں دُور ہو جائیں۔ رضوانِ الٰہی کی اِتّباع اس صراطِ مستقیم کو تمہارے لئے ہمیشہ روشن رکھے جو سیدھی اس کی جنّت، اس کی رضا تک پہنچاتی ہے۔

خدا کرے کہ میرے خدا کے روشن نشان تمہارے سینہ و دل میں محبّتِ الٰہی کا ایک سمندر موجزن رکھیں۔ میرا ربّ تمہیں نیک اعمال، ہر شَر اور فساد اور رِیا سے پاک اعمال بجا لانے کی توفیق عطا کرتا رہے۔ میرا اللہ خود تمہارا ولی اور دوست بن جائے۔ اُس کے قُرب میں، سلامتی کے گھر میں، تمہارا ٹھکانا ہو۔

خدا کرے کہ تمہارا وجود دُنیا کے لئے ایک مفید وجود ہو جائے۔ ایک دُنیا کی دعائیں تمہیں ملتی رہیں۔ سب ہی تمہیں جانیں اور پہچانیں اور سب ہی تمہاری سلامتی چاہیں۔ میرے اللہ کی موہبتِ خاصہ تمہیں جلد تر منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ توکّل اور فرمانبرداری کے مقام پر ثباتِ قدم تمہیں حاصل ہو، لقاءِ الٰہی کی جنّت کے تم وارث بنو۔

خدا کرے کہ توحیدِ خالص کے قیام کا تم ذریعہ بنو۔

خدا کرے کہ عشقِ محمدؐ میں تم ہمیشہ مسرور اور مَست رہو۔

خدا کرے کہ نُورِ محمدؐی کی شمع تمہارے ہاتھ سے ہر دل میں فروزاں ہو۔

خدا کرے کہ مسیحِ محمدؐی علیہ السّلام کی سب دعاؤں کے تم وارث بنو۔" (آمین)

(افتتاحی تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۶ء)

پیش لفظ

(رقم فرمودہ حضرت سیّدہ مریم صدّیقہ صاحبہ مدّظلّہا العالی)

"المصابیح" کا پہلا ایڈیشن جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۷ء تک کی مستورات میں تقاریر پر مشتمل تھا ۱۹۶۸ء میں شائع کیا گیا اب دوسرا ایڈیشن اب تک کی تمام تقاریر پر مشتمل شائع کیا جا رہا ہے۔ خلافت ایک عظیم الشّان نعمت ہے جو جماعتِ احمدیہ کو قرآنی وعدوں کے مطابق عطا کی گئی ہے اس کی قدر کرنا ہر احمدی کا فرض ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر چلنا ہر احمدی مرد، عورت اور بچّہ کے لئے ضروری ہے۔ لجنہ کے سالانہ اجتماعات اور جلسہ سالانہ کے موقعوں پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مستورات سے جو پُر معارف خطابات فرمائے ہیں ان کا ایک ایک لفظ اِس قابل ہے کہ عورتیں ان کو بار بار پڑھیں تا ان کے اور ان کے بچّوں کے دِلوں میں ذہن نشین ہوں اور پھر وہ عمل کریں۔ بہت سی عورتیں جلسوں میں مجبوری سے شامل بھی نہیں ہو سکتیں اِس لئے ضروری تھا کہ ان سب تقریروں کا مجموعہ شائع ہوتا ہے نہیں ان سُنہری ارشادات کو پڑھ سکیں اور ان کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں۔

پس لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا شعبہ اشاعت یہ مجموعہ شائع کر رہا ہے۔ ہر احمدی بہن کو چاہیئے کہ اسے خریدے، پڑھے، ملنے جُلنے والیوں کو پڑھائے، بچّوں کو پڑھائے۔ لجنہ کے اجلاسوں میں حضور ایدہ اللہ کی تقاریر پڑھ کر سُنائی جائیں تا ہر احمدی عورت اور ہر بچّی اُن ارشادات سے واقف ہو جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ احمدی مستورات کی ترقّی اور بہبودی کے لئے فرماتے رہے ہیں۔

اگلی صدی خدائی وعدوں اور بشارتوں کے مطابق غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ اس صدی کے استقبال کے لئے ہمارا فرض ہے کہ خود احکامِ دین سے واقف ہوں، اس پر عمل کرنے والیاں ہوں اور اپنے بچوں کو دین کی پابند بنائیں۔ یہ کتاب اِس سلسلہ میں آپ کی راہنمائی کرے گی کہ کس طرح آپ اپنی اصلاح کریں اور کس طرح اپنی اولاد کی تربیت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمتِ اسلام میں بسر ہو۔ آمین اللّٰھم آمین۔

اِس کتاب کی تیاری میں امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ شیخ خورشید احمد صاحب سیکرٹری اشاعت لجنہ مرکزیہ، وقار النساء صاحبہ اہلیہ منیر احمد صاحب بسمل اور ناصرہ افغانی بنت حبیب اللہ خان صاحب نے بہت محنت سے کام کیا ہے اللہ تعالیٰ احسن جزاء عطا فرمائے۔

اشاعت کے سلسلہ میں مکرمی شیخ خورشید احمد صاحب کی بہت ممنون ہوں کہ آپ نے لگن اور محنت کے ساتھ کتاب شائع کروائی۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک ایک ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

خاکسار

مریم صدّیقہ

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا مستورات سے روح پرور خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اسی رات یعنی ۸ رنومبر ۱۹۶۵ء کو رات کے دس گیارہ بجے کے درمیان نیچے صحن میں تشریف لائے۔ صحن میں اُس وقت ستر بچھتر کے قریب مستورات جمع تھیں۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی بھی موجود تھیں۔

حضرتِ خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیعت لی اور مستورات کو چند نصائح فرمائیں آپ نے فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے اِس وقت صرف دُو وجود باقی ہیں ہمیں اِن بابرکت وجودوں کی قدر کرنی چاہیئے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے محبت اور اتفاق پر زور دیا اور دُعا فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۶۵ء قبل دوپہر احمدی مستورات سے بیعت لینے کے بعد حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کے گھر جو خطاب فرمایا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ یہ بیعت کا دوسرا موقع تھا جو احمدی مستورات کو دیا گیا۔

تشہد و تعوذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آپ میں سے بعض بہنیں ضرور یہ علم رکھتی ہوں گی اور بعض کو شاید ان تفاصیل کا علم نہیں ہوگا کہ جب ۱۹۱۴ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسندِ خلافت پر بٹھایا تو اُس وقت جماعت کے بعض لوگوں میں نفاق پیدا ہو چکا تھا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر پوری طرح اور کامل طور پر مجموعی

لحاظ سے یقین نہیں رکھتے تھے یعنی بعض پہلوؤں کو تو وہ مانتے تھے لیکن ان دعاوی کے بعض پہلوؤں کو وہ ردّ کر رہے تھے اور اُنہیں قبول کرنے کے لئے ان کے دل تیار نہ تھے۔ گویا اس وقت اندر ہی اندر ایک چُھپا ہُوا فتنہ جماعت میں پیدا ہو چکا تھا ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ذمّہ داری کو اُٹھایا جو ذمّہ داری کہ ایک الٰہی سلسلہ میں سب سے مشکل اور سب سے اہم ذمّہ داری ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رحم سے اور اپنی محبّت کے طفیل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ توفیق عطا کی کہ آپ اس فتنہ کو مٹا دیں۔ آپ نے جماعت میں ایک ایسا اتفاق، ایک ایسا اتحاد، ایک ایسی یک جہتی، ایک ایسی اخوّت اور ایک ایسی برادری قائم کر دی کہ اس کا نظّارہ ہمیں سگے رشتوں میں بھی نظر نہیں آتا اور یہی وہ نظارہ ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا:۔

لَوْ انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بَین قلوبھم ولٰکن اللّٰہ الّف بَینھم - (انفال)

جماعت کا جو اتحاد آج نظر آ رہا ہے یہ دُنیوی تدابیر کے نتیجہ میں نہیں دُنیوی کوششوں کے نتیجہ میں بھی نہیں، دُنیا کے مال خرچ کرنے کے نتیجہ میں بھی نہیں کیونکہ ساری دُنیا کے سارے اموال بھی اگر خرچ کر دیئے جائیں تو بھی اس قسم کا اتحاد اور اس قسم کا اتفاق کسی قوم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے اتحاد و اتفاق کے پیدا کرنے کے لئے اس مشیّتِ الٰہی کی ضرورت ہے جس کا منبع آسمان ہے یعنی آسمان پر اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور پھر زمین پر اس کا نفاذ ہوتا ہے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولٰکنّ اللّٰہ الّف بَینھم کہ خدا تعالیٰ نے خود یہ تدبیر کی کہ پھر ان کے دِلوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو جائے۔ جب کسی قوم میں یہ اتفاق و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اس قوم کے تمام افراد خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں یہ ذمّہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ اس یکجہتی کے قیام اور استحکام کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں اور اس کے واسطے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔ اِس اتفاق و اتحاد میں بظاہر رخنہ پیدا کرنے کے لئے بھی بعض مواقع پیدا کئے جاتے ہیں تا کہ ہمارا اِمتحان لیا جائے۔ ان مواقع میں سے ایک بڑا موقع وہ ہے جب ایک امامِ وقت اپنے ربّ کو پیارا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کمزور انسان کے اُوپر یہ ذمّہ داری ڈالی جاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ دُنیا کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ دیکھو ہمارے محبوب اور تمہارے امام نے جس کے کندھوں پر ہم نے یہ بھاری ذمّہ داری ڈالی تھی کس طرح اپنی قوم میں اپنی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں اتحاد قائم کر دیا ہے حتّٰی کہ وہ قوم ہر امتحان میں

پوری اُتری اور کامیاب ہوئی اور اِس طرح خدا تعالیٰ کے مزید فضلوں کی وارث ٹھہری۔ دوسری طرف وہ دُنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ جو کچھ ہُوا وہ دراصل کسی انسان کی کوشش کا نتیجہ نہیں تھا۔ پہلا شخص جو بڑا تجربہ کار اور بڑا عالم ہوتا ہے جس کے علم کا سِکّہ دُنیا مان چکی ہوتی ہے اور اس کی دُور بین نگاہیں دُور دُور کی باتوں کو فوراً تاڑ جاتی ہیں اور جس کی حکمتِ عملی کا دُنیا میں کوئی جواب نہیں پایا جاتا خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں اُسے اُٹھا کر ایک ناتجربہ کار ایک بے علم اور نا اہل اِنسان کو اس کی جگہ بٹھاتا ہوں اور پھر تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میرا یہ قائم کردہ سلسلہ اور اس کا اتحاد و اتفاق کس طرح قائم و دائم ہے کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمّہ داری خود مجھ پر ہے اِنسانی تدبیر پر نہیں۔

لیکن جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے کہ پہلے حصّہ کا تعلق میرے اور آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ ہے پس آپ میں سے ہر وہ عورت جس کے گھر کوئی فتنہ ہو اور اِتحاد میں خلل پیدا ہوتا ہے اپنے خدا کے سامنے اس کی ذمّہ دار ہے اور اس کے متعلق اپنے ربّ کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا کیونکہ اس نے اپنے گھر کی پاسبانی نہیں کی۔

پس آپ میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ اس اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے پوری کوشش کرے اور اگر ضرورت ہو تو اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دے۔ اپنے بچّوں کو اپنی بچیوں کو اور اپنے تمام رشتہ داروں کو سمجھائے کہ قوم کا اتحاد ہر قیمت پر ملحوظ رکھا جائے گا۔ اگر آپ نے اپنی ذمّہ داری کو سمجھا اور اسے پُوری طرح نبھایا تو انشاء اللہ تعالیٰ دُنیا کی کوئی طاقت ہمارے اس اتفاق و اتحاد میں رخنہ پیدا نہ کر سکے گی۔ ہم لوگوں نے بہرحال اپنی ذمّہ داریوں کو نبھانا ہے ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ جا تُو اور تیرا ربّ لڑے ہم تو یہاں آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہمیں اُن فدایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھانا ہو گا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپؐ کے بائیں بھی لڑینگے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دُشمن کو آپؐ تک ہرگز نہیں پہنچنے دیں گے جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہُوا آگے نہ بڑھے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو ایک اُسوہ تھی ایک نمونہ تھی۔ آپؐ نے اسلام کی مکمل تعلیم پیش فرمائی اور ساتھ ہی اس تعلیم کی اشاعت کی ذمّہ داری آپ نے اپنے اوپر اور دیگر فدایانِ اسلام پر ڈالی۔ وہ زمانہ بیت گیا اب اِس آخری زمانہ میں یہ ذمّہ داری حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے

متبعین پر ڈالی گئی۔ ہاں یہ ذمہ داری مجھ پر اور آپ میں سے ہر ایک پر ڈالی گئی ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے ربّ سے یہ عہد باندھا ہے کہ ہم اپنی عزّتوں کو قربان کرکے، اپنی خواہشات کو قربان کرکے، اپنے بچوں اور بچیوں کو قربان کرکے اور ہر قسم کی قربانی دے کر اس دین کی حفاظت کریں گے اور اسلام کے غلبہ کی کوششوں کو جاری رکھیں گے۔ یہ ہے ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری !!! پس اس ذمہ داری کو سمجھیں اور دل میں پختہ عہد کریں کہ خواہ کچھ ہو جائے دعاؤں کے ذریعہ اور ہر قسم کی تدبیروں کے ذریعہ ہم قومی اتحاد کو قائم رکھیں گے اور اس فرض کو حتّی الوسع احسن طور پر نبھانے کی کوشش کریں گے جو ہم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی توفیق عطا کرے اور ہم پر وہ تمام فضل نازل فرمائے جن فضلوں کا وارث اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو بنایا اور جن کی بشارات آپ کو دی گئیں۔ آپ کو بہت بڑی بشارات دی گئی ہیں۔ کوشش کریں کہ آپ اُن بشارات اُن برکات اور اُن فیوض سے حصّہ لے رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو ہر آن آپ کی مدد کرے ہمیشہ آپ کی حفاظت کرے اور ہمیشہ ہی آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔ اللّٰھمّ آمین (الفضل یکم دسمبر ۱۹۶۵ء صـ۲)

بچّوں کی ایسی تربیت کرو کہ انکے دلوں میں خُدا تعالیٰ کی محبّت سمندر کی طرح موجزن ہو

—— فرمودہ ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۵ء بر موقع جلسہ سالانہ ——

تشہّد، تعوّذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

قابلِ صد احترام بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے آپ کو بھی اور مجھے بھی یہ توفیق بخشی ہے کہ ہم امام الزمان کو پہچانیں اور اس نے غلبۂ اسلام کے لئے جو عظیم مہم اِس زمانہ میں جاری کی ہے اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور اس عظیم مہم کو کامیاب بنانے کی کوشش میں ہماری حقیر خدمات بھی شامل ہوں تاہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو جذب کرنے والے ہوں جن کا اس نے بشارتوں کے رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے وعدہ فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا اَنْتَ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ

لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ (تذکرہ صـ۳۷) یعنی تُو وہ (بزرگ) مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں جائے گا۔

اِس الہام میں جہاں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہاں ساتھ ہی ہمارے لئے زبردست ہدایت بھی ہے پیشگوئی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس الہام میں وعدہ فرمایا ہے کہ اے مسیح! تُو دُنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہے اور اپنے مسیحی نفوس سے تُونے اقوام کو زندہ کرنا ہے ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ تجھے ایک ایسی جماعت دی جائیگی کہ جس کے اوقات ہماری نگاہ میں بھی معمور ہوں گے، بھرے ہوئے ہوں گے، آباد ہوں گے وہ ضائع نہیں ہوں گے اور ہدایت یہ ہے کہ ہم خاص توجہ اور اہتمام سے دیکھتے رہیں کہ ہمارے اوقات ضائع نہ ہوں۔ دراصل اِس الہام میں سورہ عصر کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ عصر میں فرماتا ہے:۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ہ

یعنی بہت افسوس ہے کہ انسان گھاٹے میں پڑ جاتا ہے حالانکہ ہم نے اس کے لئے نفع اُٹھانے کے ہزاروں سامان پیدا کئے تھے اس کو لمبی عمر عطا کی تھی جس میں وہ ہماری طرف جُھک کر اور متوجہ ہو کر اپنی جھولی ہمارے خزانوں سے بھر سکتا تھا لیکن اس نے اس کی قدر نہ کی اور اس وقت کو ضائع کر دیا جو ہم نے اسے عطا کیا تھا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو بڑی نعمتیں عطا کی ہیں ان میں دو اہم نعمتیں زندگی اور وقت کی نعمتیں ہیں دُنیا میں ہزاروں قسم کے ایسے کیڑے ہیں جو چند منٹ کے لئے زندہ ہوتے ہیں اور پھر مَر جاتے ہیں۔ اگر انسان کی زندگی بھی چند لمحات چند دقائق یا چند گھنٹوں پر مشتمل ہوتی تو اسے اعمالِ صالحہ بجا لا کر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے حاصل کرنے کا وقت کہاں تھا پس اللہ تعالیٰ اِس سُورۃ میں فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں زندگی عطا کی تا تم کبھی گھاٹے میں نہ پڑو۔ ترقیات کی منازل طے کرتے ہوئے مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاؤ۔ لیکن وَالْعَصْرِ ہم اس زمانہ کو جو ہم نے تمہیں ترقیات کے لئے دیا تھا شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ تم نے اسے ضائع کر دیا اور تم خسران یعنی گھاٹے میں پڑ گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ انسان گھاٹے میں نہیں پڑتا جو اپنے وقت کا صحیح استعمال کرتا ہے اور اپنی عمر کی ہر گھڑی میں اعمالِ صالحہ بجا لاتا ہے جیسے فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ

تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالحہ کیا اور صداقت کے اصول پر قائم رہے اور صبر سے کام لینے کی وہ ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے۔ صبر کے معنی ہیں استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ نیکی پر قائم ہو جانا یعنی وہ لوگ خود نیکیوں پر قائم رہے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے۔

غرض اِس سُورۃ میں اصولی طور پر وقت کو ضیاع سے بچانے کا یہ طریق بتایا گیا ہے کہ اعمالِ صالحہ کو بجا لاؤ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً بتایا گیا ہے

اَنْتَ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَایُضَاعُ وَقْتُہٗ

کہ تُو وہ (بزرگ) مسیح ہے کہ جس کو ایک ایسی جماعت مردوں اور عورتوں، بڑوں اور چھوٹوں، جوانوں اور بچّوں کی دی جائے گی جو اپنے اوقاتِ عزیز کو ضیاع سے بچانے اور اعمالِ صالحہ سے معمور کرنے کی ہر ممکن کوشش میں لگے رہیں گے۔ اور چونکہ یہ کام خدا تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان بہت سے ڈاکوؤں کی نشان دہی کی جو ہمارے اوقات پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ ہمیں اعمالِ صالحہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے گروہ سے نکل کر اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کے گروہ میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے سے خبردار کر دیا ہے کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو تمہارے وقت پر ڈاکہ ڈالیں گی تم اِن کا خیال رکھنا اور ان کے قریب نہ جانا۔ تم ان کے پیچھے چل کر اوقات کو ضائع نہ کرنا۔

ایسے بہت سے نواہی ہیں جن کے کرنے سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا ہے اور جو ہمارے اوقاتِ عزیز پر ڈاکہ ڈالتے اور انہیں ضائع کر دیتے ہیں۔ چند ایک کا ذکر مَیں اِس وقت اپنی بہنوں کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات جو مَیں بتانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ عورتوں کا میدانِ عمل ان کا گھر ہے جہاں وہ اپنے بچّوں کی تربیت کرتی ہیں عبادات بجا لا رہی ہوتی ہیں اور اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لئے محنت کر رہی ہوتی ہیں اور خیال رکھتی ہیں یا کم سے کم انہیں اِس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ان کے خاوند، باپ، بھائی، بیٹے اور دوسرے عزیز اور رشتہ دار جو اس گھر میں رہتے ہیں گھر سے نکل کر دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ غرض عورت کا میدانِ عمل زیادہ تر اس کا گھر ہے اور گھر میں بہت سے وقت ضائع کرنیوالے

بھی آ جاتے ہیں اور وہ شرم کے مارے انہیں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اِس سلسلہ میں بھی قرآن کریم میں ہدایات دی ہیں اور گھروں کی پرائیویسی (PRIVACY) اور اِس بات کا خیال رکھنے کے لئے کہ ہمارے گھر میں کوئی وقت پر ڈاکہ ڈالنے والا داخل نہ ہو بعض بنیادی احکام دیئے ہیں چنانچہ فرماتا ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا ۭ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْھَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ ۚ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ ۭ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝

(سورۃ النّور رکوع ۳)

یعنی اے مومنو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہُوا کرو جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور داخل ہونے سے پہلے ان گھروں میں بسنے والوں کو سلام کرو یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا اور تمہارے اس فعل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم نیک باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو گے۔ اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تب بھی ان میں داخل نہ ہو جب تک کہ تمہیں گھر والوں کی طرف سے اجازت نہ مل گئی ہو اور اگر کوئی گھر میں ہو اور تم سے کہا جائے کہ اِس وقت چلے جاؤ تو چلے آؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ دوسرے گھروں میں جا کر پہلے ان میں رہنے والوں کو سلام کرو پھر اندر جانے کی اجازت طلب کرو اور اگر اجازت مل جائے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ گھر والے ایسے کاموں میں مشغول نہیں جو نیکی کے ہیں اور جو ان پر بطور فرائض کے عائد ہیں اور ان کے پاس تمہاری ملاقات کے لئے فالتو وقت ہے تو تم بے شک اندر چلے جاؤ اور ان سے باتیں کرو لیکن اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ ہم اِس وقت فارغ نہیں ہیں ہمیں خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اپنے اوقات کی حفاظت کرو اور انہیں نیک کاموں میں خرچ کرو اور ہم اس وقت بعض نیکیوں کے بجا لانے میں مصروف ہیں اور اگر ہم نے یہ وقت ملاقات میں خرچ کر دیا تو وہ نیکیاں ضائع جائیں گی اور ہمارے اوقات نیکیوں سے معمور نہیں رہیں گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا کہ تم بغیر کوئی شکوہ و شکایت اپنے دلوں میں پیدا کئے اپنے گھروں کو واپس لَوٹ جاؤ ھُوَ اَزْکٰی لَکُمْ میں اس حکم کی وجہ اور نتیجہ بھی بتایا کہ ہم تمہیں یہ حکم اِس لئے دے رہے

ہیں کہ ہمارا دوسرا حکم یہ ہے کہ اپنے اوقات کو ضائع نہ کرو اور اسے تم اس وقت تک بجا نہیں لا سکتے جب تک کہ تم اس حکم پر عمل نہ کرو۔ پس اگر تم اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں شامل ہونا چاہتی ہو اور خدا کی نگاہ میں مومنات اور صالحات میں شامل ہونا چاہتی ہو تو تمہارے اُوپر دو فرائض عائد ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر تمہارے گھر میں تمہاری ملاقات کی غرض سے کوئی بہن آئے اور تم اس وقت کسی نیکی کے کام میں لگی ہوئی ہو تو بغیر کسی شرم کے اسے کہہ دو اس وقت ہم تم سے نہیں مل سکتیں۔ کیونکہ اگر تم اپنی اس بہن سے شرم کھاتی ہو مگر خدا تعالیٰ سے شرم نہیں کھاتیں تو تم خدا تعالیٰ کو کیا جواب دو گی۔ اس نے تو تمہیں اجازت دی تھی کہ اگر تم فارغ نہیں تو ملنے والیوں کو واپس کر دو تا تمہارے اوقات کی حفاظت ہو۔ تم نے اسکی اجازت سے کیوں فائدہ نہ اُٹھایا اور عملِ صالحہ کے بجا لانے میں سُستی کی مرتکب ہوگئی۔ پھر ملاقات کے لئے آنیوالیوں کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ اگر انہیں گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملتی تو وہ کسی ملال اور شکوہ و شکایت کے بغیر واپس چلی جائیں۔ یہ احکام کسی خاص گھر کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر گھر کے لئے ہیں۔ ہر مومنہ کا گھر ایسا ہے جس کی خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی ہے اور اس کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ ہر دو فریق کے لئے یعنی اس کے لئے بھی جو ملاقات کے لئے آئی ہے اور اس کے لئے بھی جس کی ملاقات کے لئے وہ آئی ہے تزکیۂ نفس کا موجب ہے۔ اگر کوئی عورت اجازت نہ ملنے کی وجہ سے واپس آجاتی ہے تو اس میں ملال کی کوئی بات نہیں۔ اسے اپنے دِل کے اندر کوئی کدورت پیدا نہ کرنی چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے سے اُس کا وقت بچ جائے گا اور اِس بات کا ثواب بھی مِل جائے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کی پوری بشاشت سے تعمیل کی۔ یہ ہدایت نہایت ضروری ہے۔ کام کرنے والے ملک اِس بات کو ایفورڈ (AFFORD) ہی نہیں کر سکتے کہ جو آئے آئے اور جس وقت چاہے آئے اور وہ شرم کے مارے اپنا کام چھوڑ کر ان سے باتیں کرنے لگ جائیں اور اِس طرح ان کے اوقات ضائع کر دیئے جائیں۔ دُنیوی نقطۂ نگاہ سے بھی ان قوموں نے جنہوں نے ترقی کی ہے اس حکم کو اپنا دستور بنا لیا ہے وہ قومیں اگر اسلام سے مانگے ہوئے اصول پر اِس قدر عمل پیرا ہیں تو ہم لوگ جنہیں خدا نے آج سے چودہ سو سال پہلے حکمت کی یہ بات سکھائی تھی کِس طرح اس سے غافل رہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس حکم پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری چیز جو ہمارے اوقات پر ڈاکہ ڈالتی ہے وہ تجسس کی عادت ہے۔ بعض مرد اور عورتیں اپنے بھائیوں اور بہنوں کی عیب گیری کے لئے مٹیریل (MATERIAL) اور مواد کی تلاش میں لگے رہتے ہیں

اور اِس ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ دوسرے کا کوئی نقص ان کے علم میں آجائے۔ ایک عورت دوسری عورت کے پاس جاتی ہے اور کہتی ہے کہ بہن فلاں گل سُنی۔ تینوں پتہ اے کیہہ ہویا اے۔ بھلا اسے اِس بات سے کیا غرض کہ کیا بات تھی یا کیا ہوا۔ اسے دوسروں کی بجائے اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے لَا تَجَسَّسُوْا (الحجرات ع ۲) کہ تجسس سے کام نہ لیا کرو اور دوسروں کے عیوب کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔ حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر ہم فرشتوں کو جو آسمانی مخلوق ہیں زمین کی سطح پر عبادت بجا لانے اور نیک عمل کرنے کا حکم ہوتا تو ہم تین نیکیاں ضرور کرتے جو اللہ کی نگاہ میں بہت پسندیدہ ہیں۔ ایک تو ہم مسلمانوں کو پانی پلاتے۔ آپ لوگوں کو شائد یہ بات سمجھنی مشکل ہو لیکن دُنیا کے بہت سے علاقے ہیں جہاں پانی کی بہت زیادہ قلت ہے۔ عرب کے علاقہ کو ہی لے لو اب تو وہاں اچھا انتظام ہو گیا ہے لیکن ایک وقت مکّہ مکرمہ میں ایسا بھی گزرا ہے کہ حج کے موقع پر پانی کی کمی سے فائدہ اُٹھا کر مقامی لوگ پانی کا ایک گلاس سو سو روپیہ میں فروخت کر دیتے تھے کیونکہ ان کو علم تھا کہ پانی کے بغیر کوئی حاجی زندہ نہیں رہ سکتا اور وہ بڑی رقوم وصول کرنے کے لئے ان لوگوں کی طرف دیکھتے تھے جن کی جیبیں بھری ہوئی ہوتی تھیں۔ میرے بعض دوستوں نے جن کو اس کا ذاتی تجربہ ہے مجھے بتایا ہے کہ مَیں بڑے وثوق سے آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ حج کے موقع پر ایک زمانہ میں پانی کی فروخت کا کام کیا جاتا تھا۔ عرب کے علاوہ اَور بھی بہت سے علاقے ہیں جہاں پانی کی بہت قلت ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم فرشتوں کو زمین پر عبادت اور نیک اعمال بجالانے کی اجازت ہوتی تو ہم اَیک کام یہ کرتے کہ مسلمانوں کو پانی پلاتے۔ ربوہ میں بھی ایک حد تک اِس پر عمل کیا جا سکتا ہے یہاں اکثر جگہ پانی کھارا ہے اب اگر کسی کے گھر میں میٹھا پانی نکل آتا ہے تو وہ ان لوگوں کو جو میٹھا پانی لینے کے لئے وہاں آتے ہیں پانی لینے سے نہ روکے بلکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو میٹھا پانی مہیّا کر کے ثواب حاصل کرے۔

دوسری بات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ بتائی کہ اگر ہم فرشتوں کو زمین پر عبادت بجا لانے اور نیک اعمال کرنے کی اجازت ہوتی تو ہم عیال دار لوگوں کی امداد کرتے کیونکہ غریب شخص اگر اکیلا ہو تو وہ مزدوری کر کے اپنا پیٹ پال لیتا ہے لیکن اگر اس کے ساتھ اس کے آٹھ دس بچے بھی ہوں اور ان کی خوراک اور لباس کا اسے فکر ہو ان کے پڑھانے کا اسے فکر ہو اور ان کی دیگر ضروریات اسے مہیّا کرنی ہوں تو اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے ایسے عیالداروں کی امداد کرنا بڑی نیکی کا کام ہے جن

لوگوں کو خدا تعالیٰ توفیق دے انہیں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

تیسری بات جو حضرت جبرئیل نے کہی اور میرے مضمون کے ساتھ اسی حصّہ کا تعلق ہے کہ اگر ہم فرشتوں کو زمین پر عبادت اور نیک اعمال بجالانے کی اجازت ہوتی تو ہم مسلمانوں کے گناہوں اور ان کی کمزوریوں کی پردہ پوشی کرتے۔ غرض ہمیں یہ حکم ہے کہ اگر ہمیں کسی کے گناہ کا علم بھی ہو جائے تو اسے چھپائیں ظاہر نہ کریں نہ یہ کہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے میں اپنے اوقات کو ضائع کریں۔

اِس مسئلہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا سخت ارشاد ہے جو مَیں اپنی بہنوں کے سامنے اِس وقت رکھنا چاہتا ہوں آپ اسے غور سے سُنیں اور اِسی وقت عہد کریں کہ آئندہ ہم کسی کے عیب کی تلاش نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

لا تؤذ المسلمین ولا تعیروھم ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من تتبع عورۃ اخیہ المسلم یتبع اللّٰہ عورتہ ومن یتبع اللّٰہ عورتہ یفضحہ لو فی جوف رحلہ۔ (ترمذی جلد۲ ابواب البر والصلۃ)

کہ دیکھو مَیں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ تم مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، ان پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ان کی کمزوریوں کے پیچھے لگے رہو کیونکہ جو شخص بھی تم میں سے مسلمانوں کی کمزوریوں کی تلاش میں لگے گا اور ان کے عیوب کی ٹوہ میں لگے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے پیچھے پڑے گا اور اس کو شرمندہ اور بدنام کرے گا خواہ اس نے یہ عیب اپنے گھر میں چُھپ کے کیا ہو۔ پس اگر ہم میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ستاری کا پردہ اس کے اُوپر پڑا رہے اور اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو خدا تعالیٰ ظاہر نہ ہونے دے اور اپنی مغفرت کی چادر کے نیچے اسے ڈھانپ لے تو ہم ایسا کرنے کی جُرأت کیسے کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے تو یہ کہیں کہ اے خدا ہماری مغفرت فرما ہمارے عیوب کو چھپا اور انہیں ظاہر نہ کر اور خود سارے محلہ اور شہر میں جاکر دوسروں کے عیوب کی تلاش میں لگے رہیں۔ خدا تعالیٰ تو اس صورت میں ہمیں یہ کہے گا کہ جو چیز تم اپنے بھائیوں اور بہنوں کے لئے پسند نہیں کرتے وہ میرے پاس مانگنے کیوں آ گئے ہو۔

تیسری چیز جو ہمارے اوقات پر ڈاکہ ڈالتی ہے وہ غیبت کی عادت ہے۔ بعض لوگ اپنی مجالس میں نیکی کی باتیں کرنے کی بجائے غیبت شروع کر دیتے ہیں۔ غیبت کے معنی ہیں کہ انسان دوسرے کے عیوب کا اِس طرح ذکر کرے کہ اس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی شخص میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہے اور

دوسرا آدمی علیحدگی میں اس سے کہتا ہے بھائی تم میں مجھے فلاں کمزوری نظر آتی ہے اور اگر یہ بات درست ہے تو تم اپنی اصلاح کر لو تو یہ بھی اس کی کمزوری کا ذکر ہے لیکن اس میں ایک دینی فائدہ بھی ہے یعنی ایک بھائی کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس میں اس کی بدنامی بھی نہیں لیکن اگر کسی شخص کے عیب کا مجالس میں ذکر کر کے اسے بدنام کیا جائے جس میں کوئی دینی فائدہ نہیں تو اسے غیبت کہتے ہیں اور اس سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے :۔

لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (الحجرات ع ۲)

یعنی تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ عورتوں کو خصوصاً اللہ تعالیٰ نے اِس سلسلہ میں حکم دیا ہے کہ وہ ایسے ناپسندیدہ امور سے پرہیز کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (نساء ع ۶)

یعنی نیک عورتیں فرمانبردار اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے پوشیدہ امور کی محافظ ہوتی ہیں۔ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ کے متعدد معانی ہیں مَیں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا لیکن ان میں سے ایک معنی کی طرف مَیں اپنی بہنوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ میں اللہ تعالیٰ نے مومنات کی ایک خصوصیت نمایاں کر کے بیان فرمائی ہے اور وہ یہ کہ مومنات غیبوبت کی حالت میں یعنی اس حالت میں کہ ان کی دوسری بہنیں کسی مجلس میں موجود نہ ہوں ان کی بعض کمزوریوں، خطاؤں، غفلتوں، کوتاہیوں اور عیوب کی حفاظت کرتی ہیں اور اِس بات کا پُورا خیال رکھتی ہیں کہ ان کے مُنہ سے اپنی کسی دوسری بہن کے متعلق کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو اسے بدنام کرنے والی ہو۔ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ میں یہ فرمایا کہ دعائیں مانگنے اور نیک اعمال بجالانے والی مومنہ عورت کو خدا تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور دوسرے اِن الفاظ میں اِس طرف بھی ایک لطیف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر تم حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ ہو گی تو اللہ تعالیٰ تمہاری بھی حفاظت کرے گا۔ اگر تم اپنی دوسری بہنوں کے عیوب کی ستاری کرنے والی ہو گی تو اللہ تعالیٰ تمہارے عیوب کی ستاری کرے گا۔ اگر تم دوسری بہنوں کی عزّت کی حفاظت کرنے والی ہو گی تو اللہ تعالیٰ تمہاری عزّت کی حفاظت کرے گا۔ اگر تم دوسری بہنوں کی اچھی باتیں بیان کر کے ایک نیک فضا پیدا کرنے والی ہو گی تو اللہ تعالیٰ تمہاری بہنوں کو القا کرے گا کہ وہ تمہارے متعلق اچھی باتیں کریں اور ایک نیک فضا اپنے ماحول میں پیدا کریں۔

چوتھی بات جو مَیں بڑے اختصار کے ساتھ اپنی بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ بھی ایک ڈاکو ہے جو

ہمارے اوقات پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور وہ زینت کی نمائش ہے۔ زینت کی ناجائز نمائش سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ زینت جائز بھی ہوتی ہے اور اس کے بعض جائز مواقع بھی ہیں جہاں انسان اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اس کی پیدا کردہ زینت کی اشیاء استعمال کرتا ہے یا ان کی نمائش کرتا ہے مثلاً بیوی اپنے خاوند کے سامنے زینت کی نمائش کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(الاعراف ع ۴)

یعنی تُو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے کس نے حرام کیا ہے یعنی اس کے احکام اور ہدایتوں کے مطابق اسے استعمال کرنے کو کس نے حرام کیا ہے۔ اسی طرح رزق میں سے پاکیزہ چیزوں کو بھی کس نے حرام کیا ہے۔ یہ تو اصل میں اس دُنیا میں بھی مومنوں کے لئے ہیں اور مومن اس کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں اور زینت کے سامان بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں یہ تمہارے لئے جائز ہیں مگر زینت کے متعلق جو احکام مَیں نے جاری کئے ہیں انہیں اگر تم نظر انداز کر دوگے یا ٹھکرا دوگے تو تم میرے غضب کے مورد بن جاؤ گے۔ اور اگر تم میری ہدایات کے مطابق زینت کی اشیاء کو استعمال کروگے اور پاکیزہ اور حلال رزق سے فائدہ اُٹھاؤ گے تو تمہیں یہ بشارت بھی دی جاتی ہے کہ قیامت کے دن یہ چیزیں صرف تمہارے لئے ہوں گی۔ دُنیوی زندگی میں تو غیر بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں لیکن اخروی زندگی میں اس میں تمہارے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جائے گا۔ اِس طرح ہم اپنے نشانات کو علم والے لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تُو کہہ دے میرے ربّ نے صرف بُرے اعمال کو خواہ وہ ظاہر ہوں یا چُھپے ہوئے اور گناہ کو اور بغیر حق کے سرکشی کو حرام کیا ہے اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسے وجود کو جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری شریک قرار دو اور اِس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسے جھوٹے الزام لگاؤ جن کو تم جانتے نہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے زینت کے اظہار پر بعض پابندیاں لگائی ہیں مَیں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ وقت بہت زیادہ ہوگیا ہے اور مَیں نے مردوں کے اجلاس میں بھی جانا ہے مَیں صرف اس آیت کا ترجمہ کر دیتا ہوں جس میں زینت کے اظہار پر پابندیاں لگائی گئی ہیں اور اس میں جو ہدایت ہے اس کی طرف اپنی بہنوں کو متوجہ کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۗ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(سورۃ النّور ع ۴)

یعنی اے رسول تُو مومن عورتوں سے کہہ دے (یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو مَیں اِس وقت آپ بہنوں تک پہنچانا چاہتا ہوں) کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو آپ ہی بے اختیار ظاہر ہوتی ہو اور اپنی اوڑھنیوں کو سینہ پر سے گزار کر اس کو ڈھانک کر پہنا کریں اور اپنی زینتوں کو صرف اپنے خاوندوں یا باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی ہم کفو عورتوں یا جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہوں ان کے سوا کِسی پر ظاہر نہ کیا کریں یا ایسے مردوں پر جو ابھی جوان نہیں ہوئے یا ایسے بچّوں پر جن کو ابھی عورتوں کے خاص تعلقات کا علم نہیں ہوُا۔ اور اپنے پاؤں زمین پر نہ مارا کریں کہ وہ چیز ظاہر ہو جائے جس کو وہ اپنی زینت سے چُھپا رہی ہیں۔ اور اے مومنو سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اِن آیات میں عورتوں کو ان کی رُوحانی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر تم کامیاب ہونا چاہتی ہو تو یہ ہمارا حکم ہے اس کو کبھی نظر انداز نہ کرنا۔ مَیں اِس وقت پردہ کے فوائد یا بے پردگی کے نقصانات کی تفاصیل میں نہیں جانا چاہتا یہ ایک مستقل مضمون ہے جس کے متعلق مَیں بھی کچھ کہہ چکا ہوں اور دوستوں نے بھی اس کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کے متعلق بہت سی نصائح فرمائی ہیں لیکن مَیں پورے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ شریعتِ اسلامیہ کا ہر حکم قابلِ عمل ہے۔ قرآن کریم ایک قابلِ عمل کتاب ہے جو خدا تعالیٰ نے آسمان سے ہمارے لئے نازل فرمائی ہے۔ ان احکامات کا فلسفہ کیا ہے۔ انکے فوائد کیا ہیں۔ ان کے چھوڑنے کے نقصانات کیا ہیں۔ یہ اپنے اپنے رنگ میں مفید اور ضروری چیزیں ہیں لیکن ہمارے لئے پہلی بات جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم دین العجائز اختیار کریں۔ یعنی یہ عہد کرلیں کہ چاہے ہمیں کوئی بات سمجھ آئے یا نہ آئے۔ ہمیں اس کے فوائد کا علم ہو یا نہ ہو۔ ہمیں اس کے نہ ماننے کے نقصانات بتائے گئے ہوں یا نہ بتائے گئے ہوں ہم وہی کریں گے جو خدا تعالیٰ ہمیں کہے گا اور ہم اسی طرح کریں گے جس طرح خدا تعالیٰ ہمیں کرنے کے لئے کہے گا۔ جب تک یہ ذہنیت پیدا نہیں ہوگی آپ قرآن کریم کی برکات سے کبھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں۔

غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنی زینتوں کو اس فہرست کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کرو اور اپنے چہروں کو چھپائے رکھو کیونکہ زینت کا بہترین محل اور موقع وہی ہیں۔ پس یہ ایک حکم ہے جس کی ہم نے پوری پوری پیروی کرنا ہے کیونکہ شریعتِ اسلامیہ کا ہر حکم قابلِ عمل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں یہ فرمایا ہے کہ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں کوئی مومن کسی دروازہ سے داخل ہوگا اور کوئی کسی دروازہ سے داخل ہوگا اور کئی مومن ایسے بھی ہوں گے جنہیں خدا تعالیٰ کہے گا کہ تم جنّت کے ہر دروازہ سے داخل ہونے کے مستحق ہو اِس لئے جس دروازہ سے تم داخل ہونا چاہو داخل ہو جاؤ۔ وہاں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جہنّم کے سات دروازے ہیں اور اس میں ہمیں اِس طرف متوجہ کیا ہے کہ جہنّم کے چھ دروازے اپنے اُوپر بند کر کے تم کبھی مطمئن نہ ہو جانا اگر جہنّم کا ایک دروازہ بھی آپ نے اپنے اُوپر کھولے رکھا تو باقی دروازے اپنے اوپر بند کرنے کا تمہیں کیا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اُوپر جہنّم کے ساتوں دروازے بند کرلیں اور وہ ہمیں اس مقام تک پہنچائے جہاں اس کی محبت ہمیں ہر لحظہ پکار رہی ہو کہ تم جنّت کے آٹھوں دروازوں سے داخل ہونے کے مستحق ہو تم آگے بڑھو اور جس دروازہ سے چاہو میری جنّت میں داخل

ہو جاؤ۔ یہ وہ چند باتیں ہیں جو بطور ڈاکو کے ہمارے اوقات کو ضائع کرنے والی تھیں اور جن سے محفوظ رہنے کی خدا تعالیٰ نے ہمیں بڑی تاکید کی ہے۔

اب بڑے اختصار کے ساتھ بعض ایسی باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن کی طرف ایک احمدی عورت کو توجہ دینی ضروری ہے۔ پہلی بات تربیتِ اولاد کے متعلق ہے۔ تربیتِ اولاد کی اصطلاح میں مَیں سمجھتا ہوں سارے گھر والے ہی شامل ہیں یعنی تربیتِ اولاد کا فرض صرف والد اور والدہ پر ہی عائد نہیں ہوتا بلکہ جو فرد بھی کسی گھر میں رہتا ہے اس پر چھوٹی عمر والوں کی تربیت کرنا فرض ہے اور اس کا یہ کام ہے کہ وہ قابلِ تربیت عمر کے بچّوں کی تربیت ایک خاص مقصد سامنے رکھ کر کر رہا ہو۔ آپ کو یہ امر خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بچّے جو آپ کی گودوں میں پلے ہیں ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبّت سمندر کی طرح موجزن ہو اور وہ دینِ اسلام کی خاطر ہر وقت ہر قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں بعض ماحول ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جہاں ماں بچّے کو کپڑے پہناتے ہوئے دعا کرنے کی بجائے کوسنے دے رہی ہوتی ہے یہ بہت بُری بات ہے۔ یہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ نہ آپ کا کوئی پیسہ خرچ ہوتا ہے اور نہ آپ کو کوئی اَور تکلیف ہوتی ہے آپکو کپڑے پہنانے میں دو منٹ، پانچ منٹ یا دس منٹ لگتے ہیں۔ یہ دو منٹ پانچ منٹ یا دس منٹ آپ اپنے بچّوں کے لئے دعائیں کرنے میں صرف کریں۔ آپ بچّے کو کپڑے بھی پہناتی جائیں اور ساتھ ساتھ یہ دعائیں بھی کرتی جائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک بنائے دین کا خادم بنائے۔ اسے اپنی محبّت دے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ ان کے علاوہ ہزاروں اَور دعائیں ہیں جو آپ اپنے بچّوں کے لئے کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبہ کو دیکھ کر آپ کی دعاؤں کو قبول بھی کرے گا اَور آپ کی اولاد آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی۔ غرض بچّوں کے لئے بہت دعائیں کریں اور ان کی تربیت کا بڑا خیال رکھیں۔ آپ بہنوں پر اِس سلسلہ میں بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

دوسری بات جس کی طرف مَیں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو رُوحانی خوشحالی بخشنے کی کوشش کریں۔ آپ اپنا ماحول ایسا بنائیں کہ آپ سے تعلق رکھنے والے جب اپنا کام ختم کر کے گھروں کو واپس آئیں تو بے اختیار خدا تعالیٰ کی حمد کرنے لگ جائیں کہ اس نے ہماری بیویوں، ہماری ماؤں، ہماری بہنوں، ہماری بیٹیوں اور ہماری دوسری رشتہ دار عورتوں کو یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے

اس گھر کو جنّت کا نمونہ بنا دیا ہے اور ہمیں اس بات کے لئے آزاد کر دیا ہے کہ ہم باہر رہ کر جتنا وقت چاہیں دین کی خدمت میں صرف کر سکیں۔

تیسری بات جس کی طرف مَیں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ دعاؤں پر بہت زور دینا ہے۔ پہلے مَیں نے آپ بہنوں کو تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں توجہ دلائی تھی اور اب مَیں آپ کو عام طور پر دعاؤں پر زور دینے کی تاکید کرتا ہوں۔ مَیں اس کی ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک دن مَیں اپنے کالج کے دفتر میں بیٹھا تھا طالبِ علموں کے فارم یونیورسٹی میں جانے تھے دفتر کے ایک کلرک نے ڈیڑھ دو سو فارم میرے سامنے رکھ دیئے ان فارموں پر مَیں نے دستخط کرنے تھے اور یہ کام قریباً پندرہ بیس منٹ کا تھا۔ دستخط کرنے کا کام ایسا نہیں جس کے لئے ذہنی طور پر توجہ کی ضرورت ہے اِس لئے مَیں ان فارموں پر دستخط بھی کرتا رہا اور ساتھ ساتھ درود بھی پڑھتا رہا۔ دو تین منٹ کے بعد مجھے خیال آیا کہ مَیں اپنے ایک بھائی کو نیکی سے محروم کر رہا ہوں چنانچہ مَیں نے اس کلرک کو جو میرے پاس کھڑا تھا کہا دیکھو مَیں فارموں پر دستخط کر رہا ہوں اور درود بھی پڑھ رہا ہوں تمہیں اِس وقت کوئی کام نہیں تم صرف میرے دستخطوں کے بعد فارم اُٹھا رہے ہو تم فارم بھی اُٹھاتے رہو اور ساتھ ساتھ مختصر سا درود اللّٰھمّ صَلِّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰلِ محمّدٍ بھی پڑھتے رہو تو تمہیں اس میں کوئی دِقّت محسوس نہیں ہوگی کام بھی کرتے رہو گے اور درود بھی پڑھتے رہو گے چنانچہ اُس کلرک نے درود پڑھنا شروع کر دیا اور جب مَیں نے فارموں پر دستخط کئے تو اُس نے بڑا بشاش چہرہ بنا کر مجھے بتایا کہ میاں صاحب مَیں نے اِتنی بار (اُس نے دو تین سو کے درمیان مجھے کوئی عدد بتایا) درود پڑھ لیا ہے۔ اب دیکھو یہ ایک خیال ہی ہے۔ اگر آپ کو ہر وقت یہ خیال رہے کہ ہم نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے ربّ کے حضور نہایت انکساری کے ساتھ جُھکتے ہوئے خرچ کرنا ہے تو آپ ایسا کر سکتے ہیں اور آپ کے کسی کام میں حرج بھی واقع نہ ہوگا۔ آپ کھانا پکا رہی ہوتی ہیں۔ آپ دیگچی میں چمچہ ہلا رہی ہوتی ہیں تا مسالہ بُھون لیں تو آپ اپنے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ سُبحان اللّٰہِ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم پڑھ سکتی ہیں۔ آپ اپنے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ اللّٰھمّ صلِّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰلِ محمّدٍ پڑھ سکتی ہیں۔ اسی طرح جو کھانا تیار ہوگا وہ کھانے والوں کے معدہ میں صرف مادی غذا ہی مہیّا نہیں کرے گا بلکہ آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں اُنہیں رُوحانی غذا سے بھی حصّہ ملے گا۔ گویا وہ مادی غذا کے ساتھ ساتھ روحانی غذا بھی کھا رہے ہوں گے اور دعائیں ان کے بدن کا جزو بن رہی ہوں گی۔ غرض آپ اپنے بچّوں کو کپڑے پہنا رہی ہوتی ہیں۔ آپ اپنے بچّوں، والدین، خاوندوں یا دوسرے عزیزوں کے کپڑے دھو رہی ہوتی ہیں۔ گھر میں صفائی کر رہی ہوتی ہیں یا دوسرے گھریلو دھندوں میں مصروف ہوتی ہیں تو ان کاموں کو انجام تک ضرور پہنچائیں لیکن ان کے ساتھ دعائیں بھی کرتے جائیں۔ اس کے علاوہ دوسرے مخصوص اوقات میں بھی دعاؤں پر زور دیں۔ فرائض ادا کرنے کے علاوہ اکثر عورتیں اور مَرد ایسے اَوقات مقرر کر لیتے ہیں جن میں وہ نوافل ادا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجتے ہیں لیکن یہ عادت کی بات ہے۔ پس اِس بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے اپنے اوقات کو دعاؤں اور عبادت میں خرچ کرنا ہے۔ اگر آپ بہنیں ایسا کریں تو آپ صبح بیدار ہونے سے لیکر رات کو دوبارہ سونے تک اکثر حصہ وقت کا دعاؤں میں گزار سکتی ہیں اور یہ کتنی بڑی نیکی ہے جس سے آپ عدم توجّہ کے باعث محروم رہتی ہیں۔ پس مَیں تاکید سے پھر تاکید سے اور پھر تاکید سے اور نہایت عاجزی اور انکسار سے آپ بہنوں کو اِس طرف توجّہ دلاتا ہوں کہ دعاؤں پر زور دیں۔ دعاؤں پر زور دیں۔ دعاؤں پر زور دیں اور اپنی زندگیوں کا ہر حصّہ اور اپنے اوقات کا ہر لمحہ دعاؤں میں صرف کریں تا ان میں شیطان کو کوئی دخل ممکن نہ رہے۔ اللّٰہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ماہنامہ مصباح مارچ ۱۹۶۶ء)

احمدی خواتین کی نہایت اہم تربیتی ذمّہ داریاں

وقفِ جدید کو کامیاب بنانے میں حصّہ لیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ اماء اللّٰہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۶۶ء میں جماعتِ احمدیہ کی مستورات کو خطاب کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی اس کا متن درجِ ذیل کیا جاتا ہے :۔

تشہّد، تعوّذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

مجھے چند دنوں سے بخار کی تکلیف ہے لیکن اِس خیال سے کہ ایک طرف خدام و اطفال اور دوسری

طرف لجنہ اماء اللہ کی بہنیں سفر کی صعوبت اور تکلیف اُٹھا کر خدا کے نام پر یہاں جمع ہوئی ہیں۔ مجھے بھی بخار کے باوجود یہاں حاضر ہو کر بعض باتیں اپنی بہنوں کو کہنی چاہئیں اور خدام و اطفال کے جلسہ میں چھوٹے بھائیوں اور بچوں کو کچھ کہنا چاہیئے۔ اطفال کے جلسہ میں تو مَیں ابھی تک نہیں جا سکا لیکن خدام الاحمدیہ کی افتتاحی تقریب کے وقت مَیں چلا گیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت اگر چاہے تو اس طرح بھی اپنی زندگی کے دن گزار سکتی ہے کہ اس کے قدم ہر لحظہ اور ہر گھڑی جنّت کی زمین پر رہیں اور اگر وہ یہ نہ چاہے تو ایسی بدقسمت عورت اپنی زندگی کے دن اِس طرح بھی گزار سکتی ہے کہ اس کے قدم جہنّم کی زمین کے اُوپر ساری عمر رہیں۔ یہ بھی ایک معنی ہیں اس حدیث کے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جنّت ہے۔ اِس سے یہ استدلال بھی ہوتا ہے کہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جہنّم بھی ہے۔ اِس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف تربیتِ اولاد کی طرف بڑے حسین پیرایہ میں ہمیں متوجہ کیا ہے وہاں دوسری طرف ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ اگر تم امن اور سکون کی زندگی حاصل کرنا چاہتی ہو۔ اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے خوشی کا موجب بنے وہ تمہاری آنکھ کی ٹھنڈک ہو وہ تمہارے دل کی راحت اور سکون ہو اور دوسری طرف وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ذرّیتِ طیّبہ بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ تم ان احکام کی روشنی میں جو اسلام نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں ہمارے سامنے پیش کئے ہیں عمل کرو۔

لجنہ اماء اللہ کا قیام اِس غرض سے ہے کہ تا احمدی مستورات اور احمدی بہنیں اپنی زندگی منظّم ہو کر اس طرح گزاریں کہ ان کے قدم ہمیشہ جنّت کی زمین کو چُومنے والے ہوں اور جہنّم کی زمین اور جہنّم کی آگ اور اس کی تپش اور اس کی تکالیف کا جھونکا تک بھی ان تک نہ پہنچنے پائے۔

مَیں آج بوجہ اپنی بیماری اور ضعف کے زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا تاہم مَیں سمجھتا ہوں کہ مجھے بعض ضروری باتیں یہاں بیان کرنی چاہئیں۔ جہاں تک مالی قربانیوں کا تعلق ہے احمدی بہنیں اِس میں بہت تربیت یافتہ ہیں اور اِس میدان میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بلند اور ارفع مقام عطا کیا ہے خدا کرے کہ وہ نہ صرف ہمیشہ اِس بلند مقام پر قائم رہیں بلکہ اس مقام کی رفعتوں میں ہمیشہ اضافہ ہوتا چلا جائے کیونکہ مالی قربانیوں کے لحاظ سے ایک ذمّہ داری ہم پر یہ بھی عائد ہوتی ہے کہ ہم اسلام کی ضرورتوں کی خاطر اور خدا کے نام کو بلند کرنے کے لئے مالی جہاد میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لیں اور اِس سلسلہ میں مستورات کا ایک بڑا نمایاں

حصّہ مساجد کے لئے چندہ ہے اور مساجد وہ جگہ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا جاتا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی صدا بلند ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ جو تربیتی ذمّہ داری احمدی بہنوں پر عائد ہوتی ہے اسکی طرف ابھی تک پوری توجہ نہیں دی گئی۔ شائد اس کا موقع ہی ان کو بہم نہ پہنچایا گیا ہو یا شائد انہوں نے اس طرف توجہ دینا ضروری خیال نہ کیا ہو لیکن ہمیں یہ غور کرنا چاہیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ بچے پر دس سال کی عمر میں نماز فرض ہو جاتی ہے لیکن اس فرض کو نماز کی عادت ڈالنے کے لئے اگر اس سے بھی پہلے نہیں تو کم از کم سات سال کی عمر کو جب وہ پہنچے تو اس کو نماز کی طرف متوجہ کرتے رہنا چاہیئے تا جب نماز فرض ہو تو وہ نماز کا عادی ہو چکا ہو اور نماز سے پیار کرنے لگ چکا ہو اور نماز کی محبت اس کے دل میں گڑ چکی ہو اور وہ ذہنی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہو کہ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز نہیں ہوتے اور اس سے دعائیں نہیں مانگتے ہمیں اس دُنیا میں بھی فلاح حاصل نہیں ہو سکتی اور اخروی زندگی میں بھی ہم اس کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اسلام میں صرف نماز کو ہی مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض نہیں کیا گیا بلکہ اس کے علاوہ اَور بھی بہت سے فرائض ہیں جن میں سے ایک حِصّہ مالی قربانیوں اور مالی جہاد کا ہے اِس لئے جس طرح نماز فرض ہونے سے پہلے بچے کو وہ نماز پڑھائی جاتی ہے کہ جو ابھی اس پر فرض نہیں ہوتی۔ سات سال کے بچے پر ظہر کی نماز عصر کی نماز مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں فرض نہیں۔ جب ہم ان کو یہ نمازیں پڑھاتے ہیں تو وہ فرض تو نہیں پڑھ رہے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان نمازوں کو ابھی فرض ہی نہیں کیا۔ اسی طرح مالی میدان میں بھی بچوں کو اس کی عادت ڈالنی چاہیئے تا وہ ان قربانیوں میں جو خدا کی توحید کے قیام اور اشاعتِ اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت دلوں میں ڈالنے کے لئے دی جا رہی ہیں ان میں بچپن ہی میں طوعی اور نفلی طور پر حِصّہ لینے لگ جائیں۔

ہماری جماعت میں جماعتی نظام کے لحاظ سے مالی قربانی بطور فرض اس وقت عائد ہوتی ہے جب کوئی شخص کمانے لگ جاتا ہے یا بلوغت کے بعد جیب خرچ کی شکل میں اس کے پاس کوئی رقم ہوتی ہے۔ بعض خاندانوں میں یہ رواج ہے کہ وہ پڑھنے والے بچوں کو جیب خرچ کے طور پر کچھ رقم دیتے ہیں۔ اگر وہ بچے ہوش سنبھال چکے ہوتے ہیں یا ذہنی بلوغت کو پہنچ چکے ہوتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مالی قربانی ایک فرض ہے اور اس فرض میں ہمیں بھی حصّہ لینا چاہیئے۔ ہمارے ملک میں اور اسلامی معاشرہ میں عورت زیادہ تر کمانے والے میدان میں داخل نہیں ہوتی۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللہ اب بعض ضرورتوں کے مطابق اور بعض غلط قسم کی نقلوں کی وجہ سے ہماری

عورتیں بھی نوکری کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ اور مائل ہو رہی ہیں میں اِس بات کے متعلق اِس وقت کچھ نہیں کہنا چاہتا میں اِس وقت صرف یہ بتا رہا ہوں کہ مرد یا عورت جب کمانے لگ جاتی ہے تو اس پر اپنی آمد کا سولہواں حصّہ (اگر اس نے وصیّت نہیں کی) یا کم از کم دسواں حصّہ (اگر اس نے وصیّت کی ہے) بطور چندہ دینا لازمی ہے۔ جس طرح نماز اور دوسرے فرائض ہیں اسی طرح ایک احمدی پر مالی قربانی بھی بطور فرض کے عائد ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اگر موصی یا موصیہ نہیں تو اپنی آمد کا سولہواں حصّہ اور اگر موصی یا موصیہ ہے تو اپنی آمد کا کم از کم دسواں حصّہ اور زیادہ سے زیادہ تیسرا حصّہ اشاعتِ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جماعت کے بیت المال میں جمع کرائے۔ پھر نظام کے مطابق ایک مجلسِ شوریٰ کے موقع پر جماعت کے نمائندے خرچ کرنے کے متعلق کچھ فیصلے کرتے ہیں اور ان نمائندوں کے فیصلوں کے مطابق وہ رقم خرچ کی جاتی ہے۔ چونکہ اسلام کا یہ بُنیادی حکم ہے کہ فرائض سے کچھ زیادہ خرچ کرو تا تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکو اِس لئے ہماری جماعت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاوہ فرض چندوں کے بہت سے نفلی چندوں کی بھی تحریک کی ہوئی ہے ان میں سے ایک چندہ یعنی چندہ تحریکِ جدید گو نفلی ہے لیکن ضرورت کے مطابق شائد وہ فرض کے قریب قریب پہنچا ہوُا ہے۔ اس کی مثال سُنّتوں کی سی ہے جو ہیں تو نوافل لیکن وہ نفل کی نسبت فرض کے زیادہ قریب ہمیں نظر آتی ہیں کیونکہ انہیں ادا کرنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہوئی ہے۔ پھر چندہ تحریکِ جدید کے علاوہ چندہ وقفِ جدید ہے۔ ان کے علاوہ آپ بہنوں کو ان چندوں میں بھی حصّہ لینا پڑتا ہے جو خاص طور پر لجنہ اماء اللہ کی تحریک پر جمع کئے جاتے ہیں جیسا کہ مختلف مساجد کے بنانے میں آپ بہنوں نے قابلِ رشک حصّہ لیا ہے۔ قابلِ رشک اِس معنی میں کہ ہم جو مرد ہیں ہمارے دلوں میں بھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اِس ثواب سے کیوں محروم رہے کہ فلاں جگہ پر ایک مسجد بن رہی تھی جس کے میناروں سے خدائے واحد و یگانہ کا نام بلند ہونا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل ترین اور ارفع نبوّت کا اعلان ہونا تھا ہم نے اس کے بنانے میں حصّہ نہ لیا ہم ثواب سے محروم رہے اور سارا ثواب آپ نے اپنی جھولیوں میں سمیٹ لیا۔ بہرحال اِس قسم کے قابلِ رشک چندے بھی آپ بہنیں ادا کرتی ہیں لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک جہت ایسی ہے جس کی طرف آپ نے ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی اور وہ یہ ہے کہ جس طرح سات سال کی عمر میں بچّوں کو (جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے) نفلی نماز اِس لئے پڑھائی جاتی ہے یا پڑھائی جانی چاہیئے تا کہ جب نماز بطور فرض ان پر عائد ہو تو وہ

بشاشت کے ساتھ اور دلجمعی کے ساتھ اور دلی لگاؤ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی محبّت کے ساتھ اس نماز کو ادا کریں اسی طرح بچّوں کو مالی تحریکوں کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہیئے۔ اِس میں شک نہیں کہ بعض خاندان اپنے بچّوں کی طرف سے بھی چندہ وقفِ جدید یا چندہ تحریکِ جدید لکھواتے ہیں اور بعض خاندان ایسے بھی ہیں جو اپنے بچّوں کو تحریک کرتے رہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جو جیب خرچ تمہیں ملتا ہے اس میں سے تم خدا تعالیٰ کی راہ میں بھی کچھ دیا کرو لیکن عام طور پر اِس طرف ابھی توجہ نہیں کی جاتی۔

مَیں نے اِس سلسلہ میں حال ہی میں اپنے بچّوں سے اپیل کی ہے کہ وہ وقفِ جدید کا بوجھ اُٹھائیں اور ہر بچّہ اٹھنّی ماہوار وقفِ جدید میں دے۔ چونکہ اِس وقت وقفِ جدید کے سال کا اختتام ہے اِس لئے مَیں نے سالِ رواں میں پچّاس ہزار روپیہ لڑکوں اور لڑکیوں پر مقرر کیا ہے مَیں نے اُن سے کہا ہے کہ وہ پچّاس ہزار روپیہ کی رقم جمع کریں تا ہم وقفِ جدید کے کام کو پھیلا سکیں اور اسے وسعت دے سکیں۔ اگر تمام احمدی بچّے جو آپ کی گودوں میں پلتے ہیں۔ تمام احمدی بچّے جن کی تربیت کی ذمّہ داری آپ پر ہے اِس طرف متوجہ ہوں۔ اگر آپ ان کی ذہنی تربیت اِس رنگ میں کر دیں کہ وہ کم از کم اٹھنّی ماہوار خدا تعالیٰ کی راہ میں وقفِ جدید کے کاموں کے لئے خود جماعت کو پیش کریں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ وقفِ جدید کا سارا بجٹ اِن بچّوں کے چندوں سے پُورا ہو سکتا ہے لیکن اِس طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے اور بچّوں کے ذہنوں میں اِس کام کی اہمیّت بٹھانے کی ضرورت ہے اور بچّوں کے ذہنوں میں آپ وقفِ جدید کی اہمیّت بٹھا نہیں سکتیں جبتک خود آپ کے ذہن میں وقفِ جدید کی اہمیّت نہ بیٹھی ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہٗ نے اپنی بیماری سے کچھ ہی عرصہ قبل وقفِ جدید کی تحریک کو شروع کیا تھا اور پھر بوجہ بیماری حضور اپنی زندگی میں اِس طرف زیادہ ذاتی توجہ نہیں دے سکے جیسے حضور نے تحریکِ جدید کی طرف توجہ فرمائی۔ تحریکِ جدید کو حضور نے بڑی توجہ اور محنت اور وقت دے کر اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا اور پھر اسے نظام کے سپرد کیا اور نظام کو کہا کہ اِسے سنبھالو اِس کام کو چلاؤ اور چونکہ یہ بنی بنائی چیز تھی اور انتظامی لحاظ سے اپنی بلوغت کو پہنچ چکی تھی اور اپنی مضبوطی کو حاصل کر چکی تھی اِس لئے اس کے چندے میں نظام کو کوئی دِقّت پیش نہیں آئی۔

پھر آپ نے وقفِ جدید کے کام کو شروع کیا اور اس کی تحریک جماعت میں کی۔ جماعت سے آپ نے واقفین بھی مانگے اور پھر واقفین اور دیگر اخراجات کے لئے روپیہ بھی مانگا اور آپ کا خیال تھا کہ آپ

اِس سکیم اور اس منصوبہ میں آہستہ آہستہ وسعت دیتے چلے جائیں گے اور اِس طرح اُس کام کو پُورا کر دینگے جو اُس وقت حضور کو نظر آرہا تھا اور حضور چاہتے تھے کہ اسے پُورا کر دیں۔ بہرحال آپ نے شروع میں دس ہزار روپیہ کی جماعت سے اپیل کی لیکن بعد میں جلد ہی حضور بیمار ہو گئے اور اِس وجہ سے حضور اِس سکیم کی ذاتی طور سے نگرانی نہ فرما سکے لیکن یہ کام خود بخود جاری رہا اور اب اس کا سالِ رواں کا بجٹ ایک لاکھ ستتر ہزار روپیہ کے قریب ہے۔ اگر حضور بیمار نہ ہوتے اور اس سکیم کی طرف حضور ذاتی توجہ دیتے رہتے تو مجھے یقین ہے کہ سات آٹھ سال کے اندر ہی یہ تحریک اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی اور جس طرح حضور نے تحریکِ جدید کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے بعد اسے تحریکِ جدید انجمن احمدیہ کے سپرد کیا اسی طرح اِس تحریک کو بھی حضور اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے بعد وقفِ جدید انجمن احمدیہ کے سپرد کرتے اور جیسا کہ تحریکِ جدید کے سلسلہ میں ہؤا آپ بطور خلیفہ عام نگرانی اس کی کرتے رہتے (عام نگرانی خلیفہ کے فرائض میں سے ہے اور حضور تفاصیل میں گئے بغیر اس کی نگرانی فرماتے رہے لیکن جیسا کہ تحریک جدید کے شروع میں یہ دستور تھا کہ حضور اس کے متعلق چھوٹے چھوٹے فیصلے بھی خود ہی فرمایا کرتے تھے۔ وقفِ جدید کے سِلسلہ میں اپنی بیماری کی وجہ سے حضور ایسا نہ کر سکے)لیکن چونکہ وقفِ جدید شروع ہی میں حضور کی ذاتی نگرانی اور توجہ سے محروم ہو گئی اِس لئے اس کا یہ نتیجہ ہؤا کہ جو عظیم کام اس تحریک نے کرنا تھا وہ پورا نہیں ہو سکا اور اب اللہ تعالیٰ کی منشاء اور اس کے اشارہ سے مَیں نے وقف عارضی کی تحریک کو جاری کیا اور سینکڑوں مقامات پر واقفینِ عارضی کے وفود پہنچے اور انہوں نے مرکز میں رپورٹیں بھجوائیں تو پتہ چلا کہ وقفِ جدید کی تحریک کس غرض سے جاری کی گئی تھی اور یہ کہ نگرانی میں غفلت کے نتیجہ میں جماعت کو کس قدر نقصان اُٹھانا پڑا ہے کیونکہ سینکڑوں جماعتیں اس وقت ایسی ہیں کہ جہاں تربیت کے لحاظ سے بہت کمزوری اور کمی اور نقص پایا جاتا ہے اور ان کی طرف فوری توجہ دینا ضروری ہے اور تربیت زیادہ تر (علاوہ بڑوں کے) بچّوں کو ہی دی جاتی ہے بڑے جو ہیں وہ تو مختلف جلسوں میں اور ذیلی تنظیموں کے کاموں میں شامل ہو کر ایک حد تک تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں اور ان خطوط پر تربیت حاصل کرتے رہتے ہیں جن خطوط پر جماعتِ احمدیہ اپنی نسلوں کی تربیت کرنا چاہتی ہے لیکن وقف عارضی کے وفود کی رپورٹوں کے نتیجہ میں بعض ایسی جماعتیں بھی میرے علم میں آئیں جہاں ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں جو آگے کھڑا ہو کر نماز باجماعت پڑھا سکے۔ ایک جماعت کے متعلق وفد نے بتایا کہ پہلے وہاں پڑھے لکھے لوگ بھی

موجود تھے (بعض مقامات پر صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں سے بعض بزرگ موجود تھے) جو تربیت کی طرف کافی توجہ دیتے رہے لیکن بعد میں یُوں ہؤا کہ جو صحابہ تھے وہ تو وفات پا گئے اور جو پڑھے لکھے لوگ تھے وہ اپنی نوکریوں کے سلسلہ میں گاؤں سے باہر چلے گئے اور اب اس جماعت میں ایک بھی ایسا آدمی موجود نہیں جو نماز باجماعت پڑھا سکے اور امام بن سکے کیونکہ اس جماعت کے کسی آدمی کو قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی سُورتیں بھی یاد نہیں نہ انہیں سُورہ فاتحہ آتی ہے اور نہ دوسری دعائیں آتی ہیں۔ نماز سے وہ بالکل بے بہرہ ہیں قرآن کریم کا وہ علم نہیں رکھتے اور اِس طرح وہ جماعت جو ایک وقت میں کافی متحد، کافی قربانی دینے والی خدا تعالیٰ کے لئے غیرت رکھنے والی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّت اور پیار رکھنے والی تھی آج اِس حالت میں ہے کہ اگر اس کو فوراً سنبھالا نہ گیا تو یقیناً وہ ہلاکت اور موت کا مُنہ دیکھے گی۔

پس علاوہ اَور بہت سے مقاصد کے اس مقصد کے لئے بھی وقفِ جدید کو جاری کیا گیا تھا لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے حضور بیمار ہو گئے اور اس طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے نتیجہ یہ ہؤا کہ وقفِ جدید ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوئی۔ اس کے لئے ہمارے پاس کم از کم ایک ہزار واقف تو ہونے چاہئیں کیونکہ ہماری رجسٹرڈ جماعتوں کی تعداد اِس وقت ایک ہزار ہے۔ ویسے تو مَیں نے ابھی پُورا جائزہ نہیں لیا لیکن صرف منٹگمری کے ضلع میں چالیس کے قریب ایسی جگہیں ہیں قصبے بھی اور دیہات بھی جہاں احمدی موجود ہیں لیکن وہاں جماعتی تنظیم موجود نہیں۔ مَیں اِن چیزوں کا بھی آہستہ آہستہ پتہ لگا رہا ہوں لیکن اگر ہم فی الحال ان کو نظر انداز بھی کر دیں تب بھی ایک ہزار واقف ہونے چاہئیں لیکن اِس وقت اسّی واقف ہیں جو ہمارے پاس ہیں ۹۲۰ واقف ہمیں اَور چاہئیں۔ یہ واقفین اللہ تعالیٰ آسمان سے تو نہیں اُتارے گا بلکہ یہ واقف وہ ہوں گے جو آپ کی گودوں میں پلتے رہے ہیں یا اب پَل رہے ہیں۔ اگر آپ نے اِس طرف توجہ نہ کی اور اپنے بچّوں کو وقفِ جدید کے میدان میں زندگیاں وقف کرنے کی تحریک نہ کی تو یہ اہم اور ضروری تحریک ناکامی کا مُنہ دیکھے گی خدا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آج تک ہمیں ناکامیوں سے بچایا ہے اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اِس موقع پر بھی ہمیں ناکامیوں سے بچائے گا لیکن پھر وہ کوئی اَور مائیں ہوں گی جن کی گودوں کے پلے آئیں گے اور وقفِ جدید کو سنبھالیں گے اور آپ بہنیں اس سے محروم ہو جائیں گی پس اِس طرف لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو بھی اور ہر احمدی بہن کو بھی ذاتی طور پر توجہ کرنی چاہیئے اور اپنے اپنے

مقامات پر تحریک کرنی چاہیئے کہ وقفِ جدید کے لئے نوجوان یا بڑی عمر کے یا ریٹائرڈ آدمی اپنے نام پیش کریں۔

مَیں نے ایک تحریک یہ بھی کی تھی کہ ریٹائرڈ آدمی جن کی صحتیں اچھی ہیں اور پانچ یا دس سال تک اپنی صحت کے لحاظ سے وہ مزید کام کرنے کے قابل ہوں وہ بھی وقفِ جدید میں کام کریں تاہم ایسے لوگوں سے وقتی ضرورت کو پورا کرلیں اور بعد میں ہمیں آہستہ آہستہ مستقل زندگی وقف کرنے والے وقفِ جدید میں ملتے رہیں اور ہمارے اس کام میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہو۔ اِس تحریک کے نتیجہ میں کچھ خطوط تو مجھے ملے ہیں لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں نے بھی ابھی اس طرف پوری توجہ نہیں کی۔ آپ گھر کی مالکہ ہیں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بھی کہ گھر کے نظام کی ذمہ داری خدا تعالیٰ نے آپ پر ڈالی ہے اور دُنیا کی نگاہ بھی آپ کو گھر کی مالکہ سمجھتی ہے۔ پھر آپ اپنے گھر کی فضا کو اِس طرح کیوں نہیں بناتیں کہ اس وقت سلسلہ کو جس قدر واقفین کی ضرورت ہے وہ وقفِ جدید کے لئے مل جائیں۔ اگر واپس جاکر آپ اس کا چرچا کریں اپنے گھر میں بھی، اپنے ہمسائے کے گھر میں بھی۔ اپنی جماعت کے گھروں میں بھی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں جلد سے جلد زیادہ سے زیادہ تعداد میں واقفین وقفِ جدید نہ مل جائیں۔

دوسری ضرورت پیسہ کی ہے جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ میری دِلی خواہش یہ ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ آپکے دل میں بھی یہ تڑپ پیدا ہوگی کہ دُنیا کِس شان سے یہ نظارہ دیکھے گی اور کِس رشک کے ساتھ یہ نظارہ دیکھے گی کہ احمدی مستورات نے عیسائیت کے گڑھ میں۔ وہاں جہاں توحید کے خلاف اس قسم کے نظریے پائے جاتے ہیں کہ جن کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ اس کے نتیجہ میں آسمان اپنی جگہ کو چھوڑ دے اور زمین پر آپڑے اور اِس طرح زمین و آسمان تباہ ہوجائیں کیونکہ ان قوموں کے نظریات اس غرض کے بالکل مخالف اور اس کی ضد ہیں جو ان کی پیدائش کی تھی۔ انکا ایک حصّہ تو خدا تعالیٰ کا مُنکر ہوچکا ہے اور دہریت ان کا مذہب ہے اور ایک حصّہ وہ ہے جو ابھی دہریہ تو نہیں ہؤا لیکن انہوں نے ایک ماں جائے کو اپنا خدا بنا لیا ہے اور وہ اس کے آگے اپنی ناک رگڑتے اور دعائیں کرتے اور حاجت براری کی اس سے امید رکھتے ہیں۔ ان جگہوں پر آپ نے قربانی دے کر جو مساجد بنائی ہیں ان مساجد کو آباد کرنے کے لئے ہمیں تحریکِ جدید کے واقف چاہئیں۔ پھر یہاں ملک میں کام کرنے کے لئے وقفِ جدید کے واقف چاہئیں پس آپ کوشش کریں کہ آپ کی گود میں پلنے والے اسلام کے ہر میدان میں مجاہد بنیں۔ اگر مَیں جہاد کہوں تو کئی بیوقوف اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں کہ پتہ نہیں جہاد سے ان کا کیا مطلب ہے۔ ایک طرف وہ

ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم تلوار کے جہاد کے مُنکر ہیں اور کافر ہیں اور دوسری طرف جب ہم قرآن کریم کے جہاد کا نام لیتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں دیکھو یہ کوئی سیاسی جماعت ہے جو سازش کر رہی ہے پتہ نہیں کہ یہ حکومت کا تختہ کب اُلٹ دے۔ ہمیں دُنیوی حکومتوں سے کیا غرض اور واسطہ ہمیں یا تو خدا تعالیٰ کی حکومت کا قیام مدِنظر ہے تا زمین کے چپّہ چپّہ پر زمین کے بسنے والوں میں اللہ تعالیٰ کی محبّت اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت قائم ہوجائے۔ دُنیا دُنیا والوں کو مبارک ہو ہمارے دل میں تو اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی محبّت ٹھنڈی کر دی ہے ہمیں دُنیا سے کوئی غرض نہیں ہمیں دُنیا کا کوئی لالچ نہیں ہمیں دُنیا کی وجاہتوں اس کے اقتدار اور عزّتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہمیں تو اللہ تعالیٰ کی محبّت کے قیام میں دلچسپی ہے ہمیں تو قرآن کریم کی اشاعت میں دلچسپی ہے ہمیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اس پیارے وجود کی محبّت کو دُنیا کے دِلوں میں قائم کرنے سے محبّت ہے دُنیا کے ساتھ ہماری کوئی دلچسپی نہیں تو مَیں "ہر میدان میں مجاہد بنیں" کے الفاظ بول رہا ہوں جہاد کا لفظ نہیں بول رہا تا کوئی بیوقوف یا کوئی شرارتی اِس فقرہ پر اعتراض نہ کرے جیسا کہ مجھے ابھی معلوم ہوُا ہے کہ لجنہ اماء اللہ کے جلسہ میں صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے جو تقریر کی تھی اس میں انہوں نے اِس قسم کے مضمون کو بیان کرکے جہاد کا لفظ استعمال کیا تو اب بعض لوگ یہ تحقیق کر رہے ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کی تحریک کا وہ کونسا حصّہ ہے جو اِس وقت ایٹم بم بنا رہا ہے۔ لجنہ اماء اللہ اِس دُنیا کو تباہ کر رہی ہے حالانکہ ہم اِس دُنیا کو تباہ کرنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوئے ہم تو دُنیا کو زندہ کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں، ہم تو مُردہ رُوحوں کو جلا دینے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم تو ان لوگوں کو جنہوں نے ابھی اپنی زندگی کا مقصد نہیں پایا ان راستوں کی نشان دہی کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں کہ جو راستے انہیں خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہیں۔

بہرحال جماعتِ احمدیہ کے لئے اشاعتِ اسلام کے لئے مجاہدہ اور قرآن کریم کی اشاعت کے مجاہدہ کے بہت سے میدان ہیں اور ہر میدان کے لئے ہم ہر احمدی مرد اور عورت سے وقف کی قربانی مانگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر میدانِ مجاہدہ میں کچھ ایسے فدائی اور جاں نثار مہیّا کریں جن کی اِس وقت ہمیں ضرورت ہے اور جو خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے والے ہوں۔ یہ وقف کرنے والے آپ کی گودوں کے پالے ہیں آپ ان کو ایسے رنگ میں پالیں اور تربیت دیں کہ وہ میدانِ مجاہدہ میں بشاشت کے ساتھ میدانِ مجاہدہ میں بے نفسی کے ساتھ۔ میدانِ

مجاہدہ میں فدائیت اور ایثار کے ساتھ، خدا تعالیٰ کی محبّت کے جنون کے ساتھ کُود یں اور اسلام کے نام کو اکنافِ عالَم تک پہنچانے کی جو مہم اللہ تعالیٰ نے شروع کی ہے اس کی کامیابی اور فتح کے دن اپنی کوششوں اور دعاؤں کے نتیجہ میں قریب سے قریب تر لاتے چلے جائیں۔

غرض اپنے بچّوں کو وقفِ جدید میں اٹھنّی ماہوار دینے کی طرف بھی توجہ دلائیں۔ بہتر یہی ہے کہ جو خرچ آپ انہیں دیں انہیں اس طرف متوجّہ کریں اور مائل کریں اور اس کے لئے تیار کریں کہ وہ اپنے اس جیب خرچ میں سے اٹھنّی ماہوار وقفِ جدید کے چندہ میں دیا کریں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے اپنے کسی خطبہ میں یا اپنی کسی تقریر میں کہا تھا کہ اگر بعض گھرانے مالی اور اقتصادی لحاظ سے کمزور ہوں مثلاً آٹھ دس بچّے ہوں اور ہر بچّہ اٹھنّی ماہوار نہ دے سکتا ہو تو صرف ایسے خاندانوں کو اس ثواب میں شامل کرنے کے لئے یہ اجازت دی گئی ہے کہ اِس قسم کے خاندان کے سارے بہن بھائی مل کر اٹھنّی ماہوار وقفِ جدید کے لئے دیا کریں۔ جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے کہ میرے دِل میں شدید تڑپ پائی جاتی ہے اِس بات کی کہ ہمارے احمدی بچّے لڑکے اور لڑکیاں مل کر وقفِ جدید کے مالی بوجھ کو اپنے کندھوں پر اُٹھالیں اور دُنیا کو بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھوٹے مسلمان بچّوں نے باوجود چھوٹی عمر ہونے کے میدانِ جہاد میں حصّہ لیا۔ جب کافروں نے تلوار سے مسلمانوں کو اور اسلام کو مٹانا چاہا تو وہ بچّے تلوار لے کر میدان میں کُود ے اور انہوں نے اپنی جانیں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں۔ تو اب جبکہ تلوار کے جہاد کا زمانہ نہیں بلکہ قلم اور تقریر کے جہاد کا زمانہ ہے اور مخالف اپنے وعظوں میں اور اپنی تقاریر میں اور اپنی تحریروں میں اسلام پر ہر ناجائز ہر کمینہ حملہ کر رہا ہے ہم احمدی بچّے بھی پیچھے نہیں رہے بلکہ اِس جہاد میں اپنے بڑوں کے ساتھ حصّہ لے رہے ہیں۔ اِس وقت ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے اور کہا ہے کہ تم اُٹھو اور دُنیا کا مقابلہ کرو اور اسلام کو دُنیا میں دوبارہ غالب کرو۔

غرض ہمارے بچّوں کو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ جس طرح ہمارے پہلوں نے اپنا سب کچھ خدا اور اس کے رسولؐ کے قدموں میں نچھاور کر دیا اسی طرح ہم بچّے بھی اپنا سب کچھ خدا اور اس کے رسولؐ کے قدموں میں نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بچّوں سے پیچھے نہیں رہے ہم اپنا سب کچھ (جب بھی مطالبہ کیا جائے) خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ اپنے بچّوں کو اِس قسم کی تربیت دے دیں گی تو ایک طرف تو جماعت کی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی مزید رحمتوں اور فضلوں اور برکتوں کی آپ وارث ہوں گی۔ پھر ان بچّوں کی دینی لحاظ سے بھی اچھی تربیت ہو جائیگی یہ بچّے اِسی دُنیا میں آپ کے لئے ایک ایسی زمین اور ایسا آسمان پیدا کریں گے کہ جن میں جب آپ زندگی گزاریں گی تو آپ کہہ سکیں گی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا ہے کہ اگر تم چاہو تو ایسی زندگی گزار سکتی ہو کہ تمہارے قدم ہمیشہ جنّت میں رہیں وہ جہنّم کی طرف بڑھنے والے نہ ہوں۔

ایک اَور بات جو مَیں اِس وقت اپنی بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مَیں نے قرآن کریم سیکھنے اور قرآن کریم سکھانے، قرآن کریم سمجھنے اور لوگوں کو اِس قابل بنانے کہ قرآن کریم سمجھنے لگیں اور قرآن کریم کے معارف اور اس کے دلائل اور اس کے براہین پر عبور حاصل کرنے کے لئے ایک مہم تعلیم القرآن کے نام سے جاری کی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہ جن کی طرف ہم میں سے ہر ایک بڑے فخر کے ساتھ منسوب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ ہر قسم کی برکت قرآن کریم میں ہے اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ ہر قسم کی بھلائی اور برکت اور نیکی اور رحمت اور فضل جس کو تم حاصل کرنا چاہو۔ اگر تم قرآن کریم کے علاوہ کسی اَور جگہ ڈھونڈو تو تم ہرگز حاصل نہیں کر سکتیں۔ آج جو بھلائی بھی تم لینا چاہو، خدا تعالیٰ کی جس برکت اور خدا تعالیٰ کے جس فضل اور خدا تعالیٰ کی جس رحمت کی بھی تم وارث بننا چاہو اس کی تلاش تمہیں قرآن کریم میں کرنی چاہیئے کہ قرآن کریم کے باہر کوئی ایسی چیز نہیں جو قرآن کریم میں نہ مل سکتی ہو اور قرآن کریم سے جو خیر ملتی ہے وہ قرآن کریم سے باہر کہیں سے بھی نہیں مل سکتی۔ غرض تعلیم القرآن کی جو مہم ہے اس میں مجھے یہ دیکھ کر تعجب بھی ہوُا اور خوشی بھی ہوئی کہ بہت سی ہماری جماعتیں ایسی تھیں جہاں بہنیں اور ہماری بچّیاں قرآن کریم ناظرہ یا باترجمہ فیصدی کے لحاظ سے مردوں کے مقابلہ میں زیادہ جاننے والی تھیں یعنی بعض جگہیں ایسی بھی ہیں کہ جہاں ہماری ناصرات (ہماری بچّیاں) لجنہ اماء اللہ کی ممبر یعنی ہماری بہنیں سَو فیصدی قرآن کریم ناظرہ پڑھنا جانتی ہیں۔ بعض جگہ ۸۰ فیصدی اور ۷۰ فیصدی قرآن کریم ناظرہ پڑھنا جانتی ہیں ان مقامات پر مرد اِس نسبت سے قرآن کریم ناظرہ یا باترجمہ پڑھے ہوئے نہیں۔ پس ایک لحاظ سے تو یہ بڑی ہی خوشی کی بات ہے کیونکہ اگر ہماری بہنوں میں قرآن کریم پڑھنے اور قرآن کریم کا اسی طرح رواج ہو جائے تو ہمیں ایک قسم کی تسلّی اور تسکین ہوتی ہے کہ ان کی گودوں میں جو احمدی بچّے پلیں گے ان کے دِلوں میں بھی قرآن کریم کی محبّت پیدا ہو چکی ہو گی لیکن اس کے باوجود مَیں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں کی لجنہ اماء اللہ نے اِس تعلیم القرآن کی مہم کی طرف پوری توجہ نہیں دی۔ جب تک پورے کا پورا جسم مضبوط نہ ہو کسی فرد کو صحت مند نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً اگر کوئی

شخص ہر لحاظ سے مضبوط اور صحت والے جسم کا ہو لیکن اس کا دایاں ہاتھ جو شائد اس کے جسم کا پچّاسواں حصّہ ہو مفلوج ہو تو ہم اس کو صحت مند نہیں کہہ سکتے۔ یہی حال جماعتوں کا اور الٰہی سلسلوں کا ہے الٰہی سلسلوں کو سَو فیصدی صحت مند ہونا چاہیئے صرف ایک بیماری ہے جو الٰہی سلسلوں کے ساتھ ہمیشہ لگی رہتی ہے اور جس سے وہ چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے اور یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں اور وہ نفاق کی بیماری ہے۔

غرض نفاق ایک ایسی بیماری ہے جس میں الٰہی سلسلوں کے بعض افراد ہمیشہ مُبتلا رہے ہیں اور اِس بیماری کی وجہ سے انہوں نے اپنے لئے جہنّم کی راہیں اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر رُوحانی جذب اور رُوحانی تاثیر رکھنے والی کوئی ہستی دُنیا میں پیدا نہیں ہوئی لیکن اِس عظیم رُوحانی تاثیر کے باوجود ہمیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافقوں کا وجود نظر آتا ہے اور اِس میں علاوہ اَور حکمتوں کے کہ جو ہم جانتے ہیں یا جو ہم نہیں جانتے اور وہ ہمارا ربّ جانتا ہے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جب الٰہی سلسلوں پر بیرونی حملے بھی ہو رہے ہوں اور اندرونی حملے بھی ہو رہے ہوں تو ان الٰہی سلسلوں پر نیند کا غلبہ نہیں ہوتا وہ ہمیشہ چوکس اور بیدار رہتے ہیں۔ اس بیداری کے لئے جہاں اللہ تعالیٰ ان پر بیرونی حملے کرواتا ہے وہاں ان میں اندرونی طور پر کچھ منافق بھی پیدا کر دیتا ہے جو اُسے اندر سے جھنجھوڑتے رہتے ہیں اور اسے بیدار رکھتے ہیں۔ اِس کے علاوہ کوئی ایسی بیماری (رُوحانی و اخلاقی). ایسی نہیں جس سے ہم نجات حاصل کر کے ایک صحت مند معاشرہ اور ایک صحت مند حزب اللہ کی بُنیاد نہ رکھ سکیں۔

قرآن کریم سے محرومی کوئی ایسی محرومی نہیں جس کا کوئی علاج نہ ہو۔ یہ محرومی نفاق کی طرح کوئی ایسی بیماری نہیں جس کا وجود الٰہی سلسلے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے قائم کیا ہو موجود رہے۔ پس اگر کوئی ایک آدمی بھی (سوائے منافقوں کے) قرآن کریم سے غفلت کرتا ہے تو وہ ہمارے لئے تشویش پیدا کرنیوالی چیز ہے اور ہمیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے لیکن اس وقت ایک یا دو افراد کا سوال نہیں بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جہاں جماعت کے افراد نے پورے طور پر قرآن کریم سیکھنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے بہت سے مقامات ایسے ہیں (مَیں ان کی تفصیل میں نہیں جاتا اور مَیں یہ نہیں کہتا کہ وہاں ایک شخص یا دو اشخاص قرآن کریم نہیں جانتے۔ ایک شخص بھی ایسا کیوں ہو جو قرآن کریم نہ جانتا ہو) جہاں بیس فیصدی یا تیس فیصدی یا

چالیس فیصدی افرادِ جماعت مرد اور عورتیں، خدام اور انصار، ناصرات اور اطفال ایسے ہیں جو قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہیں جانتے اور نہ وہ ابھی قرآن کریم پڑھنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں یا وہ شروع شروع میں متوجہ ہوئے تھے اور اب ان میں سُستی پیدا ہو گئی ہے کیونکہ بعض ایسی جگہیں ہیں جہاں سَو فیصدی بچّوں اور بڑوں، عورتوں اور مردوں نے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا تھا لیکن مہینہ یا دو مہینہ کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی کہ ان پڑھنے والوں میں سے بعض اب عدمِ توجہ سے کام لے رہے ہیں اور وہ شوق سے کلاسوں میں نہیں آتے۔

مَیں نے اپنے ربّ سے یہ عہد کیا ہُوا ہے اور اسی سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے اس کے پورا کرنے کی توفیق عطا کرے کہ تین سال کے اندر اندر ہر احمدی کو جو اِس قابل ہے (مَیں یہ فقرہ اِس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض اسّی نوّے سال کے بوڑھے ایسے ہیں کہ وہ اِس قابل ہی نہیں کہ ان کو اس عمر میں قرآن کریم پڑھایا جا سکے۔ گو ان میں سے بعض شوق سے قرآن کریم پڑھ رہے ہیں لیکن ان کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت ایک ہی سبق دہراتے رہتے ہیں اور بعض معذور بھی ہوتے ہیں) وہ مرد ہو یا عورت قرآن کریم ضرور پڑھا دوں گا کیونکہ اِس کے بغیر ہمیں وہ چیز نہیں مل سکتی جس کے حصول کے لئے جماعتِ احمدیہ کا قیام کیا گیا ہے۔ لیکن مَیں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ مَیں اکیلا یہ کام نہیں کر سکتا اگر آپ قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے میں میری ممد و معاون ہوں تو یہ کام ہو جائے گا لیکن اگر آپ اِس طرف توجہ نہیں دیں گی تو مَیں اپنے ربّ سے امید کرتا ہوں کہ وہ ان لوگوں کو جماعتِ احمدیہ میں داخل کرے گا جو گو بعد میں آئیں گے لیکن آپ سے ان باتوں میں آگے نکل جائیں گے اور آپ کے لئے ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب آپ چاہیں گی کہ قرآن کریم پڑھیں اور پڑھائیں لیکن وقت ہاتھ سے گزر چکا ہو گا اِس لئے آپ اپنی تمام ضرورتوں کو پیچھے چھوڑ کر قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے گھروں میں قرآن کریم کا چرچا کریں اور ہر اس بچّہ کو جو پڑھنے لکھنے کی عمر کا ہو چکا ہو۔ قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیں۔ قرآن کریم ناظرہ پڑھنے میں بھی بڑی برکت ہے گو یہ کوئی تعویذ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قسم کی تاثیر اس کے اندر پیدا کر دی ہے کہ جو کوئی خلوصِ نیّت سے اسے پڑھتا ہے اسے ترجمہ نہ بھی آتا ہو تب بھی وہ ایک حد تک اس برکت کو حاصل کرتا ہے اور اس برکت کا ظہور اس صورت میں بھی ہوتا ہے کہ اسے ترجمہ پڑھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ مزید برکت حاصل کرتا ہے تو اس کا ظہور اِس رنگ میں بھی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر پڑھنے کا شوق اپنے دِل میں پاتا ہے اور وہ اس شوق کو پورا کرنے کے لئے قرآن کریم کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اِس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی

کتب کی صورت میں اور تفسیر کبیر کی صورت میں اِس قدر اعلیٰ اِس قدر اچھی اور دِلوں کو موہ لینے والی تفسیر دی ہے کہ آج سے پہلے دُنیائے اسلام کو قرآن کریم کی ایسی تفسیر عطا نہیں کی گئی تھی۔ آپ میں سے جو بہنیں عربی جانتی ہیں اگر کبھی ان کو موقعہ ملے تو وہ کسی پُرانی مستند، بڑی مضبوط اور بڑے پایہ کی تفسیر کو لے لیں اور اس کو پڑھیں اور ساتھ ساتھ اس کا اس تفسیر کے ساتھ موازنہ کرتی چلی جائیں جو ان آیات کی تفسیر کبیر میں پائی جاتی ہے تو وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گی کہ بغیر آپ کی کسی خوبی کے اور بغیر کسی قربانی کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے نوازا ہے کہ اس وقت تک دُنیا کی بہترین تفسیر جو ممکن ہو سکتی تھی اس کے دروازے آپ کے لئے کھولے اور وہ دروازے کُھلے ہیں اور بڑی بدبخت ہے وہ بہن اور بڑا بدبخت ہے وہ بھائی جو ان کُھلے دروازوں کے اندر داخل ہونے کی خواہش نہیں رکھتا اور عملاً ان دروازوں کے اندر داخل نہیں ہو جاتا کیونکہ اس کے بغیر اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ ہر قسم کی بھلائی اور نیکی جو قرآن کریم سے حاصل کی جا سکتی ہے ہم حاصل نہیں کر سکتے۔

پس قرآن کریم کی تعلیم کی جو مہم مَیں نے جاری کی ہے اس کے سلسلہ میں مَیں آپ بہنوں کو جو ملک کے دُور دراز علاقوں سے یہاں تشریف لائی ہیں اور سفر کی صعوبت اُٹھا کر محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے (دُنیا کی خواہش، دُنیا کا کوئی رُتبہ یا وجاہت آپ کا مقصود نہیں) یہاں آئی ہیں قرآن کریم کا واسطہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب آپ گھروں کو واپس جائیں تو قرآن کریم کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ دیں اور اپنے گھروں میں قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کو رائج کریں اسی طرح اپنی لجنہ میں بھی اور اپنے محلّہ میں بھی یہ کوشش کریں آپ کی ذمّہ داری ان بچّوں کی ہے جو آپ کے گھروں میں ہیں خواہ وہ اطفال ہوں یا ناصرات ہوں کیونکہ جو بچّے بڑے ہو جاتے ہیں ان کو خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ یا جماعتی نظام سنبھال لیتا ہے اگر وہ سُستی کریں تو آپ پر کوئی الزام عائد نہیں ہو گا لیکن اگر آپ سُستی کریں تو پھر یقیناً میرے دل میں بھی یہ شکایت پیدا ہو گی کہ ہماری بہنوں نے اپنی اس ذمّہ داری کو جو قرآن کریم کے علوم کی اشاعت اور رواج کے سِلسلہ میں ان پر عائد تھی نہیں نبھایا یا سَو فیصدی نہیں نبھایا یا صحیح معنوں میں نہیں نبھایا اور اللہ تعالیٰ بھی آپ سے پُوچھے گا کہ دیکھو مَیں نے تمہارے ہاتھ میں قرآن کریم دیا تھا مَیں نے تم پر اپنے فضل سے اور اپنی رحمت سے اس کی تفسیر کے دروازے کھولے تھے تم کیوں اس گھر میں داخل نہ ہوئیں۔ تم نے کیوں اس گھر میں قدم نہ رکھا۔ تم اس شہر میں کیوں داخل نہ ہوئیں کہ جس شہر سے بہتر، جس شہر سے خوبصورت اور جس شہر سے حسین اَور کوئی شہر نہ تھا۔ اس شہر میں اللہ

تعالیٰ کی رضا کی جو راہیں تھیں وہ راہیں کسی اَور شہر میں نہ تھیں تم نے ان راہوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل نہ کیا اور ان راستوں پر گامزن نہیں ہوئیں جو اس جگہ تک پہنچا دیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے اپنے بندہ کو کہتا ہے کہ تیرے اعمال میں بڑے رخنے رہ گئے ہیں لیکن مَیں اپنی رحمت سے تجھے نوازتا ہوں اور تجھے اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لیتا ہوں اور تجھے اپنی رضا کے عطر سے ممسُوح کرتا ہوں۔ آ میری جنّت میں داخل ہو جا۔

پس آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی عجیب موقعہ بہم پہنچایا ہے آپ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنی نسلوں میں قرآن کریم کا عِشق اِس طرح بھر دیں کہ دُنیا کی کوئی لذّت اور کوئی سرور انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرے وہ ساری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے عاشق ہو جائیں اور وہ ہر خیر اس سے حاصل کرنے والے ہوں اور وہ دُنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں تا قیامت تک آپ کے نام زندہ رہیں اور آنے والی نسلیں حیران ہو کر آپ کی تاریخ کو پڑھیں اور کہیں کہ کیسی عورتیں تھیں اس زمانہ کی جنہوں نے دُنیا کے تمام لالچوں کے باوجود دُنیا کے تمام بد اثرات کے باوجود دُنیا کو ٹھکرا دیا اور دُنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نور کو اپنے گرد اِس طرح لپیٹا کہ وہ جہاں بھی رہیں اور جہاں بھی گئیں وہ اور اُن کا ماحول اس نور سے منوّر رہا اور جگمگاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور ہم کو بھی ہمیشہ اس کی توفیق عطا کرتا رہے۔

گو وقت زیادہ ہو گیا ہے اور مَیں کچھ ضعف بھی محسوس کر رہا ہوں لیکن مَیں ایک اَور بات بھی اِس وقت کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت میں اور خصوصاً جماعت کی مستورات میں ایک مہم جاری کی تھی اور اس نے بڑی کامیابی حاصل کی تھی اور وہ مہم یہ تھی کہ جماعت بدرسُوم اور بُری عادتوں کو چھوڑ دے اور بے تکلف زندگی اور اسلامی زندگی گزارنے کی عادی ہو جائے۔ ایک وقت جماعت پر ایسا آیا کہ حضور اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور جماعت بد رسموں سے اور بد رسموں کے بد نتائج سے محفوظ ہو گئی لیکن اب پھر جماعت کا ایک حصّہ اس طرف سے غفلت برت رہا ہے خصوصاً وہ لوگ جن کو اللہ تعالےٰ نے دُنیوی مال یا دُنیوی وجاہتیں عطا کی ہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ اپنے ربّ کے شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گزارتے لوگوں کی خوشنودی کے حصول کی خاطر اور اس عزّت کے لئے جو حقیقت میں ذلّت سے بھی زیادہ ذلیل ہے اِس دُنیا کی عزّت اور بدرسوم کی طرف ایک حد تک مائل ہو رہے ہیں۔ یہ بد رسوم شادی بیاہ کے موقعہ پر بھی کی جاتی ہیں اور موت فوت کے موقعہ پر بھی ہوتی ہیں ہمیں کلیّۃً ان کو چھوڑنا پڑے گا

ورنہ رسوم کے وہ طوق جو پہلے ہمارے گلوں میں پڑے ہوئے تھے، بدرسوم اور بدعادتوں کی وہ بیڑیاں جو پہلے ہمارے پاؤں اور ہاتھوں میں تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:۔

یَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ (اعراف ع [19])

وہ ہم اپنے ہاتھوں سے پھر واپس لاکر اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو ان میں باندھ دیں گے اور ان طوقوں کو اپنے گلوں میں دوبارہ ڈال لیں گے۔ پھر ہم ان راہوں پر کیسے دوڑیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کی ہم پر کھولی ہیں۔

مختصراً مَیں بڑی تاکید کے ساتھ آپ میں سے ہر ایک کو کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تعلیمی لحاظ سے قرآن کریم کے اِس اعلان کے ذریعہ ان رسوم کو بیک قلم مٹا دیا ہے۔ آپ اپنے گھروں سے اور اپنی زندگیوں سے ان رسوم کو اور بدعادات کو یکسر اور یک قلم ہٹا دیں اور دُنیا اور دُنیاداروں کی پرواہ نہ کریں اور اپنے ربّ کی رضا کی پرواہ کریں۔ آپ یا تو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتی ہیں یا دُنیاداروں کی خوشنودی حاصل کر سکتی ہیں اب آپ کی مرضی ہے کہ دُنیا کی رُسوم کی طرف جھکیں اور دُنیا کی عارضی خوشی اور دُنیا والوں کی عارضی عزّت حاصل کر لیں یا یہ کہ آپ دُنیا اور دُنیا والوں کی پرواہ نہ کریں اور جو آپ کا ربّ آپ سے چاہتا ہے وہ آپ کریں۔ مجھے تو ساری رسوم کے نام بھی نہیں آتے۔ بعض رسوم یہ ہیں کہ لوگ قُل پڑھتے ہیں۔ چالیسواں منایا جاتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور آپؐ کے صحابہؓ پر درود بھیجتے ہیں۔ ہم میں سے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہے وہی اللہ تعالیٰ سے زیادہ برکتیں اور صلوٰت حاصل کرتا ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرکے یہ چاہتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو ہماری طرف سے پہنچیں۔ جب اللہ تعالیٰ ہماری ان دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے وہ صلوات جو ہم "صَلِّ" میں مانگتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو پہنچاتا ہے تو وہ ہمیں بھی نظر انداز نہیں کرتا وہ ہمیں کہتا ہے کہ تم نے مجھ سے میرے اس محبوب کے حق میں دُعا کی ہے اور ان لوگوں کے حق میں دعا کی جنہوں نے اپنی زندگیوں کو میری خاطر اور میری راہ میں قربان کر دیا تھا مَیں تمہاری اس دعا کو قبول کرتے ہوئے اپنے اس محبوب کو پہلے سے بھی زیادہ صلوٰت پہنچاتا ہوں (مَیں جانتے ہوئے صلوٰت کا لفظ بول رہا ہوں۔ مَیں اِس وقت اِس لفظ کے معنوں اور اس کی تفصیل میں نہیں جا سکتا دیر ہو گئی ہے) اور تمہیں بھی ان میں سے حِصّہ دیتا ہوں۔

یہ قُل اور فاتحہ بڑے عجیب طریق سے پڑھے جاتے ہیں مَیں ایک دفعہ اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار کے فوت ہونے پر افسوس کے لئے اُن کے بچّوں کے پاس گیا تو میرے سامنے ایک دوست آئے اور انہوں نے آتے ہی کہا فاتحہ پڑھ لیں۔ اُنہوں نے ہاتھوں کو اُٹھایا اور یوں حرکت دی (حضور نے اِس موقعہ پر ہاتھ اُٹھا کر بتایا کہ اِس طرح حرکت دی تھی) اور اتنے عرصہ میں فاتحہ پڑھی گئی۔ شائد اتنی دیر میں لفظ فاتحہ بھی نہ بولا جا سکے۔ اِس سے اُس مُردے کو کیا ثواب پہنچ سکتا ہے۔ یہ صرف گندی عادتیں ہیں جن میں ہماری قوم ملوّث ہو چکی ہے اور یہ وہ گندی عادتیں ہیں جن میں ہم نے ملوّث نہیں ہونا اور ان سے بچتے رہنا ہے۔ جن چیزوں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو ضرورت نہیں تھی ہمیں بھی ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جنہوں نے ان بدرسوم کو اختیار کرنا ہے وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور ان رسوم کو اختیار کریں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہم نے ان گھروں کو چھوڑ کر احمدیت کے قلعہ میں اِس لئے داخل ہونا قبول کیا ہے کہ ہمیں یہ چیزیں نہیں بھاتیں ہمیں خدا تعالیٰ کی صلوٰت، خدا تعالیٰ کی برکتیں، خدا تعالےٰ کی رحمتیں اور خدا تعالیٰ کے فضل کافی ہیں ان کے علاوہ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے ہم اِن بدرسوم کو کیوں اختیار کریں۔

اِس سال بعض واقعات (گو وہ تھوڑے ہیں) جماعت میں ہوئے ہیں جن کی وجہ سے میرے لئے ضروری ہے کہ مَیں آپ میں سے ہر ایک کو تنبیہ کر دوں۔ شادی بیٹے کی تھی یا بیٹی کی بعض افراد نے خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف نمائش اور رسُوم کو اختیار کیا اور اتنا قرض اُٹھا لیا کہ بعد میں انہیں یہ کہنا پڑا کہ ہمارے چندوں میں تخفیف کی جائے۔ اگر یہ صورت تھی تو تم نے ان بدرسوم اور نمائش کو اختیار ہی کیوں کیا تھا کہ اس کی وجہ سے آج تم ثواب سے محروم ہو رہے ہو۔ اس کے اَور بھی بہت سے نقصانات ہیں صرف وقتی طور پر ہی ان کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس کے نقصانات کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے جس میں سے اِنسان کو گزرنا پڑتا ہے۔ تمہاری زندگی میں کوئی اسراف نہیں ہونا چاہیئے۔ تمہاری زندگی میں کوئی رسم نہیں ہونی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے علاوہ ہماری عزّت کے لئے اَور کوئی راہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کے اس مقامِ عزّت کے بغیر کہ جس میں وہ ہمیں کھڑا کرنا چاہتا ہے ہمارے لئے اَور کوئی مقامِ عزّت نہیں۔ دُنیا نے جن مقامات کو عزّت کی نگاہ سے دیکھا ہے اُن سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ کوئی سروکار ہے۔ یہ ذہنیّت اپنے اندر پیدا کرو تا خدا تعالیٰ کے فضلوں کی زیادہ سے زیادہ وارث ہوتی چلی جاؤ تا تمہارا انجام

بخیر ہو تاہم جب اِس دُنیا کو چھوڑ کر اپنے پیدا کرنے والے کے پاس پہنچیں (جہاں ساری دُنیا مل کر بھی ہمیں کوئی مدد یا فائدہ نہیں پہنچا سکتی) تو وہ اپنی رضا کی جنّتوں میں ہمیں رکھے وہ ہم سے ناراض ہو کر ہمیں اپنے قہر اور اپنی لعنت کی جہنّم میں نہ پھینک دے خدا کرے اس کی رضا ہمارے استقبال کو آئے اور جہنّم کے فرشتے ہماری راہ نہ دیکھ رہے ہوں مگر یہ مقام آپ اس وقت حاصل کر سکتی ہیں جب آپ اس قسم کی بد رسوم اور بد عادتوں کو کلیتہً اور پورے طور پر انتہائی نفرت کے ساتھ چھوڑ دیں۔ ان رسوم اور بد عادات سے جماعت کو نفرت کرنی چاہیئے۔ جو لوگ ان بد رسوم اور بد عادات میں مُبتلا ہیں ان پر رحم کرنا چاہیئے اور ان میں یہ تبلیغ کرنی چاہیئے کہ خدا کے لئے وہ رسوم چھوڑ دیں جو خدا نے نہیں بنائیں اور ان باتوں اور ان راہوں کو اختیار کرو جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کی ہیں۔ اور اسی سِلسلہ میں ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ ہم قرآن کریم کی ساری کی ساری تعلیم اور ہدایت کی طرف ان لوگوں کو متوجہ کریں جو قرآن کریم کی طرف منسُوب تو ہوتے ہیں لیکن قرآن کریم ان کے گھروں کی حقیقی زینت نہیں، قرآن کریم ان کے ذہنوں کی جلاء نہیں، قرآن کریم ان کی پیشانی کا نُور نہیں، قرآن کریم ان کی زبان اور ان کے کانوں اور ان کے دوسرے حواس کا نُور نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان لوگوں کو بتائیں کہ دُنیا کی کوئی زینت قرآن کی بخشی ہوئی زینت سے بڑھ کر نہیں۔ دُنیا کی کوئی روشنی قرآن کریم کے نُور سے زیادہ منور نہیں۔ دُنیا کی کوئی عزّت ان عزّتوں سے بڑھ کر نہیں جو قرآن ہمیں دیتا ہے۔ بزرگی کا کوئی سامان اس بزرگی کے سامان سے بڑھ کر نہیں جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ پس ان دنیوی عزّتوں کو چھوڑو۔ ان تمام برائیوں سے قطع تعلق کرو اور قرآن کریم کی طرف آؤ۔ پس اپنے شہروں میں واپس جا کر قرآن کریم کی تبلیغ شروع کر دو ہماری یہی تبلیغ ہے۔ ہمیں دوسرے لوگ فروعی اختلافی مسائل میں اُلجھا لیتے ہیں لیکن ہم میں اور ہمارے غیروں میں جو احمدی نہیں چاہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ بُنیادی اصلی اور حقیقی امتیاز اور فرق یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر نے قرآن کریم کا جوُا اپنی گردنوں پر رکھا ہے اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشِش کرتے رہتے ہیں اور اس کوشِش میں اپنی حسبِ استعداد اور اس قوت کے مطابق جو اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرتا ہے لگے رہتے ہیں لیکن ان میں سے بہت قرآن کریم کا نام تو لیتے ہیں لیکن قرآن کریم پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ موٹی مثال ہے قرآن کریم کا نزول اِس لئے ہوُا تھا کہ دُنیا میں خالص توحید کو قائم کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اس کا اتنا خیال تھا کہ آپ ہر وقت اپنی اُمّت کو یاد دلاتے رہتے تھے کہ اِس میں شک نہیں کہ مَیں خاتم النّبیین ہوں

مَیں سب انبیاء سے اعلیٰ ارفع اور افضل ہوں اور میرے مقام تک نہ آج تک کوئی انسان پہنچا ہے اور نہ قیامت تک پہنچ سکتا ہے اور قرآن کریم کی شریعت جو مجھے عطا کی گئی ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والی ہے اور ہر نسل کی ضرورتوں کو پُورا کرنے والی اور ہر نسل کے گند کو دھونے والی اور ہر نسل کو اس کی قوّت اور استعداد اور ماحول کے مطابق نور عطا کرنے والی ہے لیکن ہُوں مَیں خدا کا بندہ۔ عبودیّت کے اس مقام کو جس پر خدا تعالیٰ نے مجھے قائم کیا ہے کبھی نہ بھُولنا اور ہمیشہ مجھے خدا کا ایک بندہ ہی سمجھتے رہنا۔ اِس لئے کلمہ میں اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کے الفاظ رکھ کر ہمیں یہ مقام ہر وقت یاد دلا دیا اور بلند و پست سے اس آواز کو اُونچا کیا تاکہ خالص توحید میں کوئی رخنہ نہ پڑ جائے لیکن ہمارے ان بھائیوں میں سے بعض قرآن کریم کو مانتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ جس مقامِ توحید پر ہمیں قرآن کریم کھڑا کرنا چاہتا ہے ہم اس پر کھڑے ہیں لیکن ان کی جبینیں قبروں پر بھی جا کر جُھکتی ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو بغیر کسی احساسِ ندامت کے اپنی مجلسوں میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ جب ہم اپنے کِسی وفات یافتہ پیر سے دُعا کرتے ہیں تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہی پیر صاحب اس وقت ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور وہ ہماری دعاؤں کو سُنتے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جو دُنیاوی اسباب کی طرف جُھکتے اور ان مادی اسباب پر اس قدر بھروسہ اور توکّل رکھتے ہیں جتنا صرف خدائے قادر و توانا پر رکھنا چاہیئے۔

غرض مَیں نے بتایا ہے کہ ہم نے قرآن کریم کا جوُا اپنی گردنوں پر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل نے ہمیں یہ معرفت عطا کی ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد کسی قبر کی پرستش جائز نہیں۔ کسی دُنیوی طاقت اور وجاہت کی پرستش جائز نہیں کسی شخصی اقتدار کی پرستش جائز نہیں۔ رشوت، جُھوٹ اور حرام خوری پر وہ توکّل جائز نہیں کہ جو توکّل محض خدا پر کرنا چاہیئے اور دُنیا کی کسی طاقت کو ہم ایسا نہیں سمجھتے کہ وہ خدا کے اِذن اور اس کے منشاء کے بغیر ہمیں کوئی بھی عزّت یا فائدہ پہنچا سکے پس ہمارے نزدیک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے یہ معنی ہیں جو مَیں نے ابھی بیان کئے ہیں لیکن بعض کے نزدیک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اعلان کے باوجود قبر کی پرستش بھی جائز ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اِعلان کے باوجود پیروں کی پرستش بھی جائز ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نعرہ بلند کرنے کے باوجود جُھوٹ کی اور رشوت کی اور اپنے مال اور اسباب کی پرستش بھی جائز ہے۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی سچّی اور خالص توحید کو بُھلا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور حقیقی توحید اور معرفت اور عرفان کا حصول ان کیلئے

آسان کرے اور محض اپنے فضل سے ہمیں بھی جو احمدیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں حقیقی طور پر ایک پکّا اور سچا احمدی بنادے کہ محض احمدیت کی طرف منسوب ہونا کافی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہم ایسے بن جائیں کہ وہ اپنے فضل سے ہم پر خوش ہو جائے اور اس زندگی میں ہمیشہ ہم سے وہ کام کروائے جن کاموں سے وہ ہم سے راضی ہو۔ ہم سے کبھی وہ افعال سرزد نہ ہوں، وہ اعمال سرزد نہ ہوں جن کے نتیجہ میں وہ ہم سے ناراض ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام دُنیا کے مسلمانوں کو بھی قرآن کریم کے سمجھنے اور اس کے علوم اور اس کی معرفت کی باتیں اور اس کی ہدایتوں کی معرفت اور عرفان حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو بھی حقیقی معنی میں اور سچّے طور پر مسلمان بنادے وہ صرف خدا کی طرف منسوب ہونے والے ہوں، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ساری عزّتوں کو دیکھنے والے ہوں بلکہ نہ صرف ان کو بلکہ دُنیا میں جو عیسائی اور دہریہ یہودی اور دوسرے مذاہب کے پیرو یا لامذہب یا بدمذہب اقوام ہیں خدا کرے ان کے سینے اور دِل بھی قرآن اور اس کی تعلیم اور اس کے نُور کے لئے کُھل جائیں۔ خدا کرے کہ ہم ہمیشہ اِس بات کی توفیق اسکے فضل سے پاتے رہیں کہ خدا کی توحید کے قیام اور اسلام کی اشاعت کے لئے ہم ہر اس قربانی کو بشاشت کے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوں جو قربانی خدا اور اس کا سِلسلہ ہم سے چاہے اور اس کا مطالبہ کرے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔

ہمیں اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی ہمیشہ دُعا کرنی چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی ضرورت ہو تو تم یہ نہ سمجھنا کہ تم اسے خود حاصل کر سکتے ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ اگر کسی نے گھڑے میں سے پانی نکال کر پینا ہو تو آپ میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آنی چاہیئے کہ گھڑا ہے گھڑے میں پانی بھی موجود ہے مَیں ہوں صحت بھی ہے مَیں اُٹھ کر اپنے طور پر خدا تعالیٰ کی توفیق کے بغیر اس گھڑے میں سے پانی نکال کر پی سکتی ہوں ایسی بات دماغ میں نہیں آسکتی۔ اگر حقیقی عرفان دِل میں ہو کیونکہ سینکڑوں ہزاروں لوگ اِس دُنیا سے اس وقت گزر گئے کہ جب انہوں نے گھڑے سے پانی پینے کے لئے قدم اُٹھایا۔ وہ ابھی گھڑے تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ موت کے فرشتہ نے انہیں آدبوچا اور ان کا یہ خیال اور یہ وہم کہ ہم اپنے زور اور اپنی طاقت اور قوّت سے اُٹھ کر اس گھڑے سے پانی پی سکتے ہیں غلط ثابت ہوُا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر تمہاری جُوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا تعالیٰ سے مانگو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ تسمہ پیسہ یا دو پیسہ کی

چیز ہے۔ تمہارے گھر پیسہ بھی ہے۔ پھر گھر میں تمہارا خاوند یا تمہارا بھائی یا تمہارا بیٹا بھی ہے جو بازار جا سکتا ہے اور بازار میں تسمہ موجود ہے اور وہ خرید کر لا سکتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ تمہاری جان نکال لے جیسا کہ وہ اِس سے پہلے بہتوں کی جان نکال چکا ہے۔ پس اپنے لئے بھی اور اپنے ہر کام کے لئے بھی چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر وقت دُعا کرتے رہنا چاہیئے۔

مومن پر اللہ تعالیٰ نے یہ بڑا فضل کیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی زندگی ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزار سکتا ہے کیونکہ جب وہ سونے لگتا ہے تو اُس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق وہ بعض دعائیں مانگ لیتا ہے جس کے نتیجہ میں اُس کے نیند کے لمحات بھی ایک طرح عبادت میں ہی گزرتے ہیں۔ پھر بیدار زندگی کے ہر لمحہ میں وہ کچھ نہ کچھ کر رہا ہوتا ہے اور اگر اس کچھ نہ کچھ کرنے کے وقت وہ خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا رہے تو اس کی بیدار زندگی کا ہر لمحہ بھی عبادت میں گزرے گا۔ اس کے بعد ہم اپنے ربّ پر یہ توقع اور امید اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اعمال اور ہماری دعاؤں کے ان ہزاروں رخنوں کو اپنے فضل سے دُور کر دے گا جو ہماری کوشش اور دعا کے باوجود رہ جاتے ہیں۔

شیطان کے ہزاروں وساوس ہیں جو ہمارے دل میں پیدا ہوتے ہیں بعض کو ہم پہچان لیتے ہیں اور دعاؤں کے ذریعہ انہیں اپنے دل سے نکال لیتے ہیں اور بعض ہمارے علم میں بھی نہیں آتے۔ شیطان خفیہ طور پر ہمارے دِل میں وسوسہ پیدا کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم اس حالت میں میرے پاس آئے ہو کہ نہ تو تمہاری دعائیں کامل اور مکمل اور رخنہ کے بغیر ہیں اور نہ تمہارے اعمال کمزوریوں اور فساد کے بغیر ہیں لیکن چونکہ تم مجھ پر یقین رکھتے رہے ہو اِس لئے مَیں اس یقین کے صدقہ اور اپنی قوّتوں کے طفیل اور اپنی اس رحمت کی وجہ سے جس کے عام ہونے کا مَیں نے قرآن کریم میں اِعلان کیا ہوُا ہے تمہاری دعاؤں کو سُنتا ہوں۔ مَیں اس زندگی میں بھی تمہیں ان رحمتوں سے نوازتا رہوں گا اور تمہارا انجام بخیر کروں گا اور اُخروی زندگی میں بھی مَیں تمہیں اپنی رحمتوں سے نوازوں گا اور تم ابدالآباد تک میری رحمتوں اور رضا کو حاصل کرتے رہو گے۔

غرض اپنے لئے بھی دُعا کرنی ضروری ہے کام چھوٹا ہو یا بڑا ہمیں اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دُعاؤں میں اپنا وقت گزارنا چاہیئے اِس پر نہ کوئی پیسہ خرچ آتا ہے اور نہ کوئی تکلیف تمہیں اُٹھانی پڑتی ہے نہ کوئی صعوبت برداشت کرنی پڑتی ہے مُفت کا سَودا ہے آسان راہ ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے کھولی

ہے اگر ہم اس راہ سے بھی فائدہ نہ اُٹھائیں تو ہمارے جیسا بدبخت کوئی نہیں ہوگا۔ پھر اپنوں کے متعلق مثلاً اپنے بچے ہیں۔ اپنے خاوند ہیں۔ اپنے باپ دادا اور دوسرے بزرگ رشتہ دار ہیں۔ اپنے ہمسائے ہیں۔ اپنے محلہ والے ہیں۔ اپنے قصبہ اور شہر والے ہیں یا گاؤں والے ہیں۔ اپنے ملک میں بسنے والے ہیں۔ اپنی دُنیا میں رہائش پذیر ہونے والے ہیں۔ اپنی دُنیا سے تعلق قائم کرکے اس دُنیا سے جُدا ہو جانے والے یا اپنی دُنیا سے آئندہ تعلق قائم کرنے والے ہیں۔ آدم سے لے کر اب تک جو بنی آدم پیدا ہوئے اور جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے سب کو اپنی دُعا کی سخاوت میں شامل کرو تا جب اللہ تعالیٰ سخاوت پر آوے تو وہ سب حدود کو توڑتا ہوُا ہم سے رحمت کا سلوک کرنے والا ہو۔ پس دعاؤں میں خود کو بھی، اپنوں کو بھی اور جو ابھی اپنے نہیں ہوئے انہیں بھی یاد رکھو۔ خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھو اس سے کبھی ناامید مت ہو۔ ہر دُکھ میں اسے یاد رکھو اور ہر سُکھ میں اسے بھولو نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے اور بندیاں بن کر اپنی زندگی کے دن گزارو۔ اگر یہ کرو گے تو دُنیا وہی معجزانہ نظارے آج پھر دیکھے گی جو معجزانہ نظارے اس نے آج سے چودہ سَو سال پہلے دیکھے اور آج تک وہ حیران ہے کہ یہ کیا ہوُا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور انہی صحابیات کے نورانی لباسوں میں اپنی زندگی کے یہ دن گزارنے کی توفیق عطا کرے آمین ؛

عورتوں کیلئے بھی رُوحانی ترقیات کے عظیم الشّان مواقع ہیں

——فرمودہ ۲۷ جنوری ۱۹۶۷ء بر موقع جلسہ سالانہ خواتین——

تشہّد، تعوّذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آیہ

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتَاتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰابِرِیْنَ وَالصّٰابِرَاتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصّٰٓائِمِیْنَ وَالصّٰٓائِمَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظَاتِ وَالذّٰاكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰاكِرَاتِ اَعَدَّ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝

پڑھی اور پھر فرمایا کہ :-

اِس آیت میں جہاں مَردوں کو یہ وعدہ دیا ہے وہاں عورتوں کو بھی یہ وعدہ دیا ہے کہ اگر وہ اپنے اندر ان خصوصیات کو پیدا کریں گی جو گنتی میں دسؔ ہیں اور جن کا اِس آیت میں بیان ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسا اجر دے گا کہ ویسا اچھا اجر اس نے پہلی اُمّتوں کی عورتوں کو نہیں دیا وہ حقیقتاً خدا کی نگاہ میں (اور اپنے ثواب کے لحاظ سے) پہلی تمام اُمّتوں سے آگے بڑھ جائیں گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دسؔ خوبیاں اپنے اندر پیدا کریں جن کا ذکر اِس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

اجرِ عظیم کا حصول خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے اور آپ کے لئے اِس لئے ممکن بنا دیا ہے کہ اس نے جو قوتیں اور استعدادیں ہمیں عطا کی ہیں اگر ہم ان کا صحیح استعمال کریں تو وہ کچھ بن جانا جس کا ذکر اِس آیت میں ہے ہمارے لئے ممکن ہے غیر ممکن نہیں اور اجرِ عظیم کا ان دسؔ خصوصیات کے ساتھ مشروط کر دینا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ضمیر کی آزادی اور مذہب کی آزادی عطا کی ہے۔ اگر ہم بدقسمتی کے نتیجہ میں خدا کی بجائے شیطان کی طرف جُھکنے لگیں۔ اگر ہم محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبّیک کہنے کی بجائے شیطان کے چیلوں کی آواز پر لبّیک کہنے لگیں تو پھر ہمیں باوجود ظاہراً ایک مُسلمہ اور ایک مومنہ ہونے کے اجرِ عظیم عطا نہیں کیا جائے گا۔

تو ایک طرف تو ہمیں خوشخبری دی اس خوشخبری کے ساتھ ہمیں یہ بشارت بھی دی کہ تمہارے لئے اس اجرِ عظیم کا حصول اِس لئے ممکن ہے کہ ہم نے تمہارے اندر ایسی طاقتیں ودیعت کر دی ہیں کہ اگر تم ان کا صحیح استعمال کرو تو تم ہماری نگاہ میں مستحق ہو جاؤ گی اس اجرِ عظیم کے حصول کی۔

دوسری طرف ہمیں یہ بتایا کہ تمہیں آزادیٔ ضمیر بھی عطا کی گئی ہے اِس لئے اس اجرِ عظیم کے حصول کے لئے ان دسؔ خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے تمہیں بڑا مجاہدہ کرنا پڑے گا تمہیں بڑی جدّوجہد کرنی پڑیگی۔ تمہیں بڑی سعی کرنی پڑے گی تمہیں بڑی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ تمہیں بڑا ایثار دکھانا پڑے گا۔ تمہیں اپنے نفسوں کو بھول جانا پڑے گا۔ تمہیں محض خدا کے لئے، اس کے رسولؐ کے لئے، اس کے دین کے لئے اپنی زندگیاں گزارنی ہوں گی۔ اگر تم ایسا کر لو گی اور تم ایسا کر سکتی ہو تو تم تمام پہلی اُمّتوں کی مستورات سے آگے بڑھ جاؤ گی اور تمہارا ربّ تمہیں ایسا اجر دے گا کہ پہلی اُمّتیں تم پر رشک کرنے لگیں گی۔

یہ دسؔ خصوصیات جن کا ذکر یہاں پایا جاتا ہے اس میں سے پہلی یہ ہے اَلْمُسْلِمَاتُ یعنی حقیقی اور سچّی

مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنا سب کچھ چھوڑ دے اور سب کچھ ہی اللہ تعالےٰ کے قدموں میں ڈال دے۔ اِسلام دراصل اس رُوح کا نام ہے کہ ہم خدا کے ارشاد کے مطابق اس کی رضا کے حصول کے لئے اپنی گردن (شیطان اگر گردن کاٹنے کے لئے چُھری آگے کرے) بشاشت کے ساتھ اس چُھری کے اُوپر رکھ دیں گی اور خوش ہونگی اور بشاشت کا احساس اپنے دل میں رکھیں گی۔ خدا تعالیٰ کی شکرگزار بندی بنیں گی کہ اس نے ہمیں یہ موقعہ عطا فرمایا ہے کہ ہم اس کی خاطر اس حقیر سی قربانی کو پیش کرنے کی توفیق پا رہی ہیں۔

تو اسلام کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قدر و قضا کو دلی بشاشت سے قبول کرنا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا بھی سکھائی ہے کہ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا کہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جنہوں نے تیرے آستانہ پر اپنی گردن رکھ دی ہے اور تیری رضا کی اتباع کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسلام کی جو تعریف کی ہے وہ بڑی جامع ہے اور مَیں اپنی بہنوں کو وہ سُنانا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیکچر لاہور صفحہ ۵، ۶ پر فرماتے ہیں:۔

"خوف اور محبّت اور قدردانی کی جڑ معرفتِ کاملہ ہے۔ پس جس کو معرفتِ کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبّت بھی کامل دی گئی اور جس کو خوف اور محبّت کامل دی گئی اس کو ہر ایک گناہ سے جو بے باکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے"

(اور ایسی قربانی دینے والیوں کا دوسرے لفظوں میں نام اَلْمُسْلِمَات ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔)

"اِسلام کے معنی ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی رُوح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی رُوح اور تمام احکام کی جان ہے"

اس کی معرفت، اس کا علم حاصل کرنے کے بعد آپ میں سے کچھ نے عملاً قربانی کے مَیدان میں اپنے ربّ کے لئے قربانیاں پیش کیں اور بہت سی وہ ہیں جو اس رُوح کی حامل اور اس قربانی کے پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اِس ضمن میں صحابیات کی ایک مثال اِس وقت مَیں آپ بہنوں کے سامنے رکھنا چاہتا

ہوں اور یہ مثال ہے سمیہ اُمِّ عمار بن یاسر کی۔ ان کے متعلق تاریخ اور حدیث کی کتب میں یہ آتا ہے کَانَتْ مِمَّنْ یُعَذَّبُ فِی اللّٰہِ اَشَدَّ الْعَذَابِ کہ وہ ان عورتوں اور مردوں میں سے تھی جنہیں خدا کی راہ میں اشد ترین ایذائیں اور دُکھ اور عذاب پہنچائے جاتے تھے۔ وہ ابوحذیفہ مخزومی کی لونڈی تھی اور ان سات اشخاص میں سے تھی جو مکّہ میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔ ابوحذیفہ کے قبیلہ نے انہیں انتہائی تکالیف دیں تا وہ ارتداد اختیار کریں مگر انہوں نے پھر بھی اسلام کو نہ چھوڑا۔ آپ کو مکّہ کی تپتی ریت میں لوہے کی زِرہ پہنا کر دُھوپ میں ڈال دیتے تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے ثبات قدم دکھایا۔ ایک دفعہ جب کفار نے حسبِ معمول لوہے کی زرہ پہنا کر شدید گرمی میں تپتی ہوئی ریت پر انہیں لٹا رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہُوا تو آپؐ نے فرمایا صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنّت میں ہے یعنی جو ان حالات میں اس عظیم قربانی کے بعد تمہیں ملنے والی ہے۔ جب اِس ایذا رسانی پر کفار کو تسکین نہ ہوئی تو ایک دن ابوجہل نے آپ کے ستر کے مقام پر برچھا مار کر ان کو شہید کر دیا۔

تو یہ رُوح ہے جو رُوحِ اسلام کہلاتی ہے۔ یہ رُوح ہے جو ہر احمدی بہن کے اندر اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ رُوحِ اسلام ہے جسے ہر احمدی بہن کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔ اور جب یہ رُوحِ اسلام آپ اور ہم میں پیدا ہو جائے تو ہم اس اجر کے مستحق قرار پاتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم کے نام سے موسوم کیا ہے۔

تو پہلی صفت جس کا ذکر اِس آیت میں ہے اور جو ایک مسلمان احمدی عورت میں اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے وہ مسلمہ ہونے کی صفت ہے۔ وہ اسلام کی رُوح اپنے اندر پیدا کرنے کی صفت ہے۔

دراصل اسلام کا لفظ ہماری کتب میں ہمارے لٹریچر میں ۲ دو معنی میں استعمال ہُوا ہے اور مفردات میں امام راغب نے اس کی نشان دہی بھی کی ہے کہ بعض دفعہ ہم اس کے معنی ایسے کرتے ہیں جو ایمان سے کم درجہ پر ہوتے ہیں اور بعض دفعہ ہم ایسے معنی کرتے ہیں جو ایمان سے بالا درجہ پر ہوتے ہیں۔ یہاں المسلمات میں اسلام کے لفظ کو جس معنی میں استعمال کیا گیا ہے وہ ایمان سے بالا (فوق الایمان) ہے۔

"دوسری صفت" لیکن رُوح بغیر جسم کے زندہ نہیں رہ سکتی اور اسلام کی رُوح کے لئے جو جسم چاہیئے اس کا ذکر مومنہ کے اندر آتا ہے۔ ایمان کے معنی ہیں دِل و جان سے حق و صداقت کا اقرار کرنا۔ کوئی نفاق نہ ہو۔ جہالت نہ ہو یعنی علیٰ وجہ البصیرت سب کچھ سمجھتے ہوئے اور نہ صرف زبانی بلکہ دِل سے اور جان سے حق کو حق اور صداقت کو صداقت تسلیم کرتے ہوئے اس کا اظہار کرنا اور اس کی تصدیق کرنا یعنی دل اس کی تصدیق کرے اور زبان اس کا اقرار کر رہی ہو۔ اور انسان کے اندر ایک جراُت پیدا ہو جائے کہ اپنے دِل کی بات

برسرِ عام کہہ سکے کسی کا خوف اس کے دل میں پیدا نہ ہو تو طبعاً اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے مطابق اپنی زندگی کو وہ ڈھال رہا ہوتا ہے تو مومنہ کے معنی یہ بنتے ہیں کہ اپنے جوارح اور اعضاء کے ساتھ عمل کر رہی ہو یعنی دل میں بھی ایمان ہو زبان پر بھی ایمان ہو یعنی ہمارا ہر عمل شہادت دے رہا ہو اور جو ہمارے دِل نے محسوس کیا جو ہماری زبان پر آیا وہ واقعہ ہیں دل نے محسوس کیا اور واقعہ میں ہم نے جانتے بُوجھتے ہوئے اور خلوص نیّت سے اپنی زبان کے ساتھ اقرار کیا اور اسی لئے ہم اس کے مطابق اپنے اعمال کو بجالائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ایمان کے متعلق اپنی کتاب "سُرمہ چشم آریہ" صہ ۲۵ پر فرماتے ہیں کہ:-

"ایمان اس اقرارِ لسانی اور تصدیق قلبی سے مراد ہے جو تبلیغ و پیغام کسی نبی کی نسبت محض تقوٰے دُور اندیشی کے لحاظ سے صرف نیک ظنّی کی بنیاد پر یعنی بعض وجوہ کو معتبر سمجھ کر اور اس طرف غلبہ اور رُجحان پاکر بغیر انتظار کامل اور قطعی اور واشگاف ثبوت کے دلی اِنشراح سے قبول و تسلیم ظاہر کی جائے"

یہ ایمان کی ابتدائی حالت ہے جس کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں کھینچا ہے یعنی دل سے اور بشاشت سے انسان ایمان لے آتا ہے اور ابھی بہت سے امور پردۂ غیب میں ہوتے ہیں۔ یہ وہ حالت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یؤمنون بالغیب کے الفاظ میں کیا ہے۔

مومنہ وہ مسلمان عورت ہے جو حقیقی طور پر مسلمان پیدا ہوئی اور رہی اور اسلام کو اس نے قبول کیا۔ جان دینے کے لئے تیار ہو گئی مگر اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئی۔ ایسی مومنات کی قربانیوں سے اِسلام کی تاریخ بھری ہوئی ہے۔ ایک مثال صحابیات کی مَیں اُمّ شریك کی دیتا ہوں۔ جب وہ ایمان لائیں تو ان کو لے جاکر دُھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا اس حالت میں جبکہ وہ دُھوپ میں جل رہی ہوتی تھیں انہیں روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی نہیں دیتے تھے۔ جب اِس مصیبت میں تین دن گزر گئے تین دن ان کو دُھوپ میں رکھا اور گرم چیزیں ان کو پلائیں اور پانی پینے کو نہ دیا تو اس سے وہ کچھ حواس باختہ ہو گئیں۔ انکے ہوش و حواس قائم نہ رہے۔ دیوانگی کی سی کیفیّت پیدا ہو گئی۔ جب کفار نے انہیں اِس حالت میں دیکھا تو کہا کہ تم ان عقائد کو چھوڑ دو تاکہ ہم تمہیں پانی پلائیں۔ وہ اِس قدر بدحواس تھیں کہ وہ اس جملہ کے معنی بھی نہ سمجھ سکیں کہ مجھے کہہ کیا رہے ہیں۔ پھر انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور اشارہ سے ان کو سمجھایا کہ ہمارے کہنے

کا مطلب یہ ہے کہ تم اس قادر و توانا خدا کی پرستش چھوڑ دو۔ اِسلام لانے کے بعد جس کی پرستش تم کر رہی ہو اور اس کی بجائے ان بُتوں کی پرستش کرو جو ہم نے پتّھروں سے بنائے اور خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے اشارے سے ان کے بدحواس دماغ نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ کیا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ اس حالت میں بھی بولی کہ خدا کی قسم مَیں تو اَب تک اس عقیدہ پر قائم ہوں مَیں اللہ تعالیٰ کو نہیں چھوڑ سکتی اس کی رضا کی خاطر جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ اُس کی خوشنودی کے حصول کے لئے ان تمام تکالیف کو برداشت کرنے کیلئے تیار ہوں جو تم مجھے دے رہے ہو۔

تو اِسلام کا لفظ اِسلام کی رُوح کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی اِنسان پُختہ طور پر اپنے اندر یہ ذہنیت پیدا کرے اور اِس بات کے لئے تیار ہو جائے کہ خواہ کچھ ہو جائے دُنیا تہ و بالا ہو جائے ہلاکت ہمارے سامنے ہو۔ اپنی ہلاکت ہی نہیں، اپنے بیوی بچّوں کی ہلاکت ہی نہیں، اپنے خاندان، اپنے ملک اور بنی نوع انسان کی ہلاکت بھی اگر سامنے ہو تب بھی ہم خدا کو نہیں چھوڑیں گی۔ تب بھی ہم اس کی آواز پر لبیک کہتی رہیں گی۔ تب بھی ہم اپنی ہر چیز قربان کر کے اس کی رضا کے حصول کے لئے کوشاں رہیں گی۔ اس رُوح کے لئے جو جسم اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے وہ ایمان کا جسم ہے یعنی عقیدہ پُختہ رکھنا اور اس پختہ عقیدہ کو علی الاعلان ظاہر کرنا اور کسی سے اِس اعلان میں ڈرنا نہیں۔ اِس اقرار میں خوف نہیں کھانا اور اس عقیدہ کے مطابق اس ہدایت کی روشنی میں قرآن کریم نے جو صراطِ مُستقیم بتایا ہے اس پر چلتے ہوئے ثابت کرنا اپنی جوارح (ہاتھ، پاؤں، کان، ناک ہر وہ عضو جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اور ہم اس سے کام لیتے ہیں) سے یہ ظاہر کرنا کہ ہماری آنکھ اسی طرف اُٹھے گی جس کی طرف آنکھ اُٹھانے کی خدا ہمیں اجازت دیتا ہے اور ہمارے ہاتھ اسی چیز کو چھوئیں گے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے ہمیں اجازت دی ہے کہ تم اسے چھو سکتے ہو۔ ہماری زبان اِس چیز کو محسوس کرے گی اور اس چیز کا ذائقہ حاصل کرے گی کہ جو حلال اور طیّب ہو گی۔ ہماری زبان کی حرکت صرف وہی کلمات نکالے گی جو خدا کو پیارے ہیں جو الفاظ خدا کو پیارے نہیں وہ زبان پر نہ آئیں گے (اسی طرح دوسرے اعضاء ہیں جب ہم یہ کر لیں تو اِسلام کی رُوح جو ہے وہ جسم کے اندر زندہ ہو جاتی اور قائم رہتی ہے)۔

اگلی آٹھ صفات جو ہیں ان کا تعلق دراصل ایمانیات کے ساتھ ہے یعنی اسلامی عقائد پر عمل کرنا۔ اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے آٹھ بنیادی باتیں بتائی ہیں۔

تیسری خصوصیّت جو ایک مُسلمہ احمدی عورت میں پیدا ہونی چاہیئے یہ ہے کہ وہ قانتہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کی

اطاعت ایسے رنگ میں لازم پکڑ رہی ہو کہ اس کی عظمت اور ہیبت دِل پر طاری رہے اور اپنی عاجزی، پستی اور تواضع کا احساس زندہ رہے۔ اس اطاعت کا منبع آخرت کا خوف اور اپنے ربّ کی رحمت کی اُمید ہے۔ جو مرد یا عورت آخرت پر یقین نہیں رکھتا یا نہیں رکھتی یا جو بہن آخرت پر ناقص یقین رکھتی ہے اور اس کے دِل میں شُبہ پیدا ہوتا ہے کہ پتہ نہیں مرنے کے بعد مجھے دوسری زندگی ملی ہے یا نہیں اور پتہ نہیں مَیں نے اپنے ربّ کے سامنے پیش بھی ہونا ہے یا نہیں وہ اس قسم کی فرمانبرداری نہیں کرسکتی۔ پس اس احساس کا منبع جو ہے وہ آخرت کا خوف اور اپنے ربّ کی رحمت کی امید ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ رات کی تنہا اور خاموش گھڑیوں میں عاجزانہ سجود و قیام ہے جس پر بندہ اعمالِ محبوبہ کی توفیق پاتا ہے یعنی ایسے اعمال بجالانے کی اسے توفیق عطا کی جاتی ہے جو اس کے ربّ کی نگاہ میں محبوب ہوتے ہیں۔

(اِس خیال سے کہ آپ بہنوں کے سامنے عملاً میری چار تقریریں ہو جائیں گی کیونکہ تین مردانہ جلسہ سے بھی یہاں ریلے ہو رہی ہیں مَیں نے ارادہ کیا تھا کہ اِس تقریر کو جس قدر ہو سکا مَیں مختصر کر دوں گا سو اَب مَیں آدھے گھنٹے سے زیادہ تقریر نہیں کروں گا) اگر آپ سوچیں اور غور کریں تو قانتہ کے متعلق اتنا بیان ہی کافی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت ہمیشہ دِل پر طاری رکھیں خود کو کچھ نہ سمجھیں۔ عاجزی اور تواضع کو اپنے دلوں میں ایک زندہ حقیقت بنائے رکھیں۔ یہ اطاعت یعنی اِس قسم کی مخلصانہ اطاعت اِس قسم کی مسلمانہ اطاعت اِس قسم کی مومنانہ اطاعت آپ بجا نہیں لاسکتیں جب تک آپ کے دل میں آنے والی زندگی کے حالات کو سوچ کر خوف نہ پیدا ہو اور جب تک آپ اپنے ربّ کی رحمتِ واسعہ پر کامل اور مکمل یقین نہ رکھیں کیونکہ جو شخص صرف خوف رکھتا ہے اور اپنے دِل میں کوئی اُمید نہیں پاتا وہ بھی جنّت کا وارث نہیں بنا کرتا۔

چوتھی صفت جو حقیقی مسلمان احمدی عورت میں اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے اقوال اور اپنے افعال میں صداقت پر قائم رہے اور اپنے اعمال سے صداقت کی حفاظت کرنے والی ہو جیسا کہ فرمایا رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ کہ وہ مرد (اور قرآن کریم کے محاورہ کے مطابق جہاں اِس قسم کے احکام میں خالی مردوں کا ذکر ہو وہاں مرد اور عورت دونوں شامل ہوتے ہیں تو مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورتیں) جنہوں نے عمل سے اِس عہد کو ثابت کر دکھایا جو عہد بیعت کے وقت انہوں نے اپنے ربّ سے کیا تھا۔ پس الصّٰدقٰت وہ عورتیں ہیں جن کی زبان حق گو ہے اور جن کے اعمال عہدِ بیعت کا پاس کرنے والے

ہیں اس کے لئے خواہ انہیں کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ کرنی پڑیں اور وہ سمجھتی ہوں لیسئل الصّٰدقین عن صدقھم کہ اللہ تعالیٰ دعویٰ کرنے والوں سے ایک دن سوال کرے گا کہ تم نے یہ کہا تھا کیا تم نے ایسا کر دکھایا۔

تو وہ عورتیں جن کے عقائد صحیح ہوں اور وہ صداقت پر قائم ہوں اور صداقت کے بول ہی ان کی زبانوں سے نکلتے ہوں اور جو کہتی ہوں وہ کر دکھاتی ہوں جو اپنے ربّ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتیں دلیری کے ساتھ حق بات بیان کرتی ہیں۔ انہوں نے جو عہدِ بیعت کیا ہے اس کا وہ پاس رکھتی ہیں اور جن کو یہ یقین ہے کہ مذہب کوئی کھیل نہیں ہے۔ اگر ہم نے اپنے ربّ سے کچھ وعدے کئے تو ہمیں وہ تمام وعدے پُورے کرنے چاہئیں ورنہ ہم ربّ کی گرفت میں آجائیں گے۔

پانچویں صفت جو سچی مسلمان عورت میں اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے وہ صابرہ ہے یعنی انسے صابرات میں شامل ہونا چاہیئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جن چیزوں سے بچنے اور رُکے رہنے کا عقل یا شرع تقاضا کرے ان سے اپنے نفس کو روکے رکھنا۔ جزع فزع نہ کرنا۔ کوئی رنج کی بات ہو تو بعض عورتیں پیٹنا شروع کر دیتی ہیں ایسے کلمات مُنہ سے نکالنے لگ جاتی ہیں جو ایسی عورت کے مُنہ سے نہیں نکلنے چاہئیں جو قادرِ مطلق ہستی پر ایمان رکھتی ہو۔ تو ایک مسلمان عورت کا کام ہے کہ قضا و قدر پر راضی رہے اور کوئی ایسی بات مُنہ سے نہ نکالے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لے لے۔ نیز صابرہ کے معنی ہیں بہادری اور شجاعت کے ساتھ دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہنا۔ اسلام کی قرونِ اولیٰ کی تاریخ بھی اور بعد میں جو صدیوں کی تاریخ ہے اس میں بھی ایسی عورتوں کی (جوان بھی اور بُوڑھی بھی) بہت سی مثالیں ہمیں ملتی ہیں کہ لڑائی کے میدانوں میں بھی اتنی دادِ شجاعت انہوں نے دی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پھر سب سے بڑا دشمن تو ہمارا شیطان ہے اس کے مقابلہ میں بُزدلی نہیں دکھانی چاہیئے جس راستہ پر بھی اور جس میدان میں بھی شیطان ہم پر حملہ آور ہے ہمیں کامیابی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور اس مقابلہ کے جو طریق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب اور ملفوظات میں بیان کئے ہیں ان تمام طریقوں کو استعمال کر کے شیطان کے مقابلہ میں بلا خوف کھڑے ہو جانا چاہیئے اور اس کو شکست دینی چاہیئے تب آپ صابرہ بنتی ہیں۔ قضا و قدر مختلف شکلوں میں لائی جاتی ہے جب کوئی مُصیبت آئے تو اُس وقت کُڑھنا نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سے ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ بہت بڑی بات ہے جو مَیں نے کہی ہے لیکن بہت سی عورتیں ہیں جو ایسے وقتوں میں اس قسم کے کلمے بول جاتی ہیں جو عقل کے بھی خلاف ہیں اور ایمان

تو دھکّے دے دے کر ایسی باتوں کو پرے پھینکتا ہے۔

صابرہ کے ایک معنی یہ ہیں کہ جہاں تک راز کا تعلق ہے رازوں کو چھپانے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ افشائے راز کرنا صبر کے خلاف ہے۔ روزہ رکھنے کو بھی صبر کہتے ہیں بعض احادیث میں رمضان کے مہینے کو صبر کا مہینہ بھی کہا گیا ہے اِس لئے کہ ہم کھانے پینے کی چیزوں سے رُکے رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہی چاہتا ہے کہ جن چیزوں کے کھانے اور جن چیزوں کے پینے کی عام دنوں میں اجازت ہے ان خاص دنوں میں جو رمضان کا مہینہ ہے ہم ان سے رُکے رہیں اور ان سے بچتے رہیں اِس لئے رمضان کے مہینہ کو ماہِ صبر کا نام دیا گیا ہے۔

اپنے نفس کو عبادت پر روکے رکھنے والی بھی صابرہ کہلائے گی۔

اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف جنگ کرنے والی بھی صابرہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تکلیف برداشت کرنے والی بھی صابرہ ہوگی۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا جس کے بدلہ میں اور جزاء کے طور پر آپ سب کو اللہ تعالیٰ جنّت میں ایسے مقام عطا کرے گا کہ جن کے حُسن اور جن کی خوبصورتی اور جن کے آرام کے متعلق آپ اس وقت اپنے تصوّر میں بھی کوئی بات نہیں لا سکتے۔

چھٹی چیز اور چھٹی خصوصیّت جو اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے وہ یہ ہے کہ مومنہ اور مُسلمہ خاشعہ بھی ہوتی ہیں۔ الخاشعہ کے معنی ہیں عاجزی دکھاتے ہوئے تابعداری کرنے والی۔ اور یہ وہ حالت ہے جو یادِ الٰہی میں مومن کو میسّر آتی ہے یعنی گدازش اور رِقّت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور دل کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اپنے اندر پیدا کرکے اور خوف کی حالت اپنے پر وارد کرکے خدائے عزّوجل کی طرف اپنے دل کو جُھکانا تو ایسی خاشعات، مسلمات، مومنات بننے کی کوشِش کرنی چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ضمیمہ براہینِ احمدیہ میں فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ پہلی حالت جس سے وہ پیار کرتا ہے یہ ہے کہ وہ ایک غفلت میں پڑا ہوتا ہے اور اسے بالکل خدا سے بُعد اور دُوری ہوتی ہے اور نفس ایک کُفر کے رنگ میں ہوتا ہے اور غفلت کے پردے تکبّر اور لاپرواہی اور سنگ دلی کی طرف اس کو کھینچتے ہیں اور خشوع اور خضوع اور تواضع اور فروتنی اور انکسار کا نام و نشان اس میں نہیں ہوتا اور اسی اپنی حالت سے وہ محبّت کرتا ہے

اور اس کو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے اور پھر جب عنایتِ الٰہی اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرتی ہے تو کسی واقعہ کے پیدا ہونے سے یا کسی آفت کے نازل ہونے سے خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت اور جبروت کا اس کے دِل پر اثر پڑتا ہے اور اس اثر سے اس پر ایک حالتِ خشوعِ پیدا ہو جاتی ہے جو اس کے تکبّر اور گردن کشی اور غفلت کی عادت کو کالعدم کر دیتی ہے اور اس سے علاقہ محبّت کو توڑ دیتی ہے۔"

یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر وقت دُنیا کے مشاہدہ میں آتی رہتی ہے جیسا کہ آجکل بھی آرہی ہے کہ آپ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اس قسم کی حالت اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئی ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب ہیبتِ الٰہی کا تازیانہ کسی خوفناک لباس میں نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شریروں کی گردن جُھکا دیتا ہے اور خوابِ غفلت سے جگا کر خشوع اور خضوع کی حالت پیدا کر دیتا ہے تو یہ ہے خاشعہ صفت جو ایک مومنہ مسلمہ کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔

ساتویں صفت ایک مسلمان عورت میں اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے اَلْمُتَصَدِّقَاتُ کہ وہ اپنی بڑائی کے لئے نہیں بلکہ اپنے ربّ کے ثواب کے حصول کے لئے صدقہ و خیرات کرنے والی ہیں۔ اِس کے متعلق دُو واقعات مختصراً یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو سخی نہیں پایا۔ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں تقریباً لاکھ درھم (لاکھ روپیہ) بھیجا۔ صُبح کے وقت ان کو یہ رقم ملی شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دی اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ اس دن آپ نے روزہ رکھا ہُوا تھا لونڈی نے عرض کیا کہ افطاری کے لئے کچھ نہیں۔ فرمایا کہ پہلے کیوں نہ یاد دلایا اور پھر پانی سے اپنا روزہ کھولا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ اب تمہارے کُوچ کا وقت قریب ہے تو آپ کی ازواجِ مطہّرات میں سے ہر ایک کے دِل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ خدا کرے کہ جلد سے جلد ہم بھی اِس دُنیا کو چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں تو اِس خواہش کے نتیجہ میں انہوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ کی وفات کے بعد ہم میں سے کون سب سے پہلے آپؐ کو ملے گی۔

یہ سوال بتاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں اِس دُنیا میں زندہ رہ کر کیا کرنا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا اَسْرَعُکُنَّ لَحُوْقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا کہ تم میں سے سب سے پہلے جنّت میں مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عائشہؓ نے باقی اپنی سب بہنوں (ازواجِ مطہرّات) کو بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے اسی وقت اپنے ہاتھ اور اپنی باہیں ماپنی شروع کر دیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ ماپنے پر معلوم ہُوا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ زیادہ لمبے تھے تو انہوں نے سمجھا کہ حضرت سودہ (رضی اللہ عنہا) سب سے پہلے وفات پائیں گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں گی لیکن ہُوا یہ کہ حضرت سودہؓ نہیں بلکہ حضرت زینبؓ پہلے وفات پا گئیں تب ان باقیوں نے سمجھا کہ ہم نے تعبیر کی نہیں اور اس کو ظاہر پر حمل کیا تعبیر اس کی یہ تھی کہ تم میں سے جو غرباء کا زیادہ خیال رکھے گی اور زیادہ سخاوت کرے گی اور زیادہ صدقہ دے گی اور خدا کے لئے اپنے اموال کی قربانی کرے گی وہ میرے پاس پہلے پہنچ جائے گی کیونکہ وہ کہتی ہیں کہ ہم میں سے سب سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال کو خرچ کرنے والی حضرت زینبؓ تھیں۔

تو اللہ تعالیٰ اِس قسم کی متصدقات احمدی عورتیں دیکھنا چاہتا ہے تا وہ اجرِ عظیم کی مستحق ٹھہریں۔

آٹھویں صفت ایک مومنہ اور مسلمہ میں یہ پائی جانی چاہیئے کہ وہ صائمہ ہو۔ احکامِ الٰہی کی پیروی کرتے ہوئے مقررہ اوقات میں کھانا پینا ترک کرنے والی ہو اور روزہ رکھنے والی ہو اور اِس طرح وہ اپنے ربّ کے حضور عاجزانہ عرض کرنے والی ہو کہ اے ہمارے ربّ ہم تیری اجازت سے کھاتے اور تیری اجازت سے پیتے ہیں اور ہم اِس بات کے لئے تیار ہیں کہ اگر تُو ہمیں کھانے سے منع کر دے تو ہم کھانے سے رُک جائیں اور اگر تُو ہمیں پینے سے روک دے تو ہم پینے سے رُک جائیں۔ یہ ذہنیت لے کر ایک مومنانہ مسلمہ رمضان کے فرض روزے یا نفلی روزے (بمطابق سُنّت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) رکھتی ہے اور اس میں ہمیں یہ سبق بھی دیا کہ دُنیا کے سارے کام اور دُنیا کے سارے آرام اس وقت تک جائز ہیں جس وقت تک اللہ تعالیٰ منع نہ کرے جس وقت وہ ہمیں منع کر دے تو اس وقت ایک صحیح اور حقیقی ایمان رکھنے والی اور اسلام کی رُوح کو اپنے اندر زندہ رکھنے والی خدا کی آواز پر ہر چیز کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے اور نماز کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ روزہ اور نماز ہر دو

عبادتیں ہیں۔ روزے کا اثر جسم پر ہے اور نماز کا رُوح پر۔ نماز سے سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اور رُوح میں جلا پیدا ہوتی ہے اور انسان کی رُوح میں ایسی روشنی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بُری باتوں سے رُکنے لگتا ہے اور اچھی باتوں کو پہچاننے لگتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ اور اس کے نتیجہ میں انسان کو ان احسن اعمال کی بصارت پیدا ہوتی ہے جن کی اِتباع کا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ روزے سے کشوف کا دروازہ کُھلتا ہے یعنی روزے کے ذریعہ انسان حسبِ استطاعت اور استعداد اپنی اس قوت کو صیقل کرتا ہے جس کے نتیجہ میں کشوف و رؤیا انسان کو ملتے ہیں۔ یہ مضمون فی نفسہٖ بڑا لمبا ہے۔ ہر شخص کی اِس میدان میں ایک جیسی استطاعت اور طاقت نہیں ہوتی حسبِ استعداد اور حسبِ طاقت روزے کے ذریعہ اس رُوحانی حِس کو غذا ملتی ہے۔ جس رُوحانی حِس کو غذا ملنے کے بعد کشوف و رؤیا کا دروازہ انسان کے اُوپر کُھلتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ روزے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ کھانا پینا چھوڑ دیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے سے فراغت ہو جائے اور دوسری عبادتیں بجالانے کے لئے زیادہ وقت مل جاوے۔ حضور فرماتے ہیں کہ ان ایّام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتّل الی اللہ اختیار کرنا چاہیئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی لیکن اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی جس طرح روٹی سے جسم کو قوّت ملتی ہے ایسا ہی رُوحانی غذا رُوح کو قائم رکھتی ہے۔

تو روزے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم خدا کے لئے دُنیا کے آراموں کو اور زینتوں کو چھوڑ کر کامل طور پر اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کے حضور وقف کر دیں اور اس سے فیض و برکت چاہیں۔ اُمّتِ مسلمہ میں ہزاروں لاکھوں عورتیں ایسی پیدا ہو چکی ہیں جنہوں نے یہ خصوصیات کامل طور پر اپنے اندر پیدا کی ہیں۔

نویں خصوصیّت جس کا ذکر یہاں ہے وہ یہ ہے کہ اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والیاں اور اِس بات کا خیال رکھنے والیاں کہ جو حواس اللہ تعالیٰ نے عطا کئے ہیں ان کے غلط استعمال سے اپنے پیدا کرنے والے کی نگاہ میں ذلیل نہ ٹھہریں۔

اور دسویں خصوصیّت یہاں یہ بیان ہوئی ہے وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ کہ ایسی عورتوں کے دل یادِ الٰہی سے معمور رہتے ہیں اور وہ معرفت کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہیں۔ ہر بات میں اللہ

تعالیٰ کو یاد رکھتی ہیں۔ ذکرِ الٰہی فرض کے طور پر بھی ہے اور نفل کے طور پر بھی۔ نماز ذکر کے اندر ہی آجاتی ہے یعنی وہ جو نمازوں کو پُوری شرائط کے ساتھ ادا کرنے والی اور اس کے علاوہ بھی ہر وقت اپنے ربّ کو یاد کرنے والی ہیں اور اللہ کی رحمت اور فضل سے وہ ان فیوض کو حاصل کرنے والی ہیں کہ جب وہ فیوض کسی انسان کو مل جاتے ہیں تو اس کے متعلق جائز طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے ربّ سے اجرِ عظیم کو پالیا ہے۔

تو یہ دس خصوصیات یا دس خوبیاں یا دس اخلاق جن کے اندر پیدا ہو جائیں وہ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجرِ عظیم کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اجرِ عظیم کے معنی جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا ہے اس اجر کے ہیں کہ جس قسم کا اجر پہلی اُمّتوں کی عورتوں کو نہ ملا ہو۔ یہ ایک عظیم بشارت ہے۔ یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے۔ یہ ایک عظیم تحفہ ہے جو تمہارے رَبّ نے تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔

اب تم میں سے کون ہے وہ بدبخت کہ جس کے سامنے خدا تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے اجرِ عظیم کا تحفہ پیش کرے تو وہ کہے کہ اے میرے ربّ مجھے تیری طرف سے یہ تحفہ قبول نہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ آپ کے سامنے اس تحفہ کو پیش کر رہا ہے تو نہایت عاجزی کے ساتھ شُکر کے جذبات سے لبریز ہو کر خدا تعالیٰ سے اس تحفہ کو قبول کرو اور اپنے اندر اِسلام کی رُوح پیدا کرتے ہوئے حقیقی اور پختہ ایمان کی حالت پیدا کرو اور ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرنے والی بنو۔ اگر تم ایسا کرو گی تو اللہ تعالیٰ تمہاری اخروی زندگی میں جس وقت تمہاری یہ رُوح ایک اَور لطیف رُوح کے لئے بطور جسم کے ہوگی اس ورلی زندگی کے ان رُوحانی نقوش کے مقابلہ میں تمہارے لئے دس اَور رُوحانی نقوش اُبھارے گا جن کی تفصیل میں مَیں اِس وقت نہیں جاؤں گا ہاں مثال کے طور پر مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ جو مسلمہ بنیں گی مَیں ان کو اجرِ عظیم دوں گا تو دوسری جگہ فرمایا مَیں انہیں خَیْرَاتٌ بنادوں گا یعنی وہ تمام نیکیوں کا منبع بن جائیں گی کیونکہ اس نے خود اپنی زندگی خدا کے لئے قربان کرنی چاہی۔ خدا تعالیٰ نے کہا مَیں تجھے ابدی حیات دوں گا ایک ایسی حیات جس کے اندر شر کا کوئی پہلو نہیں۔ اِس لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں ایسی عورتوں کا نام خَیْرَاتٌ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے کہنے کے مطابق تم مومنہ بنو۔ تمہارے دل خوبصورت اور صادق اور صحیح عقائد سے پُر ہوں۔ تمہاری زبانوں پر اِس بات کا اقرار ہو کہ ہمارے دِل ان عقائد پر قائم ہیں اور تمہارے اعمال اِس بات کی گواہی دے رہے ہوں کہ تمہارے جوارح اور اعضاء اللہ تعالیٰ کے احکام کے

تابع ہیں۔ اگر تم ایسا کرو گی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومن عورتو! میں تمہیں اخروی زندگی میں ایسے جسم دوں گا جن کے متعلق حسان کا لفظ بولا جائے گا جو ظاہری اور باطنی حسن رکھنے والی ہوں۔ اور اس دُنیا میں بھی رُوحانی طور پر ایک ایسا حسن تمہیں دیا جائے گا کہ جب تم دوسروں سے ملو گی تو تمہارا وہ رُوحانی حسن روحانی خوبصورتی، رُوحانی زندگی ان کو متاثر کرنے والی ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم صبر کرو اور دوسری جگہ فرمایا کہ اگر تم صبر کرو گی یعنی اگر خود کو شیطانی وساوس سے روکو گی۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اباء اور استکبار سے اپنے آپ کو بچاؤ گی۔ اور اگر تم خدا تعالیٰ کے احکام میں اپنی حفاظت پاؤ گی اور چاہو گی تو اللہ تعالیٰ جنّت میں تمہیں مقصورات فی الخیام بنا دے گا یعنی تمہیں ایسے مقام میں داخل کرے گا جہاں شیطان کا کوئی خوف تمہارے لئے باقی نہ رہے گا۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم حافظات بنو گی۔ اگر تم اپنی عزّت، اپنی عفت اور عصمت کی حفاظت کرو گی تو اللہ تعالیٰ اِس دُنیا میں تمہیں یہ توفیق عطا فرمائے گا کہ تمہاری آنکھیں بدی کے دیکھنے سے محروم کر دی جائیں گی اور وہ صرف نیکیوں پر پڑیں گی۔ قصرات الطرف میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہی جلوہ دوسری دُنیا میں بھی لوگ تمہارے اندر مشاہدہ کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر نیم وا آنکھوں کی خوبصورتی پیدا کر دی ہے اور بدی کو نہ دیکھنے کی ایک خوبی اس دُنیا میں تمہارے اندر پیدا کر دی ہے وغیرہ وغیرہ۔ حُورٌ۔ عینٌ۔ لؤلؤ مکنونٌ۔ یاقوتٌ اور مرجانٌ۔ عربًا اترابًا۔ یہ تمام صفات ان دس خوبیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ مَیں ان کی تفصیل میں نہیں جاسکتا کیونکہ بہت دیر ہوگئی ہے۔

پہلے بھی میری یہی دُعا رہتی ہے اور اب بھی دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس رنگ اور جس شکل میں میری بہنوں کو دیکھنا چاہتا ہے میری بہنوں کو خود توفیق بھی عطا کرے کہ وہ رنگ اپنے اندر پیدا کریں تا وہ اپنے ربّ کی پیاری بن جائیں تا ان کا ربّ ان سے اپنے پیار کا وہ سلوک کرے کہ پہلی امّتوں کی عورتوں سے اس نے وہ سلوک نہیں کیا تھا تا ہماری یہ بہنیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات سے جا ملیں اور دُنیا کے لئے یہ پہچاننا مشکل ہو جائے کہ یہ پہلے گروہ کی طرف منسُوب ہونے والی ہیں یا دوسرے گروہ کی طرف منسُوب ہونے والی ہیں۔ اللّٰھمّ اٰمین ٭

(مصباح جون ۱۹۶۷ء)

لجنہ اماء اللہ انگلستان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا خطاب[1]

تشہد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا :۔

آپ صرف مستورات ہی نہیں ہیں بلکہ احمدی مستورات ہیں۔ اِس طرح آپ پر دوہری ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ ایک وہ ذمّہ داریاں جو ہر انسان پر اور انسانوں میں سے ہر عورت پر انسان ہونے کی حیثیت سے فطرتِ انسانی عائد کرتی ہے۔ دوسرے وہ ذمّہ داریاں جو اسلام نے ان عورتوں پر عائد کی ہیں جو اسلام کی طرف خود کو منسوب کرتی ہیں اور جن کی وضاحت سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات اور تقاریر و ملفوظات میں کی ہے۔

جس زمانہ میں اِس وقت آپ زندگی گزار رہی ہیں اور خصوصاً وہ زمانہ جس میں آپ کی موجودہ نسلیں داخل ہونے والی ہیں دُنیا کی تاریخ میں انسانیّت کے اور احمدیت کے لئے ایک نہایت ہی نازک زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے غلبۂ اسلام کے لئے بڑی بشارتیں دی ہیں مسیح موعودؑ کے زمانہ کے متعلق قرآن کریم میں عظیم بشارتیں پائی جاتی ہیں اور اِسی طرح نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس زمانہ کو بڑا بابرکت زمانہ قرار دیا ہے۔ اِس لحاظ سے یہ وہ زمانہ ہے جس کے متعلق یہ مقدّر ہے کہ اسلام دُنیا میں اِس رنگ میں غالب آئے گا کہ پھر دُنیا کی کوئی مادّی طاقت یا کوئی دُنیا کا جھوٹا فلسفہ یا دُنیا کا کوئی پُرانا مذہب اس کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکے گا۔

ان بشارتوں کے علاوہ آپ میں سے ہر ایک کے متعلق اگر وہ سچّی مومنہ بن جائے، اگر وہ سچّی مُسلمہ خدا کی نگاہ میں ٹھہرے، اگر وہ حقیقی احمدی عورت ہو تو اللہ تعالیٰ نے اِس قدر عظیم اور اِس قدر پیاری بشارتیں دی ہیں کہ جب انسان ان پر غور کرتا ہے تو ایک طرف اپنی کم مائیگی کو دیکھتے ہوئے حیران رہ جاتا ہے اور دوسری طرف ان بشارتوں پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے فضل اور اس کی برکت اور اس کی مغفرت کی وجہ سے اس کا سر اپنے ربّ کے حضور جُھک جاتا ہے۔

---

[1] ۱۲؍اگست ۱۹۶۷ء

اِس وقت جس زمانہ میں ہماری جماعت داخل ہو رہی ہے اُس کے آئندہ بیس اور تیس سال جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے ہمارے لئے بڑے ہی نازک ہیں۔ آپ نے دو فیصلوں میں سے ایک فیصلہ کرنا ہے۔ دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو نوازا ہے، عزّت دی ہے، مال دیا ہے، آرام دیا ہے۔ آپ اگر چاہیں تو دُنیوی عزّتوں کو اور دُنیوی اموال کو اور دُنیوی وجاہتوں کو اور دُنیوی آراموں کو اپنے لئے پسند کر لیں اور اسکے نتیجہ میں جو دین کا انعام ہے یا قربانیوں کے بعد جو دُنیوی آرام کا وعدہ دیا گیا ہے اور جن نعمتوں کا اگلے جہان میں ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اس سے خود کو اور اپنی نسلوں کو محروم کر لیں اور اگر آپ چاہیں تو اِس مختصر سی زندگی اور اِس کے آرام اور اس کی عزّت اور اس کے عیش کو خدا کی راہ میں قربان کر دیں اور اپنے رب سے یہ اُمّید رکھیں کہ وہ اِس دُنیا میں بھی آپ کو، آپ کی نسلوں کو اور اُس دُنیا میں بھی آپ کو اور آپ کی نسلوں کو اپنی رضا کی جنّتوں میں داخل کرے گا اور ان وعدوں کو آپ کے لئے اور آپ کی نسل کے لئے پورا کرے گا جو وعدے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے ہیں۔

مَیں نے آج بچیوں اور بچّوں سے بات کرتے ہوئے انہیں اس طرف متوجہ کیا تھا کہ تم اپنے ماں باپ سے جا کر یہ کہو کہ تم نے ایک حد تک اپنی زندگی آرام میں گزار لی ہے اِس وقت اللہ تعالیٰ ایثار اور قربانی کی طرف ہمیں بُلا رہا ہے اگر تم نے جو ہمارے ماں باپ ہو ہماری خاطر (اگر اپنی خاطر نہیں) وہ قربانیاں نہ دیں جن کا اللہ ہم سے مطالبہ کر رہا ہے تو ہماری زندگی تباہ کر دو گے تم لوگ۔ پس آپ کو اگر اپنے لئے نہیں تو کم از کم اپنی نسلوں کو اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب سے بچانے کے لئے وہ قربانی دینی پڑے گی جس کی توقع اللہ ہم سے آج کر رہا ہے اور جس قربانی کے بعد ہم سے وہ وعدے کئے گئے ہیں کہ جو وعدے پہلی قوموں سے نہیں کئے گئے۔ ہمیں وہ عظیم بشارتیں ملی ہیں جو پہلوں کو نہیں ملیں۔ ہم سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اور قرآن کریم کے الفاظ میں کہ آخرت اُولیٰ سے زیادہ بہتر ہو گی یعنی جو انعامات اُمّتِ مُسلمہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام کی نشأۃِ اُولیٰ کے وقت ملیں گے ان انعامات کے مقابلہ میں وہ انعامات بہت بڑے ہوں گے جو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے وقت اُمّتِ مُسلمہ کو دیئے جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو تیرے سچّے متبع بن کر اسلامی تعلیم کے مطابق قرآن کریم کے احکام کی روشنی میں اپنی زندگیاں گزار دیں گے اللہ تعالیٰ ان کے وجودوں میں اِس قدر برکت رکھے گا کہ جس گھر میں وہ رہیں گے وہ دوسروں کے لئے بھی بابرکت ہو جائے گا، جن دیواروں کو وہ ہاتھ لگائیں گے

اُن دیواروں میں برکت رکھی جائے گی۔ جن کپڑوں کو وہ پہنیں گے اُن کپڑوں کو اللہ تعالیٰ دوسروں کے لئے برکت کا موجب بنادے گا۔ خیر ہی خیر، بھلائی ہی بھلائی، برکت ہی برکت ان کے وجودوں سے پھوٹ پھوٹ کر نکلے گی۔ ایک دُنیا ان سے فیض حاصل کرے گی۔ ایک دُنیا کے وہ اُستاد بنیں گے۔ ایک دُنیا کی رہبری کا سامان انکے ذریعہ سے پیدا کیا جائے گا۔ ایک دُنیا کو وہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف واپس لانے والے ہوں گے۔ دُنیا اپنے ربّ کو بھول چکی ہے۔ دُنیا آخرت سے غافل ہو چکی ہے۔ دُنیا نے اپنے مُحسنِ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں۔ آپ لوگوں کو اِس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ آپ دُنیا کو سچائی کے اس مرکزی نقطہ کی طرف واپس لے کر آئیں اور آپ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اس مجاہدے میں آپ انتہائی قربانیاں دیں اور آپ سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر آپ اس میدان میں انتہائی قربانیاں دیں گے تو اللہ تعالیٰ کے وہ انتہائی فضل اور برکتیں آپ پر نازل ہوں گی جو پہلی قوموں پر نہیں ہوئیں۔ اِس قدر عظیم وعدوں کے بعد اپنی ذمّہ داریوں کو نباہنے میں سُستی کرنا ایک عقلمند اِنسان کا کام نہیں۔ قرآن کریم صرف پڑھنے کے لئے ایک کتاب نہیں دی گئی یا کوئی تعویز نہیں کہ اگر گھر میں رکھ لیا تو شر سے محفوظ ہو گئے۔ قرآن کریم تو اِس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ قرآن کریم میں سینکڑوں احکام پائے جاتے ہیں چھ سَو سے زائد احکام (بعض اعمال کرنے سے متعلق اور بعض قسم کے اعمال نہ کرنے کے متعلق) پائے جاتے ہیں۔ ہر حکم کا جوُا ہر احمدی مرد اور ہر احمدی عورت کو اپنی گردن پر رکھنا پڑے گا اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو تھوڑے اور ناقص عمل سے وہ اپنے رب کو خوش نہیں کر سکتا۔ جس طرح ایک پیاسا ایک قطرہ پانی پی کر اپنی پیاس نہیں بُجھا سکتا جس طرح وہ شخص جسے سخت بُھوک لگی ہو ایک لُقمہ کھانا کھا کر سیری محسوس نہیں کر سکتا۔ جس طرح وہ جو کپڑے کا محتاج ہے صرف سر پر رُومال باندھ کر اپنے تن کو ڈھانپ نہیں سکتا اسی طرح قرآن کریم کے بعض حکموں پر عمل کر کے اور بعض کو ٹھکرا کے، بعض سے پیار کر کے اور بعض سے نفرت کا مظاہرہ کر کے آپ اپنے رب کو خوش نہیں کر سکتیں۔ سارے قرآن پر عمل کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ جب تک یہ جوُا پورے کا پورا آپ اپنی گردن پر نہیں رکھتیں آپ ان انعامات کی وارث نہیں ہو سکتیں جن کی بشارتیں دی گئی ہیں اور آپ اُن عذابوں سے بچ نہیں سکتیں جن سے اِس دُنیا کو ڈرایا گیا ہے۔ مَیں اپنے اِس دَورہ میں یورپ کے ہر مُلک کی توجہ اِس طرف پھیرتا آیا ہوں کہ اپنے ربّ کی طرف واپس آجاؤ ورنہ مٹا دیئے جاؤ گے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہمارا یہ بیان ہمارا ان قوموں کو اِس رنگ میں جھنجھوڑنا محض دعویٰ نہیں ہے جس کا ثبوت ہمارے پاس نہ ہو۔ مَیں نے ان کو سمجھایا بڑی وضاحت سے کہ دیکھو بہت سی اَنہونی

باتوں کی خبر ہمیں دی گئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ یعنی جس وقت وہ خبریں دی گئیں وہ انہونی معلوم ہوتی تھیں مگر وہ پوری ہو گئیں۔ اگر مَیں ایسی پیشگوئیوں کا ذکر تمہارے سامنے کروں تو تم کہو گے کہ ایک واقعہ ہو گیا اور آج ہمیں بتا رہے ہیں۔ بہت سی انہونی باتیں ہیں جن کی خبر دی گئی ہے اور وہ ابھی پُوری نہیں ہوئیں۔ اگر مَیں ان کا ذکر کروں تو تم سمجھو گے کہ کوئی پاگل انسان تمہارے سامنے باتیں کر رہا ہے۔ مثلاً اگر مَیں تمہیں یہ بتاؤں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رؤیا میں یہ دیکھا کہ رُوس کے مُلک میں ریت کے ذرّوں کی طرح احمدی مسلمان پائے جاتے ہیں تو تم کہو گے کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ مُلک جس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ زمین سے خدا کے نام اور آسمان سے خدا کے وجود کو بھی مٹا دے گا اُس مُلک میں اور اس قوم میں اِسلام اور احمدیت سرایت کر جائے اور وہ اسلام کو قبول کریں اور اللہ سے ایک زندہ تعلق کو قائم کریں لیکن چونکہ یہ ایک سلسلہ ہے خبروں کا جن میں سے ہر ایک انہونی خبر تھی ان میں سے چند ایک خبریں جن کو دُنیا اُس وقت سمجھی تھی کہ ایسا ہونا بالکل غیر ممکن ہے اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہیں۔ ایسے واقعات کا پورا ہو جانا اِس امر پر دال ہے کہ باقی واقعات بھی جن کی خبر دی گئی ہے ضرور پورے ہوں گے۔ یہ دیکھ کر کہ ایسی ناممکن الوقوع خبریں پوری ہو چکی ہیں ایک عقلمند انسان اِس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہے کہ ان میں سے جو باتیں ابھی پوری نہیں ہوئیں اور جن کو آج ہماری عقل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور جن کو ہم اَنہونی کہتے ہیں یہ بھی اپنے وقتوں پر پوری ہو جائیں گی تو آپ کیا اِس بات کے انتظار میں رہیں گی کہ رُوس میں دہریہ لوگ احمدیت کو قبول کریں اور خدا کے فضلوں کے وارث ہوں خواہ اِس انتظار میں آپ کی نسلیں خدا کے فضلوں سے محروم رہ جائیں۔ اِس وقت کوئی بھی آپ میں سے اِس قسم کا دعویٰ کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گی کہ ہمیں کوئی پرواہ نہیں بے شک سارے وعدوں سے ہماری نسل محروم ہو جائے۔ ہمارے بچّے اللہ تعالیٰ کے قہر اور اس کے غضب کی تجلّی کے نیچے پِس جائیں اور مٹا دیئے جائیں لیکن ہم یہ قربانیاں دینے کے لئے تیار نہیں۔ یہ جاننے اور سمجھنے کے باوجود جب عمل کا وقت آتا ہے انسان کی طبیعت ہزاروں بہانے ڈھونڈنے لگتی ہے۔ کوئی یہ کہنے لگ جاتی ہے کہ اِس ملک میں قرآن کریم کا بتایا ہوُا پردہ نہیں ہو سکتا۔ کچھ کہتے ہیں گرمیوں میں روزے نہیں رکھے جا سکتے۔ سردیوں میں رات کی نمازیں نہیں پڑھی جا سکتیں، صُبح کی نماز اپنے وقت پر ادا نہیں ہو سکتی۔ کس طرح نہیں ہو سکتی۔ یہ مَیں وضاحت کر دوں کہ قرآن کریم نے بُرقعے کا پردہ ہمیں نہیں سکھایا لیکن جو بھی قرآن نے کہا ہے اس پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے۔ قرآن کریم نے چادر کے مُنہ کے اُوپر اِس طرح ڈالنے کا حکم دیا ہے کہ چہرہ

نظر نہ آئے راستہ نظر آئے۔ اس کی ہزار شکلیں نکل آتی ہیں ایک شکل جو ہے وہ ہمارا بُرقعہ ہے جو پاکستان، ہندوستان میں رائج ہے۔ گو بُرقعہ اپنی اِس شکل میں ضروری نہیں لیکن پردہ قرآن کریم کی بتائی ہوئی شکل میں ضروری ہے جو عورت قرآن کریم کے اس حکم کو ٹھکراتی ہے وہ اپنی نسل پر ظلم کر رہی ہے آج وہ اپنے بچّوں کو خدا تعالیٰ کے جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جا رہی ہے حالانکہ دعویٰ اس کا یہ ہے کہ مَیں اپنے بچّوں سے پیار کرتی ہوں۔ یہ اچھا پیار ہے۔ دُنیا کی تکلیفوں سے تو اتنا بچاتی ہو تم اپنے بچّوں کو۔ یہ بھی پسند نہیں کرتی کہ ایک کانٹا بھی چُبھ جائے۔ اگر بچّہ کو بخار ہو جائے تو گھبرا جاتی ہو۔ ڈاکٹر کو بُلاتی ہو، ہسپتال میں لے کر جاتی ہو۔ اپنی بساط سے بڑھ کر بچّے کی صحت پر خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہو اور جس وقت یہ کہا جائے کہ اگر تم قرآن کریم کے احکام پر عمل نہیں کرو گی تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہو گی تو تمہیں کوئی احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ طریق اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ نماز ہے صُبح کی نماز وقت پر پڑھنی چاہیئے سوائے اِس کے کہ کوئی بیماری وغیرہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک صُبح سُورج چڑھنے کے بعد نماز پڑھوائی تا کہ ایسے استثنائی حالات میں اُمّتِ محمدیہ کے افراد کے دل گھبرا نہ جائیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا غضب نہ ان پر نازل ہو جائے کہ صُبح کی نماز نہیں پڑھی۔ یہ استثنائی چیزیں ہیں۔ رات خواہ چھوٹی ہو ہم صبح کی نماز وقت پر پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد پھر سو سکتے ہیں۔ یہ عادت کی بات ہے اس سے زیادہ کوئی تکلیف نہیں اس میں۔ مَیں جو اَب یہاں آیا ہوں تو مجھے بعض باتوں کی وجہ سے یہ احساس تھا کہ ایک مسئلہ بنا لیا ہے کہ چونکہ راتیں چھوٹی ہیں اِس لئے صُبح کی نماز بے شک سُورج نکلنے کے بعد پڑھ لی جائے کوئی حرج نہیں مَیں نے ان کو اپنے عمل سے یہ بتایا کہ ایسا کرنا ہرگز درست نہیں۔ میرا خیال ہے زیورک میں ہم پونے چار بجے نماز پڑھا کرتے تھے ایک بجے کے بعد مَیں سویا کرتا تھا تین بجے کے قریب اُٹھ جاتا تھا اور پھر نماز کے بعد سو جاتا تھا۔ پھر کام سارا دن کرتا تھا۔ بڑا مصروف آدمی ہوں آپ جانتی ہیں۔ جب ڈیوٹی بُلائے تو ہر چیز چھوڑنا پڑتی ہے۔ آج بھی باوجود اِس کے کہ کل سے مجھے بخار چڑھا ہُوا ہے اور ابھی تک میری طبیعت ٹھیک نہیں حرارت مجھے محسوس ہو رہی ہے مَیں نے یہی فیصلہ کیا کہ اپنے پروگرام کو ضرور پُورا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اِس کی توفیق دیتا ہے۔ صُبح سے مَیں اپنے کام میں لگا ہُوا ہوں۔ اگرچہ فجر کے وقت بیماری کی وجہ سے مَیں مسجد میں نہیں آیا لیکن جس وقت اذان ہوئی ہے یہاں اُس وقت ہی مَیں نے نماز پڑھی ہے۔ نیند کے متعلق آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک انسانی دماغ صرف سات یا آٹھ منٹ پُوری طرح سوتا

ہے اس سے زیادہ نہیں۔ پوری نیند سے مراد یہ ہے کہ جب دماغ کلیۃً سو جاتا ہے اور کسی قسم کی ہوش نہیں رہتی اسے ایسی نیند (قرآن کریم نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے ایک آیت میں) موت کے مترادف ہوتی ہے۔ اگر آٹھ منٹ متواتر آدمی کا دماغ اِس حالت میں رہے تو شائد موت واقع ہو جائے۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ چند سیکنڈ اس قسم کی نیند دماغ لیتا ہے پھر وہ نیند سے بیدار ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھتی ہیں کہ ہم سوئی ہیں اور دُنیا بھی سمجھتی ہے کہ یہ شخص سویا ہُوا ہے لیکن حقیقتاً پوری طرح وہ سویا ہُوا نہیں ہوتا دس فیصد یا بیس فیصدی وہ سویا ہوتا ہے باقی جاگ رہا ہوتا ہے۔ اس کا دماغ کام کر رہا ہوتا ہے اس وقت لیکن ساری رات میں سات یا آٹھ منٹ ایسے ہیں جب دماغ پوری طرح سو جاتا ہے۔ پوری نیند کی یہ کیفیت سیکنڈز میں تقسیم ہو کر وقفہ وقفہ سے وارد ہوتی ہے۔ پانچ منٹ بعد دو منٹ بعد دس منٹ بعد چند سیکنڈ ایسے آتے ہیں جب دماغ پوری طرح سویا ہُوا ہوتا ہے۔ اب یہ عادت کی بات ہے بعض لوگ ایسے ہیں جو سات یا آٹھ گھنٹے میں یہ وقت پورا کرتے ہیں۔ بچے جو ہیں چھوٹے وہ بارہ گھنٹے اور جو بالکل چھوٹے بچّے ہیں ڈاکٹر کہتے ہیں کہ انہیں چودہ گھنٹے سونا چاہیئے۔ لیکن بچہ جوں جوں بڑا ہوتا ہے ذمّہ داری اس کے اُوپر پڑتی ہے (مثلاً بچپن میں پڑھائی کی ذمّہ داری ہے) دماغ کو عادت پڑ جاتی ہے کم وقت میں ان سات یا آٹھ پوری نیند کے لمحات کو لینے کی۔ اور یہ وقت وہ پورا کر لیتا ہے۔ تو اگر آپ وقت پر اُٹھ کر نماز پڑھیں اور بعد میں سو جائیں، تو اس سے نہ آپ کے جسم کو کوئی نقصان پہنچے گا نہ آپ کے دماغ کو کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ آپ کی رُوح کو کوئی نقصان پہنچے گا نہ آپ کے دُنیا کے کاروبار کو کوئی نقصان پہنچے گا لیکن آپ کو فائدہ بڑا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا آپ کو حاصل ہو جائے گی۔ خدا آپ سے خوش ہو گا کہ میرے ان بندوں اور بندیوں نے میری رضا کی خاطر میرے احکام کی پیروی کی ہے۔ ہزاروں اور باتیں ہیں تفصیلی لیکن اصولی طور پر قرآن کریم میں چھ سو سے زائد احکام پائے جاتے ہیں قرآن کریم کے احکام کے مطابق زندگی گذارنا ہمارا فرض ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا دُنیا قرآن کریم کو بھول چکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ذریعہ قرآن کریم کو از سرِ نو زندہ کیا گیا ہے اور عملاً یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ ہر قسم کی بھلائی قرآن کریم میں ہے۔ آپ قرآن سے باہر، قرآن کریم کے احکام سے باہر، قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے کے بغیر صحیح معنی میں خیر حاصل ہی نہیں کر سکتیں یہ خدا کا فرمان ہے خدا کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم کے احکام سے باہر دُنیا کی عارضی خوشیاں شاید آپ کو مل جائیں اور شاید وہ بھی نہ ملیں۔ اِس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ حقیقی خوشی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم

کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے وہ آپ کو نہیں مل سکتی۔ اِس وقت ہزاروں کی تعداد میں ہماری جماعت میں ایسی بہنیں ہیں جو اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک زندہ تعلق کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ ہڈرزفیلڈ میں ایک عیسائی عورت نے مجھ سے سوال کیا کہ ایک عیسائی اور ایک مسلمان میں کیا فرق ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ تمہارا سوال یہ ہے کہ ایک سچّے عیسائی اور ایک سچّے مسلمان میں کیا فرق ہے۔ اُس نے کہا ہاں یہی میرا سوال ہے۔ مَیں نے کہا تو جواب سُنو۔ مَیں نے کہا ایک سچّے مسلمان کا سچّا، حقیقی اور زندہ تعلق اپنے ربّ سے ہوتا ہے لیکن اِس قسم کا تعلق کسی عیسائی میں نہیں خواہ اس کو تم سچّا عیسائی کہو یا جھوٹا عیسائی کہو اور یہ ایک ایسا بنیادی فرق ہے جو سچّے مسلمان اور ایک عیسائی میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ وہ ایک عورت تھی یہ سوال کرنے والی مَیں نے اُس کو کہا کہ مَیں تمہیں ایک احمدی عورت کا ایک رات کا جو مشاہدہ تھا اور ذاتی تجربہ تھا وہ بتاتا ہوں اس سے تمہیں پتہ لگے گا کہ جب مَیں یہ کہتا ہوں کہ ہمارا ہم میں سے لاکھوں کا زندہ تعلق اپنے ربّ سے ہے تو اسکے کیا معنی ہیں۔ گو تمہارے لئے تو یہ سمجھنا بھی مشکل ہے مَیں نے اسے بتایا کہ ۱۹۶۵ء میں ہماری ہندوستان سے جنگ ہوئی ایک احمدی عورت کا لڑکا میجر سیالکوٹ کے محاذ پر بھیجا گیا۔ آپ سب جانتی ہیں کہ بڑی سخت جنگ تھی اور خصوصاً سیالکوٹ کے محاذ پر پہلے چار پانچ دن تو اتنی شدید جنگ تھی کہ تصوّر میں بھی نہیں لا سکتیں آپ۔ اور ہمارا ایک بریگیڈ ان کی تین ڈویژن کے مقابلہ میں لڑ رہا تھا کیونکہ اچانک حملہ ہوا تھا اور فوجیں وہاں نہیں پہنچ سکی تھیں۔ اس میجر کی ماں کو طبعاً یہ خیال تھا کہ میرا بچہ پتہ نہیں بچتا ہے یا مارا جاتا ہے۔ مامتا بڑی جوش میں تھی ایسے وقت میں ایک ماں اپنے اس بچّے کو جو لڑائی کے وقت محاذ پر ہو کیسے بچا سکتی ہے۔ کوئی چارہ نہیں اس کے پاس سوائے ایک احمدی ماں کے جس کے پاس طاقت ہے کہ وہ اپنے ربّ کے حضور جُھکے اور دعائیں کرے اس کے لئے۔ چنانچہ رات کو وہ بڑھیا بیٹھ گئی اور اس نے دعا کرنی شروع کی کہ اے میرے خدا میرے بچّے کی حفاظت کا سامان کر اور مجھے تسلّی دے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کو یہ بتایا کہ آسمان سے فرشتوں کا نزول پاکستان کی حفاظت کے لئے ہو چکا ہے۔ اُس نے دعا نہیں چھوڑی۔ اس نے کہا اے خدا تیری ممنون ہوں کہ مجھے تُو نے یہ خبر دی ہے لیکن میری تسلّی نہیں ہوئی۔ مجھے تو یہ پتہ لگنا چاہیئے کہ میرے بچّے کی حفاظت ہو گی یا نہیں۔ اس کو اسی رات دوسری دفعہ یہ بتایا گیا کہ سیالکوٹ کے محاذ پر فرشتوں کو مسلمان فوجوں کی حفاظت کے لئے بھجوا دیا گیا ہے۔ اس کی پھر بھی تسلّی نہیں ہوئی کیونکہ فوج کی حفاظت کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کوئی شخص بھی مارا نہ جائے بلکہ اگر عام طور پر سَو میں سے مثلاً دو آدمی شہید ہو جاتے ہیں یا

زخمی ہو جاتے ہیں لیکن اگر ہزار میں سے دو آدمی شہید یا زخمی ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ نمایاں حفاظت کا مظاہرہ ہُوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوئے ہیں اور سَو میں سے دو کی بجائے ہزار میں سے دو شہید یا زخمی ہوئے ہیں۔ اس نے کہا خدایا میری اب بھی تسلّی نہیں ہوئی مجھے یہ بتا کہ میرے بیٹے کی حفاظت کا کوئی سامان تُو نے کیا ہے یا نہیں۔ تیسری دفعہ اسی رات میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بشارت دی کہ تیرے بیٹے کی حفاظت کا بھی سامان کر دیا گیا ہے۔ تو یہ وہ زندہ تعلق ہے جو احمدیت ایک احمدی عورت یا احمدی مرد یا احمدی بچّے کا اپنے ربّ سے پیدا کرتی ہے۔ اتنی بڑی نعمت کو چھوڑ کر دُنیا کی طرف جُھکنا عقل کی بات کب ہے؟ بالخصوص اس حال میں جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے دُنیا کو اور مَیں وارننگ (WARNING) ہر قوم کو دیتا چلا آیا ہوں کہ یا تو تم اپنے ربّ کی طرف واپس آؤ ورنہ تم مٹا دیئے جاؤ گے۔ اور جب کہ آپ کو یہ بشارتیں دی گئی ہیں کہ آپ قربانی کے مطالبات کو بشاشت سے قبول کریں گے اور اسلام کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھیں گی اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کریں گی تو آپ پر وہ نعمتیں نازل ہوں گی جو پہلوں پر بھی نازل نہیں ہوئیں۔ سارہی دُنیا کو اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں میں لا کر ڈال دیا تھا۔ دو بڑی قومیں تھیں اُس وقت روم کی اور ایران کی جو ساری دُنیا پر چھائی ہوئی تھیں نہتے مسلمانوں سے اُن کی گردنیں کٹوا دیں خدا نے۔ کیونکہ ان کی گردن کاٹنے کے لئے جو اسلام کو تباہ کرنا چاہتے تھے آسمان سے فرشتے نازل ہونے تھے۔ یہ تو ایک بہانہ ہے کہ مسلمان ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر ان کے مقابلے میں چلے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا وللاٰخرۃ خیرٌ لك من الاُولیٰ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو نظارے نشأۃِ اولیٰ میں تیرے سپاہی دیکھیں گے ان سے وسیع تر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے نظارے تیرے وہ فدائی دیکھیں گے جو بعد میں پیدا ہونے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں اور جو انعام آپ لوگوں کے لئے اِس دُنیا میں خدا نے مقدّر کیا ہے وہ ان لوگوں کے لئے مقدّر نہیں تھا جو بعثتِ نبویؐ سے تین سَو سال بعد پیدا ہوئے۔ دیکھو اسلام فاتح ہُوا اور پھر تنزّل میں چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی ہے کہ اب کے جب اسلام فاتح ہو گا اور دُنیا پر چھا جائے گا تو کبھی مغلوب نہیں ہو گا۔ پھر قیامت تک غیر مسلم چوہڑے اور چماروں کی طرح دُنیا میں رہ جائیں گے۔ یہ الفاظ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے استعمال کئے ہیں۔ آپ یہ پسند کرتی ہیں کہ آپ کی نسلیں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کی برکتوں اور اس کے فضلوں کی وارث بنیں یا

آپ یہ پسند کرتی ہیں کہ آپ کی نسلیں چوہڑوں اور چماروں میں شامل ہونے والی ہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں اور یقیناً آپ میں سے ہر ایک عورت یہ چاہتی ہے کہ آپ کی نسل اور ان کی اولاد اور پھر ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہوں تو اس وقت آپ کو بہت سی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ ان کے لئے پھر دُنیا بدل جائیگی اِسلام کا غلبہ ہوگا۔ پھر اس رنگ کی قربانی کا سوال نہیں ہوگا۔ آج تو ہم کہتے ہیں کہ جو قرآن نے پردہ کہا ہے وہ کرو۔ کوئی ہمارے پاس دُنیا کی طاقت نہیں ہے اگر آپ ہماری یہ بات مانتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرتی ہیں۔ یہ ثواب ان عورتوں کو نہیں ملے گا جو آپ کی قربانیوں کے نتیجہ میں خدا کا فضل حاصل کرنے والی ہوں گی کیونکہ اس وقت حکومت کہے گی کہ جو ننگے مُنہ باہر نکلیں گی ان کو سزا دی جائے گی پھر دیکھیں کون نکلتی ہے باہر۔ آج تو آپ آزاد ہیں۔ دو راستے ہیں آپ کے سامنے جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔ اُس وقت صرف ایک راستہ ہوگا دوسرا راستہ ہی کوئی نہیں ہوگا اور ثواب بھی کوئی نہیں ہوگا۔ اُس وقت صحیح راستہ اختیار کرنا یا نہ کرنا آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اور صحیح راستہ اختیار کرنے کے نتیجہ میں اِس وقت آپکو بڑے انعامات کا وعدہ دیا گیا ہے وعدے تو پُورے ہونے ہیں۔ مجھے تو یہ فکر رہتی ہے کہ کہیں حضرت موسٰی علیہ السلام کی قوم کی طرح اگلی نسل میں پورے نہ ہوں۔ میرے دل میں یہ شدید خواہش ہے مَیں سمجھتا ہوں آپ میں سے بھی ہر ایک کے دل میں شدید خواہش ہوگی کہ یہ وعدے جلدی پورے ہوں ہم بھی دیکھیں اور ہماری نسلیں بھی دیکھیں۔ چالیس سال ان کو خدا نے جنگلوں میں ڈالا تھا پھر ایک نئی نسل پیدا ہوئی ان کی پھر ایک نئے رنگ میں تربیت اللہ تعالیٰ نے کی تب وہ وعدہ جا کر پُورا کیا۔ بشارت تو بہر حال پوری ہونی ہے لیکن بشارت کے متعلق یہ وعدہ نہیں کہ اُس نسل کے حق میں بھی پوری ہوگی جو خدا تعالیٰ کا کہنا ہی نہ مانے۔ پس بہت ہی بڑی ذمہ داری ہے اِس وقت جو احمدی ہیں سمجھدار بڑی عمر کی عورتیں بھی اور مرد بھی ان کے اُوپر۔ اس ذمہ داری کو صحیح طور پر ادا کرنے کے نتیجے میں ہم ان عظیم بشارتوں کو قریب تر لا سکتے ہیں جو ہمیں دی گئی ہیں۔ اگر ہم سستی کریں، اگر ہم غفلت سے کام کریں خدا کا وعدہ تو پورا ہوگا لیکن اس کے فضل آپ پر نہیں نازل ہوں گے نہ آپ کی نسلوں پر۔ پھر اس کے فضل ان نسلوں پر نازل ہوں گے جو خدا کی راہ میں انتہائی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہوں گی اور پھر دیں گی بھی بشاشت سے وہ قربانیاں اِسی لئے خدا تعالیٰ کی رضا کے ٹھنڈے سائے میں وہ رہنے والی ہوں گی۔ میرا دل یہی کرتا ہے آپ کا دل بھی یہی کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے وہاں سے شروع ہو کر قیامت تک نہ چلیں بلکہ ہم سے شروع ہو کر قیامت تک چلیں تو اس چیز کو سامنے رکھیں آپ۔

جماعت کے لئے اسلام کے غلبہ کے لئے یہ زمانہ بڑا نازک ہے اِس بڑے نازک دَور میں ہماری جماعت داخل ہو چکی ہے اور انتہائی قربانیوں کا اِس وقت حالات مطالبہ کر رہے ہیں اور شاید اور بھی مطالبہ کریں۔ ان مطالبات کے مطابق آپ کو اپنی زندگیاں گزارنی ہوں گی اور مطالبات کے مطابق آپ کو جان کی، مال کی، وقت کی، خواہشات کی اور عادات کی قربانی دینی پڑے گی کیونکہ اس کے بغیر ہم اسلام کی آخری فتح کو قریب تر نہیں لا سکتے اور اس کے بغیر موجودہ نسل جو ہے وہ ان انعاموں کی وارث نہیں بن سکتی جن انعاموں کا ان کو وعدہ دیا گیا ہے۔ جہاں تک لجنہ اماء اللہ کا تعلق ہے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ کام ہی کوئی نہیں ہو رہا میرا مطلب یہ ہے کہ ان رفعتوں تک ابھی ہم نہیں پہنچے جن تک ہمیں پہنچنا چاہیئے۔ بعض لحاظ سے بعض لجنات (مَیں ساری دُنیا کی لجنات کا ذکر کر رہا ہوں آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کی تعریف کرنے لگا ہوں کیونکہ آپ کے کام کی تو زیادہ تفصیل کا مجھے علم ہی نہیں) مردوں سے آگے نکل جاتی ہیں۔ طبیعت ایک لحاظ سے خوش ہوتی ہے اور ایک لحاظ سے غصّہ بھی آتا ہے کہ مرد کیوں پیچھے رہ گئے۔ مثلاً وقفِ عارضی کا جو ابھی سلسلہ شروع ہؤا اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑا کامیاب ہے اور بڑے اچھے نتائج نکل رہے ہیں۔ اِس وقت تک تقریباً دو ہزار وفود چار ہزار افراد پر مشتمل اپنے خرچ پر پندرہ دن باہر لگا آئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ چار ہزار ہفتے جس کا مطلب یہ ہے کہ قریباً ۷۰ سال کا زمانہ۔ سب کو شامل کرکے وقفِ عارضی کا مجموعی زمانہ بہتّر سال ہے ستّر مبلغ ایک سال میں جتنا کام کر سکتے ہیں وہ وقفِ عارضی سے ہؤا۔ ان کے سپرد یہ بھی کام کیا گیا تھا کہ یہ تعلیمِ قرآن کی مہم کو جاری کریں اور اگر جاری ہو تو نگرانی کریں۔ تو بیسیوں مقامات سے یہ رپورٹیں آئیں کہ یہاں عورتیں زیادہ قرآن کریم جانتی ہیں مردوں کی نسبت۔ اور بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں سَو فیصدی احمدی عورت قرآن کریم پڑھ سکتی ہے اور احمدی بچّی ایک بھی ایسی نہیں جسے عمر کے لحاظ سے قرآن کریم پڑھ لینا چاہیئے اور اُس نے ابھی نہ پڑھا ہو اور عمر کے لحاظ سے قرآن کریم جس کو پڑھنا چاہیئے تھا وہ نہ پڑھ رہی ہو۔ یعنی ایسا انتظام ہے کہ چھوٹی بچّیاں بھی قرآن کریم پڑھ رہی ہیں۔ اب اگر پاکستان کی بیسیوں لجنات ایسی ہوں جہاں کی احمدی بہنیں اور احمدی بچّیاں قرآن کریم یا پڑھ چکی ہوں یا پڑھ رہی ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ لندن کی لجنہ یا یہاں کے اَور مقامات کی لجنہ ان سے پیچھے رہ جائے۔ مالی قربانی میں بھی ہماری عورتیں ہزاروں کی تعداد میں ایسی ہیں جو مردوں سے پیچھے نہیں۔ اَب دو مسجدیں تو آپ نے خالص اپنے چندوں سے بنا دیں ایک تو حال ہی میں مسجد ہے کوپن ہیگن کی جس کا ہم ابھی اِفتتاح کرکے آئے ہیں بڑی ہی خوبصورت مسجد ہے۔

مَیں زیورک میں تھا تو صبح تین بجے کے قریب مَیں اُٹھا میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے

مُبَارَكٌ وَّمُبَارَكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ

یہ مسجد مبارک قادیان سے متعلق ہے اور وہاں لکھا بھی ہوُا ہے دیوار پر۔ تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ یہ دَورہ اور وہ تمام مساجد جو اِس دَورہ میں مَیں VISIT کروں گا۔ جہاں مَیں جاؤں گا اللہ تعالیٰ ان مقامات کو پہلے سے بھی زیادہ برکت دے گا۔ کوپن ہیگن کی اِس خوبصورت مسجد کی محبّت وہاں لوگوں کے دلوں میں اِتنی زیادہ پیدا ہوئی کہ ہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ تیس یا پچّاس عیسائی بچّے مختلف وقتوں میں (ایک وقت میں تو اتنی تعداد نہیں ہوتی تھی) ایسے تھے جو وہاں آ کر نماز میں شامل ہو جاتے تھے اور صرف فرض نماز میں نہیں بلکہ سُنّتوں اور وتروں میں بھی۔ منصورہ بیگم نے بتایا کہ دو لڑکیاں بارہ تیرہ سال کی سہیلیاں تھیں۔ غالباً وہ وہاں آتی تھیں اور عشاء کے بعد وتروں میں بھی شامل ہوتی تھیں انہیں دیکھ دیکھ کے یعنی ان احمدی بہنوں کو دیکھ دیکھ کے جو وہاں کی ہیں۔ الغرض صبح سے لے کر شام تک تانتا بندھا رہتا تھا لوگوں کا۔ وہ سب مسجد کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ ایک دن میرے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کہتے ہیں کہ مَیں رات کو ڈیڑھ بجے اُٹھا مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کی تصویریں لے رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوُا کہ صبح سے لیکر رات کے ڈیڑھ بجے تک وہاں لوگ آتے رہے۔ اخباروں نے سچّی باتیں لکھیں۔ بعض جھوٹی باتیں بھی لکھیں پھر ان کی تردید بھی کرنی پڑی۔ اتنے جاہل ہیں یہ لوگ اسلام کے متعلق کہ ایک اخبار نے تصویر دے کر نیچے ایک فقرہ لکھ دیا کہ یہ لوگ محمدؐ کی پرستش کر رہے ہیں۔ مجھے جب پادری ملنے آئے تو مَیں نے وہ اخبار اُن کا جو لیڈر تھا اُس کے ہاتھ میں دیا اور کہا اس کا ترجمہ کر کے بتاؤ (وہ فقرہ ڈینش زبان میں لکھا ہوُا تھا) مجھے تو پتہ تھا کہ کیا اسکے معنی ہیں لیکن مَیں ان کے مُنہ سے کہلوانا چاہتا تھا۔ اُس کا مُنہ سُرخ ہو گیا شرمندگی سے۔ کہنے لگا مَیں نے یہ اخبار دیکھا ہے ہمیں بڑا افسوس ہے اس پر جس نے یہ لکھ دیا ہے۔ مَیں نے کہا اب دو صورتیں ہیں یا تو تم اس کی تردید کرو یا مَیں اس کی تردید کروں۔ مَیں تردید کروں گا تو بدمزگی پیدا ہو گی بہتر یہ ہے کہ تم کرو۔ اُنہوں نے کہا نہیں ہم کریں گے چنانچہ انہوں نے بڑی لمبی تردید اِس کی اسی اخبار میں شائع کی کہ ہم سے غلطی ہو گئی۔ جو ہم سے یہ فقرے لکھے گئے۔ بہرحال اس سے ان کی جہالت کا پتہ لگتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پر بڑی ذمّہ داری عاید ہوتی ہے۔ وہ اسلام قبول کیسے کریں جو اسلام کو پہچانتے نہیں، اس کی تعلیم سے ہی واقف

نہیں۔ ہمارا کام ہے ان تک اس تعلیم کو پہنچانا اور ان کی غلط فہمیوں کو دُور کرنا۔ کئی مجھ سے پوچھتے تھے کہ یہ کام تم کیسے کرو گے مَیں نے جواب دیا کہ MIS UNDERSTANDING (غلط فہمی) کو دُور کر کے۔ کیونکہ MIS UNDERSTANDINGS (غلط فہمیوں) کو دُور کرنے کا جو راستہ ہے وہ صداقت کے قبول کرنے تک پہنچا دیتا ہے۔ ساری غلط فہمیاں آپ کسی کی دُور کر دیں اِسلام کے متعلق وہ خود بخود اِسلام لے آئے گا کوئی غلط فہمی اس کے دل میں نہیں رہے گی اور پھر ہمیں نمونہ بن کر ان کے دل موہ لینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس وقت جو آپ کے واقف ہیں تھوڑے بہت وہ آپ کو پہچانتے ہوں گے لیکن دُنیا سمجھتی ہے کہ یہ عجیب و غریب خلقت ہے، اپنی ان کی دُنیا ہے اور اپنے خیالات اور یہ ہم سے کٹے ہوئے ہیں یہ خیال غلط ہے۔ زیورک میں ایک دُکان دار سے بات ہوئی تو وہ کہنے لگا اچھا! تو کیا مَیں مسجد میں جا سکتا ہوں میرا تو خیال تھا کہ مسلمانوں کی مسجد میں کوئی عیسائی داخل نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے اس کو بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسجد میں عیسائی وفد کو اپنی عبادت کرنے کی اجازت دے دی تھی اور تمہیں ابھی تک یہ بھی شُبہ ہے کہ تم مسجد میں داخل بھی ہو سکتے ہو یا نہیں۔ کوپن ہیگن والوں کو تو اَب پتہ لگ گیا ہے پہلے تو وہاں بھی اکثریّت ایسی ہوتی تھی جو کار سے اُترتا میاں بیوی بچّوں کو ساتھ لے کر وہ باہر ہی کھڑا ہو کر دیکھنے لگ جاتا اندر آتے ہوئے وہ ڈرتے تھے۔ چونکہ ہمارے وہاں بہت سے احمدی جمع تھے وہ ان کو اندر لے آتے تھے اور ان کو بتا دیتے تھے کہ ایک ہماری CONDITION (شرط) ہے کہ اپنی جوتیاں اُتار دو کیونکہ جُوتیوں کے ساتھ گند ہوتا ہے تو وہ بیچارے باہر جُوتیاں اُتارتے۔ اپنی طرف سے تو بڑی قربانی دیتے ہوں گے بُوٹ اُتار کر اندر جاتے تھے۔ وہ مسجد بڑی خوبصورت ہے اور بڑی اس کے اندر شان بھی پائی جاتی ہے اور اللہ یاد آ جاتا ہے۔ مَیں بھی جب اندر گیا ہوں تو میرا دل چاہتا تھا کہ مَیں سب باتیں چھوڑ کر دو نفل پڑھ لوں۔ اس وقت بعد میں خدا نے توفیق دی اور پڑھے علیحدگی میں اور پڑھے بھی اِفتتاح سے پہلے جبکہ وہ ابھی بن رہی تھی۔ یہ ہماری ذمّہ داری ہے کہ ہم ان کو بتائیں کہ اسلام کی کیسی حسین اور خوبصورت تعلیم ہے اور پھر ہے بھی مفید۔ پھر اس کے نتیجہ میں ہمارا تعلق اپنے ربّ سے ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جو ہم اپنی زندگی میں اپنے ربّ کے فضلوں کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ اپنی جگہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ خدا کی ہستی کا اِس سے بڑا ثبوت کوئی نہیں مل سکتا۔ اب وہاں سے جب مَیں چلا ہوں دس دن پہلے تک قریباً اِنشراح بھی پُورا نہیں ہوُا تھا کہ سفر کروں یا نہ کروں۔ دعا کر رہا تھا تو ایک دن مَیں نے خواب دیکھی جس کے

نتیجہ میں میرا انشراح صدر ہو گیا اور مَیں نے یہ کہہ دیا (بڑا تنگ وقت تھا ویسے) کہ ہاں تیاری کر لو۔ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار ہے کئی سَو فٹ اور جہاں جا کے ہمیں بٹھایا گیا ہے وہ ایک اُونچی سی جگہ ہے۔ اس کے اُوپر ایک کوچ بچھا ہوُا ہے۔ کئی آدمی وہاں جمع ہیں اور وہاں مجھے اور منصورہ بیگم کو جا کے بٹھانے والوں نے بٹھایا ہے۔ اس وقت تک ہماری پیٹھ تھی اس دیوار کی طرف۔ لیکن جس وقت ہم بیٹھے ہیں تو دیکھا کہ سامنے دیوار اس قدر خوبصورتی سے سجائی گئی ہے کہ کوئی انسانی ہاتھ اتنی خوبصورتی سے کہیں بھی سجاوٹ نہیں کر سکتا اور وہاں کچھ پھُول سے بنے ہوئے ہیں جو بعد میں مجھے غور کرنے سے پتہ چلا کہ پھُول کچھ اشعار ہیں اور اس دیوار کے ذرّے ذرّے سے مختلف رنگوں کی روشنیاں پھُوٹ کر باہر نکل رہی ہیں۔ کوئی ٹیوب نہیں ہے کوئی بلب نہیں ہے لیکن محسوس یوں ہوتا ہے جیسے دیوار میں سے روشنی نکل رہی ہے۔ اتنا خوبصورت تھا وہ منظر کہ لمبا عرصہ خواب میں مَیں اس خوبصورتی میں کھویا رہا اور اس کے بعد پھر مَیں نے جب غور کرنا شروع کیا تو دیکھا کہ اس کے وسط میں گیٹ پر جیسے اُونچا سا کوئی مینارہ ہے پچاس ساٹھ فٹ اُونچا مینارہ اور کوئی پچاس فٹ چوڑی دیوار، اس کے وسط میں موٹے حروف میں اس روشنی کے ساتھ ہی لکھا ہوُا ہے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ خواب کی اَور بہت لمبی تفصیل ہے جس میں مَیں اِس وقت نہیں جاؤں گا۔ مجھے دراصل یہ سبق دیا اللہ تعالیٰ نے کہ اصل منبع ساری طاقتوں کا، ساری عزّتوں کا، ساری حفاظتوں کا، ساری کامیابیوں کا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اوُ اللہ تعالیٰ کا جب وعدہ ہو کہ مَیں تمہارے لئے کافی ہوں تو پھر اپنی کم مائیگی یا اپنی کمزوریوں کو نہیں دیکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے دعائیں کرتے ہوئے سفر کو اختیار کرو اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔

لوگوں نے غیر معمولی طور پر ہم سے تعاون کیا۔ زیورک میں ایک اخبار نکلتا ہے وہ ہمیشہ اسلام کے خلاف لکھتا تھا اور کبھی بھی اس کی تردید شائع نہیں کرتا تھا۔ ہمارے مشتاق احمد باجوہ کہتے تھے ہم تردید لکھتے ہیں لیکن یہ شائع نہیں کرتا۔ جب ہم وہاں گئے تو پریس کانفرنس میں اُس اخبار کا نمائندہ بھی آیا ہوُا تھا جو ایک نوجوان تھا۔ باتیں ہوتی رہیں مختلف سوال اُن لوگوں نے کئے مَیں نے جواب دئے۔ بعد میں بھی وہ مجھ سے باتیں کرتا رہا آخر میں کہنے لگا کہ مجھے یہ بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بعثت کی غرض کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے خود ہی جواب سکھاتا ہے اُسی وقت فوراً ہی میرے دماغ میں یہ جواب آیا مَیں نے کہا مَیں اپنے الفاظ میں تمہیں کیا بتاؤں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے جواب میں تمہیں بتاتا ہوں آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مَیں دلائل کے ساتھ اُس صلیب کو توڑنے آیا ہوں جس صلیب نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور جسم کو زخمی

کیا۔ اُچھل پڑا وہ اور کہنے لگا مجھے حوالہ چاہیئے۔ یہ لوگ تو حوالہ مانگتے ہیں فوراً۔ خدا کا کرنا کیا ہوُا کہ میرے نوٹوں میں یہ حوالہ بھی تھا۔ مَیں نے چوہدری محمد علی صاحب (جو پرائیویٹ سیکرٹری ہیں آجکل) سے کہا کہ وہ میرے نوٹ لے آئیں۔ مَیں نے مختلف حوالے ویسے ہی جمع کئے تھے اور ساتھ لے آیا تھا کہ شائد کام آجائیں۔ اس کا ترجمہ اس کو دکھایا اُس نے اس کو نوٹ کیا۔ پھر اسلام کے متعلق، جماعت کے متعلق، مسجد کے متعلق اور میرے متعلق اُسنے اپنے اخبار میں لکھا اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعثت کی جو غرض بیان کی ہے وہ لکھ دی انہی الفاظ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے تھے کہ مَیں اس صلیب کو دلائل کے ساتھ توڑنے آیا ہوں جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور جسم کو زخمی کیا۔ اسی طرح ہیمبرگ میں چار اخبار چھپتے ہیں جن میں سے ایک اخبار سارے جرمنی میں چوٹی کے دو اخباروں میں سے ایک ہے بڑی بڑی تصویریں دے کر انہوں نے خبریں شائع کیں۔ سب یہ پوچھتے تھے اور حیرانی سے پوچھتے تھے کہ اچھا تو آپ یورپ کو مسلمان بنانے کی امید رکھتے ہیں۔ کیسے بنائیں گے آپ؟ مَیں نے جواب دیا تھا کہ ہم تمہارے دِلوں کو فتح کر لیں گے اور اِس طرح تمہیں مسلمان بنا لیں گے۔ کیونکہ اسلام امن کا مذہب ہے جنگ سے نہیں ہم تمہیں مسلمان بنائیں گے ہم تو آپ کے دلوں کو فتح کریں گے۔ یہ مقدّر ہے اور تباہی بھی مقدّر ہے یا تو تم پہلے مسلمان ہو جاؤ اگر تباہی سے بچنا چاہتے ہو اور اگر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے قہر کا ایسا کوڑا تم پر نازل ہو گا جو تمہیں ملیامیٹ کر دے گا۔ اکثریت تمہاری آبادی کی ماری جائے گی تمہارا زور ٹوٹ جائے گا۔ تمہاری انڈسٹری تباہ ہو جائے گی۔ فوجی طاقت جو ہے تمہاری وہ تباہ ہو جائے گی اور جو بچ جائیں گے تم میں سے وہ اسلام لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے جو پُورا ہو گا۔ انہوں نے یہ ساری خبریں دیں ٹیلیویژن کے اُوپر ساٹھ ستّر لاکھ آدمیوں نے میرا انٹرویو دیکھا بعد میں ہیمبرگ میں ہمارے لئے باہر جانا مشکل ہو گیا۔ دُکانوں پر کوئی دُکاندار اخبار میں چھپی ہوئی تصویر لا کر مُنہ کے سامنے رکھ دیتا اور اِس طرح یہ بتاتا کہ ہم پہچانتے ہیں آپ کو۔ جہاں تک نظر جاتی سڑک کے اُوپر ہزاروں آدمی کھڑے ہو جاتے تھے ہمیں دیکھنے کے لئے۔ سینکڑوں کیمرے نکل آتے تھے پتہ نہیں کتنی تصویریں کھینچی گئیں۔ اِسلام کا یہ بڑا تعارف ہے مگر ہے ابتدائی اس کو آخری فتح نہیں کہہ سکتے نہ یہ سوچنا چاہیئے لیکن اس وقت تک ان لوگوں کو یہ علم ہی نہیں تھا کہ کوئی وارننگ آسمان سے نازل ہو چکی ہے تو اتمامِ حُجّت ہو گیا اُن کو پتہ لگ گیا اخباروں نے شائع کر دیا کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ یا تو تم اپنے CREATER کی طرف، اپنے پیدا کرنیوالے کی طرف واپس آؤ اور اس کی اطاعت کرو یا تم تباہ ہو جاؤ گے تو یہ اتمامِ حُجّت ہو گیا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ

ہم یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان قوموں کو توفیق عطا کرے کہ وہ تباہی سے پہلے ہی اسلام کو قبول کرلیں اور تباہی سے بچ جائیں یہ یقینی ہے ہمیں، اسی طرح یقین ہے جس طرح ہمیں یہ یقین ہے کہ اِس وقت سُورج چڑھا ہُوا ہے، جس طرح ہمیں یہ یقین ہے کہ اِس وقت لجنہ کا اجلاس ہو رہا ہے، جس طرح ہمیں یہ یقین ہے کہ یہ وعدے اپنے وقت پر پُورے ہوں گے شُبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے ہمیں فکر یہ ہے بلکہ مجھے کہنا چاہیئے کہ مجھے دُو فکریں ہیں ایک یہ کہ اگر یہ قومیں جلدی ایمان نہ لائیں تو تباہ ہو جائیں گی اور انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے قہر سے یہ محفوظ رہیں۔ دوسرے مجھے بڑی شدید فکر ہے اپنے بھائیوں اور بہنوں کے متعلق کہ وقت آگیا ہے انتہائی قربانی دے کر انتہائی فضلوں کو حاصل کرنے کا۔ اگر ہم نے سُستی کی تو پھر ہم ان فضلوں اور ان انعاموں سے محروم ہو جائیں گے۔ میرے پاس تو کوئی طاقت نہیں ہے مَیں ہر نماز میں آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اسلام کے غلبہ، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے قیام کا سامان پیدا کرے۔ جو میری طاقت میں ہے وہ یعنی اپنی دعائیں مَیں آپ کو دیتا رہتا ہوں آپ بھی دعا کریں اپنے لئے بھی اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول کرے اور آپ کے دِلوں میں یہ احساس پیدا کرے کہ یہ وقت آرام کا نہیں آرام کھونے کا وقت ہے اگر ہم نے آرام حاصل کرنا ہے تو ہمیں اپنے آراموں کو اِس وقت قربان کرنا پڑے گا پھر اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی دی تو وہ ہمیں اِس دُنیا میں جائز آرام بھی دے گا اور ہماری نسلوں کو بھی اِس دُنیا کی جائز نعمتیں عطا کرے گا اور وہ دے گا جو پہلوں کو نہیں ملا جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے اور جو دوسری دُنیا کے اِنعام ہیں ان کے متعلق تو ہم سوچ ہی نہیں سکتے یہ یقین رکھیں اور اگر یقین کمزور ہے تو اس کو پُختہ کریں کہ اِس زندگی کے بعد ہمیں ایک اَور زندگی ضرور ملنی ہے جو ابدی زندگی ہے جس نے کبھی ختم نہیں ہونا۔ یہ زندگی اگر بیس تیس سال چالیس پچّاس، ساٹھ، ستّر، سَو سال بھی اگر انسان زندہ رہا تو کیا رہا۔ آپ میں سے مثلاً جن کی بیس سال زندگی ہے وہ پیچھے دیکھے تو سمجھے گی کہ ایک دِن میں ہی یہ بیس سال ختم ہو گئے۔ جن کی پچّاس سال عمر ہے وہ پچّاس سال پیچھے نگاہ کرے تو سمجھے گی کہ پتہ ہی نہیں لگا کہ کتنی جلدی وقت گزر گیا ہے۔ سَو سال کیا ہیں۔ کروڑ سال کے مقابلہ میں بھی سَو سال کچھ نہیں۔ ارب سال کے مقابلہ میں بھی سَو سال کچھ نہیں۔ جس زندگی کو ہم سالوں میں گِن ہی نہیں سکتے وہ ابدی زندگی ہے اس کے مقابلہ میں پچّاس، ساٹھ، ستّر یا سَو سال کیا چیز ہیں۔ تو تھوڑی سی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ بڑے انعاموں کے وعدے

دے رہا ہے ہمیشہ قربانیاں تو نہیں لیتا۔ حضرت رسول کریمؐ کے زمانہ میں سب سے بڑی مالی قربانی حضرت ابوبکرؓ نے کی۔ ایک وقت میں اسلام کو مال کی ضرورت تھی ساری پُونجی اپنی لاکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں ڈال دی۔ آپؐ نے فرمایا ابوبکر! اپنے گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کا نام۔ یہ ابوبکر وہ ہیں جن کو ایک ایک وقت کی فتوحات میں جو اموال ملتے تھے وہ ان کی اور ان کے ساتھی صحابہؓ کی مالی قربانیوں سے بہت زیادہ تھے۔ اموال تو حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں بھی آئے لیکن اتنے نہیں جتنے خلافتِ ثانیہ یعنی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک ایک وقت میں ایک ایک خاندان کو جو دنیوی انعام ملتا تھا وہ اس سب سے بڑی قربانی دینے والے کے مال کی جو قیمت تھی اس سے سَو گنا ہزار گنا زیادہ ہوتا تھا اور پھر فتوحات کا زمانہ جب آیا تو آتا چلا گیا۔ یکے بعد دیگرے ایک سال میں پانچ پانچ دفعہ یہ انعام دنیا کے رنگ میں اللہ تعالیٰ دے دیتا تھا مگر دُنیا کی محبّت ان کے دلوں سے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ آپ سب کی ماں حضرت عائشہؓ کو صُبح کے وقت ایک عزیز نے ایک لاکھ درہم لاکر دیئے ان کو مصیبت پڑ گئی۔ اپنے سب دوسرے کام جو عادۃً کیا کرتی تھیں چھوڑ چھاڑ بیٹھ گئیں۔ اسی وقت اپنی لونڈی کو (اس وقت ایک ہی لونڈی تھی ان کے پاس) اور اپنی ایک عزیز خاتون کو بُلا لیا اور تقسیم کرنا شروع کیا۔ شام کو اُس وقت اُٹھیں جب اس لاکھ درہم میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں رہا۔ خود روزے سے تھیں اپنی نوکر سے پوچھا روزے کے لئے بھی کچھ ہے یا نہیں۔ اس نے کہا چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے کہا الحمد للہ۔ وہ کھجوریں لاؤ روزہ کھولتے ہیں۔ تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑے مال دیئے چھوٹی چھوٹی قربانیوں کے نتیجہ میں لیکن مال کی محبّت ان کے دِلوں میں سرد کر دی گئی تھی۔ آپ امیر ہونے کے باوجود غربت کی زندگی گزارتے رہے اور کسی کو احتیاج میں دیکھنا پسند نہ کیا۔ بعض ایسے بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جب دیا تو وہ انہوں نے خدا کی محبّت میں اپنے پر بھی خرچ کیا۔ ہمارے ایک بزرگ تھے وہ ایک ایک ہزار روپے کا جُبّہ پہنا کرتے تھے کسی نے اعتراض کر دیا اُنہوں نے کہا خدا تعالیٰ کی نعمت کا مَیں اعلان کر رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ مجھے دیتا ہے مَیں اسے خرچ کرتا ہوں اُس کی راہ میں بھی اور اپنے آپ پر بھی۔ لیکن اِس جُبّے سے یہ محبّت نہیں رکھی کہ خدا چلا جائے لیکن میرا جُبّہ محفوظ رہے۔ اندر سے طبیعت اِتنی سادہ تھی کہ وہ بزرگ ایک دفعہ ایک دعوت میں گئے تو انہیں پہچانا نہیں کسی نے۔ عام سادہ لباس میں چلے گئے تھے۔ وہ واپس آئے اور انہوں نے اپنا نہایت قیمتی جُبّہ پہنا اور اس دعوت میں پھر گئے لوگوں نے پہچانا، بڑی آؤ بھگت کی، آگے جاکر بٹھایا عزّت کی جگہ پر اور

انہوں نے جا کے پلیٹ میں لُقمہ ڈالنے کی بجائے اپنے جُبّہ کا پَلّو ڈبونا شروع کر دیا کسی نے پُوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا جُبّے کی عزّت ہے تمہاری نگاہ میں اِس لئے مَیں جُبّے کو کھانا کھلا رہا ہوں۔ اِس طرح انہیں سبق دیا۔ تو انہوں نے خرچ بھی کیا لیکن مال سے پیار نہیں کیا اس سے کوئی دِلی اُلفت نہیں رکھی۔ حضرت عمرؓ جب شام گئے تو آپ نے دیکھا کہ بڑے اعلیٰ درجہ کے قیمتی ریشمی جُبّے پہنے ہوئے سردارانِ فوج آپکے استقبال کے لئے آگے آگئے ہیں۔ آپ کی تیوری پر بَل پڑ گئے۔ جب تیوری پر بَل دیکھے ان سرداروں نے تو وہ سمجھ گئے کہ کیا بات ہے۔ انہوں نے اپنے جُبّے کی تنیاں کھول کے اپنے جُبّے کے اندر نیچے جو کچھ تھا وہ دکھایا کہ دیکھو یہ کیا ہے انہوں نے نیچے زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ ریشمی جُبّے کا تو اُس کو مزہ آتا ہے جس کے جسم سے نرم نرم ریشم مَس کرے۔ جس نے اس جُبّے کے نیچے سخت چُبھنے والی زرہ پہنی ہوئی ہے اُس نے جُبّہ آرام کے لئے نہیں پہنا اُس نے جُبّہ خدا تعالیٰ کی نعمت کے اعلان کے لئے پہنا ہے کہ کبھی ہم وہ لوگ تھے جن کو تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے نہیں ملتے تھے جن کے متعلق یہ حکم دیا گیا تھا کہ عورتیں سجدے سے ذرا دیر بعد سر اُٹھایا کریں کیونکہ چھوٹی دھوتیاں پہنے ہوئے مسلمان غریب آگے نماز پڑھ رہے ہوتے تھے ان کو خدا تعالیٰ نے یہ نعمتیں دیں کہ قیصر و کسریٰ کے جُبّے ان کے پاس آئے۔ ایک طرف ان کے دل خدا تعالیٰ کی نعمت اور اس کے فضل کو دیکھ کے اس کی حمد سے معمور ہو گئے اور دوسری طرف انہوں نے اسے جائز حد تک استعمال بھی کیا لیکن اِس مظاہرہ کے ساتھ کہ ان چیزوں سے ہمیں حقیقی لگاؤ کوئی نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ غالباً کسریٰ کا جو رومال تھا اس میں بڑی شان سے تھوکا کرتے تھے اور اگلی نسل کو سمجھانے کے لئے کہا کرتے تھے یہ وہ ابوہریرہؓ ہے کہ جس کو کھانے کو نہیں ملا کرتا تھا اور وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر پھرا کرتا تھا اور آج کسریٰ کا رومال اس کے پاس ہے تھوکنے کے لئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِس رنگ میں بھی بڑے فضل کئے اور اس رنگ میں پہلوں سے زیادہ فضلوں کی آپ لوگوں کو بشارتیں ملی ہیں۔ تو خدا کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنی جانوں پر رحم کرتے ہوئے اور اپنی نسلوں کی خاطر ان انتہائی قربانیوں کو دینے کے لئے تیار ہو جاؤ جن کا اِس وقت اسلام اور احمدیت آپ سے مطالبہ کر رہی ہے اور قرآن کریم کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کرو کہ تمام خیر قرآن میں ہے۔ جو شخص قرآن کریم سے محبت رکھتا ہے جو شخص قرآن کریم کی اس تفسیر کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اِس زمانہ کی اُلجھنوں کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر ہمیں بتائی ہیں اسے تو

سب خیر مل جائے گی۔ اگر ہم سوچیں تو ہماری قربانیاں دراصل کوئی قربانیاں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ایک چیز وہ ہم سے تھوڑی سی واپس مانگتا ہے اور پھر ہمیں وہ اَور دے دیتا ہے۔ بڑے ہی فضلوں کے وعدے ہیں بڑے انعامات کے وعدے ہیں۔ اب انتہائی وعدوں کے پُورا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی انتہائی رحمتیں برسانے کے لئے تیار ہے کیا آپ اس رحمت کے مینہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر تیار رہیں تو بڑی خوش قسمت ہیں اور خدا کرے کہ آپ تیار ہوں اور خدا کرے کہ میری یہ گھبراہٹ جو ہے وہ دُور ہو جائے اور ہم سب بھی اور آپ بھی ہمارے سب بھائی اور بہنیں اللہ تعالیٰ کی آواز پر قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جائیں تا کہ ہم اپنی زندگیوں میں اپنے پر اور اپنی نسلوں پر بھی ان انعامات کو اور رحمتوں کو نازل ہوتے دیکھ لیں جو آسمان پر ہمارے لئے مقدّر ہو چکی ہیں۔ آمین

(الفضل ۷، ۸ رجون ۱۹۷۲ء صـ ۳،۲)

مَیں احمدی مستورات کو مُبارکباد دیتا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد ڈنمارک کیلئے انکی قربانیوں کو قبول فرمالیا

(فرمودہ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۷ء بر موقع استقبالیہ تقریب بمقام ربوہ)

سب سے پہلے تو مَیں تینوں ایڈریسوں پر جو یہاں دیئے گئے ہیں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ ربوہ اور ناصرات الاحمدیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ شکریہ سے تو میرا دل لبریز ہے مگر جس شکر سے میرا دل لبریز ہے وہ اپنے رب کے لئے ہے جس کی حمد میرے روئیں روئیں سے پھُوٹ کر باہر نکل رہی ہے۔ نصرت جہاں مسجد کے افتتاح کے ساتھ کہ جس کے لئے مَیں کوپن ہاگن گیا یہ مقصد بھی میرے پیشِ نظر تھا کہ جس غرض کے لئے مساجد تعمیر کی جاتی ہیں اس غرض سے بھی ان ممالک کے بسنے والوں کو روشناس کرایا جائے۔

یہ مسجد بہت سے پہلوؤں سے بڑی اہمیّت رکھتی ہے۔ زمانہ کے لحاظ سے اس کو دو خلافتوں نے گھیرا ہوا ہے۔ دعاؤں کے لحاظ سے ابتداء میں جب اس کی بُنیاد رکھی گئی یعنی جب اس کے لئے چندہ جمع ہونا شروع ہوا اس نے ہمارے محبوب امام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دعائیں لی تھیں اور جب یہ مکمل ہوئی یا جب یہ تکمیل کے دَور میں سے گزر رہی تھی اس وقت خلافتِ ثالثہ کی دعائیں اس کے ساتھ تھیں۔ پھر جس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اِس مسجد کو قبولیّت عطا کی ہے اس کی مثال بھی دُنیا میں بہت کم ملتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ ہمارے ربّ نے آسمان کے فرشتوں سے کہا زمین پر اُترو اور اس مسجد کی مقبولیت دلوں میں بٹھاؤ پہلے دن سے ہی ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم اسے دیکھنے آتے رہے اور پھر ہفتوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اِس کثرت سے عیسائی لوگ اِس مسجد کو دیکھنے کے لئے آتے تھے کہ جن دوستوں کے ذمّہ یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ آنے والوں کا استقبال کریں، انہیں مسجد دکھائیں ان کا شکریہ ادا کریں اور جاتے وقت ان کے ہاتھ میں وہ دو ورقہ دے دیں جو اِس غرض کے لئے پہلے سے ڈینش زبان میں شائع کرا لیا گیا تھا۔ وہ ناکافی ہو جاتے تو عیسائی بچّے ہمارے مہمانوں کا استقبال کرتے انہیں مسجد میں لاتے انہیں مسجد دکھاتے اور جب وہ واپس جاتے تو وہ عیسائی بچّے عیسائیوں کے ہاتھ میں اسلام کا پیغام یعنی وہ دو ورقہ پہنچا دیتے۔

پھر قریباً سب اخبارات نے جو ڈنمارک سے چھپتے ہیں اور بعد کی رپورٹ کے مطابق جو سویڈن اور ناروے میں بھی چھپتے ہیں انہوں نے اِس مسجد کا تذکرہ اپنے اخبارات میں بھی کیا اور اس پر مضامین لکھے۔ بعض رسالوں نے تو پورا ایک صفحہ مسجد کی تصاویر اور اس مضمون پر صرف کیا جو انہوں نے اس کے بارہ میں لکھا۔ پھر ریڈیو کے ذریعہ اِس مسجد کا ذکر دُنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ ٹیلی ویژن پر مسجد کا افتتاح کروڑوں باشندوں نے دیکھا اور نہ صرف یورپ کے کروڑوں باشندوں نے دیکھا بلکہ جس بات سے مجھے بہت خوشی ہوئی وہ یہ ہے کہ سعودی عرب میں بھی افتتاح کی ٹیلی ویژن دو دفعہ دکھائی گئی (بعد کی اطلاع کے مطابق مصر میں بھی دکھائی گئی)۔

لوگوں کے دلوں میں اِس مسجد کی محبّت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اِس قدر پیدا کی کہ وہاں کے لارڈ میئر نے کہا کہ ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمارے علاقہ میں ایک مسجد تعمیر کی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ باہر سے آنے والے لوگ جو سیاحت کرتے ہوئے ہمارے علاقہ میں پہنچیں گے وہ اِس مسجد کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوں گے۔ تصاویر اس مسجد کی اتنی لی گئیں کہ ان کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ہزاروں کیمروں کی آنکھیں اِس مسجد پر پڑیں اور ہزاروں کیمروں کے سینوں نے اِس مسجد کا حسین عکس اپنے اندر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا اور ہزاروں گھروں میں وہ تصاویر ایک لمبے عرصہ تک محفوظ رہیں گی اور وہ لوگ اور ان کے بچّے انہیں دیکھا کریں گے۔ اتنی مقبولیّت اِس مسجد کو حاصل ہوئی کہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور مسجد کی مقبولیّت ایک بے معنی چیز ہے۔ اگر صرف یہی ہو کہ اینٹیں دیکھیں یا سیمنٹ کی تعمیر دیکھی اور اس سے محظوظ ہوئے۔ اصل چیز تو مسجد کی رُوح ہے اور مسجد کی رُوح نے بھی لوگوں میں ایک انقلابِ عظیم

پیدا کیا۔ مَیں نے افتتاح کے موقع پر یہ اعلان کیا کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق

اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ

مساجد اللہ تعالیٰ کی ملکیّت ہیں اور ہم عاجز بندے بطور نگران کے ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اِسلام نے مسجد کا دروازہ ہر اُس شخص کے لئے کُھلا رکھا ہے جو خدائے واحد کی پرستش کرنا چاہے اور نیک نیتی کے ساتھ اور ہر قسم کے شر سے پاک ہو کر اِس مسجد میں داخل ہونا چاہے۔ اِس اعلان کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بیسیوں بچّوں نے (گو یہ عمر ناسمجھی کی ہے) ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو کر نماز ادا کی۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ سینکڑوں عیسائی مردوں اور عورتوں نے ہماری دعا اور نماز کے وقت اس عبادت میں اِس طرح شرکت کی کہ وہ بھی سر جُھکا کر اس نماز کے وقت دعا کرتے رہے اور ایک شخص نے اخبار میں لکھا کہ اس روز ہمیں عبادت کا جو مزہ آیا وہ ہمیں کسی اَور جگہ نہیں ملا۔

غرض مسجد کی رُوح بھی ان لوگوں پر روشن ہوئی اور ان کے دلوں کو جذب کیا اور انہیں خدائے واحد کی طرف متوجہ کیا۔ اسلام کا پیغام سُننے کے لئے انہیں تیار کیا اور لاکھوں آدمیوں کے دلوں میں جو ڈنمارک میں رہتے ہیں یہ جُستجو پیدا کی کہ ہمیں اسلام کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ ہمارے دَورہ کے بعد اِس وقت تک وہاں پانچ بیعتیں ہو چکی ہیں (اب یہ تعداد ۸ تک پہنچ چکی ہے) اِن بیعت کرنے والوں میں ایک کیتھولک نوجوان بھی شامل ہیں اور وہ سکنڈے نیویا میں پہلے کیتھولک نوجوان ہیں جس نے اِسلام اور احمدیت کو قبول کیا ہے اور ہمارے امام کمال یوسف بہت خوش ہیں کہ کیتھولک عیسائیوں کے لئے بھی جو اپنے مذہب میں بڑے کٹر ہُوا کرتے ہیں اسلام کا دروازہ کُھل گیا ہے۔

مسجد "نصرت جہاں" یورپ کے تمام ملکوں کی مدد کے لئے قائم ہوئی ہے اور اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مَیں یہاں لوگوں کی رُوحانی مدد کے لئے موجود ہوں اور قیامت تک قائم رہوں گی اِنشاءاللہ۔ اِس مسجد نے ان لوگوں کے دلوں کو متاثر کیا۔ ان کے دِلوں میں اپنی محبّت قائم کی اور ان کے دلوں کو اپنے ربّ کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کیا اور ان کی رُوحوں میں ایک ہلکی سی روشنی کی چمک پیدا کی جس کے نتیجہ میں ہم امّید رکھتے ہیں کہ ایک دن اسلام کی پوری روشنی بھی ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گی اور وہ اپنے ربّ کو پہچاننے لگیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جو تمام دُنیا کے مُحسنِ اعظم ہیں) کے ٹھنڈے سایہ تلے جمع ہو کر اس آتشیں تباہی سے محفوظ ہو جائیں گے کہ جس سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔

وہاں مَیں نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جو درخت یورپ میں لگائے تھے ان کے شیریں پھل پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ مَیں یہ دیکھ کر بڑا ہی خوش ہؤا اور مَیں نے اپنے رب کی بڑی ہی حمد کی کہ وہاں کی احمدی مستورات میں اس قسم کا اخلاص اور ایثار اور فدائیت اور جاں نثاری کا جذبہ پایا جاتا ہے کہ جس قسم کی فدائیت اور جاں نثاری کا جذبہ ہمارے ملک کی اکثر احمدی مستورات میں پایا جاتا ہے۔ کوپن ہیگن میں ہماری پانچ سات احمدی بہنیں ہیں وہ صبح ۸ بجے سے لے کر رات کے گیارہ بارہ بجے تک جماعت کے کاموں میں مشغول رہتی تھیں اور بڑے شوق سے کام کرتی تھیں۔ اِسی طرح زیورک میں ہماری ایک احمدی بہن ہے وہ ایک بڑے مشہور نواب کی بیٹی ہیں وہ احمدی ہو چکی ہیں وہ صبح سے لے کر شام تک نوکروں کی طرح کام کیا کرتی تھیں۔ وہ برتن صاف کرتی تھیں اور کھانے پکانے میں مدد کرتی تھیں۔ وہ اتنی باحیا تھیں کہ نقاب نہ ہونے کے باوجود برقعہ میں ہوتی تھیں نظر ہر وقت نیچے کئے ہوئے اور سر ڈھانکے ہوئے ان کے چہرہ پر مجسّم حیا کی روشنی چمکتی تھی اور جب وہ بے وقت کام سے فارغ ہو کر گھر واپس جاتی تھیں تو یہ احساس ہوتا تھا کہ ان کی خواہش ہے کہ اگر کوئی اَور کام ہوتا تو وہ بھی کرتی چاہے ساری رات ہی یہاں کیوں نہ گزر جاتی۔

غرض بڑی فدائی احمدی بہنیں وہاں پیدا ہو چکی ہیں ۔ ۷،۳ سے تعلق رکھنے والی ایک عیسائی عورت نے مجھ سے زیورک میں سوال کیا کہ ہمارے ملک میں آپ اسلام کو کیسے پھیلائیں گے۔ مَیں نے اسے کہا کہ دلوں کو فتح کرکے۔ اِس جواب سے وہ بہت متاثر ہوئی اور اس نے کہا کہ مَیں یہ فقرہ ٹیلی ویژن پر ضرور لانا چاہتی ہوں جب مَیں ٹیلی ویژن پر آپ کا انٹرویو لوں تو آپ یہ فقرہ ضرور دُہرائیں۔ مَیں نے کہا بہت اچھا آپ یہ سوال کر دیں اور مَیں جواب میں اپنا یہی جواب دُہرا دوں گا۔ کوپن ہیگن میں جب مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ آپ ہمارے ملک میں کس طرح اسلام پھیلائیں گے تو مَیں نے کہا یہ سوال مجھ سے زیورک میں بھی کیا گیا تھا اور مَیں نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ دِلوں کو فتح کرکے۔ اس مجلس میں ایک بڑی باوقار صحافی عورت بھی بیٹھی ہوئی تھی اُس نے یہ جواب سُن کر بڑے وقار سے پوچھا کہ آپ ان دِلوں کو کریں گے کیا؟ مَیں نے اسے جواب دیا کہ ہم انہیں پیدا کرنے والے ربّ کے قدموں پر جا رکھیں گے۔ اِس جواب کا اُس پر اتنا اثر ہؤا کہ پریس کانفرنس کے بعد وہ کئی گھنٹے وہاں ٹھہری رہی۔ اس نے ہمیں نماز پڑھتے دیکھا۔ کئی گھنٹے وہ ہمارے دوستوں سے باتیں کرتی رہی اور اس نے کہا مَیں واپس جا کر اِس ملاقات، مسجد اور پریس کانفرنس کے متعلق اپنے اخبار میں ضرور ایک مضمون

لکھوں گی۔

غرض وہاں کی احمدی مستورات انمول ہیں۔ ان میں اتنی رُوحانیت پیدا ہو چکی ہے۔ اتنا اخلاص ان میں پیدا ہو چکا ہے کہ وہ آپ میں سے بہتوں کے لئے بھی قابلِ رشک ہیں۔ جو غیر تھے ان پر بھی مسجد کا اثر تھا۔ ان کے اندر اِس مسجد کی وجہ سے اور پھر اس کے افتتاح کی وجہ سے اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور انہوں نے سمجھا کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مَیں جب ان تمام واقعات پر غور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں تو اِس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ مسجد نصرت جہاں کی تعمیر اور اس کے افتتاح کو بڑی اہمیّت حاصل ہے اور مَیں اپنے رب سے یہ امّید رکھتا ہوں کہ وہ آپ کی اس کوشش کو قبول کرتے ہوئے اس میں اتنی برکت ڈالیگا کہ اس کے نتیجہ میں ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی اسلام کی طرف مائل ہوں گے اور اسلام کو قبول کریں گے۔

یہ مسجد دوراہے کی حیثیت رکھتی ہے یا دوراہے کا جو چوک ہوتا ہے اس کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابتداء اس کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوئی اور تعمیر کی تکمیل خلافتِ ثالثہ کے دَور میں ہوئی۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اس سفر کے دَوران بارش کے قطروں سے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ نازل ہوتے دیکھا اور ہمارے دل اپنے محبوب اور اپنے مقصود رب کی حمد سے اِس قدر لبریز ہیں کہ دُنیا کی کوئی زبان ان کا اظہار نہیں کر سکتی۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کے اِنعامات اپنے بندوں پر ہمیشہ ہی اتنے ہوتے ہیں کہ ان کا شمار ہی نہیں کیا جا سکتا لیکن بعض وقتوں میں یہ انعامات اِس کثرت سے ہوتے ہیں کہ جس طرح موسلا دھار بارش ہوتے وقت آسمان کے قطرے برستے ہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہو رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم مسجد میں افتتاح کے لئے داخل ہوئے تو وہاں سینکڑوں مسلمان موجود تھے اور مسجد میں اور اگلے احاطہ میں کثرت سے وہ لوگ تھے جو ابھی اِسلام نہیں لائے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے فضل سے متاثر ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات ہم پر بہت سی باتیں واجب کرتے ہیں جیسے حمد اور شکر ہیں۔ ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کرنا چاہیئے اس کی حمد کے ترانے گاتے رہنا چاہیئے کہ اس نے محض اپنے فضل سے اپنے ناچیز بندے کی حقیر پیشکش کو قبول کر لیا۔ مَیں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ فقرہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس پیشکش کو قبول فرما لیا ہے اِس لئے مَیں سلسلہ کا امام ہونے کی حیثیت میں آج آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اِس دُعا کے ساتھ کہ جس نے اپنے فضل سے آپ کو ان قربانیوں کی آج سے پہلے توفیق عطا کی ہے

وہ آئندہ بھی آپ کو اپنی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق عطا کرتا چلا جائے تا قیامت کے دن جب خدا کے پیارے بندے خدا کے حضور جمع ہوں تو آپ بھی اُن صحابیات میں شامل ہوں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں دُنیا میں بے شمار قربانیاں اور فدائیت اور ایثار کے نمونے پیش کئے جن کی وجہ سے ان سے ان کا رب راضی ہؤا اور وہ اپنے رب کی رضا پر راضی اور خوش۔ آج ہمیں ان ذمہ داریوں کو نباہنے کے لئے جو ہم پر عائد ہوتی ہیں عہد کرنا چاہیئے اور یہ عزم کرنا چاہیئے کہ ہم کبھی سُست اور ماندہ نہیں ہوں گے بلکہ جب بھی اللہ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہو گی تو نہ صرف مال کی قربانی نہ صرف جان کی قربانی نہ صرف وقت کی قربانی نہ صرف جذبات کی قربانی بلکہ جتنی قربانیاں بھی آپ سوچ سکتی ہیں سب قربانیاں اس راہ میں پیش کر دیں گی اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد یہ سمجھیں گی کہ ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ عاجزی اور تواضع اور نیستی کے اس مقام کو نہ چھوڑیں گی جس عاجزی تواضع اور نیستی کے مقام پر ہمیں ہمارا رب دیکھنا چاہتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہم محض اللہ کے بندے اور بندیاں ہیں اپنی ذات میں ہم کچھ بھی نہیں۔ ہم لاشئ محض ہیں نہ ہم میں طاقت ہے نہ ہم میں کوئی خوبی ہے نہ ہم میں کوئی مہارت ہے۔ نہ ہمارے پاس اثر و رسوخ اور اقتدار ہے نہ ہم میں استطاعت ہے نہ ہم میں مقبولیت ہے۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ لیکن اِس کم مائیگی اور نا اہلیت کے باوجود اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا مالک ہے اپنے بندوں کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ وہ انہیں اپنی نگاہ میں ایک بلند مقام عطا کرتا ہے وہ ان سے پیار اور محبّت کا سلوک کرتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کا پیار اور محبّت اور عزّت مل جائے اس کو اگر اِس جہان کی ساری چیزیں بھی دے دی جائیں تو وہ ان کو پرے پھینک دے گا اور کہے گا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں مَیں نے جو پانا تھا وہ پالیا ہے۔

جب سفر کا پروگرام بنا تو میرے دِل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ ایک طرف تو مَیں اِس سفر کی ضرورت کو دیکھتا تھا اور میرے دِل میں یہ خواہش تھی کہ مَیں مستورات کی طرف سے دی گئی قربانی کے نتیجہ میں جو مسجد تعمیر ہوئی ہے اس کا افتتاح خود کروں اور یورپین اقوام کو جھنجھوڑوں اور اپنے رب کی طرف ان کو بلاؤں اور دوسری طرف یہ خیال کرتا تھا کہ مَیں ایک نہایت ہی ناچیز اور کم مایہ انسان ہوں پتہ نہیں مَیں اِس کام کو پوری طرح ادا بھی کر سکوں گا یا نہیں۔ پس مَیں نے اپنے ربّ کی طرف رجوع کیا اور اس کے حضور بے حد دعائیں کیں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں سے بھی کہا کہ وہ دعائیں کریں تا اگر اللہ تعالیٰ اِس سفر کو مبارک سمجھتا ہو اور اگر اس کے نتیجہ میں اس کی برکتوں کا نزول ہونا ہو تو وہ اس سفر کی مجھے توفیق دے اور اس کی اجازت بھی عطا کرے۔ تب مَیں نے اس کی محبّت کا وہ جلوہ دیکھا جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ مَیں اپنے ایک خطبہ میں کر چکا ہوں اور جس کا سرور آج بھی میرا دل میری جان اور میرا جسم محسوس کر رہا ہے۔ وہ ایک ایسا سرور ہے جو مجھے ساری زندگی حاصل ہوتا رہے گا اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو گا اور اس میں جو نمایاں چیز تھی وہ تھا

"اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ"

جو نورانی الفاظ میں مجھے لکھا ہؤا نظر آیا اور جیسا کہ مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ مَیں نے اس جلوہ سے یہ سمجھا اگرچہ مَیں ایک حقیر بندہ ہوں لیکن جس ربّ سے میرا تعلق ہے وہ تمام طاقتوں والا وہ تمام رفعتوں والا اور تمام برکتوں والا ربّ ہے اور اللہ نے مجھے یہ وعدہ دیا ہے کہ اگر مَیں اس سفر کو اختیار کروں تو وہ میرے لئے کافی ہو گا اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو اس کو کسی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اِس کی تائید میں حافظ مبارک احمد صاحب نے ایک کشف دیکھا تھا اُنہوں نے مجھے لکھا کہ مَیں نے بیداری کے عالَم میں یہ دیکھا کہ ایک بزرگ سفید کپڑوں میں ملبوس میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں باتیں شروع کیں اور مجھ سے پُوچھنے لگے کہ تمہیں پتہ ہے کہ خلیفہ وقت یورپ کے سفر پر جا رہے ہیں؟ مَیں نے کہا ہاں مجھے اس کا علم ہے۔ تب اس بزرگ نے پوچھا کیا اُنہوں نے اپنے ربّ سے اجازت لے لی ہے؟ حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ جب اس بزرگ نے یہ بات کہی تو میرے سامنے یہ نظارہ آیا کہ آپ (یعنی یہ خاکسار) مسجد مبارک میں آئے ہیں اور محراب کے پاس کھڑے ہو گئے ہیں۔ مَیں آپ کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے ربّ سے اِس سفر پر جانے کی اجازت لے لی ہے۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ ہاں مَیں نے اپنے ربّ سے اجازت لے لی ہے اور اس نے مجھے اجازت دے دی ہے اور اِس بشارت کے ساتھ اجازت دی ہے کہ وہ بہت بڑی کامیابیاں عطا کرے گا۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ مَیں اس بزرگ کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ آپ نے اپنے ربّ سے اس سفر پر جانے کی اجازت لے لی ہے۔ بعد میں وہ بزرگ مجھ سے عربی زبان میں گفتگو کرتے رہے۔

غرض اِس وثوق کے ساتھ کہ میری کوئی نفسانی غرض اِس سفر سے تعلق نہیں رکھتی مَیں نے اِس سفر کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدہ دیا کہ وہ سفر کے دَوران اور بعد میں بھی اپنی برکتیں نازل کرتا رہیگا

اور جس کثرت کے ساتھ وہ برکتیں نازل ہوئیں اس سے میرا دل اس کی حمد سے بھر گیا اور ان برکتوں کے نزول نے دُنیا پر پھر یہ ثابت کیا کہ ہمارا ربّ کتنا پیارا ہے اور وہ اپنے وعدہ کا کتنا پاس کرنے والا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے اِس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ سارے سفر کے دَوران میں انگلینڈ میں بھی، سوئٹزرلینڈ میں بھی، ہالینڈ میں بھی اور کوپن ہیگن میں بھی اور جرمنی میں بھی۔ غرض جہاں بھی ہم گئے اور جس سے بھی ہمیں واسطہ پڑا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارا خادم ہے۔ ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھنے والا ہے اور ہر قسم کی خدمت کیلئے تیار ہے اور یہ الٰہی تصرّف تھا اور پھر یہ بھی الٰہی تصرّف تھا کہ اس زمانہ میں جب اِسلام کے خلاف وہاں بُغض اور تعصّب انتہا کو پہنچا ہوُا تھا اُنہوں نے میری باتوں کو غور سے سُنا اور شرافت اور صداقت کے ساتھ انہیں اپنے اخباروں میں شائع کیا کِسی ایک شخص نے بھی میری طرف کوئی ایسی بات منسوب نہیں کی جو مَیں نے نہ کہی ہو حالانکہ جو بات مَیں انہیں کہہ رہا تھا وہ ان کے اعتقاد اور مذہب کے خلاف جاتی تھی وہ ان کے اعتقادات اور رجحانات پر حملہ تھا۔ گو انہوں نے میری ساری باتوں کو اخباروں میں شائع نہیں کیا بلکہ کسی اخبار نے کوئی بات شائع کر دی اور کسی نے کوئی لیکن میری ساری گفتگو کا جو خلاصہ تھا وہ اُنہوں نے شائع کر دیا اور وہ خلاصہ یہ تھا کہ اپنے ربّ کی طرف واپس آؤ، اپنے ربّ کی طرف رجُوع کرو اور اِسلام کی روشنی سے اپنے آپ کو منوّر کرو اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو دُنیا کے مُحسنِ اعظم ہیں ان کے ٹھنڈے سایہ تلے آجاؤ تا تم ہلاک نہ ہو۔ تو یہ میری وارننگ تھی یہ میرا انذار تھا اور وہ لوگ الٰہی تصرّف کے ماتحت مجبور ہو گئے تھے کہ میری اس وارننگ کو، میرے اس انذار کو اپنے اخبارات میں شائع کریں۔

ہمارا اندازہ اُس وقت تو لاکھوں کا تھا لیکن بعد میں جو خبریں ملی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ کروڑوں آدمیوں تک میری آواز پہنچی اور کروڑوں آدمیوں نے میری شکل کو دیکھا اور میری زبان سے وہ سُنا جو مَیں اُنہیں سُنانا چاہتا تھا اور اگر ہم ایک کروڑ روپیہ بھی خرچ کرتے تو شائد یہ نتائج نہیں نکل سکتے تھے خدا تعالیٰ نے ایک دھیلہ خرچ کئے بغیر یہ نتائج پیدا کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اِتنا فضل کیا کہ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی اتنے نشانات دکھائے (کیونکہ مَیں اکیلا ان نشانات کا حِصّہ دار نہیں بلکہ میرے ساتھ ساری جماعت ان نشانات میں حصّہ دار ہے) کہ اگر ہم اپنی بقیّہ زندگی کا ہر لمحہ، اگر ہم اپنی ملکیّت کا ہر پیسہ، اگر ہم اپنی عزّتوں اور جذبات کا ہر پہلو اس کی راہ میں خرچ کر دیں تب بھی حقیقت یہ ہے کہ اس کا شُکر ادا نہیں ہو سکتا۔

ہمیں ان ذمّہ واریوں کو جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں ہم پر عائد ہوتی ہیں سمجھنا چاہیئے اور ہمیں اپنی

نسل کے دلوں میں اپنے پیارے ربّ کی محبّت کو پیدا کرنا اور اس کو بڑھانا چاہیئے اور انہیں اس وثوق اور یقین پر قائم کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر فیصلہ کر دیا ہے کہ ساری دُنیا پر اسلام غالب آئے گا۔ اس غلبہ کیلئے ہمیں ہر قسم کی قربانی دینی چاہیئے اور اس انعام کے مقابلہ میں ہماری قربانیاں ہیچ ہیں اِس لئے ہمیں قربانیاں دینی چاہئیں تا ہم اپنے ربّ کے پیار کو حاصل کر سکیں۔

کوپن ہیگن میں مَیں نے پادریوں سے گفتگو کی۔ اُنہوں نے ایک منصُوبہ تیار کر کے بڑے غور کے بعد بعض سوالات تیار کئے تھے جو وہ مجھ سے پوچھنا چاہتے تھے۔ اُن سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا کہ جماعتِ احمدیہ میں آپ کا مقام کیا ہے۔ مَیں نے انہیں جواب دیا کہ تمہارا سوال میرے نزدیک درست نہیں کیونکہ میرے نزدیک جماعتِ احمدیہ اور مَیں دونوں ایک ہی وجود ہیں یہ دُو نام ہیں ایک وجود کے۔ اور جب مَیں اور جماعت دونوں ایک ہی وجود ہیں تو "جماعت میں میرا مقام کیا ہے" کا سوال درست نہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خلافتِ راشدہ کی نعمت جب تک کِسی قوم میں قائم رکھی جاتی ہے اس وقت تک یہ دونوں وجود علیحدہ نہیں ہوتے گو جسم دُو مختلف ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر دل ایک ہی دھڑک رہا ہوتا ہے ان میں آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا سوائے منافق کے دِل کے اور منافق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی موجود تھے اور اب بھی ہیں اور وہ الٰہی سِلسلوں کے ساتھ ہمیشہ رہتے ہیں۔ ان منافقوں کو اگر ہم چھوڑ دیں تو ساری جماعت اور خلیفۂ وقت دونوں ایک ہی وجود ہیں۔

جب مَیں اپنے ربّ کے فضلوں اس کی رحمتوں اس کی نعمتوں کو بارش کے قطروں کی طرح نازل ہوتے دیکھتا تھا تو مَیں یہ نہیں کہتا تھا کہ اے میرے ربّ تُو نے مجھ پر بڑا فضل کیا مَیں یہ کہتا تھا کہ اے میرے ربّ تُو نے جماعت پر بڑا فضل کیا ہے تُو نے ہم پر بڑا فضل کیا ہے تُو اپنی رحمتوں سے ہمیں نواز رہا ہے۔ تو یہ یک جہتی ہے اور ایک ہی وقت میں خلیفۂ وقت بھی یہ سوچ رہا ہے کہ اسلام کو کس طرح غالب کیا جائے اور ساری جماعت بھی یہ سوچ رہی ہے کہ اسلام کو کس طرح غالب کیا جائے خلیفۂ وقت بھی یہ سوچ رہا ہے کہ اسلام کے غلبہ کے لئے کن قربانیوں کی ضرورت ہو گی اور ساری جماعت بھی یہ سوچ رہی ہے کہ اسلام کے غلبہ کیلئے کن قربانیوں کی ضرورت ہو گی خلیفۂ وقت بھی یہ سوچ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جو کچھ ملا ہے وہ میری کوشش کا نتیجہ نہیں اور جماعت بھی یہ سوچ رہی ہے کہ جو کچھ ہمیں خدا کے فضل سے ملا ہے وہ ہماری ذاتی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ غرض جس جہت سے بھی دیکھیں دونوں ایک ہی وجود نظر آتے ہیں جب تک یہ دونوں

وجود ایک رہیں اور یک جہتی اور اتحاد اپنے کمال کو پہنچا رہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت بارش کے قطروں سے بھی زیادہ نازل ہوتی رہتی ہے لیکن جب وہ قوم جس پر اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور رحمت بارش کے قطروں سے بھی زیادہ برسا رہا ہوتا ہے اگر کسی وقت بدقسمتی سے اس میں نفاق کا مرض شدّت اختیار کر جائے اور کثرت سے پھیل جائے تو خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے دروازے آہستہ آہستہ بند ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور جب وہ اور بگڑنے لگ جاتے ہیں تو دروازے بالکل بند ہو جاتے ہیں تب وہ قوم خدا کے فضل سے محروم ہو جاتی ہے اور ایک اور قوم کھڑی کی جاتی ہے جو یک جہتی اور اتحاد کا نمونہ اور یکجان ہو کر اس کی راہ میں قربانی دینے کی مثال پیش کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کے لئے ان دروازوں کو کھول دیتا ہے وہ ان میں داخل ہوتے ہیں۔ اپنے ربّ سے خوش ہوتے ہیں اور ان کا ربّ ان سے راضی ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اِس دُنیا میں جنّت مل گئی ہے اور یہ وہ جنّت ہے جس میں داخل ہو کر ہم محسوس کرتے ہیں کہ جو جنّت ہمیں مرنے کے بعد ملے گی وہ کتنی حسین اور پیاری ہوگی کیونکہ ہمارے ربّ نے ہم سے کہا کہ اس جنّت کے سرور کے مقابلہ میں اس دُنیوی جنّت کا سرور ہیچ نظر آئے گا۔

اِس اتحاد اور یک جہتی کو دعاؤں کے ذریعہ اور تدبیر کے ذریعہ سے قائم کرنا ہمارا فرض ہے اور منافق کے حملوں سے خود کو محفوظ رکھنا اور محض اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے محفوظ رکھنا ہمارا کام ہے کیونکہ جس وقت شیطان اندرونی حملوں میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جماعت کے شیرازہ کو بکھیر دیتا ہے اس وقت آسمانوں کا ربّ اس سلسلہ کو کہتا ہے کہ ایک ایسے وجود پر مَیں نے رحمتیں نازل کرنی تھیں جو وجود امامِ وقت اور جماعت یکجان ہو کر بناتی ہے۔ اب چونکہ تم اور امامِ وقت ایک نہیں رہے اِس لئے تمہارے لئے آسمان سے میری رحمتیں بھی نازل نہیں ہوں گی۔

ان بشارتوں کی روشنی میں جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دیں یہ رحمتیں ہم پر آئندہ بھی نازل ہوتی رہیں گی اور ہم یہ دعا کرتے ہیں اور دعا کرتے رہیں گے کہ اے ہمارے خُدا ہمیں نفاق اور افتراق سے بچائے رکھ اور اے ہمارے ربّ اب کبھی ایسا نہ ہو کہ تیرے پیار کی نگاہ بدل جائے اور غضب کی نگاہ ہم پر پڑنی شروع ہو جائے اور یہ سوچ کر کہیں ہماری کسی غلطی کی وجہ سے ایسا ہو نہ جائے راتوں کو نیند حرام ہو جاتی ہے۔ اور یہ وہ خوف ہے جو ایک مومن کے دِل میں ہمیشہ رہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک رجا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا رحم اور فضل کرنے والا ہے ہم اس کے فضلوں کو آسمان سے نازل

ہوتا دیکھتے ہیں اور اس سے ہمارے دل اس یقین سے بھر گئے ہیں کہ وہ ہم پر اپنا فضل کرتا رہے گا وہ ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے گا۔

یہ بھی ایک ذمّہ داری ہے کہ بچّوں کی تربیت اِس رنگ میں کی جائے کہ منافق شیطان کا کوئی حملہ بھی ہمارے خلاف کامیاب نہ ہو۔ تدبیر کے ذریعہ اور دعاؤں کے ذریعہ اپنے ربّ سے نصرت اور مدد حاصل کی جائے اور اپنے ربّ کے ساتھ ایک زندہ تعلق قائم کیا جائے جس کے بغیر زندگی میں کوئی مزا نہیں۔ یورپ کے سفر میں اس کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مَیں نے ایک عورت کی مثال دی تھی۔ ایک سوال مجھ پر ہوا کہ ایک سچے عیسائی اور ایک سچّے مسلمان میں کیا فرق ہے تو مَیں نے جواب میں کہا کہ ایک سچّا مسلمان اپنے ربّ سے ایک زندہ تعلق رکھتا ہے اور اس فقرہ کو سمجھانے کے لئے مَیں تمہیں ایک مثال دیتا ہوں چنانچہ مَیں نے ایک احمدی بہن کی مثال دی جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی رات میں تین بشارتیں ملیں اور مَیں نے کہا اِس قسم کی ایک مثال بھی عیسائی دُنیا میں نہیں مل سکتی۔ اس پر سوال کرنے والی خاموش ہو گئی۔

غرض کوپن ہیگن کی مسجد کو جسے الٰہی منشاء کے مطابق مسجد "نصرت جہاں" کا نام دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے بڑی برکتوں کا موجب بنایا ہے اور اس سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربانیوں کو قبول کیا ہے اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ ان فضلوں اور رحمتوں کے دیکھنے کے بعد جو ذمّہ داریاں آپ پر اور مجھ پر عائد ہوتی ہیں ان سب کو نباہنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے۔

(الفضل ۸ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء)

قرآن کریم پڑھنا پڑھانا اور اُس پر عمل کرنا احمدی خواتین کی پہلی ذمّہ داری ہے

(فرمودہ ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ)

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جیسا کہ ابھی میری مخدومہ اور محترمہ اور آپ کی صدر نے یہ بتایا ہے کہ امسال اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے وہ مسجد پایۂ تکمیل تک پہنچی جسے آپ نے اپنے ربّ کی توفیق سے اُس کے نام کو بلند کرنے کے لئے کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں تعمیر کروایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ مَیں اس مسجد کے افتتاح کے لئے کوپن ہیگن جاؤں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بھی توفیق عطا کی کہ مَیں افتتاحِ مسجد کے علاوہ یورپین ملکوں کا دَورہ کروں اور اُن اقوام

کے کانوں تک اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس آواز کو پہنچاؤں کہ خدا غضب میں ہے کیونکہ تم نے اس سے مُنہ موڑ لیا اور شیطان کی طرف متوجہ ہو گئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک مُحسنِ اعظم کی حیثیت سے دُنیا میں بھیجے گئے تھے ان کی قدر کو تم نہیں پہنچانتے اور ان احسانوں کا شُکر ادا کرنے کی بجائے ان کو طعن کرتے ہو، اِستہزاء سے ان کا نام لیتے ہو اور اس حسین اور عظیم تعلیم کی طرف متوجّہ نہیں ہوتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے ذریعہ تمہارے لئے لے کر آئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو یہ توفیق بھی عطا کی کہ ان کے نظام اور محکمے اخبار کے ذریعہ یا ریڈیو کے ذریعہ یا ٹی وی (T.V) کے ذریعہ میرے اس پیغام کو ملک کے بسنے والے باشندوں کے کانوں تک پہنچائیں جو ٹی وی کے ذریعہ میرے الفاظ خود میرے مُنہ سے بھی سُن لیں اور مسجد کے افتتاح کی تصاویر بھی دیکھ لیں۔

ابھی پرسوں کوپن ہیگن سے مجھے یہ خط ملا ہے کہ اِنٹرنیشنل ٹی وی والوں کی رپورٹ ہے کہ اُنہوں نے ٹی وی پر دکھانے کے لئے جو تصاویر لی تھیں وہ بائیس ملکوں کو بھیجی ہیں۔ اِس کے علاوہ ڈنمارک کی ٹی وی نے بھی تصاویر لی تھیں اُنہوں نے وہ تصاویر بعض مُلکوں کو بھجوائی ہیں جن کے متعلق ابھی کوئی رپورٹ ہمیں نہیں مل سکی۔

غرض اِس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ مسجد کے افتتاح کے علاوہ جو میری دوسری غرض تھی وہ بھی پوری ہوئی کہ مَیں ان قوموں کو وقت سے پہلے انذار کر دوں اور ان پر اتمامِ حُجت کر دوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ مُستقبلِ قریب میں اسلام کو تمام دُنیا پر غالب کریگا۔ اور تمام ادیانِ باطلہ کے جُھوٹ اور سحر کو توڑ کر رکھ دے گا اور ہر انسانی دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت میں دھڑکنے لگے گا اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لے گا لیکن ان کی راہ میں ایک خطرناک تباہی بھی حائل ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت سے پیشگوئی فرمائی ہے جس کا ذکر مَیں نے اپنے اس مضمون میں بھی کیا تھا جو کل مَیں نے خطبہ جمعہ میں پڑھا تھا۔ اس مضمون میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس پیشگوئی کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں کے حالات نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوششوں کو قبول فرما لیا ہے اِس لئے مَیں جو اس کا ایک عاجز بندہ ہوں خلیفۂ وقت کی حیثیت سے آپ سب بہنوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جب کسی شخص یا کسی جماعت کی قربانی قبول ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کو یا اس فرد کو مزید قربانیوں کی توفیق بھی دیتا ہے۔ پس دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان تمام قربانیوں کی توفیق عطا کرے جو آج وقت کا تقاضا اور اسلام کی ضرورت ہے اور مَیں اپنے ربّ سے امّید رکھتا ہوں کہ وہ میری

اِس دُعا کو قبول کرے گا اور آپ کو دُنیا کے لئے ایک نمونہ بنا دے گا۔

دُنیا کے لئے اگر کسی نے نمونہ بننا ہو (اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جو طریق ہمیں بتایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دِل میں پیدا ہو اور اس کی خشیت انسان کا اسی طرح احاطہ کرے کہ کوئی اَور خشیت اس کے قریب بھی پھٹکنے نہ پائے۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دِل میں پیدا ہو یا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں خوفِ خدا ہے یا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرتے ہیں یا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں خاشعین یا خاشعات کا نام پاتے ہیں تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ عربی لُغت میں خوف یا خشیت کے جو معنی کئے گئے ہیں ان کو جب ہم یکجائی نظر سے دیکھتے ہیں تب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو ہمارا رب ہمارے دلوں میں دیکھنا چاہتا ہے کہ جب وہ اس چیز کو ہمارے دلوں میں دیکھ لیتا ہے تو انتہائی مُحبّت اور پیار کا سلوک وہ ہم سے کرتا ہے۔ مُفرداتِ راغب میں ہے:۔

اَلْخَوْفُ مِنَ اللهِ لَا یُرَادُ بِهٖ مَا یَخْطُرُ بِالْبَالِ مِنَ الرُّعْبِ كَاسْتِشْعَالِ الرُّعْبِ مِنَ الْاَسَدِ بَلْ اِنَّمَا یُرَادُ بِهٖ اَلْكَفَّ عَنِ الْمَعَاصِیْ وَتَحَرِّی الطَّاعَاتِ وَكَذَالِكَ قِیْلَ لَا یُعَدُّ خَائِفًا مَنْ لَّمْ یَكُنْ لِلذُّنُوْبِ تَارِكًا۔

اِسی طرح مُفرداتِ راغب میں خشیت کے یہ معنے کئے ہیں:۔

اَلْخَشْیَةُ خَوْفٌ یَشُوْبُهٗ تَعْظِیْمٌ وَ اَكْثَرُ مَا یَكُوْنُ ذَالِكَ عَنْ عِلْمٍ بِمَا یَخْشٰی مِنْهُ

پس عربی زبان میں خوف کے معنی جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا جائے وہ نہیں ہوتے جو اس وقت ہوتے ہیں جب کہا جاتا ہے کہ ہمارے دل میں شیر کا خوف ہے۔ ان دو فقروں کے معنی عربی لُغت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں شیر کا ڈر ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم پر اس کا ایسا رُعب ہے کہ ہم اس کے قریب نہیں جا سکتے کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اس کے قریب ہوئے یا وہ ہمارے قریب ہُوا تو وہ ہمیں پھاڑ کھائے گا اور ہمیں ہلاک کر دے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے بلکہ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں اِس لئے ہم کوئی ایسا کام کرنا پسند نہیں کرتے کہ جو گناہ ہو اور اس کی ناراضگی کو مول لینے والا ہو۔ اور ہم چونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اِس لئے ہم ہر وہ کام کرتے ہیں جو اس کی رضا کو کھینچنے والا اور اسے جذب کرنے والا ہو

اور خشیت میں خوف کے علاوہ یہ تخیل بھی پایا جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اِس لئے چاہتے ہیں کہ اس کی عظمت کے جلوے ہم دیکھ چکے ہیں اور اس کا جلال ہم پر ظاہر ہو چکا ہے اور اس کی رحمت اور پیار کے نمونے ہم نے اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کئے ہیں اور خشیت کے معنوں میں بھی یہ پایا جاتا ہے کہ ہمیں پتہ ہے کہ خدا تعالیٰ کن لوگوں سے پیار کرتا ہے اور وہ کونسی راہیں ہیں جو اس کی رضا کی راہیں ہیں۔ وہ کونسے طریق ہیں جن سے ہم اس کی محبّت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہم اس یقین پر قائم ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ علم ہوتا ہے ہمیں یہ معرفت حاصل ہوتی ہے اور ہمیں یہ پہچان ہوتی ہے کہ قُربِ الٰہی کے حصول کے لئے اِتّباع نبیٔ اکرمؐ ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے اگر تم خدا کی محبّت چاہتے ہو تو میری اتباع کرنا تمہارے لئے ضروری ہوگا۔

اِن دو لفظوں کے معانی پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خوف کے لئے ایک تو یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں قائم ہو اور اس کے جلال کے جلوے اور اس کی رحمت کے نشان ہم اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کرنے والے ہوں دوسرے یہ کہ ہمیں یہ مقام صرف سوچنے کے نتیجہ میں حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے بڑی جدّوجہد اور بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہے اور علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کے تمام پہلو ہمارے سامنے روشن ہونے چاہئیں تب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اِتباع کر سکتے ہیں اور تبھی ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اپنے دل میں بٹھا سکتے ہیں اور تبھی ہم گناہوں سے بچ سکتے ہیں اور تبھی ہم نیکیوں کی راہوں پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اِس کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ

کہ جو لوگ معرفت اور عرفان نہیں رکھتے وہ کامل خشیت اپنے دلوں میں پیدا نہیں کر سکتے۔

اِسی طرح فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں میری عظمت اور میری عزّت قائم ہو جاتی ہے وہی ہیں جو

یَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ

اس کی رحمت کے امّیدوار ہوتے ہیں اور اس کی ناراضگی کے عذاب سے ہمیشہ خائف اور ترساں رہتے ہیں۔

غرض اِسلام کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ایک مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا نہ ہو اور ایک مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان ہو بھی نہیں سکتا جب تک کہ خشیت اللہ اس کے اندر رچ نہ جائے۔ جب تک اتباع نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مضبوطی سے پکڑ نہ لے۔ باقی ساری تعلیم جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے وہ اسی نقطہ کے گرد گھومتی ہے کیونکہ جب ہمارے دل میں خوفِ خدا

پیدا ہو جائے گا تو ہم اس نہی سے بچیں گے جس سے قرآن کریم نے ہمیں روکا ہے اور اگر حقیقی خشیت اللہ ہمارے دل میں پیدا ہو جائے گی تو ہم اس راہ پر چلنے کے لئے بشاشت کے ساتھ تیار رہوں گے جو راہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے اور ہم علیٰ وجہ البصیرت اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کریں گے اور اس کے نتیجہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو گی۔

مَیں نے اپنے اِس سفر کے دَوران بعض سوالات کے جواب میں اپنی بہنوں کا ذکر بھی کیا اِس لئے کہ اس موقع پر ذکر مناسب تھا۔ مثلاً جب ہڈرزفیلڈ میں ایک انگریز عورت نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ ایک سچے عیسائی اور ایک سچے مسلمان کے درمیان کیا فرق ہے تو مَیں نے اُسے یہ بتایا کہ ایک سچّا مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا مقرّب ہو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو اور جو اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق رکھتا ہو۔ اور اس فقرہ کے معنی تم اس وقت تک سمجھ نہیں سکتیں جب تک مَیں کسی مثال کے ذریعہ سے اسے واضح نہ کروں۔ سو مَیں اِس بات کی وضاحت کے لئے تمہیں ایک مثال بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ پاکستان میں ہماری ایک احمدی بہن تھیں جنگ کے دن تھے ۱۹۶۵ء کا زمانہ تھا اس کا ایک بیٹا سیالکوٹ کے محاذ پر تھا ماں کی مامتا متفکر تھی اس نے رات کو مصلّٰی بچھایا اور اپنے خدا کے حضور عاجزانہ دعا شروع کی کہ اے میرے ربّ تُو میرے بچے کی حفاظت کر اور مجھے تسلّی اور تسکین دے۔ اس پر پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ خبر دی کہ ہم نے پاکستان کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے (مَیں مفہوم بتاؤں گا اصل الفاظ اِس وقت میرے ذہن میں نہیں ہیں ۱۹۶۵ء میں جنگ کے زمانہ میں یہ رپورٹ میرے پاس آئی تھی) اس نے کہا اے میرے ربّ مَیں تیرا شُکر تو ادا کرتی ہوں کہ تُو نے پاکستان کی حفاظت کا اِنتظام کر دیا ہے لیکن جہاں تک میرے بچے کا تعلق ہے میری تسلّی نہیں ہوئی کیونکہ پاکستان کی حفاظت میں بہت سے محبّانِ وطن شہید بھی ہوں گے اور پاکستان کی حفاظت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا مجھے تو فکر ہے اپنے بچّے کی اس کے متعلق مجھے بتایا جائے۔ چنانچہ وہ مزید دعاؤں میں لگی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے یہ بتایا کہ ہم نے سیالکوٹ کے محاذ پر فرشتوں کو نازل کیا ہے اور وہ وہاں محاذ کی حفاظت کریں گے۔ اس بہن کے دل میں پھر شُکر کے جذبات پیدا ہوئے لیکن اس نے کہا اے میرے ربّ اب بھی میری تسلّی نہیں ہوئی میرے بچّے کے متعلق بتایا جائے جس کے متعلق مَیں فکرمند ہوں۔ تب ایک ہی رات میں تیسری دفعہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور رحم سے اس کو یہ بتایا کہ تیرے بیٹے کی حفاظت کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے۔ اُس نے خدا تعالیٰ کا شُکر ادا کیا۔ مَیں نے اس عیسائی عورت کو کہا کہ دیکھو اِس میں دو چیزیں ہیں

ایک تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں تین دفعہ محض اپنے فضل و کرم سے ہماری اس بہن کو جنگ کے متعلق خبریں دیں اور اسے یہ بھی بتایا کہ تیرے بیٹے کی حفاظت کا انتظام کر دیا گیا ہے لیکن میرے نزدیک اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس بہن کو یہ بتایا کہ تیرے بیٹے کی حفاظت کا انتظام کر دیا گیا ہے تو ساتھ ہی اس کے دل میں سکون اور اطمینان اور بشاشت کا احساس بھی پیدا کیا اور اس نے کہا میرا قادر و توانا خدا جب یہ کہتا ہے کہ میرے بیٹے کی حفاظت کا انتظام کر دیا گیا ہے تو پھر مجھے کسی فکر کی ضرورت نہیں۔ دُنیا کی کوئی طاقت اور ہندوستان کا کوئی گولہ یا گولی اسے ہلاک نہیں کر سکتی۔ تو یہ اطمینان جو اس کے دِل میں پیدا ہوُا اپنے قادر و توانا خدا کی قدرتوں پر یقین اور اِس بات پر یقین کے نتیجہ میں کہ جو ہستی مجھے یہ خبر دینے والی ہے وہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ نہیں ہے یہ خبر سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھتی ہے۔ اِس کے بعد وہ بالکل بے فکر ہوگئی اور مطمئن ہوگئی۔

یہ مثال اس کے سامنے رکھ کر مَیں نے اس عیسائی عورت سے کہا کہ تم ساری عیسائی دُنیا میں ایسی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتیں مَیں تمہیں اِس وقت صرف ایک مثال بتا رہا ہوں ورنہ اِس قِسم کی ہماری ایک بہن نہیں بلکہ ہزاروں بہنیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق رکھتی ہیں اور ہمارے ہزاروں بھائی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق رکھتے ہیں اور وہ ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ ان کو بشارتیں دیتا ہے۔ وہ ان کے دلوں پر تسکین کی پھوار نازل کرتا ہے وہ ان کو ہر طرح مطمئن اور خوش کر دیتا ہے وہ اس یقین پر قائم ہوتے ہیں کہ اگر ہمارے جسموں کی بوٹی بوٹی بھی نوچ کر کوئی لے جائے تب بھی ہم خوش ہونگے کہ ہمارا خدا ہم سے راضی ہوُا اور جو کچھ ہم سے چھینا گیا اس سے بہتر ہمیں ملے گا۔

جب ہم اِس دُنیا میں جان کی قربانی دیتے ہیں تو یہ جسم جو مٹی سے بنا ہوُا ہے اس کی ہی قربانی دیتے ہیں اور جہاں تک جسم کا تعلق ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک بورا مٹی ہی ہے کہ جسے لوگ گدھے پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں لیکن اِس زندگی کے بعد جب دوسری زندگی ملتی ہے تو اس سے بہتر جسم ہمیں دیا جاتا ہے اور اس سے زیادہ خوشی ہمیں عطا کی جاتی ہے۔ غرض جسم کی بوٹی بوٹی قربان کرتے وقت ایک مومن اور ایک مومنہ کے دِل میں کوئی گھبراہٹ اور خوف پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کسی مومن یا مومنہ کے دل میں سوائے اللہ کے خوف کے اُور کوئی خوف ہی نہیں ہوتا۔ اسے یہ خوف بھی نہیں ہوتا کہ میرے جسم کی بوٹیاں نوچی جا رہی ہیں۔ اب کیا ہوگا کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ دینے والا اس سے بہتر دے گا۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پر ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمارے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ حالت تھی کہ ہم میں سے بعض لوگوں کے لئے اپنے سونے والے کمرہ سے اُٹھ کر اپنے بیٹھنے والے کمرے تک پہنچنے میں شاید کچھ کوفت کا احساس پیدا ہو لیکن ان لوگوں کے دل میں اس دُنیا کو چھوڑ کر اس دُنیا تک پہنچنے میں کوئی کوفت اور گھبراہٹ پیدا نہیں ہوتی۔ وہ بشاشت کے ساتھ اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیتے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول کر لیتا تھا اور وہ شہید ہو جاتے تھے اور اس سے اجر پاتے تھے لیکن بہت سے (اور کثرت سے) وہ تھے جو قربانی پیش کر کے اپنا انعام بھی حاصل کر لیتے تھے اور اس دُنیا کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ ان کو عطا کر دیتا تھا کہ تم نے اپنی زندگی میرے حضور پیش کر دی مَیں نے تمہاری اس قربانی کو قبول کر لیا اور اس کا انعام مَیں تمہیں دوں گا۔ ابھی مَیں تمہاری جان نہیں لینا چاہتا ابھی تم اِس دُنیا میں رہو اور اس میں میری خاطر اپنی زندگی گزارو۔

اِس وقت اللہ تعالیٰ جماعت پر جو اپنے فضل اور رحمت نازل کر رہا ہے اس کے نتیجہ میں ہم پر بہت سی ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ پہلی ذمّہ داری تو مثلاً یہی ہے کہ ہمارے دِل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اَور کسی کا خوف باقی نہ رہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے خدا کی باتوں کے ہم کسی کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوں جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اندر کوئی رسم و رواج نہ ہو کیونکہ تمام رسُوم غیر اللہ کے خوف کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک ماں کہتی ہے اگر مَیں نے اپنی بیٹی کے بیاہ پر اسراف سے کام نہ لیا اور اپنی طاقت سے زیادہ روپیہ خرچ نہ کیا تو برادری میں میری ناک کٹ جائے گی۔ وہ برادری کے خوف سے قرضے لے کر خرچ کر رہی ہوتی ہے۔ اگر برادری کے خوف کی بجائے اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو تو وہ کہے کہ میری برادری نے میرا ناک کیا کاٹنا ہے وہ طعنے ہی دیں گے نہ۔ اگر وہ چاہیں تو مجھے طعنے دے لیں۔ مَیں یہ نہیں چاہتی کہ میرا خدا میرا ناک کاٹے اِس لئے مَیں اپنے ربّ کی بات مانوں گی اور اس کی رضا کو حاصل کروں گی لوگ جو مرضی ہو کہہ لیں۔ غرض تمام رسوم بندوں سے ڈر کر کی جاتی ہیں۔ تمام رسوم غیر اللہ سے ڈر کر کی جاتی ہیں اگر انسان کے دِل میں صرف خدا کا خوف ہو جس کے نتیجہ میں اِنسان صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم ہوتا ہے تو پھر کوئی رسم بھی ہمارے اندر قائم نہیں رہ سکتی۔ مَیں نے بہت سی رسُوم اکٹھی کروائی تھیں ہمارے بعض مربّیوں نے بڑی محنت کر کے مختلف علاقوں کی رسُوم کے متعلق میرے پاس رپورٹ کی تھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو کِسی اَور موقع پر مَیں تفصیل میں بھی جاؤں گا اِس وقت تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ اصولی طور پر مَیں

آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اگر واقعہ میں ہمارے دِلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت پیدا ہو جائے تو کوئی رسم ہمارے اندر باقی نہیں رہ سکتی۔ ان دُو چیزوں کا آپس میں اتنا تضاد ہے کہ یہ دونوں ایک وقت میں ایک زمانہ میں ایک جگہ پر اور ایک دِل میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں یعنی خدا کا خوف اور دُنیا کا خوف کہ جس کے نتیجہ میں ہم رسُوم میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

پھر خشیت کے معنوں میں (جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے) یہ بات بھی ہے کہ انسان کو علم اور عرفان حاصل ہو۔ تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے ہمیں قرآن کریم کی عظمت کو سمجھنا چاہیئے اس پر غور کرتے رہنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جہاں جہاں اپنی کتب میں قرآن کریم کی عظمت اور اس کی شان کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ بار بار پڑھنا چاہیئے۔ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس کے کچھ حصّے پہلی اُمّتوں کو دیئے گئے تھے کیونکہ پہلی اُمّتیں رُوحانی اور اخلاقی نشوونما کے لحاظ سے اس مقام تک نہیں پہنچی تھیں کہ مکمّل قرآن کی حامل ہو سکیں اِس لئے اپنے اپنے زمانہ میں جتنی قوّت اور استعداد ان میں پیدا ہو چکی تھی اس کے مطابق قرآن کریم کے بعض حصّے اللہ تعالیٰ نے ان کے انبیاء کے ذریعہ سے ان پر نازل کئے لیکن جس وقت انسان اپنی اخلاقی اور رُوحانی نشوونما میں اپنے کمال کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے پُورا قرآن بنی نوع انسان کے ہاتھ میں دے دیا۔

مَیں نے ساؤتھ آل میں ایک لیکچر دیا وہاں ہماری کافی بڑی جماعت ہے۔ ساؤتھ آل گو لندن ہی کا ایک حِصّہ ہے لیکن وہ ہماری مسجد سے قریباً ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر ہے موٹر قریباً ایک گھنٹہ میں وہاں پہنچتی ہے ویسے تو ہمارا یہ پروگرام تھا کہ مَیں جماعتوں کا دَورہ نہ کروں بلکہ جماعتوں کے دوست میرے پاس آئیں اور مجھ سے ملاقات کریں کیونکہ اس میں بڑا فائدہ تھا لیکن بعض ایسی جگہوں پر جانا مناسب سمجھا گیا جہاں بڑی بڑی جماعتیں تھیں اور جہاں ہم بآسانی پہنچ سکتے تھے۔ بہرحال جب مَیں ساؤتھ آل کی جماعت کو ملنے کے لئے گیا تو انہوں نے ایک ہال میں میرے ایک مختصر سے لیکچر کا بھی اِنتظام کیا ہُوا تھا جس کی اطلاع اُنہوں نے مجھے اُسی دن دی جب مَیں وہاں پہنچا۔ وہاں بہت سے غیر مسلم بھی موجود تھے مَیں نے انہیں مخاطب کر کے کہا قرآن کریم نے اعلان کیا ہے کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ میں صرف اِس حقیقت ہی کا اظہار نہیں کیا گیا کہ کامل اور مکمّل شریعت

کا نزول ہو چکا ہے بلکہ اِس بات کا بھی اعلان کیا گیا ہے کہ انسان اپنی رُوحانی اور اخلاقی بلوغت کو پہنچ چکا ہے اور تمام کمالات حاصل کر چکا ہے کیونکہ جب تک انسان اپنے نشوونما میں ارتقائی مدارج طے کر کے اپنے کمال کو نہ پہنچتا اس وقت تک قرآن کریم اس پر نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ تو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ میں ایک حقیقت کا اظہار بھی ہے اور انسان کے لئے ایک عظیم خوشخبری کا بیان بھی ہے کہ تم اپنی رُوحانی بلوغت کو پہنچ چکے ہو تم اس میچورٹی (MATURITY) کو حاصل کر چکے ہو اور اَنْعَمْتَ عَلَیْکُمْ میں صرف یہ اعلان نہیں کیا گیا کہ مَیں نے اپنی نعمت قرآن کریم کے ذریعہ پوری کر دی بلکہ تمہیں یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ اگر تم چاہو تو تم آج قرآن کریم کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ان بہترین انعاموں کے وارث بن سکتے ہو جو پہلی اُمّتوں کو نہیں ملے تھے اور جو صرف قرآن کریم کی برکت سے آج تمہیں مل سکتے ہیں اور مَیں نے انہیں یہ بتایا کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

میں کُمْ کی ضمیر اور اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ میں کُمْ کی ضمیر صرف مسلمانوں کو مخاطب نہیں کر رہی بلکہ تمام بنی نوع اِنسان اس کے مخاطب ہیں اور بنی نوع اِنسان کو یہ کہا گیا ہے کہ تم اپنی بلوغت کو پہنچ گئے اور اِس بات کے مستحق ہوئے کہ میرے بہترین انعاموں کے وارث بنو اِس لئے آج مَیں یہ اعلان کرتا ہوں کہ قرآن کریم کے ذریعہ ایک کامل اور مکمّل شریعت تم پر نازل کر دی گئی ہے اور کامل اور مکمل نعمتوں کے دروازے تمہارے لئے کھول دئے گئے ہیں تمہاری مرضی ہے کہ تم ان دروازوں میں داخل ہو کر ان نعمتوں کے وارث بنو یا اپنی بدقسمتی کی وجہ سے باہر کھڑے رہو اور ان نعمتوں سے محروم ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے قہر کے جلوے تم پر ظاہر ہونے لگیں اور مَیں نے انہیں یہ کہا کہ جب مَیں یہ کہتا ہوں کہ کُمْ میں تم غیر مسلم بھی مخاطب ہو جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے ہو تو اس کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم پر عمل تو صرف مسلمان کرتے ہیں (اگر وہ کریں) اور خدا کے فضل سے احمدیہ جماعت بڑی حد تک کوشش کرتی ہے کہ وہ قرآن کریم کے احکام پر عمل کرے لیکن فائدہ تم بھی اُٹھاتے ہو جو غیر مسلم ہو اِس لئے کہ قرآن کریم نے تمہاری جانوں کی حفاظت کی ہے۔ قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی شخص کو ناجائز طور پر قتل نہ کیا جائے، اس کی جان نہ لی جائے۔ قرآن کریم یہ نہیں کہتا کہ کسی مسلمان کی جان لینا حرام ہے بلکہ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ کسی انسان کی جان لینا حرام ہے۔ تو اگرچہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں لیکن اس سے فائدہ اُٹھانے والے مسلمان اور غیر مسلم سارے ہیں

اِسی طرح قرآن کریم نے تمہاری عزّتوں کی حفاظت کی ہے۔ قرآن کریم یہ نہیں کہتا کہ ایک مسلمان اپنے کِسی مسلمان بھائی پر اتّہام نہ لگائے بلکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ ایک مُشرک اِنسان پر بھی اتّہام نہ لگاؤ۔ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو زبان صُبح سے شام تک بکواس کرتی رہتی ہے اس زبان کے مالک انسان پر بھی تم نے اتہام نہیں لگانا۔ پس قرآن کریم نے تمہاری عزّت کی بھی حفاظت کی ہے اگرچہ تم اس کی قدر نہیں کرتے۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ نے تمہارے مالوں کی بھی حفاظت کی ہے، تمہارے جذبات کی بھی حفاظت کی ہے۔ تمہارے اُوپر اس کے اِس قدر احسانات ہیں کہ اگر تم اپنی آنکھیں کھولو تو اس کی قدر کو پہچانو۔ اس کے احسانات کا بدلہ دینے کی کوشش کرو۔ مثلاً قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ تم اپنے باپ کی عزّت کرو اور اسے اُف تک نہ کہو۔ قرآن کریم یہ نہیں کہتا کہ تمہارا باپ مسلمان ہو تو اس کی عزّت کرو اور اُسے اُف تک نہ کہو بلکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تیرا باپ مُشرک ہو، دہریہ ہو، خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے والا ہو تب بھی اس کا احترام تجھ پر واجب ہے۔ اے مسلمان عورت اور اے مسلمان مرد۔ تو کتنا بڑا احسان ہے جو قرآن کریم نے تمام دُنیا پر کیا ہے لیکن بد قسمتی سے وہ اسے پہچانتی نہیں اور اِس طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔

غرض سب سے پہلی ذمّہ داری جو آپ پر عائد ہوتی ہے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھیں۔ آپ قرآن کریم کو ہمیشہ پڑھتی رہیں اس کا ترجمہ سیکھنے کی کوشش کریں اس کی تفسیر معلوم کرنے کی کوشش کریں اور یہ سوچیں کہ قرآن کریم کن چیزوں سے ہمیں منع کرتا ہے اور کن راہوں کی نشان دہی کرتا ہے کہ جن پر چل کر ہم اس کی رضا کو حاصل کر سکتے ہیں۔ کونسی نیکیاں ہیں جو ہمیں کرنی چاہئیں۔ وہ کونسا ضابطۂ حیات ہے جو ہمارے سامنے رکھتا ہے اور کس قسم کا معاشرہ ہے جو وہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ کس قسم کی حسین فضا ہے جو وہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کتنے اور کونسے احسان ہیں جن کے متعلق وہ ہم سے توقع رکھتا ہے کہ ہم ایک دوسرے پر کریں۔ ایک شخص مثلاً زید اپنی طاقت کے مطابق دوسروں پر احسان کرتا ہے لیکن اس کے بدلہ میں دیکھو اِس دُنیا میں ہی اللہ تعالیٰ نے اسے کتنا بڑا اجر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس احسان کے بدلہ میں ہر دوسرے انسان کو کہا کہ تم اس قسم کے احسان زید پر کرو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے کروڑوں آدمیوں کو زید کی خدمت میں لگا دیا اور اس احسان کے بدلہ میں اس سے صرف یہ توقع رکھی کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق اس احسان کا بدلہ دیتا چلا جائے۔ دیکھو ایک آدمی کروڑوں آدمیوں کو اس رنگ میں تو بدلہ نہیں دے سکتا

جس رنگ میں کہ اسے بدلہ دینا چاہیئے لیکن

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

اللہ تعالیٰ نے اِس سے یہ توقع نہیں رکھی کہ وہ ہر احسان کا پورے کا پورا بدلہ دے بلکہ اس سے یہ توقع رکھی ہے کہ وہ جس حد تک ان احسانوں کا بدلہ دے سکے یعنی جس حد تک وہ ان احسانوں کا بدلہ دینے کی طاقت اور قوّت رکھتا ہو۔ اس قوّت اور استعداد کے مطابق وہ ان کا بدلہ دیتا چلا جائے اور نہ صرف خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنے بلکہ انسانوں کا بھی شکر گزار بنے۔ اور جب تم شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَیں تمہیں اَور نعمتوں سے نوازوں گا اور میرے بندے تم پر اَور زیادہ احسان کریں گے۔ اسلام نے دُنیا میں ایسا حسین معاشرہ پیدا کر دیا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن ہم میں سے بہت ہیں جو بسا اوقات غفلت برتتے ہیں اور اللہ کے ان احسانوں کو سمجھتے نہیں اور قرآن کریم کے احکام کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ہمارے نہایت ہی خوبصورت اور ہمارے نہایت ہی اچھے معاشرہ کو اپنی غفلت کوتاہی اور بے پرواہی کے نتیجہ میں خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آج ساری دُنیا قرآن کریم پر عمل کرنے لگے تو اِس دُنیا اور اُس جنّت میں بہت تھوڑا فرق رہ جائے۔ یہ دُنیا تو بہت خراب ہے۔ اکثر حصّہ اس کا ابھی قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتا اور جو ایمان لانے والے ہیں ان میں سے اکثر وہ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو طاقِ نسیان میں رکھا ہؤا ہے اور جن لوگوں نے طاقِ نسیان سے اُٹھا کر قرآن کریم کو اپنی جھولیوں میں رکھا ہؤا ہے اور اسے اپنے سینوں سے لگا لیا ہے یعنی جماعتِ احمدیہ کے مرد اور عورتیں ان میں سے بھی بعض بعض دفعہ غفلت برت جاتے ہیں۔ قرآن کریم تو وہ کتاب ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ میرا دِل چاہتا ہے ؎

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

ہمارے دِل میں بھی اِس قسم کا پیار قرآن کریم کے لئے ہونا چاہیئے۔ جب تک قرآن کریم کا پیار ہمارے دِلوں میں پیدا نہ ہو اُس وقت تک ہم قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر سکتے۔ اور جب تک ہمیں قرآن کریم کے حُسن کا علم نہ ہو اُس وقت تک ہمارے دِلوں میں قرآن کریم کا پیار پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے تو ایک چکر لیکن ہمیں جماعتی سطح پر یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ بڑی بہنیں بھی جو عمر کے لحاظ سے بڑی ہیں اور ہماری چھوٹی بچّیاں بھی زیادہ سے زیادہ قرآن کریم کی طرف متوجّہ ہوں۔

تعلیمِ قرآن کی طرف مَیں جماعت کو بار بار متوجہ کر چکا ہوں۔ میرے دِل میں اِس لحاظ سے تو خوشی ضرور ہے کہ بہت سے مقامات پر ہماری احمدی بہنوں نے احمدی مردوں سے زیادہ اچھا نمونہ دکھایا اور قرآن کی محبّت کا مردوں سے زیادہ مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء دے۔ لیکن مجھے دُکھ بھی ہے کہ ہمارے مَردان مقامات پر قرآن کریم کی طرف اتنی توجہ نہیں دے رہتے جتنی دینی چاہیئے اور بعض دوسرے مقامات پر عورتیں قرآن کریم کی طرف وہ توجہ نہیں دے رہیں جو انہیں دینی چاہیئے۔ یہ بڑی پیاری کتاب ہے۔ یہ بڑی حسین کتاب ہے۔ یہ بڑی احسان کرنے والی کتاب ہے۔ یہ بڑی نورانی کتاب ہے۔ جب انسان قرآن کریم کا عامل ہو جاتا ہے۔ جب وہ قرآن کریم کا عاشق ہو جاتا ہے۔ جب وہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول کو اپنا لیتا ہے جب وہ اپنے ماحول میں قرآن کریم کا معاشرہ پیدا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل بارش کی طرح اس پر نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی بہت توجّہ جو ہم نے اس کی طرف دینی شروع کی ہے اس کے نتیجہ میں بھی دیکھو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس پر نازل ہو رہی ہیں ہمارے سَر اس کے حضور جُھکے ہوئے ہیں۔ ہماری رُوح اس کے عشق میں تڑپ رہی ہے۔ ہمارے جسم کے ذرّہ ذرّہ سے اس کی حمد کے ترانے نکل رہے ہیں۔ ایک دِن میں اس کے جو فضل ہم پر نازل ہوتے ہیں ہماری ساری عمریں اس کا شکر ادا نہیں کر سکتیں لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ ہر صُبح اللہ تعالیٰ کے نئے فضلوں کو لے کر طلوع ہوتی ہے۔ ہر طرف خدا تعالیٰ کے فضل کا ایک سمندر ہے جو موجیں مارتا ہوُا ہمیں نظر آتا ہے۔ ایک تھوڑا سا سفر تھا میرا قریباً چھ ہفتہ کا۔ اب تک وہاں سے جو خبریں آ رہی ہیں اِس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو نازل کر کے ہر طرف ہمارے لئے برکت کے سامان پیدا کر رہا ہے۔ پانچ لاکھ روپیہ کی رقم جو آپ نے جمع کی ہے اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ یہ پانچ لاکھ روپیہ دُنیا کی دولت کے مقابلہ میں وہ حیثیت بھی نہیں رکھتا جو سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ رکھتا ہے۔ جماعت نے بڑی دعائیں کیں مَیں بڑی دعاؤں کے ساتھ وہاں گیا لیکن "بہت دعائیں" تو میری نسبت سے ہیں ایک عاجز اِنسان ۲۴ گھنٹے بھی دعا کرتا رہے تو اس کی دُعائیں خدا تعالیٰ کے دعاؤں کے خزانہ میں کیا حیثیت رکھتی ہیں کچھ بھی نہیں (بندوں کی دعائیں جو اللہ تعالےٰ کے پاس جاتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ہی جمع ہوتی ہیں ان خزانوں کے مقابلہ میں ایک اِنسان کی دعائیں کچھ بھی نہیں) سفر کی تکلیف ؟ کیا تکلیف ؟ ہمیں تو اس کا احساس بھی نہیں ہوُا۔ مَیں تو سوچتا ہوں کہ ہم نے کیا قربانی دی تھی کچھ بھی نہیں۔ ایک فرض تھا جو ہم نے پُورا کیا۔ اس کے نام کی عظمت کے

قیام کے لئے ایک خواہش تھی جو دِل میں تڑپ رہی تھی۔ چھوٹی سی اور حقیر سی چیز ہم نے اپنے رب کے حضوُر پیش کی تھی اس نے اسے قبول کر لیا اور اپنی رحمتوں سے ہمیں نوازا۔ دُنیا میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا کل جمعہ کے خطبہ میں جو مضمون مَیں نے پڑھا تھا وہ آپ میں سے بہتوں نے سُنا ہو گا۔ دُنیا کے قریباً ہر ملک سے جہاں وہ پہنچا ہے اس کا مطالبہ آ رہا ہے۔ گیمبیا کے گورنر جنرل کو جب ریویو آف ریلیجز (جو وہاں مبلّغ انچارج کو بھیجا گیا تھا) کا پرچہ ہمارے مبلّغ انچارج نے اِس نوٹ کے ساتھ بھیجا کہ یہ ایک ہی پرچہ میرے پاس ہے اور اس کی مجھے ضرورت ہے اِس لئے پڑھ کر اسے کل ہی واپس کر دیں تو انہوں نے کہا کہ مَیں اسے کل واپس نہیں کر سکتا آپ مجھے اجازت دیں کہ مَیں اسے ایک ہفتہ تک اپنے پاس رکھوں کیونکہ مَیں اِسے اپنے دوستوں کو پڑھانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت اخلاص دیا ہے۔ وہ جب مبلّغ کو مخاطب کرتے ہیں تو بڑے ادب سے کرتے ہیں۔ اب ان کا خط آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اَور رسالے منگوا کے دو یا یہ مضمون علیحدہ طور پر چھپا ہے تو وہ مجھے منگوا کر دو مَیں اسے اپنے دوستوں کو پڑھانا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی ان کا ایک خط آیا ہے ان کا تاثر ہے کہ جس شخص کے دماغ میں ذرا بھی عقل ہو گی یہ مضمون پڑھ کر اسلام کو قبول کر لے گا۔ اللہ تعالیٰ دُنیا پر رحم کرے۔ بہرحال ان کا یہ تاثر تھا۔ اِسی طرح پرسوں ہی امام کمال یوسف کا خط آیا ہے کہ احمدی غیر احمدی اور عیسائی جنہوں نے یہ مضمون پڑھا ہے (لندن میں پچاس ہزار کی تعداد میں یہ مضمون چھپ گیا تھا اور ڈنمارک میں بھی اس کی کچھ کاپیاں بھیجی گئی تھیں) ان کا یہ مطالبہ ہے کہ ڈینش زبان میں اس کا ترجمہ کریں اور سارے ملک میں اس کو پھیلائیں۔

مَیں نے ان اقوام کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کو سامنے رکھتے ہوئے تیسریِ عالمگیر تباہی سے ڈرایا تھا۔ عبدالسلام میڈسن صاحب جو ہمارے آنریری مبلّغ ہیں اور ڈنمارک ہی کے باشندہ ہیں اور مخلص احمدی ہیں انہوں نے ڈینش زبان میں قرآن کریم کا بھی ترجمہ کیا ہے ان کا خط مجھے آیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ آپ کے انذار کے نتیجہ میں ایک چین ری ایکشن (CHAIN REACTION) یعنی ردِّ عمل کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلے بھی کچھ حوالے بھیجے تھے اب پھر انہوں نے ایک اقتباس مجھے بھجوایا ہے۔ کسی پادری نے انگلستان میں یہ اعلان کیا ہے کہ اگر دُنیا اس پادری کے گِرد جمع نہ ہوئی اور اس کی باتوں کو

اس نے تسلیم نہ کیا تو دُنیا تین ماہ کے اندر اندر تھرمونکلیئر جنگ کے نتیجہ میں تباہ ہو جائیگی۔ مَیں نے انہیں لکھا ہے کہ ہر ممکن ذریعہ سے اپنے ملک میں اعلان کرو (انہوں نے یہ لکھا تھا کہ ہمارے ملک میں چالیس کے قریب آدمی اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اور وہاں بھی ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وحی کے ذریعہ بتایا ہے کہ ایسا ہو گا۔ انگلستان کے پادری نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعہ یہ خبر دی ہے) اور ڈنمارک میں ہر ممکن ذریعہ سے لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہرگز یہ خبر نہیں دی اور یہ تین مہینے امن میں گزریں گے اور دُنیا تباہ نہیں ہو گی۔ مَیں نے انہیں یہ بات اِس لئے لکھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو یہ بتایا ہے کہ جس تباہی کی خبر مَیں دے رہا ہوں وہ موسمِ بہار میں ہو گی۔ اگر ہوئی تو۔ اگر مَیں اِس لئے کہتا ہوں کہ انذاری پیشگوئیاں ٹل بھی جایا کرتی ہیں اور اِس پادری کی بتائی ہوئی مدّت دسمبر میں ختم ہو جاتی ہے اور دسمبر میں موسمِ بہار شروع نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے وقت کے لحاظ سے موسمِ بہار کی تعیین بھی کی ہے۔ فروری سے مئی تک کا زمانہ موسمِ بہار کا ہے ہمارے لحاظ سے بھی اور یورپ وغیرہ کے لحاظ سے بھی۔ اور دوسرے آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص میرے مقابلہ میں اِس قسم کی پیشگوئیاں کرے گا وہ ناکام ہو گا اور نامراد رہے گا اور اسے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اِس لئے مَیں نے مکرم عبد السلام میڈسن سے کہا کہ تم اب یہ تبلیغ کرو کہ یہ شخص جس نے یہ اعلان کیا ہے کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ دُنیا تین مہینہ کے اندر تھرمونکلیر وار کے نتیجہ میں تباہ ہو جائے گی سوائے اس کے کہ وہ اس کی باتیں ماننا شروع کرے یہ جھوٹا ہے اور غلط کہتا ہے۔ تین مہینے کوئی لمبا زمانہ نہیں تین مہینے بیشک انتظار کر لو لیکن اس کے بعد اسلام کی طرف رجوع کرو حقیقت وہی ہے جو تمہیں بتائی گئی ہے حقیقت وہی ہے جو اسلام کے ایک عظیم جرنیل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند نے دُنیا کو بتائی ہے۔ وہ خبریں جس طرح پہلے پُوری ہوئیں اسی طرح وہ آئندہ بھی پُوری ہوتی رہیں گی۔ ایک سلسلہ ہے بڑی اہم خبروں کا۔ یہ مضمون کل آپ نے سُنا وہ اپنے رنگ کا تھا۔ مَیں نے ہر ملک میں پریس کانفرنس میں بڑی وضاحت سے انہیں بتایا تھا کہ یہ ایک سلسلہ ہے پیشگوئیوں کا۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ اِس طرح بندھا ہوا ہے جیسے ایک زنجیر کی کڑیاں ہوتی ہیں۔ اور اس سلسلہ کی ہر خبر جب بتائی گئی تو دُنیا نے اسے ناممکن الوقوع سمجھا اور کہا ایسا ہو ہی نہیں سکتا یہ شخص کہاں کی باتیں

کر رہا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جب یورپ کو کہا گیا کہ بعض مشرقی طاقتیں اُبھرنے والی ہیں جن کو تمہیں ایک "طاقت" کی حیثیت میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ تو یورپ کے لوگ اپنی دولت، طاقت اور سیاسی اقتدار کے گھمنڈ میں تھے انہوں نے کہا یہ کیا باتیں ہمیں بتا رہے ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے لیکن یہ بات پُوری ہو گئی مَیں ان لوگوں کو یہ کہتا تھا کہ اِس سلسلہ کی بعض کڑیاں پوری ہو چکی ہیں اور بعض پوری ہونے والی ہیں۔ اگر مَیں وہ باتیں تمہارے سامنے بیان کروں جو پوری ہو چکی ہیں تو تم کہو گے آج تم آ گئے ہو ہمیں یہ بتانے کیلئے کہ جو اہم واقعات ہو چکے ہیں وہ پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوئے ہیں۔ اور اگر مَیں اس سلسلہ کی ان کڑیوں کا ذکر تمہارے سامنے کروں کہ جو ابھی پوری ہونے والی ہیں تو چونکہ وہ بھی اسی طرح غیر ممکن ہیں جیسے پہلے تھیں اِس لئے تم کہو گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم سمجھو گے کہ یہ ایک پاگل ہے جو ہمارے سامنے بیٹھا باتیں کر رہا ہے۔ لیکن مَیں کس زبان میں تمہیں بتاؤں کہ ہلاکت تمہارے سروں پر کھڑی ہے اگر تم بچنا چاہتے ہو تو اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو اور دُنیا کے مُحسنِ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانو اور قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالو ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اِس زمانہ میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اسلام کو غالب کرے گا اور آسمان سے فرشتوں کو نازل کر کے وہ اسے غالب کر رہا ہے۔ اس نے دِلوں کے اندر ایک عجیب حرکت پیدا کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی بڑی حیران کُن تھی اور وہ بڑے عجیب رنگ میں پوری ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ان قوموں تک میرے دلائل پہنچیں یا نہ پہنچیں آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو گا اور الوہیتِ مسیح کے متعلق جو باطل باتیں اور عقائد ان لوگوں کے دلوں میں ہیں فرشتے انہیں نکال باہر پھینکیں گے۔ ان لوگوں کے دلوں میں حضرت مسیحؑ کی محبّت جو شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہے باقی نہیں رہے گی اور تختی صاف ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوُا۔ آپ کی کوشش کو جو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا تو اس کا اظہار اِس طرح بھی ہوُا کہ ڈنمارک میں سٹیٹ چرچ ہے یعنی حکومت کا ہی مذہب ہے حکومت ہی چرچ کا انتظام کرتی ہے۔ قانون ملکی یہ ہے کہ ہر بچّہ جو وہاں پیدا ہوتا ہے وہ اس چرچ کا ممبر ہوتا ہے یعنی ابھی بچّہ کو دُنیا کی ہوا بھی نہیں لگتی لیکن اس کو چرچ کی ممبر شپ مل جاتی ہے۔ اس چرچ کی جو ایک بلیٹن شائع ہوئی اس میں بھی مسجد کے افتتاح کا ذکر ہے اور اس ذکر کو انہوں نے اِس طرح شروع کیا ہے کہ ایک عیسائی سے ایک پادری پوچھتا ہے کہ آر یُو اے مُسلم وِد آؤٹ نوئنگ اِٹ۔

(ARE YOU A MUSLIM WITHOUT KNOWING IT) کیا تم ایک مسلمان ہو؟ اور تمہیں پتہ نہیں کہ تم مسلمان ہو۔ انہوں نے ایک نوٹ لکھا اور اس نوٹ میں یہ لکھا کہ ڈنمارک کے عوام بالکل وہی عقائد رکھتے ہیں جو مسلمانوں کے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ یہ لارڈ کہتے ہیں اور مسلمان اللہ کہتے ہیں مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور یہ حضرت مسیح کو پرافٹ کہتے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں۔ عقائد ان کے وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں۔ اب دیکھو ان لوگوں کے دلوں میں اسلامی عقائد جیسے عقائد پیدا ہو جانا اور ان کے سٹیٹ چرچ کا اِس بات کے اظہار پر مجبور ہو جانا کہ ان لوگوں کے دلوں میں یہ عقائد ہیں اور یہ مسلمانوں کے عقائد ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ کی کوششوں کی قبولیت پر بھی ایک دلیل بنتی ہے کیونکہ آج سے پہلے بھی وہ لکھ سکتے تھے لیکن جہاں مسجد" نصرت جہاں " کا افتتاح ہوا ایسے خیالات اُبھرنے شروع ہو گئے اور سٹیٹ چرچ کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ڈنمارک کے عوام کے عقائد وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں۔ اس بلیٹن نے یہاں تک لکھا ہے کہ ڈنمارک کے عوام اور مسلمانوں کے عقائد آپس میں اِس طرح ملتے ہیں جیسے پانی کے دو قطرے ملتے ہیں (LIKE TWO DROPS OF WATER) وہ اتنے آئی ڈنٹیکل (IDENTICAL) ہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ اس اظہار میں ایک گھبراہٹ بھی پائی جاتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور اس میں شکست کا اعتراف بھی پایا جاتا ہے۔ انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب ہم اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے "مسجد نصرت جہاں" کو بڑی اہمیت دے دی ہے اور وہ بڑی اہم ذمہ داریوں کی طرف آپ کو متوجہ کر رہا ہے اور اُس کا ایک عاجز بندہ (یعنی مَیں) آج آپ کو اِس طرف توجہ دلا رہا ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان ذمہ داریوں میں سے سب سے پہلی ذمہ داری قرآن کریم کو سمجھنا قرآن کریم کو جاننا قرآن کریم پر فکر اور تدبّر کرنا۔ قرآن کریم نے جو ہدایتیں دی ہیں ان پر عمل کرنا۔ قرآن کریم نے جو معاشرہ پیدا کرنا چاہا ہے اس معاشرہ کو اپنے ماحول میں پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ جتنی ذمہ داریاں قرآنِ کریم پڑھنے کے متعلق یا پڑھنے کے نتیجہ میں آپ پر عائد ہوتی ہیں ان سب کا ادا کرنا آپ کا فرض ہے۔ یہ چند روزہ زندگی ہے۔ بچے بسا اوقات گود میں ہی مر جاتے ہیں۔ بعض اچھے مضبوط اور صحت والے جوان کسی حادثہ کے نتیجہ میں یا کسی بیماری کی وجہ سے اِس دُنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ایک پل کا

بھی بھروسہ نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال رہے جب تک حی و قیّوم خدا ہماری زندگی کو بقا دینا چاہیئے اس وقت تک ہم زندہ رہ سکتے ہیں۔ اتنی بے اعتباری زندگی کی قربانی بھی کوئی قربانی ہے۔ اگر ہم اس زندگی کی ہر خوشی کو، اگر ہم اس زندگی کی ہر مسرّت کو، اگر ہم اس زندگی کے ہر آرام کو، اگر ہم اپنے دل کے ہر جذبہ کو، اگر ہم اپنے وقت کے ہر سیکنڈ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں تو یہ بھی اتنی حقیر قربانی ہے کہ اس کی حقارت کا بھی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور اس کے مقابلہ میں جو انعام اللہ تعالیٰ دینا چاہتا ہے وہ اتنا عظیم ہے وہ اتنا شاندار ہے کہ اس کی عظمت اور شان کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا تو کیا قربانی ہے جو تم سے مانگی جا رہی ہے اور کتنے بڑے فضل اور احسان ہیں جن کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ آج یہ عہد کرو کہ ہم نے اسلام کے غلبہ کے لئے ہر اس قربانی کو دے دینا ہے خدا کی راہ میں جس کا وقت اور اسلام ہم سے مطالبہ کرے۔ اگر ہم آج یہ عہد کریں اور پھر اپنے عہدوں کو نبھالیں تو میں اپنے ربّ سے امّید رکھتا ہوں کہ وہ عظیم اسلامی فتوحات جن کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ عنقریب اللہ تعالیٰ عطا کرے گا اور دُنیا حیرت میں پڑ جائے گی کہ ایک غریب، ایک کمزور، ایک کم مایہ اور ایک چھوٹی سی جماعت نے کتنی حقیر سی قربانیاں اپنے ربّ کے حضور پیش کی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں کس طرح اس کو اِس دُنیا میں بھی اپنے فضلوں سے نوازا ہے (جو اُس دُنیا کے انعامات ہیں ان کا تو ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے اِس وقت مَیں اِس دُنیا کے انعاموں کی بات کر رہا ہوں) اگر آج بحیثیت جماعت ان قربانیوں کو دینے کے لئے تیار ہو جائیں جن کا خدا آپ سے مطالبہ کر رہا ہے تو ہماری فتوحات کے دن یعنی اِسلام کے غلبہ کے دن، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کے دن اور ہمارے ربّ کی عظمت اور اس کی توحید اور اس کے جلال کے قیام کے دن بڑے ہی قریب آجائیں گے۔ ہماری اپنی غفلتیں، ہماری اپنی کوتاہیاں اور کمزوریاں ہمارے اور ہماری فتوحات اور اسلام کے غلبہ کے درمیان حائل ہیں۔ غفلتوں کے ان پردوں کو اب چیرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور گر جاؤ اور اپنی قربانی اس کے حضور پیش کر دو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تم پر اور تمہاری نسلوں پر اسی طرح ہوں گی کہ تاریخِ انسانی فخر کے ساتھ ان کو یاد رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے کی توفیق عطا کرے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت آپ کے ہمیشہ شاملِ حال رہے۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ٭

جَامعہ نصرت ربوہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر
سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اہم خطاب

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انگریزی کا ایک محاورہ ہے یُو لِو ٹو لَرن (YOU LIVE TO LEARN) نئی نئی باتیں انسان ہمیشہ سیکھتا رہتا ہے۔ اِس مختصر عرصہ میں جو مجھے اِس ہال میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا مَیں نے یہ بات بھی سیکھی ہے کہ کبھی کبھی کانووکیشن (CONVOCATION) کے موقع پر پرنسپل صاحبہ ایڈریس بھی پڑھ دیا کرتی ہیں حالانکہ عام طور پر اس کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ جو رپورٹ یہاں پڑھی گئی ہے یا مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ پڑھی گئی ہوگی۔ اُس وقت مَیں اِس ہال میں موجود نہیں تھا لیکن چونکہ اس رپورٹ کی ایک نقل مجھے بھی بھجوا دی گئی تھی اِس لئے مَیں پہلے اس کے متعلق کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں اور یہ جانتے ہوئے بھی اے عزیز بچیو کہ آج کا دن آپ کا دن ہے (یَوْمُکُنَّ اَلْمَوْعُوْدُ) مَیں یہ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات جس کے متعلق مَیں کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ نتائج کے خوشکن ہونے کے متعلق ہے۔ نتائج خدا کے فضل سے بہت اچھے ہیں لیکن نتائج اِس سے بھی اچھے ہو سکتے ہیں۔ عمل کے مختلف میدان ہیں۔ بعض میدان عورتوں کے ہیں اور بعض میدان مردوں کے ہیں اور بعض میدان عورتوں اور مردوں کے سانجھے ہوتے ہیں۔ سانجھے میدان میں مسلمان عورت نے کبھی مرد کے مقابلے میں شکست کا اعتراف نہیں کیا۔ شکست کھانا یا نہ کھانا اَور بات ہے لیکن مسلمان عورت نے کبھی ہتھیار نہیں ڈالے اور ہمیشہ عورتیں ایسے میدانوں میں مردوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتی رہی ہیں جیسا کہ ایک شاعرہ (جو عائشہ تیمور یہ نام کی عرب میں گزری ہیں) کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے وہ کہتی ہیں

مَا عَاقَنِیْ جَعَلِیْ عَنِ الْعُلْیَا وَلَا
سَدْلُ الْخِمَارِ بِلِمَّتِیْ وَنِقَابِیْ

---

۲۴ مارچ ۱۹۶۸ء

عَنْ طِیْ مِضْمَارِ الرِّهَانِ اِذَا اشْتَکَتْ

کہ مجھ میں ایک مسلمان عورت کی حیا بھی موجود ہے اور ایک مسلمان عورت کی طرح مَیں پردہ بھی کرتی ہوں لیکن اِس نقاب اور اِس حیا نے مجھے اِس بات سے روکا نہیں کہ مَیں ان میدانوں میں جو خدا نے عورتوں اور مردوں کے لئے سانجھے بنائے ہیں مردوں کا مقابلہ کروں اور ان سے اس وقت آگے بڑھوں جب بڑے بڑے سُورما مرد مقابلہ کی سختی کا اظہار کر رہے ہوں۔ یہ ایک شاعرانہ خیال ہے کیونکہ شعروں میں اِس کا اظہار کیا گیا ہے لیکن حقیقتًا یہ ایک شاعرانہ خیال نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے ہر ورق پر ایک واضح اور ظاہر تنقید ہے۔ تاریخ کے ان اوراق پر جو ان عمل کے میدانوں سے تعلق رکھتے ہیں جو مرد اور عورت میں سانجھے ہیں آپ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ مردوں سے آگے بڑھ سکتی ہیں۔ بہت دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ یونیورسٹی بھر میں اِس کالج کی ایک طالبہ لڑکوں سے آگے نکل گئی اور اس نے اوّل پوزیشن لی۔ پس ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ آپ مردوں سے بھی اور دوسری مدِمقابل لڑکیوں سے بھی آگے بڑھیں اِس جدّوجہد کو قائم رکھنا اور اِس احساس کو بیدار رکھنا بڑا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اچھے نتائج آپ کے لئے اور اِس ادارہ کے لئے مبارک کرے اور آپ کے بعد آنے والیوں کو بھی توفیق دے کہ وہ اِس سے بھی زیادہ اچھے نمبر لیں اور اِس ادارہ کو توفیق دے کہ اِس سے بھی زیادہ اچھے نتائج نکالے۔

(۲) رپورٹ میں ایک فقرہ یہ لکھا گیا ہے کہ

"جامعہ نصرت کے سٹاف کی اکثریت محنتی ہے ان کے کامل تعاون اور اشتراکِ عمل سے صحت مندانہ تعلیمی ماحول پرورش پا رہا ہے۔"

محض صحت مندانہ تعلیمی ماحول پرورش پانے کے لئے اِس ادارہ کو قائم نہیں کیا گیا بلکہ اِس کے علاوہ اِس پر اَور بھی کئی مطالبے ہیں اور اس کے سٹاف پر بہت سی ذمّہ واریاں ہیں۔ جہاں تک یونیورسٹی کے نتائج کا تعلق ہے اِس ادارہ کا سٹاف صدر انجمن احمدیہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ یہ اُنہیں خوش بھی کر سکتا ہے اور اُن سے بعض باتیں چھپا بھی سکتا ہے لیکن کچھ ذمّہ داریاں اس کے سٹاف پر ایسی بھی ہیں جن کی جواب دہی ان کو اپنے ربّ کے حضور کرنی پڑے گی اُس ربّ کے سامنے جس سے وہ کوئی چیز چھپا نہیں سکتیں اور جس کو غلط طریق پر وہ خوش نہیں کر سکتیں اور یہ ذمّہ داری ایسی ہے کہ اِس سے بڑھ کر

کوئی اور ذمّہ داری ہو نہیں سکتی۔ پس آپ نے اِس ادارہ میں تعلیم پانے والیوں کی تعلیم ہی کا خیال نہیں رکھنا بلکہ ان کو سچی اور حقیقی مسلمان عورت بنانے کے لئے بھی کوشاں رہنا ہے کیونکہ اس معاملہ میں آپ سے آپ کا ربّ سوال کرے گا اور اس کے سامنے آپ کو جواب دہ ہونا پڑے گا۔ خدا کرے کہ اس وقت بھی آپ سُرخرو ہوں اور آپ کا ربّ آپ سے خوش رہے۔

ایک بات ڈسپنسری کے متعلق کی گئی ہے کہ وہ یہاں موجود ہی نہیں جسے دیکھ کر مجھے تعجب ہُوا کیونکہ کالج کا ایک ضروری حصّہ ڈسپنسری بھی ہے اور مَیں سمجھ نہیں سکتا کہ آپ اس کے بغیر کیسے گزارہ کر رہی ہیں۔ تعلیم الاسلام کالج میں میرا یہ تجربہ ہے کہ صحت کے اخراجات کے لئے جو اٹھنّی ماہوار طلباء سے لی جاتی ہے وہ ادویہ وغیرہ کا خرچ پورا کر دیتی ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ آپ ہر طالبہ سے صحت کے اخراجات کے لئے اٹھنّی ماہوار نہ لیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ وہ ضرور لیتی ہوں گی۔ اس رقم میں سے جہاں تک دواؤں کا تعلق ہے تمام ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں اور پوری ہو جانی چاہئیں۔ ایک ڈسپنسری کی ضرورت ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس کی طرف انتظامیہ کو فوری توجہ دینی چاہیئے تا اکتوبر سے پہلے پہلے اِس کا انتظام ہو جائے۔

مجلسِ دینیات کا بھی اِس رپورٹ میں ذکر تھا۔ اِس سِلسلہ میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج بنی نوع انسان کے دین کا جہاں تک تعلق ہے اس کا واسطہ قرآن کریم سے ہے اور قرآن کریم کے سوا اَور کِسی چیز سے نہیں۔ اِس وقت ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم کی جو بہترین تفسیر ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور آپؑ کے خلفاء کی کتب ہیں اِس لئے مَیں نے یہ سوچا کہ آپ کی کوششوں میں مَیں بھی کچھ حصّہ دار بنوں۔

پس مَیں اِس وقت اپنی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ آپ ہر سال علومِ قرآن اور علوم کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی مقابلہ کیا کریں۔ جو بچّی کم سے کم معیار سے اُوپر ہو اور وہ مقابلہ کرنے والیوں میں سے اوّل آئے اور مَیں یہ امید رکھتا ہوں کہ سب لڑکیاں اِس میں شریک ہوں گی تو ایسی لڑکی کو ایک سال کی فیس بطور انعام مَیں دیا کروں گا۔ خدا تعالیٰ آپ کو یہ توفیق دے کہ آپ قرآن کریم سے وہ محبّت کرنے لگ جائیں جس کا قرآن کریم آپ سے تقاضا کر رہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا آپ کے دل میں عظیم شوق پیدا ہو جائے۔

ایک بات جس کا رپورٹ میں ذکر ہے وہ یومِ والدین ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ سال میں دو بار یہ دن منانا چاہیئے۔ عام طور پر ماں باپ یہ بھول جاتے ہیں کہ بچّوں اور بچّیوں کی تربیت کی اصل ذمّہ داری ان پر ہے اور کالج یا مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ یا لجنہ اماء اللہ اُنکا ہاتھ بٹاتے ہیں ان کو ان کی ذمّہ داری سے سبکدوش نہیں کرتے۔ لیکن عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جب ماں باپ اپنی بچّیوں کو جامعہ نصرت میں داخل کر دیتے ہیں یا اپنے بچّوں کو تعلیم الاسلام کالج میں داخل کر دیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تربیتِ اولاد کے متعلق ان کے کندھوں پر جو ذمّہ داریاں ڈالی ہیں ان سے وہ سبکدوش ہو گئے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اِس احساس کو بیدار رکھنے کے لئے کہ تربیت کی اصل ذمّہ داری والدین پر ہے یہ ضروری ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے ہر سال کم از کم دو بار یومِ والدین منائیں اور طلباء اور طالبات کی ماؤں، باپوں یا سرپرستوں کو (جیسی بھی صورت ہو) علاوہ اس چیز کے بتانے کے کہ ہم کس رنگ میں تمہارے بچّوں کی تربیت کر رہے ہیں یہ احساس بھی دلائیں کہ بچّوں کی تربیت کی اصل ذمّہ داری آپ کی ہے ہم آپکے معاون اور خادم ہونے کی حیثیت سے ایک حد تک آپ کی ذمّہ داریاں نباہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ وہ والدین جو تعلیمی اداروں سے پورا تعاون کر رہے ہیں اُن کے بچّے صحیح رنگ میں تربیت حاصل کر لیتے ہیں لیکن جو والدین اپنے بچّوں کی خود بھی تربیت نہیں کرتے اور تعلیمی اداروں کی تربیت کو بھی پسند نہیں کرتے اِس معنی میں کہ کبھی تعلیمی اداروں کو بچّے اور بچّیوں کی بہبود کے لئے سختی بھی کرنی پڑتی ہے اُس وقت ادارہ کے ذمّہ دار افسروں کا دِل دُکھ رہا ہوتا ہے ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہوتی ہیں لیکن ایک ذمّہ دار انسان بہرحال اپنی ذمّہ داری کو نباہنے کی کوشش کرتا ہے۔ تعلیمی ادارے سے والدین کے تعاون کا ایک بہت ہی اچھا نمونہ جو مَیں نے دیکھا وہ آپ کو بتا دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک بچّہ جو ہمارے کالج میں پڑھ رہا تھا وہ حافظ آباد (ضلع گوجرانوالہ) کی تحصیل کا رہنے والا تھا اُس کا باپ حافظ آباد کی تحصیل کے شیعوں کا سردار تھا اُس بچّہ سے ایک ایسی حرکت سرزد ہو گئی جس کے نتیجہ میں تعلیمی ادارے عام طور پر ایسے بچّوں کو رسٹی کیٹ (RUSTICATE) کر دیتے ہیں یعنی کالج سے نکال دیتے ہیں۔ ذاتی طور پر مَیں اس کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اِس طرح بچّے یا بچّی کی عمر تباہ ہو جاتی ہے۔ مجبور ہو کر مَیں نے یہ طریق نکالا کہ اگر طالبِ علم اور اسکے والد خود رضامندی سے بدنی سزا قبول کر لیں تو کسی قدر جُرمانہ کو یا فورسڈ مائیگریشن

یعنی یہ حکم کہ اِس کالج کو چھوڑ کر چلے جاؤ کو رسٹی کیشن (RUSTICATION) (FORCED MIGRATION) کا قائم مقام بنایا جا سکتا ہے۔ یہ بچہ جس کا مَیں نے ذکر کیا ہے اس سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوئی تھی کہ عام دستور کے مطابق اُسے کالج سے نکال دینا چاہیئے تھا لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے مَیں اِس بات کو پسند نہیں کرتا تھا مَیں نے اس کے والد کو بُلایا اور اس کو کہا کہ اصل سزا تو اِس بچہ کی رسٹی کیشن (RUSTICATION) ہے لیکن مَیں وہ سزا دینا نہیں چاہتا اِس لئے مَیں اِس پر اِتنا جرمانہ (مَیں نے ہیوی فائن HEAVY FINE کیا تھا) کرتا ہوں اور اِس کے ساتھ فورسڈ مائیگریشن (FORCED MIGRATION) اور چھ سوٹیاں، اور یہ سوٹیاں تم خود لگاؤ اور سارے کالج کے سامنے لگاؤ۔ گو وہ شخص تحصیل کے شیعوں کا لیڈر تھا لیکن مالی لحاظ سے وہ کافی کمزور تھا۔ اُس نے بڑی شرافت سے بات کی اور کہا جہاں تک جرمانہ کا سوال ہے آپ پوری تسلّی کر لیں کہ مَیں اِتنا بھاری جرمانہ ادا ہی نہیں کر سکتا لیکن جہاں تک سوٹیاں لگانے کا سوال ہے آپ اِسی وقت حکم دیں اور کالج کے لڑکوں کو اکٹھا کریں مَیں اِس کو سوٹیاں لگا دیتا ہوں کیونکہ اگر اِس لڑکے نے پڑھنا ہے تو اِسی کالج میں پڑھنا ہے اگر آپ اِس کو کالج سے نکال دیں گے تو مَیں اِسے اَور کسی کالج میں داخل نہیں کروں گا اور اِس کی عمر تباہ ہو جائے گی۔ آپ رسٹی کیشن (RUSTICATION) سے اِس لئے بچتے ہیں کہ اِس کی عمر تباہ نہ ہو لیکن فورسڈ مائیگریشن (FORCED MIGRATION) سے بھی اِس کی عمر تباہ ہو جائے گی کیونکہ مَیں اِسے اَور کسی کالج میں داخل نہیں کروں گا۔ مَیں نے دِل میں کہا کہ اِسکو آزمانا چاہیئے چنانچہ مَیں نے اُسے کہا بہت اچھا۔ اور مَیں نے تمام کالج کو اکٹھا کر دیا اور اُسے کہا کہ وہ اپنے بچے کو سوٹیاں لگائے۔ ایک اَور احمدی طالبِ علم بھی تھا جو اس بچہ کے گناہ اور غلطی میں شریک تھا مَیں نے اُسے اِس اعلان کے ساتھ چھ سوٹیاں لگائیں کہ اِس کا والد یہاں نہیں ہے اور مَیں بطور گارڈین اِسے یہ سوٹیاں لگاتا ہوں۔ اسکے بعد مَیں وہاں سے آگیا اور اُس دوست کو کہا کہ وہ اپنے بچہ کو سارے کالج کے سامنے سوٹیاں لگائیں چنانچہ اُس نے اپنے بچہ کو چھ سوٹیاں لگائیں۔ وہ سوٹی بڑے زور سے لگاتا تھا اور ہر سوٹی پر یہ فقرہ کہتا تھا کہ ”مَیں ایہہ اُلامہ نہیں لینا کہ جتنے زورنال میاں صاحب نے سوٹیاں ماریاں نے اُس توں گھٹ زورنال مَیں سوٹیاں لگائیاں نے“۔ اس کے بعد وہ آگیا اور مَیں نے خیال کیا کہ یہ شخص کالج سے پُورا تعاون کر رہا ہے اِس لئے اِس کو ایک حد تک معاف کر دینا چاہیئے کیونکہ اب اِس کا بچہ ضائع

نہیں ہوگا چنانچہ اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے فورسڈ مائیگریشن (FORCED MIGRATION) والا حصہ مَیں نے سزا سے نکال دیا اور جرمانہ جو غالباً ایک ہزار روپیہ تھا کم کر کے ایک سَو کر دیا اور وہ بھی ایک احمدی دوست نے ادا کر دیا تھا۔ بہرحال مَیں نے سمجھا کہ جو والد اِس حد تک ہمارے ساتھ تعاون کر رہا ہے اس کے بچے کو کالج سے نکالنا درست نہیں ہے اور خدا کے فضل سے پھر وہ بچہ بڑا اچھا رہا اور اس سے آئندہ کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہوئی اور وہ یہاں سے کامیاب ہو کر گیا۔ پس جب تک اور جس حد تک والدین تعلیمی اداروں سے تعاون کرتے رہیں اس وقت تک اور اس حد تک بچوں کی تربیت بھی صحیح ہوتی رہتی ہے ورنہ نہیں۔ پس سال میں دو بار یومِ والدین منایا جائے اور علاوہ ان باتوں کے جو اس موقع پر ہوتی ہیں والدین کو یہ احساس بھی دلایا جاتا رہے کہ تربیت کی اصل ذمّہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے یہ ذمّہ داری ہماری نہیں ہمیں آپ اپنا معاون سمجھ لیں یا خادم سمجھ لیں یا جو مرضی ہے سمجھ لیں لیکن تربیت کی اصل ذمّہ داری آپ کی ہے آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں تا آپ کی بچّیوں کی صحیح تربیت ہو اور آپ بھی ہمیشہ خوش رہیں اور ہمارے لئے بھی خوشی کا موقع پیدا ہو۔

مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ آج کا دِن کامیاب طالبات کا دن ہے اور یہ دن موعود دِن ہے کیونکہ یونیورسٹی نے طالبات سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ اگر وہ ٹھیک طرح سے پڑھائی کریں گی اور کم از کم امتحان میں پاس ہونے والے نمبر لیں گی تو اُنہیں پاس ہونے کی ایک سَند دی جائے گی اور اس کے لئے ایک دن مقرر کیا جائے گا۔ تو اے عزیز بچّیو! آپ کو آپ کا یہ دن بہت ہی مبارک ہو اور آپ کے لئے آئندہ کے لئے بے شمار اور غیر متناہی خوشیاں لانے والا ہو۔ اِس موقع پر مَیں آپ کو اِس طرف متوجّہ کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے بھی ایک کانووکیشن (CONVOCATION) کا ذکر کیا ہے ایک یومِ موعود کا اس نے ذکر کیا ہے اور اس یومِ موعود کی بعض باتیں تو اِس کانووکیشن (CONVOCATION) کے ساتھ ملتی ہیں لیکن بعض باتیں اِس سے مختلف بھی ہیں اور اصولی طور پر مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سُورہ انبیاء میں فرماتا ہے:-

لَا یَحۡزُنُھُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ وَ تَتَلَقّٰھُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ؕ ھٰذَا یَوۡمُکُمُ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔ (آیت ۱۰۴)

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا ہے کہ ہر شخص یا ہر قوم کے لئے وہ گھڑی یا وہ دن بڑی پریشانی

کی گھڑی یا دن ہوتا ہے جس گھڑی یا جس دن اس کے کاموں کا نتیجہ نکلنا ہو اور یہ ایک حقیقت ہے۔ آپ امتحان دیتی ہیں اس کے لئے کئی مہینے پڑھائی کرتی ہیں تا اچھا نتیجہ نکلے اور جس دن نتیجہ نکلنا ہو آپ بہت پریشان اور گھبراہٹ میں ہوتی ہیں لیکن سب سے بڑی گھبراہٹ، کا وہ دن ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے پس یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ دن جب کسی کی محنت کے نتیجہ کا اعلان ہونا ہو بڑی پریشانی کا دن ہوتا ہے کئی طالبات اور طلباء اس دن مُنہ چھپاتے پھرتے ہیں کئی اپنے رولنمبر نہیں بتاتے۔ بہرحال اِس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ نتیجہ نکلنے کا دن اس ماحول میں، اس وقت میں، اس زمانہ کے لئے نہایت ہی پریشانی کا دن ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ اس انتہائی پریشانی کے دن کہ جب ساری زندگی کے اعمال کا نتیجہ نکلے گا کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کو کوئی غم نہیں پہنچے گا اور اس دن فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم پاکر ان سے ملیں گے اور ان کو یہ کہیں گے کہ یہ تمہارا دن ہے اور وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

غرض جس طرح دُو سالہ تعلیمی محنت کا نتیجہ امتحان کے نتیجہ کی شکل میں نکلتا ہے اور پھر اس پر سند دی جاتی ہے اسی طرح قرآن کریم کی اِس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ساری زندگی کے اعمال کا ایک دن نتیجہ نکلے گا اور وہ دن اس شخص یا ان افراد یا اس قوم کے لئے کانووکیشن (CONVOCATION) کی طرح اُن کا دن ہوگا (یَوْمُکُمْ یہ تمہارا دن ہے) اور یہ وہ دن ہے جس کا تم کو وعدہ دیا گیا ہے اُو جس دن پاس ہونے والوں کو فرشتے ملیں گے اور ان کو یہ بتائیں گے کہ آج تمہارا دن ہے تمہارا نتیجہ اچھا نکل رہا ہے اور ہم تمہیں مبارکباد دیتے ہیں اس یومِ موعود پر، اس کانووکیشن پر تو ایک سند دی جاتی ہے قرآن کریم کہتا ہے کہ اُس دن ایک کتاب دی جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ ۝ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۝ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۝ (سورۃ الحاقہ)

کیونکہ اس یومِ موعود پر صرف پاس ہونے والے یا پاس ہونے والیاں ہی جمع نہیں ہوں گی بلکہ پاس ہونیوالے اور پاس ہونے والیاں۔ اِسی طرح فیل ہونے والے اور فیل ہونے والیاں اس میدانِ کانووکیشن (CONVOCATION) میں جمع ہوں گے اِس لئے نتیجہ کے اظہار کے لئے قرآن کریم نے یہ قانون بتایا ہے کہ پاس ہونے والوں کو دائیں ہاتھ میں سند دی جائے گی اور فیل ہونے والوں کے بائیں ہاتھ میں سند

دی جائے گی۔ اس کے ساتھ یہ اِعلان بھی کیا جائے گا اور یہ احساس دلایا جائے گا کہ تمہیں محض سند نہیں ملی بلکہ سند کے نتیجہ میں جو کچھ ملنا چاہیئے تھا وہ بھی تم کو مل گیا ہے۔ ہمارے کانووکیشن (CONVOCATION) میں ایسا نہیں ہوتا۔

جیسا کہ مَیں ابھی بتاؤں گا کہ اِس دُنیوی یونیورسٹی کے کانووکیشن اور اس یوم البعث کی کانووکیشن میں بہت سے بنیادی اختلاف ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہاں صرف پاس ہونے والے اور پاس ہونے والیاں آتی ہیں اور سند لے کر چلی جاتی ہیں لیکن وہاں پاس ہونے والے اور پاس ہونے والیاں اور فیل ہونے والے اور فیل ہونے والیاں اکٹھی ہوتی ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ وہاں صرف سند ہی نہیں دی جاتی جو یہاں یونیورسٹیاں دیتی ہیں دُنیا کی یونیورسٹی سند دیتی ہے اور جو طالبِ علم فرسٹ ڈویژن میں آئے ایک طرح اس کو یہ بھی کہتی ہے کہ تم اِس بات کے مستحق ہو کہ اچھے سے اچھا جاب (JOB) اور کام تمہیں ملے لیکن وہ اس کی ذمہ دار نہیں ہوتی لیکن اُس کانووکیشن (CONVOCATION) کے موقع پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں اس کا ذمہ دار ہوں وہاں ایک خالی سند یا ایک خالی کتاب آپ کے ہاتھ میں نہیں دی جائے گی بلکہ اس کے مقابلہ میں جس چیز کو بھی تمہیں ملنا چاہیئے تھا وہ تمہیں مل جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِس کتاب کے ملنے کے ساتھ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ کے الفاظ کہے ہیں کہ ایسا شخص بڑی پسندیدہ زندگی کا دن دیکھے گا یعنی سند کے ساتھ ہی انعام شروع ہوجاتا ہے۔ اِس دُنیا میں پاس ہونے والے بعض احمدی بچے تنگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سال ہوگیا ہے یا دُو سال ہوگئے ہیں کہ یونیورسٹی سے بی۔ اے، بی۔ ایس سی یا ایم۔ اے، ایم۔ ایس سی کی سند لی تھی یا کِسی اَور ادارے سے ہم پڑھے ہوئے تھے لیکن ہم ہر جگہ جاتے ہیں اور درخواستیں دیتے ہیں لیکن کوئی نوکری نہیں ملتی۔ لیکن وہاں سند بھی ملے گی اور ساتھ ہی جزاء بھی ملے گی۔ تو یہ بڑا نمایاں اور بنیادی فرق ہے۔ پھر یہاں یہ ہے کہ گو بعض اوقات سند کے ساتھ جزاء بھی مل جاتی ہے چنانچہ بعض طلبہ کا ابھی نتیجہ بھی نہیں نکلتا اور ان کو بڑی اچھی جاب (JOB) مل جاتی ہے لیکن اس کے مستقل ہونے کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوتا۔ بیچ میں رخنے آجاتے ہیں۔ ہمارے ایک احمدی دوست اِنگلستان سے انجنیئرنگ پاس کرکے آئے۔ یہاں آتے ہی ان کو پندرہ سولہ سَو کی نوکری مل گئی جب دُو سال تک پندرہ سولہ سَو ماہوار خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی تو ایک دن ان کی فرم نے ان کو بُلایا اور کہا آج سے آپ کو فارغ کیا جاتا ہے وہ بڑے پریشان ہوکر میرے پاس آئے مَیں نے ان کو سمجھایا کہ آپ پر یہ ظلم ہُوا ہے کہ آپ کو پندرہ سولہ سَو

ماہوار ملنے لگ گیا تھا ہمارے ملک میں آپ کی قابلیت کے آدمی کو عام طور پر سات آٹھ سَو روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ اب اِس وہم میں نہ رہنا کہ جب تک پندرہ سولہ سَو کی نوکری نہیں ملے گی مَیں نوکری نہیں کروں گا بلکہ جو نوکری بھی ملے وہ کرلو۔ چند ماہ تک وہ پریشان رہے پھر ان کو ایک اچھی نوکری مل گئی۔ غرض ہماری یہ یونیورسٹی سَند تو دیتی ہے لیکن جاب کے مستقل ہونے کی ذمّہ داری نہیں لیتی۔ لیکن وہاں کی کانووکیشن کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے خٰلِدِیْنَ فِیْھَا انہیں ایسی جنّتیں ملیں گی جن میں یہ نقص نہیں ہوگا کہ دُو سال تک تو وہاں کا آرام ملا اور پھر پریشان کیا کہ ہم تمہیں یہاں سے نکال دیں گے بلکہ ابدی احت کی جزا وہاں دی جائے گی دُنیا کی یونیورسٹیاں یہ راحت نہیں دے سکتیں اور نہ ہی دیتی ہیں۔

پھر ہماری دُنیا کی یونیورسٹیوں میں نتیجہ نکالنے کا یہ اصول ہے کہ مثلاً آپ نے اکنامکس کے پرچہ کے پانچ سوال حل کرنے تھے ان میں سے تین سوال تو آپ نے ایسے حل کئے کہ ان میں سے ہر ایک پر فرسٹ ڈویژن کے نمبر مل گئے لیکن دُو سوال آپ نے ایسے کئے کہ ان پر آپ کو نچلے درجہ کے یعنی تھرڈ ڈویژن کے نمبر ملے۔ اب دُنیا کی یونیورسٹیوں میں آپ کے کمزور سوال آپ کی ڈویژن کو گرا دیتے ہیں لیکن وہاں جو نتیجہ نکلے گا اس میں بالکل متضاد اصول برتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سورۂ زمر میں فرماتا ہے:۔

لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ط ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ○ لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْھُمْ

اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○

(۳۶، ۳۵)

یعنی اُس کانووکیشن (CONVOCATION) کے نتیجہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ اگر آپ نے دس پرچوں میں سے جن کا مَیں آگے ذکر کروں گا چھ پرچوں میں نہایت اعلیٰ نمبر لئے اور چار میں بالکل معمولی نمبر یعنی صرف پاس مارکس (MARKS) لئے تو آپ کا نتیجہ سب سے اچھے پیپر (PAPER) کے مطابق بنا دیا جائے گا۔ یعنی اِس دُنیا میں کم نمبر ڈویژن کو گرا دیتے ہیں لیکن اُس دُنیا میں اُس کانووکیشن (CONVOCATION) کے موقع پر اچھے نمبر ڈویژن کو امپروو (IMPROVE) کر دیں گے۔

اگرچہ بعض سوالات میں صرف پاس مارکس (MARKS) ہی لئے گئے تھے تو دونوں کانووکیشنز (CONVOCATIONS) میں بڑا بنیادی فرق ہے۔ غرض وہاں جزا بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ کے اصول کے مطابق دی جاتی ہے۔ پھر ایک بڑا فرق اِن دونوں کانووکیشنز (CONVOCATIONS)

میں یہ ہے کہ یہاں سَند سے پہلے بہت سی پریشانیاں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ اِمتحان لیا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ نکلنے میں دیر لگتی ہے اور بڑی پریشانیاں رہتی ہیں۔ طالبات کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا نتیجہ نکلے گا۔ پھر جب نتیجہ نکل آتا ہے اور وہ پاس ہوتی ہیں تو ان کے دِل میں بڑا شوق پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں سَند ملنی چاہیئے لیکن یونیورسٹی ان کی اِس خواہش کا اِحترام نہیں کرتی بلکہ کئی ماہ کے بعد اس کانووکیشن (CONVOCATION) کے اِنعقاد کی اجازت دی جاتی ہے۔ اِن دُو مراحل پر بہت سی پریشانیوں میں سے گزرنا پڑتا ہے لیکن اِس یَومِ موعود کا نتیجہ اس وقت نکلے گا جب امتحان ختم ہوگا اور سَند (کتاب) اسی وقت دے دی جائے گی جب نتیجہ کا اِعلان ہوگا اور عمل ختم ہوگا پھر نوکری تلاش کرنے کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوگی یا اپنا گھر بسانے کے لئے پریشانی کا مُنہ نہیں دیکھنا پڑے گا بلکہ اسی وقت جزا شروع ہو جائے گی۔ غرض بہت ہی پیاری ہے وہ کانووکیشن (CONVOCATION) اور وہ یومِ موعود جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے تَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ھٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ تم سے ایک دن کا وعدہ کیا گیا تھا اور تمہارا موعود دن آج کا دن ہے اور اِس سے بڑا انعام اَور کیا ہو سکتا ہے کہ تَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ آج خدا تعالیٰ کے فرشتے بشارتیں دینے کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں۔ پس جتنی محنت ان دُو سالوں میں ایک طالبہ کو یونیورسٹی کا امتحان پاس کرنے کے لئے اور یونیورسٹی کی سَند لینے کے لئے کرنی پڑتی ہے اس سے کہیں زیادہ محنت اس کانووکیشن (NOITACOVNOC) میں کامیاب ہو کر اس کی سَند حاصل کرنے کے لئے کرنی چاہیئے کیونکہ اُس کا اور اِس کا کوئی مقابلہ نہیں۔ جزا و سزا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک طالبِ علم جو دُنیا کی کسی یونیورسٹی میں فرسٹ آتا ہے اگر دو ہزار روپے کی نوکری بھی اس کو مل جائے اور وہ تیس سال نوکری کرے تو اس کی ساری عمر کی کمائی سات لاکھ بیس ہزار بنتی ہے لیکن وہاں جو انعام ملے گا اس کی قیمت عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ہے اس سارے آسمان اور زمین کا اندازہ کریں انسان ششدر اور حیران رہ جاتا ہے کہ ان کی قیمت کیا ہوگی۔ زمین میں جتنے جواہرات ہیں ہیرے ہیں، سونا اور چاندی اور دوسری دھاتیں ہیں ان کی ٹوٹل والیوایشن (TOTALE VALUATION) تو ہمارے دماغ کے لئے ممکن ہی نہیں۔ پھر صرف یہ زمین ہی نہیں بلکہ ساری زمینیں آسمان اور ان میں جو سب کچھ ہے وہ اس میں شامل ہے ان سب کی قیمت بنتی ہے اتنی قیمت اس جنّت کی ہے جو اگر آپ کامیاب ہوں (اور خدا کرے کہ آپ کامیاب ہوں) تو آپ کو بطور ایک کامیاب انسان کے اس سَند

اور اس کتاب کی جزا ملے گی۔ یعنی آپ کامیاب ہوں گے تو وہ جنّت آپ کو مل جائے گی۔ پھر دو ہزار روپے ماہوار نہیں چار ہزار روپے ماہوار بھی مل جائے تو ساری عمر کی کمائی چودہ لاکھ چالیس ہزار روپے بنتی ہے اور اگر آٹھ ہزار روپے ماہوار بھی تنخواہ مل جائے تو ساری عمر کی کمائی اٹھائیس لاکھ اسّی ہزار روپے بنتی ہے۔ اور اگر سولہ ہزار روپیہ ماہوار اس نے کمایا ہے مثلاً وہ ڈاکٹر ہے اور اس کی پریکٹس اچھی چلتی ہے تو ساری عمر کی کمائی ستاون لاکھ ساٹھ ہزار بنتی ہے۔ اور اگر تیس سال سے زیادہ کمائی کرے اور یہ آمد ایک کروڑ روپیہ بھی ہو جائے تو گویا یہ ایک کروڑ روپیہ کی رقم اور گویا وہ قیمت جو زمین و آسمان کی لگائی جائے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ بہرحال وہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی جس دن نتیجہ نکلے گا اُسی دن کتاب (سند) ملے گی اور اسی دن جزا شروع ہو جائے گی اور پھر بیچ میں کوئی رخنہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق ہو گیا۔ اس کے فرشتوں کی دعائیں اور بشارتیں مل گئیں۔ پھر اِس دُنیا میں تو کامیاب سے کامیاب آدمی کے لئے بھی یہ فقرہ نہیں بولا جا سکتا کہ لَهُمْ مَّا يَشَاءُوْنَ کہ جو دِل میں آیا وہ مل گیا۔ اس سے بڑی جزا اِس سے بڑا انعام اس سے بڑا ثمر اور اس سے اچھا یومِ موعود ہو ہی نہیں سکتا۔ پس اس کے لئے ہمیں بہت زیادہ کوشش اور جدّ و جہد کرنی چاہیئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے کتنے پرچے ہیں اور کون کون سے ہیں۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس امتحان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دس پرچے مقرر کئے ہیں اور بہترین نصاب مقرر کیا ہے۔ چونکہ اب کافی دیر ہو گئی ہے اِس لئے مَیں مختصر الفاظ میں ان کا ذکر کروں گا۔

پہلا پرچہ ہے نفس کی قربانی یعنی اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر اپنی گردن رکھ دینا اور اس کی رضا اور قضا و قدر کو دلی بشاشت سے قبول کرنا۔ یہ ایک خاص رُوحانی ذہنیّت پیدا کرنے کا پرچہ ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں لڑکی ہر وقت مطالعہ میں مشغول رہتی ہے اس کا دھیان اِدھر اُدھر نہیں جاتا۔ غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرا امتحان ہے اس کا ایک پرچہ یہ ہے کہ تمہاری ذہنیّت رُوحانی طور پر کیسی ہو اور مَیں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ ذہنیّت اپنے اندر پیدا کرو کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جُھکے رہو اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اور اس کے فیصلوں کو قبول کرتے وقت دلی بشاشت کا اظہار کرو۔ یہ ہے پرچہ نمبر ا۔ اگر اسے ایک لفظ میں ظاہر کرنا ہو تو اس کا نام ہے 'اِسلام'۔ اسلام کا لفظ مختلف

معانی میں استعمال ہُوا ہے قرآن کریم میں بھی اور دوسری کتب میں بھی۔ لیکن اِسلام کے ایک ایسے معنے ہیں جو ایمان سے بھی ارفع اور اعلیٰ ہیں اور یہی معنے یہاں مُراد ہیں۔

دوسرا پرچہ ہے زبان کا اقرار۔ دِل کا اعتقاد اور عملی زندگی میں صدق و صفا اور وفا کا ثبوت دینا یہ دوسرا پرچہ ہے۔ اِس کا نام ہے ایمان۔ پہلا پرچہ ذہنیّت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہ پرچہ اقرار اور اس اقرار کو عملی زندگی میں ثابت کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔

تیسرا پرچہ ہے اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ایسے رنگ میں کہ اس کی عظمت اور ہیبت دِل پر طاری ہو اور اپنی پستی اور تواضع کا احساس زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت جس دِل پر جلوہ گر ہوتی ہے وہ اس کا اپنا کچھ باقی نہیں چھوڑتی اور یہ احساس پُوری طرح زندہ اور بیدار کر دیتی ہے کہ وہ اپنی ذات میں لاشئی محض ہے نیستی کا لبادہ وہ پہنتا ہے اور اللہ کی عظمت کے گُن گاتے ہوئے زندگی کے دِن گذارتا ہے۔

اِس پرچہ کے آگے کئی چیپٹر (CHAPTER) ہیں اِس پرچہ میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ رنگ کامل اطاعت کا پیدا نہیں ہو سکتا جب تک آخرت کا خوف نہ ہو یعنی جب تک اِس یقین پر اِنسان قائم نہ ہو کہ کوئی امتحان ہونا ہے۔ جب اِس دُنیا میں یونیورسٹی یہ اعلان کرے کہ بعض ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ بی۔ اے کا امتحان کِن تاریخوں میں ہوگا تو بہت سے طالبِ علم سُست ہو جائیں گے۔ اسیطرح جس کو یہ یقین کامل نہ ہو (یقین ناقص ہو یا بالکل یقین نہ ہو) کہ آخرت حق ہے اور ہمیں ایک دن اپنے رب کے حضور جواب دِہ ہونا ہے۔ ایک یومِ موعود ہے جس کی حاضری لازمی ہے اور اس دن دو قسم کی کتابیں دی جائیں گی ایک داہنے ہاتھ میں اور ایک بائیں ہاتھ میں۔ اور پھر جس کو یہ یقین نہ ہو کہ اس دن ملائکہ بشارت دیں گے یا اللہ تعالیٰ کے قہر کے جہنّم میں لے جائیں گے تو وہ تیاری نہیں کرے گا۔ پس اِس پرچہ یعنی کامل اطاعت کے لئے ضروری ہے کہ آخرت پر ایمان کامل ہو اور اس دِن کا خوف اس کے دِل میں رہے لیکن محض خوف بعض دفعہ نا امیدی پیدا کر کے اِنسان کو مایوسی کا مُنہ دکھاتا اور اس کو بالکل نکمّا کر دیتا ہے اور وہ کوشِش نہیں کرتا اِس لئے اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بڑی امّید دلائی ہے۔ اگر دو چیزیں سامنے ہوں خوف اور ربِّ کریم کی رحمت کی امّید تو کامل اطاعت کی طرف اِنسان متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کے لئے بڑی دعائیں کرنی پڑتی ہیں۔

چوتھا پرچہ تین حصوں پر منقسم ہے زبان حق گو۔ دل حق پرست اور جوارح عمل سے حق پر صداقت کی مُہر لگانے والے۔ حق سے دُور ہونا اللہ (جو ربّ العٰلمین ہے) سے دُور ہونے کے مترادف ہے اور یہ جوہر تکونا ہے اِس ہیرے کے تین اینگل (ANGLE) ہیں تین زاویے ہیں ایک کا زبان سے تعلق ہے دوسرے کا دل سے اور تیسرے کا جوارح یعنی اعضاء (عمل کرنے کی جو طاقتیں اور قوتیں دی گئی ہیں) سے۔

پانچواں پرچہ ہے صبر سے کام لینا۔ یعنی جن چیزوں سے روکا جائے ان چیزوں سے رُک جانا اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے نفسانی خواہشات کو دبائے رکھنا نیز رازوں کو افشا نہ کرنا۔ راز افشا کرنے سے اِس دُنیا کے معاشرہ میں بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کو آپ کی کوئی سہیلی اپنے اعتماد میں لے کر اپنی راز کی کوئی بات بتاتی ہے اور آپ اسے عام کر دیتی ہیں مثلاً وہ آپ کو یہی بات بتا دیتی ہے کہ میری والدہ یا میرے والد کا خط آیا ہے کہ تم بی۔ اے پاس کر کے جب گھر آؤ گی تو ہم تمہاری شادی کا انتظام کر دیں گے اور یہ کوئی بُری بات نہیں لیکن عورت میں اللہ تعالیٰ نے حیا کا مادہ رکھا ہے اگر وہ کسی سہیلی کو یہ راز بتا دیتی اور وہ اسے عام کر دیتی ہے تو تمام لڑکیاں اسے چھیڑنا شروع کر دیتی ہیں اگر آپ ایسا کریں گی تو نمبر کٹ گئے آپ کے۔

پھر صبر سے کام لینے میں ہی یہ بات بھی آتی ہے کہ شیطانی حملوں کا شجاعت اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے اور اس میں یہ بات بھی آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آزمائش کی خاطر اور امتحان کے لئے مصائب نازل کرے تو اس وقت جزع فزع نہ کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا۔

چھٹا پرچہ ہے عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا۔ یہ بھی بڑا اہم پرچہ ہے (دیکھیں تو سارے ہی پرچے بڑے اہم ہیں) یعنی رِقّت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور رُوح کے انکسار اور ایک قسم کے خوف کی حالت اپنے پروردگار کے خدائے عزّ وجل کی طرف دل کو لگانا یعنی عاجزی خالی نہیں بلکہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا۔ ایک شخص جو صرف عاجزی اختیار کرتا ہے وہ عاجز آ جاتا ہے اور یہ بہت بُری بات ہے لیکن کوشش اور تدبیر پُوری کرنا اور پھر یہ سمجھنا کہ میرے اندر کوئی طاقت نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا یونیورسٹی کا کوئی امتحان ہو یا دُنیا کی کوئی اَور کوشش ہو۔

ساتواں پرچہ ہے حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا اور ربّ کی خاطر صدقہ و خیرات کی طرف توجہ دینا۔

آٹھواں پرچہ ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جائز چیزوں سے بھی رُکے رہنا۔ یعنی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے استعمال کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے وہ مباح ہیں حلال ہیں لیکن بعض مواقع پر بعض کے لئے (گو وہ طیّب چیزیں ہیں اور عام حالات میں خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ مَیں نے آپ کے لئے حلال قرار دی ہیں) اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم انہیں استعمال نہ کرو۔ یہ بتانے کے لئے اور یہ احساس پیدا کرنے کے لئے کہ تم نے حلال چیزوں کو بھی استعمال کرنا ہے تو کسی حق کی وجہ سے نہیں بلکہ اِس لئے کہ مَیں کہتا ہوں کہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں... مثلاً مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ بہترین گندم کا پکا ہُوا نان ہے لیکن تم یہ نہ کھاؤ۔ حالانکہ بہترین گندم کا پکا ہُوا نان ہر وقت کھانا جائز ہے۔ لیکن ایک وقت میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ گو یہ نان جس گندم سے پکا ہے وہ گندم کی قِسموں میں سے بہترین قسم ہے۔ پھر یہ مشین میں پسے ہوئے آٹا کا بنا ہے اور وہ آٹا آٹے کے لحاظ سے بہترین ہے۔ پھر جن ہاتھوں نے اِس آٹا کو گوندھا ہے وہ بہترین ہاتھ ہیں اور ان ہاتھوں نے دعائیں کرتے ہوئے آٹا گوندھا ہے۔ پھر یہ نان اِس لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے کہ جن ہاتھوں نے اسے پکایا ہے انہوں نے خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اس کو پکایا ہے غرض اِس میں ساری خوبیاں ہیں لیکن میرا حکم ہے کہ اسے نہ کھاؤ۔ مَیں نے عارضی طور پر اسے تم سے چھین لیا ہے تو باوجود اس کے کہ بہترین نان ہے وہ۔ خدا کے ایک بندے اور ایک بندی کا یہ فرض ہے کہ جب اس جائز چیز سے بھی خدا اسے روکے تو وہ رُک جائے۔ پھر مثلاً پینے کا پانی ہے گو وہ بڑا اچھا پانی ہے۔ گلے سے بآسانی اُتر جاتا ہے اور میٹھا ہے۔ صحت کے لحاظ سے بھی اچھا ہے۔ پھر وہ بہترین چشمہ یا بہترین نہر کا پانی ہے لیکن ایک وقت خدا تعالیٰ کہتا ہے مَیں ساری عمر تمہیں پانی پینے کی اجازت دیتا ہوں لیکن اِس وقت مَیں کہتا ہوں کہ تم یہ پانی نہ پیئو تا تمہارے دِل میں یہ احساس قائم رہے کہ جب ہم پانی پی رہے تھے اُس وقت بھی ہم اپنے کسی حق کی وجہ سے نہیں پی رہے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پی رہے تھے۔ ایک وقت میں خدا کے ایک بزرگ نے ایک فوج کو ایک خاص نہر سے پانی پینے سے منع کر دیا تھا۔ اب پانی حرام تو نہیں تھا نہ وہ دن ان کے لئے روزوں کے دِن تھے لیکن ان سے ایک امتحان لیا گیا تھا جس میں بعض کامیاب ہوئے اور بعض ناکام ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ تمہارے دِلوں میں یہ احساس زندہ ہو

اور قائم رہے کہ جو جائز کام بھی تم کرتے ہو وہ میری اجازت سے اور میرے منشاء کے ماتحت کرتے ہو اور اِسی لئے جب تمہیں بعض چیزوں سے روکا جائے تو تم رُک جاتے ہو۔ اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو پھر تم اس خوشخبری کو بھی سُن لو کہ تمہارا انعام مَیں ہوں اور مَیں تمہیں مل جاؤں گا۔ میرے ساتھ تمہارا زندہ تعلق قائم ہو جائے گا اور دیدارِ الٰہی کی نعمت میں تم حصّہ پاؤ گے۔

نواں پرچہ اِس نصاب کا اپنی عصمت اور عفت کی حفاظت کرنا ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ جتنے بھی حواس اور طاقتیں ہیں ان کو غلط استعمال سے بچائے رکھنا تا انسان اپنے ربِّ کریم کی نگاہ میں ذلیل نہ ٹھہرے۔

دسواں پرچہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو یادِ الٰہی میں گذارنا (یہ ذکر کا پرچہ ہے) اور ذکر عرفان اور بصیرت سے کرنا علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک سمجھتے ہوئے اور یقین رکھتے ہوئے اس کی تسبیح کرنا اور اُسے تمام صفاتِ حسنہ سے متصف یقین کرتے ہوئے اپنے عمل اور قویٰ سے اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔

یہ پرچہ مُشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ آسان اِس لئے ہے کہ اِس کی وجہ سے انسان دنیوی کاروبار سے رُکتا نہیں۔ اِنسان اِس دنیوی عارضی زندگی میں بھی بہت سے کام کرتا ہے اور اُسے کرنے پڑتے ہیں۔ اِن کاموں کے کرنے کے نتیجہ میں وہ اس ذلیل زندگی کی ذِلّت پر مُہر لگاتا ہے یا اس ذلّت کو دُور کر کے وہ اپنی عزّت کی زندگی بنا لیتا ہے۔ بہرحال کئی قِسم کے کام ہیں جو اسے کرنے پڑتے ہیں۔ یہ کام کرتے ہوئے (اِلّا ماشاء اللہ بعض استثناء بھی ہیں ان استثنائی باتوں کو چھوڑ کر) آپ ذکرِ خدا میں مشغول رہ سکتے ہیں سوتے وقت بھی اگر بیداری کی انتہاء خدا کی تحمید اور تسبیح پر ہو تو خدا کہتا ہے کہ تمہارا سونا بھی اسی رنگ میں شمار ہو جائے گا کہ گویا تم اسی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے سونے کے لمحات کو گذارتے ہو۔ غرض چونکہ ذکرِ الٰہی اِس دنیوی زندگی کے کاموں میں روک نہیں اِس لئے یہ بہت زیادہ آسان ہے۔ لیکن یہ دُنیا اِنسان کے دِل میں بعض نامعقول، بعض بیہودہ، بعض غلط، بعض لایعنی خواہشات اور جذبات پیدا کر دیتی ہے اور اِنسان ان کے متعلق سوچنے لگ جاتا ہے یا باتیں کرنے لگ جاتا ہے اور بعض باتوں پر بشاشت کا اظہار کرتا ہے اور ذکرِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مثلاً والی بال ہے یہ ایک کھیل ہے جو تم کھیلتی ہو۔ اب والی بال کھیلنا صحت کے لئے ضروری ہے اور ورزش ضرور کرنی چاہیئے اور باقاعدگی کے ساتھ روزانہ کرنی

چاہیئے لیکن والی بال کے میدان میں اگر آپ کوشش کریں تو یہ بھی کر سکتی ہیں کہ بال کو ہاتھ لگاتے وقت بھی آپ سُبحان اللہ کہیں۔ اگر آپ اِس طرح کریں تو بال اسی طرف جائے گا جس طرف آپ اُسے پھینکنا چاہتی ہیں۔ آپ سروس کرتے وقت سُبحان اللہ کہہ کر بال پھینکیں تو بال کی اُڑان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن آپ کے ثواب میں بڑا فرق پڑ جائے گا۔ پھر بال کو ریسیو (RECEIVE) کرتے ہوئے بھی آپ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہ سکتی ہیں نیز کھیل کے بعد اگر آپ (جیسا کہ بعض کو یہ عادت ہوتی ہے اور میرا خود یہ مشاہدہ ہے) عصر اور مغرب کے درمیان جو کھیل کھیلی گئی تھی اس کے متعلق باتیں کرتی رہیں تو آپ اپنے ثواب کو ضائع کر لیں گی۔ اِس قسم کے جذبات اور شوق اور خیالات ذکرِ الٰہی میں مُخل ہو جاتے ہیں اور اِس لحاظ سے یہ پرچہ بڑا مُشکل ہے لیکن جو شخص اِس دُنیا میں اپنے توازن کو قائم رکھتا ہے اُس کے لئے یہ مشکل نہیں بڑا آسان ہے اور مُفت کے ثواب کے حصول کا طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا تم کام بیشک کرتے رہو مگر مجھے نہ بھُولنا اس کا مَیں تمہیں ثواب دے دوں گا۔

پس یہ دسؔ پرچے ہیں جن میں پاس ہونے کے لئے انتہائی جدّ و جہد کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی یا دوسری یونیورسٹیوں کی طرح نتیجہ کمزور جوابات کے معیار پر نہیں ہوگا۔ یعنی جو سوالات تم کمزور کر دوگے وہ تمہاری ڈویژن کو کمزور نہیں کریں گے بلکہ جو سوال تم اچھے کرو گے وہ تمہاری ڈویژن کو اُونچا کر دیں گے۔ پس یہ بڑی نعمت ہے بڑی عطا ہے خدا تعالیٰ کی۔

غرض یہ دسؔ پرچے ہیں جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔ یہ سلیبس ہے اور اس کے لئے کتاب کونسی پڑھنی ہے؟ قرآن کریم یعنی اِن دسؔ پرچوں کا نصاب ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے اِس لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق ہمیں بتایا ہے

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

یہ ایک کامل نصاب ہے جو تمہارے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ ایک اکمل ہدایت نامہ ہے جو قیامت تک تمہارے کام آنے والا ہے۔ اِس میں تمام وہ باتیں نصاب کے متعلق پائی جاتی ہیں جن کا ذِکر اِن دسؔ پرچوں میں کیا گیا ہے اور متقی کے یہ معنے ہیں جو گناہ اور معصیّت سے اِس لئے بچتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے اِس لئے اگر تم یہ چاہتی ہو کہ جب اِس کانووکیشن (CONVOCATION) کا وقت آئے اور خدا کے فرشتے یہ اعلان کریں کہ هٰذَا يَوْمُكُمْ یہ تمہارا دن ہے تو اے عزیز بچیو! خدا کرے کہ اِس

وقت تمہیں اپنے اقوال یا افعال کی وجہ سے اپنے ربّ کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس کانووکیشن کے دن، اس موعود دن جو شخص کامیاب ہونا چاہے اس کو ہم بتاتے ہیں کہ قرآن تمہارا نصاب ہے اور یہ دس پرچے ہیں جو تم نے پاس کرنے ہیں اس کے مطابق تمہارا نتیجہ نکلے گا اس کے مطابق تمہیں جزا ملے گی اور اس جزا کا ایک حصّہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک پختہ اور زندہ تعلق قائم ہو جائے گا جو تمام مسرتوں، خوشیوں اور خوش حالیوں کا سرچشمہ ہے اور ایسی جنّت تمہیں دی جائے گی جس سے پھر تم نکلو گے نہیں اور اس رنگ میں تمہیں دی جائے گی کہ جو خواہش بھی تمہارے دِلوں میں پیدا ہو گی وہ فوراً پوری کر دی جائے گی۔ یعنی اس جزاء کا یہ بھی ایک حصّہ ہے کہ یہاں تو یہ ہوتا ہے کہ کسی نے سَند لے لی پھر کانووکیشن (CONVOCATION) منعقد ہوُا۔ ایک دن خوشی کا بھی منایا لیکن وہ چاہتا ہے کہ فلاں نیا کارخانہ جو ہے اس میں فلاں نوکری مجھے مِل جائے لیکن وہ نوکری نہیں ملتی۔ گویا کچھ اسے مِل جاتا ہے اور کچھ نہیں ملتا۔ لیکن وہاں کچھ ملے اور کچھ نہ ملے کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ لَهُمْ مَّا يَشَاءُوْنَ یعنی جو خواہش بھی پیدا ہو گی وہ پوری ہو جائے گی اور اِس خواہش سے مُراد نیک خواہش ہے کیونکہ وہاں بُری خواہش پیدا ہو ہی نہیں سکتی کہ کسی کی جا کر چوری کرو۔ کیونکہ جس چیز کی چوری کی جاتی ہے وہ تو ایسی ہوتی ہے جسے کوئی شخص کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہ کر سکتا ہو۔ کوئی شخص جس کے گھر بہترین بیری کا درخت ہے وہ دوسرے گھر سے بیر چرانے نہیں جایا کرتا یہ چیز تو اسے پہلے ہی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ غرض بدخواہش وہاں پیدا ہی نہیں ہو سکتی ہر گندی خواہش کسی مجبوری کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور وہاں نیکیوں کے حصول کے لئے، خوشیوں کو پانے کے لئے اور مسرّتوں سے حِصّہ لینے کے راستہ میں کوئی مجبوری نہیں لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ۔ پس اے میری عزیز بچیو ؟ آج میری مخاطب ہو تمہیں اور ہر اُس احمدی کو بھی جس کے کان تک میری یہ آواز پہنچے مَیں اِس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آج کا دِن تمہارے لئے خوشی کا دن ہے اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ ہی صحیح اور حقیقی معنی میں خوش رکھے لیکن یہ نہ بھولو کہ ایک اور دن بھی ہے جو کانووکیشن (CONVOCATION) سے بہت مِلتا جُلتا ہے گو اصولی طور پر بہت مختلف بھی ہے اس سے اچھا کوئی اور دِن نہیں جس دِن فرشتوں کی ملاقات ہوتی ہے جس دِن اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوتا ہے اُس دن امتحان میں پاس ہونے کی ہمیشہ جدّوجہد کرتی رہو۔ یہ دس پرچے جو مَیں نے بتائے ہیں ان کو سامنے رکھو۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے جو نصاب ہمارے ہاتھ میں

دیا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہو کہ ہم اپنی تمام تدبیروں، کوششوں، استعدادوں اور طاقتوں کے باوجود کچھ بھی نہیں جبتک کہ تیرا فضل ہمارے شاملِ حال نہ ہو۔ پس اے ہمارے ربّ تُو خود ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم تیرے منشاء کے مطابق اپنی زندگیوں کو گذاریں اور وہ دِن جس کے متعلق تُو نے کہا ہے کہ اس دن فرشتے ملیں گے اور اعلان کریں گے کہ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اس دن دائیں ہاتھ میں ہماری سَند ملے ایک غیر متناہی ترقیات اور غیر متناہی لذّت و سرور کا سِلسلہ ہمیں حاصل ہو اور اس زندگی کا جو مقصد ہے کہ ایک ابدی تعلق تیرے ساتھ پیدا ہو جائے اس مقصد کے حصول میں ہم اسی وقت کامیاب ہوں۔ اللہ کرے کہ ہم سب سے ایسا ہی سلوک ہو ؛

(الفضل ۲۰ اپریل ۱۹۶۸ء صـ۲ تا صـ۹)

لجنہ اماءاللہ کراچی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کا بصیرت افروز خطاب[1]

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

(سورۃ النحل آیات ۹۷ - ۹۸)

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ٥ (الحج آیت ۲۵)

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ

[1] ۵ تبوک ۱۳۴۷ ہش ؛

بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ
يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ
وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

(الحدید آیات ۱۳ تا ۱۵)

اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ حیاتِ طیّبہ کا وارث بنے اور جب انسانی قویٰ اور اس کی رُوحانی استعدادیں اپنے کمال کو پہنچ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس لئے مبعوث فرمایا کہ ہر انسان اپنے دائرہ استعداد کے اندر اپنے کمال تک پہنچ سکے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر ایک نئی اور پاک زندگی حاصل کرے۔

اِسلام پر تنزّل کا جو زمانہ آیا وہ ہمیں ایک ہزار سال تک ممتد نظر آتا ہے۔ اس زمانہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم رُوحانی فرزند کی حیثیت سے دُنیا میں آئے اور یہی مقصد لے کر آئے کہ انسان حیاتِ طیّبہ کا وارث بنے۔ آپ میں سے ہر ایک اگر چاہے تو حیاتِ طیّبہ کا وارث بن سکتی ہے۔ حیاتِ طیّبہ کے معنی ہیں رُوحانی طور پر اسلامی تعلیم سے منوّر ایک طیّب زندگی اور طیّب کے اصل معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے اِنسانی حواس لذّت حاصل کرتے ہیں اور انسان کا نفس مسرّت پاتا ہے۔ اسلامی اِصطلاح میں حیاتِ طیّبہ کے یہ معنی ہیں کہ ایسی زندگی جس میں انسانی حواس اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اور اس سے روشنی حاصل کر کے ابدی لذّت حاصل کریں وہ ابدی لذت جو خدا تعالیٰ کے مقرّب بندوں کے لئے مقدّر ہے اور وہ حقیقی اور سچی مسرّت جو انسان کا نفس اپنے پر ایک موت وارد کر کے اور خدا تعالیٰ سے ایک نئی زندگی پانے کے بعد حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اس نفس کو حاصل ہوتی ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے کہ اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف رجوع کر تجھے سچا سرور ملے گا اور وہ لذّت تجھے ملے گی جو اللہ تعالیٰ کی رضا سے اِنسان حاصل کر سکتا ہے۔

پس آپ کو (جو احمدیت کی طرف منسوب ہونے والی بہنیں اور بچیاں ہیں) یہ حقیقت کبھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ آپ کو ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور آپ کو توفیق عطا کی گئی ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح مقام کا علم اور اس کا عرفان

حاصل کر سکیں اور اس کے فیض سے زیادہ سے زیادہ حِصّہ لے سکیں اور آپؐ میں فنا ہو کر اللہ تعالیٰ کی بے شمار اور اَن گنت رحمتوں کی وارث بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے سُورہ نحل کی آیت مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ میں ہمیں ایک بُنیادی صداقت کی طرف متوجّہ کیا ہے کہ ہر وہ چیز جسے تم خدا تعالیٰ سے دُور رہ کر حاصل کرو گی وہ ضائع ہونیوالی اور فنا ہونے والی ہے اور ہر وہ لذّت اور سرور اور ہر وہ نعمت، برکت اور راحت جو تم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل سے حاصل کرو گی وہ باقی رہنے والی اور ابدی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِس لئے کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ لوگ جو ہماری راہ میں صبر اور استقامت اور ثباتِ قدم کا نمونہ دکھائیں گے ہم ان کے بہترین اعمال کے مطابق ان کے تمام اعمالِ صالحہ کی جزا دیں گے اور اِس لئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ جو بھی تم میں سے عملِ صالح بجا لائے اور مومن ہونے کی حیثیت میں اور ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرتے ہوئے عملِ صالح بجا لائے وہ مرد ہو یا عورت اسے حیاتِ طیّبہ عطا کی جائے گی اور یہی حیاتِ طیّبہ ہے جو بہترین اعمال کے مطابق تمام اعمال کی جزا بھی کہلا سکتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں حیاتِ طیّبہ کا وعدہ کیا ہے اور یہ وہ پاک زندگی ہے جو اُس ورلی دُنیا میں ہمیں ملتی اور اِس دُنیا میں بھی ہمارے ساتھ رہتی ہے اور پھر کبھی ہمیں چھوڑتی نہیں۔ جنّت کے متعلق جب حیاتِ طیّبہ کا ذکر کیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں ایک ایسی بقا جس پر فنا نہ ہو۔ جو شخص اِس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی جنّت میں داخل ہوتا ہے اور اپنی کسی غفلت، کوتاہی یا گناہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول نہیں لیتا یہ جنّت اس کے ساتھ جاتی ہے اور اس دُنیا کی جنّت اور اس دُنیا کی جنّت میں بڑی مشابہت اور مماثلت پائی جاتی ہے۔ پس اس دُنیا کے متعلق جب حیاتِ طیّبہ کے الفاظ بولے جائیں تو اس کے معنے ہیں کہ وہاں ایک ایسی زندگی اِنسان کو ملے گی جو سچّی اور حقیقی زندگی ہو گی اس پر فنا نہیں ہو گی۔ ایک کافر بھی مرتا ہے۔ وہ اِس دُنیا کو چھوڑتا ہے اور ایک نئی زندگی اسے دی جاتی ہے لیکن اس کی وہ زندگی حیاتِ طیّبہ اور ابدی زندگی کہلانے کی اِس لئے مستحق نہیں ہوتی کہ وہ ایک کیفیّت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ میں بیان کیا ہے

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى

یعنی وہ اس زندگی کے اِنتہائی دُکھوں میں مُبتلا ہوں گے اِس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مر گئے ہیں۔ اور چونکہ

وہ اللہ تعالیٰ کی ابدی رضا اور اس کی رحمت اور اس سے حاصل ہونے والی لذت اور مسرّت سے محروم کر دیئے جائیں گے اِس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہیں۔ وہ ایک ایسی حالت ہے کہ وہ نہ مُردہ ہیں کہ عذاب سے چھٹکارا انہیں حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ کافر دوزخ میں یہ خواہش کریں گے کہ کاش جب انہیں موت آئی تھی تو وہ ابدی فنا کی حامل ہو کر آتی اور نئی زندگی ہمیں نہ ملتی لیکن انہیں مُردہ بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ ایک عذاب کی زندگی ہے۔ ایک دُکھ کی زندگی ہے خدا کے غضب کے نیچے رہنے والی زندگی ہے۔ اس کے قہر کی تجلّیات دیکھنے والی زندگی ہے۔ وہ ایسی زندگی ہے جو زندگی کہلا نہیں سکتی اس سے تو موت ہی بہتر ہے۔

جب اخروی زندگی کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہاں ایک ایسی عزّت ملے گی جس پر زوال نہیں تو اس میں یہ حقیقت مضمر اور پوشیدہ ہے کہ حقیقی عزّت وہی ہوتی ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں حاصل کرتا ہے۔ دُنیا کی نگاہیں بدل جاتی ہیں اور وہی انسان جو ایک وقت معزّز سمجھا جاتا ہے یا کہلاتا ہے اسی کو لوگ گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے جابر بادشاہ جنہوں نے اپنی قوم ہی کو نہیں بلکہ دُنیا کے ایک بڑے حصّہ کو اپنی مُٹھی میں لے لیا اور بظاہر بڑی شان سے ان پر حکومت کی وہ بعد میں ذکرِ خیر سے یاد نہیں کئے گئے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہٹلر اپنے عروج پر تھا اور مَیں آکسفورڈ میں پڑھتا تھا تو کئی بار مجھے جرمنی جانے کا اتفاق ہُوا وہاں مَیں نے دیکھا کہ اس کی قوم اسے بڑی محبّت اور عزّت سے دیکھتی اور یاد کرتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی گرفت نے اسے پکڑا تو اَوروں کو تو چھوڑو خود اس کی قوم کی زبان پر اس کے لئے سوائے لعنت کے اَور کوئی لفظ نہیں آتا۔

غرض دُنیا کی عارضی اور فانی عزّتیں ایک عارضی وقت کے لئے شاید ایک ناسمجھ اور جاہل آنکھ کو دھوکہ دے سکیں لیکن ایسی عزّتوں کو حقیقی اور ابدی عزّتیں نہیں کہا جاسکتا لیکن وہ اخروی زندگی جو اس زندگی کے بعد ان کو ملے گی جن پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایک ایسی عزّت پائیں گے جس پر کوئی زوال نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچّا ہے اور اس کی رحمت اِس قدر وسیع ہے کہ ہمارا تخیّل بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

پھر جب اخروی زندگی کے متعلق حیاتِ طیّبہ کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو اس کے تیسرے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہاں ایسی نعمتیں اور ایسی غنا اور ایسی دولتِ رُوحانی (اور وہاں کے لحاظ سے

جسمانی) انسان کو ملتی ہے کہ اس کے بعد پھر فقر کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا اِس لئے کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ جنّت میں متقیوں اور مومنوں کو ہر وہ چیز مِل جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے اور ہمیشہ ان کے دِلوں میں نیک خواہشات ہی پیدا ہوں گی اور جب یہ نیک خواہشات پیدا ہوں گی تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ ان کے پُورا کرنے کے سامان بھی پیدا کر دے گا۔ پس یہ ہے وہ حیاتِ طیّبہ جس کے حصول کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے اور جس کے حصول کی خاطر آپ جماعتِ احمدیہ میں شامل ہوئی ہیں۔ اگر آپ وہ بقا چاہتی ہیں جس پر کوئی فنا نہ ہو تو اس زندگی اور حیات کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو خدائے حی کی طرف سے انسان کو عطا کی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے نور سے منوّر ہوتی ہے جو اپنی خوشیاں خدا تعالیٰ کی رضا میں محسوس کرتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے ہمیشہ ترساں رہتی ہے۔ اگر آپ اپنے تمام دعووں کے باوجود اگر آپ تقاریر کرنے یا سُننے کے باوجود اِس قسم کا جذبہ اپنے دِلوں میں نہ رکھیں تو احمدیت یعنی حقیقی اسلام یا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے فیوض آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اگر آپ نے حقیقی بقا حاصل کرنی ہے تو ہر اُس چیز کو چھوڑنا پڑے گا جو فنا کی طرف لے جاتی ہے اور شیطان سے تعلق کو قائم کرتی ہے۔ اگر آپ کے دِل میں یہ خواہش ہو کہ حقیقی عزّت حاصل کریں جس پر کوئی زوال نہ آئے اور جو اِس دُنیا میں شروع ہو اور آپ کے ساتھ اُخروی زندگی تک چلے تو آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ یہ سمجھیں کہ لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب عزّت ہے۔ خدا عزیز ہے اور خدا کے سوا کوئی عزیز نہیں اور جس نے خدا تعالیٰ سے حقیقی عزّت حاصل کرنی ہو اسے خدا سے حقیقی پیوند بھی جوڑنا پڑے گا۔ اگر آپ اِس بات کو سمجھ لیں اور خدا سے عبودیّت کا پختہ پیوند جوڑیں اور غیر اللہ سے مُنہ موڑ لیں اور اللہ کے سوا کِسی کی بھی پروانہ کریں تب تو آپ کو ایک حقیقی اور ابدی عزّت حاصل ہو گی لیکن اگر آپ یہ سمجھیں کہ بھڑکیلے لباس یا فضول خرچیوں یا ریا اور شو (SHOW) اور نمائش سے ڈینگیں مار کر یا دوسروں کو حقیر سمجھ کر اور انہیں گرا کر ان سے بڑھ کر عزّت حاصل کر لیں گی تو یہ بات غلط ہے یہ چیزیں شیطان کو تو پیاری ہیں مگر خدا کو پیاری نہیں ہیں حقیقی عزّت وہ ہے جو اس سادہ زندگی سے حاصل ہوتی ہے جو سادہ زندگی انسان اسلام کے احکام کے مطابق اس دُنیا میں گزارتا ہے۔ یہ دُنیا ابتلاء اور امتحان کی دُنیا ہے جو شخص اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے وہ جتنی زندگی اس دُنیا میں حاصل کرتا ہے اس میں وہ اللہ کا نور پاتا ہے۔ وہ خدا سے رُوحانی اور جسمانی طور پر اِس قدر نعمتیں حاصل کر لیتا ہے کہ دُنیا اور اسکی

لذّتیں اور اس کی مسرّتیں اور اس کی دولتیں اور اس کی عزّتیں اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں اور کسی چیز کی وہ پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر آپ احمدیت کی طرف منسوب تو ہوں لیکن حیات اور بقا کی بجائے فنا کو تلاش کرتی رہیں اور آپ ان جھوٹی عزّتوں کے پیچھے پڑیں جو آج بھی ضائع ہونے والی ہیں اور کل بھی۔ اگر آپ اللہ کی نعمتوں کو چھوڑ کر دُنیا کے اموال میں دلچسپی لیں اور انہی کو سب کچھ سمجھیں تو پھر ایک احمدی کہلانے سے کیا فائدہ۔ خدا تعالیٰ لیبل کو نہیں دیکھتا خدا تعالیٰ دل کے تقویٰ کو دیکھتا ہے اور اسی کے مطابق اپنے بندوں سے سلوک کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ (فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً) میں فرمایا ہے کہ کوئی مرد ہو یا عورت جو بھی اعمالِ صالحہ بجالائے اور ایمانی حالت میں بجالائے تو اُسے اس دُنیا میں ایک ایسی حیاتِ طیّبہ دے دی جائے گی کہ جس کے نتیجہ میں اُسے ایک ایسی بقا ملے گی جس پر فنا نہیں۔ اُسے خدا کی نگاہ میں ایک ایسی عزّت ملے گی کہ وہی حقیقی عزّت ہے اور اس پر کوئی زوال نہیں اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے ایسی دولتیں اس کو دی جائیں گی کہ دُنیا کی دولتیں اس کے مقابلہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتیں۔ یہ وعدہ ان کو دیا گیا ہے جو اعمالِ صالحہ بجالاتے یا بجالاتی ہیں اور ایمانی حالت پر پختگی اور ثباتِ قدم کے ساتھ قائم رہتی ہیں۔ اگر آپ میں سے کوئی دُنیا سے متاثر ہو کر بے پردگی کی راہوں کو اختیار کرے۔ اگر وہ نمائش کے طریق کو پسند کرے اور قناعت اور عاجزی کی راہوں کو اختیار نہ کرے تو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے حیاتِ طیّبہ کا وعدہ نہیں دیا۔ محض احمدی ہو جانا محض احمدی کہلانا۔ محض خود کو احمدی سمجھنا تو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ یہ دعویٰ بے نتیجہ ہے۔ یہ لیبل بے معنی ہے۔ یہ طریق اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہے اسے خوش کرنے والا نہیں۔ پس جس حیات کے لئے آپ میں سے ہر ایک کو پیدا کیا گیا ہے یعنی حیاتِ طیّبہ (وہ زندگی جو خدا کے سائے میں گذرے) آپ کو چاہیئے کہ آپ اسے تلاش کریں، آپ اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں آپ اسے پائیں اور اگر آپ اسے پالیں تو پھر آپ یقین رکھیں کہ یہ زندگی ان تمام لوگوں کی زندگیوں کے مقابلہ میں جو اس دُنیا میں اپنی ساری کوششوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ جو خدا کی طرف رجوع کرنیوالے نہیں۔ خدا کا قُرب پانے والے نہیں۔ اس کی رضا کو حاصل کرنے والے نہیں۔ ہزار درجہ نہیں۔ کروڑ درجہ نہیں۔ ارب گنا زیادہ نہیں بلکہ اَن گنت اور بے شمار درجہ بڑی اور اچھی اور حسین اور مسرّتوں والی اور لذّتیں دینے والی زندگی ہے۔

پس آپ اپنے مقام کو پہچانیں اور ان وعدوں کے وارث بننے کی کوشش کریں جو وعدے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ سے کئے ہیں اور جو بہت اور عظیم ہیں۔ خوش زندگی کے ہیں۔ منوّر زندگی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عفو سے منسوب ہونے والی زندگی کے ہیں۔ ایک ایسی زندگی کے ہیں کہ ساری دُنیا اس پر رشک کرے کہ آپ کو کیا مِل رہا ہے اور کیا ملنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے :۔

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝ (الحجر)

کہ جن لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یہ تقدیر پوری ہوتی ہو کہ انہیں حیاتِ طیّبہ عطا کی جائے۔ پاک باتوں کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے گی۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں قابلِ تعریف طریقِ کار کی ہدایت کی جائے گی۔ انکی زبانیں طیّب ہوں گی اور اس کے نتیجہ میں وہ حیاتِ طیّبہ کو حاصل کریں گی اور ان کے اعمال طیّب اور قابلِ رشک رستوں پر چلنے والے ہوں گے۔ پس جب تک زبان اور دوسرے اعمال طیّب نہ بنائے جائیں اس وقت تک ہم حیاتِ طیّبہ کو حاصل نہیں کر سکتے۔ بعض لوگ (مرد بھی اور عورتیں بھی) اپنی زبانوں کو قابو میں نہیں رکھتے اور ایسے بول بول جاتے ہیں جنہیں کسی صورت میں بھی طیّب نہیں کہا جا سکتا۔ بعض لوگ صراطِ حمید کو چھوڑ کے شیطانی راہوں کو اختیار کر لیتے ہیں ایسے لوگ حیاتِ طیّبہ کے وارث نہیں بن سکتے۔

یہاں خدا تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اپنی زبان پر قابو رکھنا اور اس کو اِس بات کی عادت ڈالنا کہ کسی کی چغلی نہیں کرنا کسی کی غیبت نہیں کرنا۔ کسی کی تحقیر نہیں کرنا۔ کسی کو نیچا دکھانے کی کوشش نہیں کرنا۔ اپنے نفس کے متعلق بڑیں نہیں ہانکنا۔ ریا اور نمائش کی باتیں نہیں کرنا۔ سادہ اور بے تکلّف اور صدق و سداد پر چلنے والی زبان اپنے مُنہ میں پیدا کرنی ہے اور یہ اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انسان کو اِس بات کی توفیق عطا نہ کرے۔ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی طیّب قول کی ہدایت اور راہنمائی کی جاتی ہے طیّب اور صراطِ حمید والے عملوں کی طرف راہنمائی اور ہدایت کی جاتی ہے۔ دُنیا رشک کرتی ہے اگرچہ انسان اپنے نفس اور اس کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے ہر انعام پانے کے بعد یہی کہتا ہے کہ میرے نفس میں تو کوئی خوبی نہیں اور یہی حقیقت ہے اور لَا فَخْرَ کا نعرہ لگاتا ہے کہ مَیں کس بات پر فخر کروں جو کچھ ملا ہے وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور جو مَیں نے پایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پایا ہے میرے اندر تو کوئی خوبی نہیں

یہ عاجزی اور انکساری کا مقام ہے اور یہ عاجزانہ راہیں ہیں جن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہمیں بُلا رہے ہیں۔ یہ وہ راہیں ہیں جو انسان کو ہدایت پر قائم کرتی ہیں اور حیاتِ طیّبہ کی وارث بناتی ہیں۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے سُورہ حدید میں فرمایا ہے یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ کہ مومن مرد ہو یا عورت جب اللہ تعالیٰ اس کے متعلق حیاتِ طیّبہ کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے اپنی طرف سے ایک نور عطا کرتا ہے اور اس نُور کی دو خاصیتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ نُور اس کے سامنے چلتا ہے اور صراطِ مستقیم ہمیشہ اس کی نگاہ کے سامنے رہتا ہے۔ وہ بھٹکتا نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ نُور ان کے دائیں طرف چلتا اور نئی سے نئی ایمانیات اعتقادی لحاظ سے علمی لحاظ اور فلسفیانہ لحاظ سے انہیں حاصل ہوتی ہیں اور اعمالِ صالحہ بجالانے کی نئی سے نئی راہیں ان پر کھولی جاتی ہیں۔ قرآن کریم کے محاورہ میں دائیں طرف دین پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ کے فضل پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی رحمت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ اپنے فضل سے اور انسان کے مجاہدہ کے نتیجہ میں (جیساکہ فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا) اِس کے علاوہ حیاتِ طیّبہ کا فیصلہ کرتا ہے تو ایک نور اسے عطا ہوتا ہے اور جب یہ نُور انسان کو مل جاتا ہے تو پھر وہ اندھیروں کی طرف جانے والی راہوں کو اختیار کر ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ صراطِ مُستقیم وہ سیدھی راہ جو ہمیں ہمارے پیدا کرنے والے ربّ کی طرف لے جاتی ہے وہ اس نور سے ہمیشہ منور رہتی ہے اور ہم اِدھر اُدھر بھٹکتے نہیں جس طرح جب ہوائی جہاز زمین پر اُتر رہا ہو تو رات کے وقت اس کو روشنیوں سے صحیح راستہ دکھایا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ لینڈنگ گراؤنڈ (LANDING STRIP) یہ ہے۔ اگر وہ ذرا بھی اِدھر اُدھر ہو جائے تو ہلاکت کا مُنہ دیکھے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی بیحد رحمت سے اِنسان کے لئے ایک ایسا نور پیدا کیا ہے جو صراطِ مستقیم کو منور رکھتا ہے اور جس کے نتیجہ میں انسان اس کی راہ میں فدائیت اور ایثار اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرتا ہے اور اس سے حیاتِ طیّبہ کی اُمید رکھتا ہے اور اس حیات کے پانے کے لئے اپنے نفس پر ایک موت کو وارد کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ایک نور عطا کرتا ہے جو صراطِ مستقیم کو اس کے لئے منوّر رکھتا ہے اور وہ اندھیروں کی طرف بھٹک کر جا نہیں سکتا۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے سامان بھی پیدا کرتا ہے کہ یہ نُور اس کے " دائیں " کو منور اور روشن رکھتا ہے۔ عرفان اور معرفت میں زیادتی ہی زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس نور کے نتیجہ میں زیادہ سے زیادہ اور

نئے سے نئے طریقوں پر اعمالِ صالحہ بجالانے کی اس کو توفیق عطا کرتا ہے تب ہر دن جو اس کی زندگی میں طلوع ہوتا ہے وہ اس سے پہلے دن کے مقابلہ میں اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کا زیادہ وارث بنانے والا ہوتا ہے یہاں تک کہ پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ (حدید ۱۳) خدا اور اس کے فرشتے ایسے لوگوں کو کہتے ہیں کہ تم اِس دُنیا میں بھی جنّت میں رہے آؤ اب تمہارے انجام کا وقت آگیا ہے ہم تمہیں دوسری جنّت میں لے جائیں تا اس جنّت کا تسلسل قائم رہے اور یہی فوزِ عظیم ہے۔

لیکن خطرہ کا مقام بھی ہے بعض دفعہ انسان نفاق میں ملوّث ہوتا ہے مگر نہیں جانتا کہ منافقانہ راہوں کو اختیار کر رہا ہے۔ وہ قربانی کا دعویٰ کرتا ہے مگر اپنے عمل سے اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ وہ اطاعت کا اعلان کرتا ہے مگر نشوز اور اباء کی راہوں کو اختیار کر لیتا ہے وہ اطاعت کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ مَیں اپنے ربّ کو خوش کرنے کے لئے اپنا سب کچھ اور اپنوں کو بھی قربان کر دوں گا مگر جب قربانی دینے کا وقت آتا ہے تو نہ اپنے نفس کی قربانی دے سکتا ہے نہ اپنوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے بعض دفعہ بچوں کی وجہ سے اُسے ٹھوکر لگ جاتی ہے بعض دفعہ بھائیوں اور بہنوں کی وجہ سے وہ خدا سے دُوری کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ ہزار قسم کی ٹھوکریں ہیں جو اِس وجہ سے اُسے لگتی ہیں کہ اُس نے اپنے ربّ سے حقیقی، سچّا اور صادق تعلق قائم نہیں کیا تھا۔

فرمایا۔ جو منافق ہیں وہ بظاہر مومن نظر آتے ہیں بظاہر ایک عورت مومنہ نظر آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ مومنہ نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا وہ نُور نہیں ملتا جو نور سامنے سیدھی راہ کو بھی روشن کرتا ہے اور جو نور پہلو میں دائیں طرف کو منور رکھتا ہے یعنی دینی فراست اور معرفت اور عرفان کو بھی زیادہ کرتا ہے اور اعمالِ صالحہ زیادہ بجالانے کی توفیق اُسے دیتا ہے۔ یہ نُور ان کو نہیں ملتا۔ وہ ظاہر میں مومنوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اس ظاہری اور بے حقیقت تعلق سے جو انہوں نے مومنوں کے ساتھ قائم کیا تھا فائدہ اُٹھائیں اور کہتے ہیں ٹھہرو ہم تمہارے ساتھی ہیں نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ تمہارے نُور سے ہم بھی فائدہ اُٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دِن ایسے لوگوں کو جب وہ یہ مطالبہ کریں گے کہ اگرچہ ہم نے پہلی زندگی میں نُور کو حاصل نہیں کیا تھا لیکن تھے تو ہم ان منوّر وجودوں کے ہی ساتھی۔ ان کے نُور سے ہمیں بھی کچھ دیا جائے تو ان کو کہا جائے گا کہ جس نے اس نُور کو حاصل کرنا ہوتا ہے وہ تو پہلی زندگی میں حاصل کرتا ہے اور وہیں یہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا

نُوۡرًا۔ اگر تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم اُلٹے پاؤں واپس پہلی زندگی میں چلے جاؤ تو ایسا کر لو کیونکہ یہ نُور وہاں سے حاصل ہوتا ہے۔ اِس دُنیا میں جو ہماری مادی دُنیا ہے اس میں جب تم نے اس نُور کو حاصل نہیں کیا تو آج تمہیں وہ نُور کیسے مِل سکتا ہے صُحبتِ صالحین کا فائدہ تو اس کو پہنچ سکتا ہے جس نے ان کے قدم پر قدم مارا جس نے ان کی طرح اپنے نفس کی اور اپنوں کی قربانی خدا کے حضور پیش کرنے کی کوشش کی جو ہمہ وقت دُعاؤں میں مشغول رہا کہ اے ہمارے رحیم اور رحمان خدا گو ہم کمزور بندے ہیں لیکن اپنے دِل میں ایک شدید تڑپ اِس بات کے لئے پاتے ہیں کہ ہم تیرے مقرّب بن جائیں اور تجھ سے تیری رضا اور تیرا نُور حاصل کریں تا ہماری زندگی جنّت میں گزرنے والی زندگی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو جو منافقانہ طور پر جماعتِ مومنین میں شامل رہے اُس دُنیا میں اُن کو کہا جائے گا کہ اب نُور حاصل کرنے کا وقت جاتا رہا۔ نُور تو امتحان اور اِبتلاء میں کامیاب ہونے کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ نُور تو مجاہدہ کے نتیجہ میں ملتا ہے نُور تو جہاد کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ نُور تو نفس کی قربانی دینے کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ نُور تو مال کی قربانی دینے کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ نُور تو اپنوں کی قربانی دینے کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ نُور تو جذبات کی قربانی دینے کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ نُور تو ہر اس حکم کو بجالانے کے نتیجہ میں ملتا ہے جو تم کو تمہارے ربّ نے دیا تھا مگر تم نے ان میں سے کِسی ایک کی طرف بھی توجہ نہ دی۔ جہاں سے نور حاصل کیا جا سکتا تھا وہاں سے تو تم نے نُور نہ لیا اور جہاں اصلاح کے لئے جہنّم کو پیدا کیا گیا ہے وہاں تم اپنے ساتھیوں سے نور کا مطالبہ کر رہے ہو۔ آج یہ نور تمہیں نہیں مل سکتا۔ آج تمہاری اصلاح کے لئے دوسرے سامان پیدا کئے گئے ہیں جنہیں اِسلامی اصطلاح میں جہنّم اور عذاب کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ کہ اس دُنیا میں منافق کے لئے یہ امکان موجود ہے کہ وہ توبہ کرے اور استغفار کثرت سے کرے اور اپنے نفس کو بدلے اور اپنے دل کے اندر ایثار اور فدائیت کے جذبات پیدا کرے تب ایک دروازہ کُھلا ہے جو توبہ اور استغفار کا دروازہ ہے وہ اس دروازہ میں سے نکل کر ان لوگوں میں شامل ہو سکتا ہے جن کو نور عطا کیا گیا ہے یہ دیوار جس میں یہ دروازہ ہے اس کے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمندروں سے بھی زیادہ موجیں مار رہی ہے۔ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنی بھیانک شکل میں انسان کے سامنے آتا ہے۔ غرض اِس دُنیا میں جو ہماری مادی دُنیا ہے ایک ایسی دیوار ہے جو مومن اور کافر کو مومن اور منافق کو جُدا کرتی ہے لیکن اس میں ایک دروازہ بھی ہے جسے توبہ کے ذریعہ کھولا جا سکتا

ہے جیسے استغفار کے ذریعہ کھولا جا سکتا ہے۔ ایثار اور فدائیت اور مجاہدہ اور حقیقی اسلام کے ذریعے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت دل میں پیدا کرنے کے لئے اِس عزم کے ساتھ کہ ہم آپ کے اُسوہ پر چلیں گے یہ دروازہ کھولا جا سکتا ہے۔ اِس دُنیا میں جہنّم کی جو دیوار ہے جو جہنّم اور جنّت کو جُدا کر رہی ہے اس میں بھی ایک دروازہ ہے لیکن اسے کھولنے کے لئے جہنّم میں جلنا پڑتا ہے۔ اس دروازہ کو کھولنے کے لئے ایک لمبا عرصہ خدا کی ناراضگی کی آگ میں اپنے آپ کو جلانا پڑتا ہے۔ اس دروازہ کو کھولنے کے لئے وہ دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے وہ عذاب دیکھنا پڑتا ہے کہ انسان اس کے تصوّر سے بھی کانپ اُٹھتا ہے۔ بیماری کے مطابق جب ایک زمانہ انسان عذاب میں گزارے اور پھر صحتیاب ہو جائے تو ایسے شخص کے لئے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے کیونکہ جہنم ابدی نہیں ہے۔ لیکن وہ زندگی جس میں سَو سال یا ہزار سال یا ایک لاکھ سال یا ایک کروڑ سال ایسے ہیں جسے نہ زندگی کہا جا سکتا ہے نہ موت جس کے ہر لحظہ میں انسان خدا تعالیٰ کے قہر کے نیچے خود کو محسوس کر رہا ہوتا ہے اور ایک ایسی جلن اس کے اندر پیدا ہو رہی ہوتی ہے کہ اس کیلئے ایک ایک سیکنڈ گزارنا مشکل ہوتا ہے اتنا لمبا عرصہ کون جہنّم میں رہے گا یا کون چاہتا ہے کہ اِتنا لمبا عرصہ وہ اس جہنّم میں رہے۔ پس قبل اس کے کہ وہ دن آئے کہ جب دُو مہروں کا نور ہمیں فائدہ نہیں پہنچا سکے گا ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے ربّ کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے ان تمام تقاضوں کو پُورا کریں جو قرآن کریم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھے ہیں اور ہم اپنے ربّ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنائیں۔ یہ دُنیا چند روزہ ہے اور اس دُنیا کی خرابی بڑے لمبے عرصہ تک جہنّم میں لے جانے والی ہے۔ ہم بے پردگی کی طرف مائل نہ ہوں۔ نمائش کی طرف مائل نہ ہوں۔ غریبوں سے ذِلّت کا سلوک کرنے والی نہ ہوں۔ اپنی بہنوں سے پیار اور محبّت کا سلوک کرنیوالی ہوں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دینے والی نہ ہوں۔ عاجزانہ راہوں کو اختیار کریں۔ زندگی کا ہر لحظہ استغفار کرتے ہوئے اور اپنے ربّ سے ڈرتے ہوئے گزاریں۔ اعمالِ صالحہ (جس حد تک اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے) بجالانے والی ہوں تب خدا چاہے اور اس کی رحمت یہ حقیر کوششیں دیکھنے کے بعد جوش میں آئے تو وہ ہمیں اس جہنّم سے بچا سکتا ہے لیکن اگر ہم اپنی کمزوریوں کے نتیجہ میں خود کو اس کی رحمت سے محروم کر لیں تو پھر بڑا دردناک عذاب ہے جس سے ہمیں ڈرایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق کہیں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ ہم بھی مومن

کہلاتے تھے۔ ہمارا دعویٰ بھی تھا کہ ہم اسلام لائے ہیں تو پھر کیوں ہم اس نُور سے محروم کئے جا رہے ہیں جو تمہیں خدا نے عطا کیا ہے تو انہیں جواب ملے گا کہ ظاہر میں تو تم ساتھ ہی تھے وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ لیکن اس عذاب کے سامان تم نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کئے کسی اَور کا اِس میں قصور نہیں کیونکہ جو کرتا ہے وہی بھرتا ہے جس نے گناہ کئے اور خدا کی بخشش اسے حاصل نہ ہوئی اور توبہ کا دروازہ اس کے لئے نہ کھُلا اسے لمبا عرصہ عذابِ جہنّم میں مُبتلا رہنا پڑے گا۔ تم نے اِس دُنیا میں ان عارضی خوشیوں کے حصول کی خاطر کیوں اِس بات کا خیال نہ رکھا کہ کتنی بڑی قیمت ہے جو تم ان فانی خوشیوں کے لئے ادا کر رہے ہو۔ تمہیں بتا دیا گیا تھا تم پر یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہوتا ہے تمہیں سمجھایا گیا تھا کہ اس کے قہر اور غضب کی تجلّی اگر ہو تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی انسان اسے برداشت نہیں کر سکتا لیکن تم نے ان باتوں کو سُنا اور اَن سُنا کر دیا انہیں یاد نہیں رکھا اور بھُول گئے۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے عذاب اور جہنّم کو پیدا کیا ہے اب ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں حقیقی مومن ان کو کہیں گے کہ تھے تو تم ہمارے ہی ساتھ لیکن تم ہمارے ساتھ نہیں بھی تھے کیونکہ جب ہم نے عاجزانہ راہوں کو اختیار کیا تم نے شیطان کے بتائے ہوئے متکبرانہ طریق کو اختیار کیا۔ جب ہم خدا کی راہ میں اپنے نفس اور اپنی ہر چیز کو فدا کرنے کے لئے تیار ہوئے تو تم نے سوچا کہ یہ مال اور دولت اور یہ اعزاء اور اقرباء اور جو جھوٹی خوشیاں اور یہ عارضی مسرّتیں تمہیں چاہئیں اور جو ابدی زندگی ہے وہ تمہیں نہیں چاہیئے۔ پس جس جہنّم کو تم نے اپنے ہاتھ سے اپنے لئے تیار کیا ہے کوئی دوسرا تمہیں اس سے کیسے بچا سکتا ہے فَتَرَبَّصْتُمْ اور تم ہمارے متعلق اِس انتظار میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس مادی دُنیا میں اور اِس رُوحانی دُنیا میں جو بشارتیں دی ہیں وہ کبھی پُوری نہیں ہوں گی وَارْتَبْتُمْ اور وہ قرآن جو تمہیں دیا گیا تھا (لَا رَیْبَ فِیْہِ) اِس میں کوئی شک نہیں تھا۔ اِس میں کسی شُبہ کی گنجائش ہی نہیں تھی لیکن تم نے قرآن کریم کی طرف توجہ نہ دی تم نے تو قرآن کو مہجور کی طرح کر دیا تم نے سمجھا کہ قرآن سے عزّت حاصل کرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔ تم نے سمجھا کہ اس نور سے نور لینے کی تمہیں کوئی حاجت نہیں تم شک اور شُبہ میں پڑے رہو۔ تم نے اس حقیقت کو نہیں پایا کہ یہ خدا کا کلام ہے اور اس کے ایک ایک حکم کے نیچے اپنی گردن کو رکھنا ضروری ہے کیونکہ اسکے بغیر ابدی حیاتِ طیّبہ نہیں مل سکتی۔ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ کچھ خواہشاتِ نفس تھیں جن کی تم نے پیروی کی اور شیطان نے تم کو دھوکہ دیا اور تم اس کے دھوکہ میں آ گئے تب خدا کا فیصلہ صادر ہو گیا۔ مومنوں

اِس دُنیا میں بھی جنّتیں نصیب ہوئیں اور مومنوں کو اُس دوسری زندگی میں بھی خدا کی رضا کی جنّتیں حاصل ہو گئیں۔ اب تم ہم سے کیا چاہتے ہو اور کیا مانگتے ہو۔ اِس دُنیا کے لئے جو اُخروی دُنیا ہے اور اُس دُنیا کی حیاتِ طیّبہ کے لئے تو اس حیاتِ طیّبہ کی ضرورت ہے جو اس دُنیا کے ساتھ لگتی ہے اور پھر ساتھ ہی رہتی ہے اُس وقت تم نے اپنی ذمّہ داریوں کو نہیں نبھایا اور ان چیزوں کو معمولی سمجھا اور جو حقیقت تھی اُسے بھُول گئے اور جو سراب تھا اسے تم نے بڑا اچھا خیال کیا تم سونے کی طرف تو متوجّہ نہیں ہوئے لیکن ملمع کی طرف تمہاری ساری توجہ تھی اور تم نے اپنے سارے اعمال کو اس عارضی زندگی کے لئے وقف کر دیا اور ان عارضی خوشیوں اور مسرّتوں پر قربان کر دیا۔ اب تم اِس دُنیا میں کیا چاہ سکتے ہو جس کے لئے تم نے کوئی تیاری نہیں کی۔ یہ زندگی ایک عارضی زندگی ہے آج بھی مرنا ہے اور کل بھی یہاں سے چلے جانا ہے۔ پس تم اُس زندگی کی فکر کرو جو ابدی زندگی ہے اُس زندگی کی فکر ہو جہاں خدا کے غضب اور رضا کے جلوے بالکل واضح ہو کر سامنے آجائیں گے اور جب اُس کا غضب بھڑکے گا تو اس کی انسان کو برداشت نہیں ہو گی اور جب وہ اس کی رحمت اور اس کے فضل کے جلوے دیکھے گا تو پھر وہ یہ کہے گا ہم نے اپنے ایمانوں کو پختہ کیا تھا اور خدا نے ہمیں ایسی نعمت اور حیاتِ طیّبہ کا وعدہ دیا تھا کہ ہم اس دُنیا میں جس کی حقیقت کو پہچان نہیں سکتے تھے لیکن ہم نے کہا ہمارا ربّ سچّا ہے وہ سچّے وعدوں والا ہے اُس نے ہم سے جو وعدے کئے ہیں وہ ضرور پُورے ہوں گے۔ ہم نے اس کی آواز پر لبّیک کہا اور آج ہم اس کے وعدوں کو بالکل نمایاں اور ظاہر ہو کر پُورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں جیسا کہ ہم نے اُس مادی دنیا میں حجاب در حجاب ان روشنیوں اور ان انوار کو اور رحمت کے ان جلووں کو دیکھا اور ان سے لذّت حاصل کی تھی ہم ہوائے نفس کے دھوکہ میں نہیں آئے تھے گو شیطان نے بڑا زور لگایا۔ لیکن تمہاری یہ حالت تھی کہ شیطان نے کہا بچے کو آرام سے سونے دو ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے بڑا ہو کر نمازیں پڑھ لے گا تم نے کہا ہاں بچّہ ہے آرام کرے۔ تم نہیں جانتے تھے کہ یہ عارضی آرام بڑے لمبے دُکھوں پر مُنتج ہو گا اس کے نتیجہ میں ایک لمبی جہنّم کی سزا اُسے ملے گی۔ شیطان نے کہا بچّہ ہے اسے سینما دیکھ لینے دو اور تم بھُول میں آ گئے تم نے شیطان کی آواز کو سُنا اور اس کے مطابق تم نے اپنے بچّوں پر وہ اخلاقی پابندیاں عاید نہ کیں جو ایک احمدی باپ اور ماں کو کرنی چاہیئے تھیں اور آج تمہیں اور تمہارے بچّے کو یہ دن دیکھنا نصیب ہو رہا ہے۔ شیطان نے کہا تمہارا اپنی محنت سے کمایا ہوُا مال ہے تم اس مال سے فائدہ اُٹھاؤ۔ خدا تعالیٰ جو تمام طاقتوں والا ہے اسے

ان اموال کی کیا ضرورت ہے۔ تم نے فرشتوں کی یہ آواز سُن کر کہ خدا تعالیٰ کو ان اموال کی ضرورت نہیں لیکن خدا کی راہ میں ان اموال کو خرچ کرنے کی تمہیں ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر تم اس کی رضا کی جنّت کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کی پرواہ نہ کی۔ شیطان تمہارے دائیں سے بھی آیا اور بائیں سے بھی آیا۔ تمہارے آگے سے بھی آیا اور تمہارے پیچھے سے بھی آیا۔ وہ ہر زاویہ سے آیا اور ہر زاویہ سے اس نے جو حملہ کیا اس کے مقابلہ میں تم نے شکست کھائی اب جہنّم کے بے شمار زاویے ہیں اس دُکھ پہنچانے والے ان بے شمار عذابوں اور دُکھوں کے جہنّم میں تم جلو اور اپنے آپ کو ان تکالیف میں ڈالو شاید ایک عرصہ کے بعد (نہیں کہا جا سکتا کہ کروڑ سال کے بعد اور نہیں کہا جا سکتا کہ ایک ارب سال کے بعد) تمہارے نفوس کی اصلاح اِس رنگ میں ہو جائے کہ تم اِس قابل ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنّتوں میں داخل ہو سکو تب یہ دروازہ جو اس دیوار کے اندر رکھا گیا ہے تمہارے لئے کھولا جائے گا لیکن اِس عارضی زندگی کے لئے جو چند سالوں کی ہے اور اس کی خوشیوں کے حصول کے لئے اتنے لمبے عرصہ تک دُکھ کون اُٹھا سکتا ہے۔ پس آج اپنی فکر کر لو تا کل کو یہ نہ کہنا پڑے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ اے مومنو ذرا ٹھہرو ہم بھی تمہارے ساتھ تھے اپنے نُور میں سے کچھ نور ہمیں دے دو کیونکہ چاروں طرف اندھیرا ہے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کدھر قدم اُٹھائیں اور اِس ظلمت اور اس اندھیرے میں جو قدم بھی اُٹھے گا وہ جہنّم کی طرف لے جانے والا ہو گا اِس لئے قبل اس کے کہ رات آئے تم اپنی فکر کرو اپنوں کی فکر کرو، اپنے بچّوں کی فکر کرو، اپنے رشتہ داروں کی فکر کرو، اپنے ماحول کی فکر کرو چند دن سینما دیکھنا، چند دِن بے پردگی کی راہوں کو اختیار کرنا، چند دن غریبوں پر اور کم علموں پر اور بے کسوں پر تحقیر کی نگاہ ڈالنا، چند دن کے لئے عارضی خوشیاں حاصل کرنا اور اس کے مقابلہ میں ایک لمبے عرصہ تک جو شاید ایک کروڑ سال کا ہو یا ایک ارب سال کا ہو اتنے دُکھوں میں مُبتلا رہنا اس کا ہم تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ جتنا تصوّر ہم کر سکتے ہیں وہ بھی ہمارے رُواں رُواں میں ایک لرزہ پیدا کر دیتا ہے اور ہم کانپ اُٹھتے ہیں۔ جب ہم سوچتے ہیں، جب ہم اپنی نگاہ اپنے گناہوں پر ڈالتے ہیں۔ جب ہم اپنے ربّ کے حضور جُھکتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ اے خدا ہم گنہگار ہیں اپنی طرف سے ہم کوشش کر رہے ہیں مگر کوشش بھی تیرے فضل کے بغیر ممکن نہیں تُو فضل کر اور صحیح رنگ میں مجاہدہ کی توفیق عطا کر۔ تُو ہمیں حیاتِ طیّبہ کا وارث بنا۔ حیاتِ طیّبہ کو ہمارے لئے مقدّر کر اور اس حیاتِ طیّبہ کے پانے کے لئے وہ نُور عطا کر جو صراطِ مستقیم کو ہمارے لئے روشن رکھے اور رُوحانی درجات زیادہ سے زیادہ ہر آن ہمیں حاصل ہوتے رہیں اور تیرا قُرب زیادہ سے

زیادہ ہمیں ملتا رہے۔ ہم اُن لوگوں کی طرح نہ بنیں جو ظاہر میں تو ایمان لائے لیکن نفاق کے اندھیروں میں انہوں نے اپنی زندگی کے دِن گزارے۔ یہ عارضی چیزیں ہیں اِس دُنیا میں بھی ان کی کوئی خاص لذّت نہیں۔ ذہن کا ایک گندا رجحان ہے جس سے بڑی آسانی کے ساتھ چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

پس قبل اِس کے کہ وہ دن آئے جو بڑا سخت ہو گا قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر ظاہر کرے کہ اس نے اپنی محبّت کے دروازے آپ پر بند کر دئے ہیں۔ اس نے اپنے نُور کی کرنوں سے آپ کو محروم کر دیا ہے۔ اس نے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کے قابل نہیں بنایا قبل اس کے کہ وہ دن آئے تم اپنی فکر کر لو قرآن کریم نے آپ کو متنبّہ کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی کام میں اپنی ساری زندگی گزاری ہے۔ آپؐ نے اپنوں کو بھی اور دُنیا کو بھی آگاہ کیا کہ مَیں ایک نبی ہوں جو خاتم النبیین کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہوں۔ مَیں اِس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تمہیں آج متنبّہ کر دوں اور ڈراؤں کہ خدا کے غضب اور اس کے عذاب اور اس کے جہنّم سے بچنے کے سامان پیدا کر لو ورنہ ایک دن وہ ہو گا کہ تم پچھتاؤ گے تو سہی لیکن یہ پچھتانا تمہارے لئے فائدہ مند نہ ہو گا۔ آپ نے یہ اعلان کیا کہ انسان اپنی کمزوریوں کے باوجود اگر خلوصِ قلب کے ساتھ اور نیّتِ صادقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جُھکے گا اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ خدا جو غفور ہے اسے اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے گا۔ وہ خدا جس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اسے اپنی رحمت کے سایہ کے نیچے لے آئے گا اور وہ دن جس کے تصوّر سے بھی دِل کانپ اُٹھتا ہے اس دن ایسے لوگوں کو کوئی رُسوائی نہیں ہو گی۔ انہیں کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔ انہیں جہنّم میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی عزّت ہو گی۔ ان کو ایسے انعامات دئیے جائیں گے جن کا منبع خدائے رحمان الرحیم کی ذات ہو گی۔ خدائے غفور انہیں مغفرت کی چادر عطا کرے گا۔ اپنے گناہ بھی وہ بھول جائیں گے۔ دوسروں کا تو کیا وہ اپنی نگاہ میں بھی پاک اور صاف نظر آئیں گے۔ دوسرے ان کے اُوپر کیا داغ محسوس کرتے ہیں وہ اس رنگ میں ہو کر خدا کے مقرّب بندے بن کر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کے لائق سمجھے جاتے ہوئے خدا کی رضا کی جنّتوں کی طرف چلے جائیں گے لیکن وہ شخص جو آج اس تنبیہہ کو نہیں سمجھتا۔ جو نفاق کی رگ اپنے اندر رکھتا ہے وہ ظاہر میں مومنین میں شامل ہے لیکن اس کا ایمان اور اس کا عقیدہ اور اس کے خیالات اور اس کی عادتیں اور اس کے جذبات اور اس کے اعمال مومنانہ نہیں وہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گا جیسا کہ وہ اس دُنیا میں اس کی رحمتوں سے

محروم ہے وہ خدا تعالیٰ کے نُور سے حصّہ نہیں پائے گا جس طرح اس نے اس دُنیا میں اس نور سے حصّہ نہیں پایا اور اندھا بنا دیا گیا اور جو اِس دُنیا میں رُوحانی طور پر اندھا اور نابینا ہو وہ اُس دُنیا میں بھی اندھا اور نابینا ہی ہوگا وہاں اُس کو آنکھ عطا نہیں ہوگی وہاں اس کے لئے نُور کے سامان پیدا نہیں کئے جائیں گے وہاں اس کے لئے رحمت کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ پس تم تمام بدعتوں کو چھوڑو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر عمل کرنے کی کوشِش کرو۔ دُنیا اگر خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کی ہدایت کے مطابق جائز طریقوں سے حاصل کی جائے اور جائز راہوں سے اسے خرچ کیا جائے تو اس کی آپکو اجازت ہے بلکہ ہر ایسے عمل میں اللہ نے اپنی رحمت کے خزانے بند رکھے ہوئے ہیں جنہیں آپ حاصل کر سکتے ہیں اگر نیّت ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بظاہر چھوٹی چھوٹی دُنیاوی چیزیں بھی انسان کو ثواب کا حقدار بنا دیتی ہیں۔ تم میں سے ہر ایک کو جو ماں ہے یا ماں بننے والی ہے خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ جنّت تمہارے قدموں کے نیچے ہے مطلب یہ کہ اگر تم اعمالِ صالحہ بجا لاؤ گی اور اس کا ایک حِصّہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کی اور ان کی جو تمہارے ماتحت ہیں صحیح تربیت کرو گی اور دُنیا کے آراموں میں اور دُنیا کی غلط مسرّتوں میں انہیں ڈوبنے نہ دو گی بلکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ قربانیاں دینے والے، ایثار کے نمونے پیش کرنے والے اور اسلام پر صحیح طور پر قائم ہونے والے ہوں گے (وہ تمہارے ماتحت ہوں، بچّے ہوں یا دوسرے رشتہ دار) تو پھر تمہارا درجہ جنّت میں تمہاری اولاد سے بڑا ہوگا کیونکہ جو مقام تمہاری اولاد کو ملے گا اس سے اُوپر تمہارا مقام ہوگا اور یہ کہا جا سکے گا کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اگر چاہو تو اپنی اِصلاح کرو اور جنّت میں بھی ایک بزرگ مقام حاصل کرو اور اگر تم اپنی ذمّہ داری کو نہ نباہو۔ اگر تم اپنی اولاد اور اپنے متعلّقین کی صحیح تربیت نہ کرو اور اگر تم خود بھی دُنیا میں اور اس کی لذّتوں میں محو رہو اور خدا اور اس کے فضلوں کو بھُول جاؤ تو پھر نہ تم جنّت میں ہو گی اور نہ تمہارے قدموں کے نیچے جنّت ہو گی تم اور تمہاری اولاد (سوائے اُس کے جس کو اللہ تعالیٰ اس کی خاص قربانیوں کے نتیجہ میں بچالے اور محفوظ کر لے) جہنّم میں پھینک دئے جاؤ گے۔ ایسے لوگوں کے لئے وہاں دُہرا دُکھ ہے۔ ایک طرف اپنا دُکھ ہوگا اور دوسری طرف بچّے (لڑکے اور لڑکیاں) اور دوسرے متعلّقین ان سب کو جب وہ جہنّم کی آگ میں جُھلستا اور تڑپتا دیکھیں گے تو انہیں کیسے چین نصیب ہوگا۔ جہنّم کے اندر ایک اَور جہنّم بن جائے گی۔ تم میں سے جو محبّت کرنے والی مائیں ہیں وہ بچّے کی بیماری ایک رات کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔ وہ بچّے کے سرہانے بیٹھی رہتی ہیں اور

اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیتی ہیں تو تم سوچو کہ اگر تم اپنے بچّوں کو (اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کو) ایک لمبے عرصہ تک جہنّم کی آگ میں تڑپتا دیکھو گی تو کیا تمہارے لئے جہنّم کے علاوہ ایک اَور جہنّم کی آگ دلوں میں نہ سُلگ اُٹھے گی اس دن چھپایا تو جا سکتا ہے لیکن اس دن کچھ کیا نہیں جا سکتا اِس لئے تم اس دن سے پہلے اپنی حفاظت بھی کر لو اور اپنے بچّوں (لڑکوں اور لڑکیوں) کی حفاظت بھی کر لو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور خدا ایسے سامان پیدا کرے کہ ہم اس کی رحمت سے حصّہ لینے والے ہوں اس کے غضب سے حصّہ لینے والے نہ ہوں۔ خدا کرے کہ ہم اس کے نُور سے نُور حاصل کرنے والے ہوں شیطان سے اس کے اندھیرے کو حاصل کرنے والے نہ ہوں۔ خدا کرے کہ وہ جو حیات کا سرچشمہ اور منبع ہے اس سے ہم ابدی حیاتِ طیّبہ پانے والے ہوں اور شیطان جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو باقی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ پس شیطان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ہمیشہ رہنے والا نہیں بلکہ فنا ہونے والا ہے۔ پس ہم شیطان سے وہ چیز حاصل نہ کریں جو وقتی طور پر ہمیں عارضی اور جھوٹی خوشی پہنچا کر ہمیں حقیقی اور ابدی خوشی سے محروم کر دے۔ خدا کرے کہ خدا کی نگاہ میں ہمیں عزّت حاصل ہو اور اس کی نگاہ سے ہم گِر نہ جائیں۔ خدا کرے کہ شیطان کی نگاہ میں ہمیں کبھی عزّت حاصل نہ ہو اور اس کی غضب اور نفرت اور حقارت اور غصّہ کی نگاہ ہم پر پڑے تا وہ یہ سمجھ لے کہ خدا کے یہ بندے خدا سے پیار کرنے اور مجھ سے انتہائی نفرت اور حقارت کا برتاؤ کرنے والے ہیں اور میری آواز پر لبّیک نہیں کہتے۔ خدا کرے کہ یہ سب ہمیں حاصل ہو۔ خدا کرے کہ اِس دُنیا میں بھی خدا کی جنّتوں میں ہم رہیں اور خدا کرے کہ جب ہم اِس دُنیا سے رخصت ہوں تو ہم اور ہمارے بچّے اور ہمارے رشتہ دار اور ہمارے لواحقین اور متعلّقین بھی خدا کی جنّت میں ہوں تا اس جنّت کا دوہرا مزہ ہمیں حاصل ہو۔ ایک ذاتی مسرّتوں اور خدا تعالیٰ کی قدرت کے ذاتی جلووں کو دیکھ کر اور ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کے جلووں کو اپنے بچّوں پر نازل ہوتے دیکھ کر۔

خدا کرے کہ ہم ہمیشہ حقیقی مومن رہیں۔ آمین ❊

سالانہ اجتماع ۱۹۶۸ء[1]

پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا پُر معارف خطاب

تشہد و تعوّذ اور سُورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی :۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

(بنی اسرآءیل آیت ۵۸)

اِس کے بعد فرمایا :۔

ایک مومن اور ایک مومنہ کا مقام مجمع خوف و رجا ہوتا ہے یعنی ایک ہی وقت میں ایک طرف تو مومن اور مومنہ کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہتا ہے۔ اُسے ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اپنی کِسی غفلت یا کوتاہی یا گناہ یا سُستی یا قُربانی سے مُنہ موڑنے کے نتیجہ میں اس کا ربّ، اس کا خالق جو شان و شوکت والا اور ذوالجلال ہے اس سے ناراض نہ ہو جائے اور دوسری طرف جب وہ اپنے ربّ کی رحمت کی راحتوں پر نگاہ ڈالتا ہے تو وہ اپنی کمزوریوں کو بھُول جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اپنے ربّ کی رحمت کی چادر میں خود کو ڈھانک لے اور شیطان سے غائب ہو جائے تا شیطان اس پر حملہ کرنے کا خیال بھی نہ لا سکے۔

اللہ تعالیٰ سُورۃ الاسراء میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندے بھی اس مقام سے بالا نہیں ہوتے کہ اپنے ربّ کی رحمت کی امید نہ رکھیں اور یہ سمجھیں کہ ربّ کی رحمت کے بغیر وہ دُنیوی اور اُخروی اور رُوحانی ترقیات اپنے زور سے حاصل کر سکتے ہیں اور نہ وہ اس مقام سے علیٰحدہ ہوتے اور ہٹے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کے دِل سے اُن کے ربّ کا خوف جاتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے انذار نے ہمیں

[1] ۱۹ اِخاء ۱۳۴۷ ہش / ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۸ء

جھنجھوڑ کر کہا ہے کہ اگر اِس قسم کی باتیں کروگے تو اس کا قہر تم پر نازل ہوگا۔ یہی ایسی چیزیں ہیں جن سے خوف کیا جا سکتا ہے اور جن سے یہ لوگ خوف کرتے ہیں۔ غرض ایک مومن اور مومنہ کا مقام خوف اور رجا کا مقام ہے۔

خوف کے مقام یا خوف کے جذبہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی ہے اور مختلف فوائد اِس کے بتائے ہیں اور اس کے نتیجہ میں جو انعامات ہمیں مل سکتے ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور اس مقام کو چھوڑنے کے نتیجہ میں جس قسم کا عذاب ہم پر مسلّط کیا جائے گا اس سے ہمیں ڈرایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سُورۃ النازعات میں فرماتا ہے :۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (آیات ۴۱، ۴۲)

اِن آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ جس شخص کے دِل میں اپنے ربّ کی شان اور جلال کے مقام کی وجہ سے حقیقی خوف پیدا ہو جائے اور اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہو جائے کہ اُسے اپنے ربّ کو ناراض نہیں کرنا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے نفس کی گری ہوئی خواہشات کی پَیروی چھوڑ دے گا اور جب تک ایک نفسِ اِنسانی اپنی گری ہوئی خواہشات کی پَیروی چھوڑتا نہیں جنّت میں اُسے ٹھکانہ نہیں مل سکتا پس اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنّتوں کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ اِنسان خدا تعالیٰ کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کرنے والا ہو۔

”خدا کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کرنا“ ہے تو ایک چھوٹا سا فقرہ لیکن اِس میں وسعتیں بھی بہت ہیں اور اس کا کرنا بھی مشکل ہے کیونکہ جب تک اِنسان ہر وقت چوکس اور چوکنّا نہ رہے وہ ہوائے نفس کی ذلّتوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لیکن ضروری ہے کہ ہم مقامِ خوف پر مضبوطی سے قائم رہ کر اپنے نفس کی گری ہوئی اور بدخواہشات سے ہمیشہ بچتی رہیں۔ ہمارا نفس ہمارے ماحول کو دیکھتا ہے۔ ہمارا نفس کہتا ہے کہ بے شک خدا تعالیٰ نے ہمیں پردہ کی تعلیم دی ہے مگر ہم دوسروں کی طرح بے پردہ ہو کر اپنے زیوروں اور کپڑوں کی نمائش کیوں نہ کریں۔ یہ چھوٹا سا گناہ ہے اگر کر لیا تو کیا ہو جائے گا لیکن یہ بھُولنا نہ چاہیئے کہ ایک چھوٹا سا گناہ بھی انسان کو دوزخ میں لے جانے کے لئے کافی ہو جایا کرتا ہے۔ نفس کہتا ہے اپنے اموال سے خود فائدہ اُٹھاؤ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی نہ دو۔ نفس کہتا ہے اپنے اوقات اپنے پر خرچ کرو اور

ان سے خود ہی فائدہ اُٹھاؤ۔ دین کے لئے وقت دینے کی کیا ضرورت ہے۔ نفس کہتا ہے کہ میرے بچوں کو دُنیوی آرام و آسائش میسر آجائے مَیں ان کو خدا کے بتائے ہوئے طریقوں پر مشقتوں میں کیوں ڈالوں۔ غرض نفس ہزار قسم کے گمراہ راستے اِنسان کو دکھاتا ہے۔ نفس ہزارہا قسم کی گری ہوئی خواہشات جو اُسے زمین کی طرف جُھکا دیتی اور اللہ کی رحمت کے آسمانوں سے اُسے دُور کر دیتی ہیں اس میں پیدا کر دیتا ہے ان میں سے ہر بات خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والی بن جاتی ہے۔

یہ ڈر اور خوف کا مقام ہے اِس لئے ایک دوسری جگہ فرمایا کہ مومن یہ اعلان کرتا ہے اور دُنیا کو بتاتا ہے کہ مَیں تمہارے پیچھے نہیں چلوں گا اِس لئے کہ

اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔

اگر مَیں نے تمہارا کہا مانا اور اپنے نفس کی خواہشات کو پُورا کیا تو مَیں اللہ تعالیٰ کی عصیان کرنے والا ہوں گا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہوں گا۔ اور اگر مَیں خدا تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مَیں خدا تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ ایک عظیم دِن کے عذاب میں مُبتلا نہ ہوجاؤں۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ۔ میرے دِل میں شدّت کے ساتھ یہ خوف پایا جاتا ہے کہ مجھے اپنے ربّ کی نافرمانی کرکے اس کی ناراضگی مُول نہیں لینی چاہیئے۔

غرض یہ مقامِ خوف ہے جو ایک مومن کے مقامِ خوف و رجا کا ایک حصّہ ہے اور ایک عقلمند انسان وقتی اور عارضی اور جُھوٹی خوشیوں یا عزّتوں یا آراموں کے لئے ابدی عذاب اور دُکھ اور پریشانی اور جلن مُول نہیں لیا کرتا۔ ایک ذرا سی عقل بھی ہمیں کہتی ہے کہ چھوٹی چیز بڑی پر قربان کی جاتی ہے بڑی چیز چھوٹی پر قربان نہیں کی جایا کرتی۔ یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے شریعت کے بھی خلاف اور فطرتِ اِنسانی کے بھی خلاف ہے لیکن شیطان عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہے فطرتِ انسانی کو مسخ کر دیتا ہے شریعت کو بُھلا دیتا ہے اور جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کا بندہ بننے کی بجائے شیطان کا بندہ بن جاتا ہے یا کوئی عورت خدا تعالیٰ کی بندی بننے کی بجائے شیطان کی بندی بن جاتی ہے تو اس کے لئے عذابِ عظیم کا خطرہ موجود ہے۔

ہمیں یہ نہیں بُھولنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا غصّہ اور اس کا غضب اور اس کا قہر انسان کے غصّہ اور غضب اور قہر کی طرح نہیں کہ جسے ہم بُھول سکتے ہیں اور جس کے برداشت کرنے کا ہم فیصلہ بھی کر لیا

کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا غصّہ، اس کا غضب اور اس کا قہر اِس رنگ کا ہے اور اس قدر شدّت رکھتا ہے اِس قدر وسعتوں کا حامل ہے اور اس قدر دُکھ دینے والا ہے کہ اِنسان ایک لحظہ کے لئے بھی اُسے برداشت کرنے کا تصوّر نہیں کر سکتا۔

پس قبل اِس کے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکے ہمیں اس کے غضب سے اپنے کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور ان تمام نواہی سے بچنا چاہیئے جن سے بچنے کا اس نے حکم دیا ہے اور ان تمام احکام کو بجا لانے کی کوشش کرتی رہنا چاہیئے جن کے کرنے کا اس نے ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن ایک مومن، مومنہ کا مقام صرف خوف کا مقام ہی نہیں بلکہ رجا کا مقام بھی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ

رَبِّہٖٓ اَحَدًا ۝ (الکھف آیت ۱۱۱)

یعنی جو شخص یہ اُمید رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا زندہ تعلق قائم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے زندہ جلوے اس کی زندگی میں نمودار ہوں اُسے چاہیئے کہ ایک تو عملِ صالح کرے اور دوسرے ہر قسم کے باریک سے باریک شرک کی راہوں سے اجتناب کرے۔ اگر کوئی شخص عملِ صالح نہ کرے۔ اگر کوئی شخص شرک سے خود کو نہ بچائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبّت کے جلوے نہیں دیکھ سکتا اِس لئے فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا

کہ جو لوگ مرد ہوں یا عورتیں اس دُنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے اور اپنی ساری خوشیاں اس ورلی زندگی کی خوشیوں کو سمجھا اور اپنے سارے آرام اسی ورلی زندگی کے آراموں میں پائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو یہ اُمید نہیں رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت، اپنی رحمت اور اپنی شفقت کے جلوے انہیں دکھائے گا کیونکہ جو شخص دُنیا میں گُم ہو جاتا ہے وہ شیطان کا عبد اور بندہ تو کہلا سکتا ہے لیکن خدا کا بندہ وہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط رشتہ اور تعلق قائم نہیں ہوتا۔ غرض یہ دُنیا چند روزہ ہے۔ اس کی عزّتیں جُھوٹی، اس کے آرام اور آسائشیں فانی، اس کے اموال بے وفا، ان کی خاطر اس بے وفا کے حُسن و احسان کے جلووں سے مُنہ کیسے موڑا جا سکتا ہے۔ کوئی عقلمند انسان ایسا کرنے کی جُرأت ہی نہیں کر سکتا۔

پس مومن اور مومنہ کا مقام خوف اور رجا کے مقام کا جامع ہے یہ دونوں مل کر مومن اور مومنہ کے مقام کی تعیین کرتے ہیں۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا خوف شدّت سے دِل اور رُوح پر طاری ہوتا ہے اور ہر اُس چیز

سے اِنسان بچنے کی کوشش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ دوسری طرف ساری امیدیں اور سارا توکّل اور سارا بھروسہ اسی کی ذات پر ہوتا ہے اِس لئے جب وہ اپنی کم مایہ قربانیوں کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہے تو وہ یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان قربانیوں کی مقدار کو نہیں دیکھے گا بلکہ ہمارے دِل میں اس کی محبت کی جو لگن اور تڑپ ہے اس پر نگاہ کرتے ہوئے انہیں قبول کرے گا اور اپنی رحمتوں سے ہمیں اِس دُنیا میں بھی نوازے گا اور اُس دُنیا میں بھی نوازے گا۔

اِس مقامِ خوف و رجا کا وعدہ پھر ہمارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کیا ہے یعنی آپ نے ہمیں مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے کہ اسلام نے جو وعدے اُمّتِ مُسلمہ سے کئے تھے اسلام نے جو بشارتیں ایک مسلمان کو دی تھیں اگر تم ان وعدوں اور بشارتوں کا وارث بننا چاہتے ہو تو حقیقی اسلام جو مَیں آپ کے سامنے پیش کروں اُسے قبول کرو اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین اِقتباس مَیں اِس وقت پڑھنا چاہتا ہوں اور ان باتوں کی طرف اپنی بہنوں کو توجّہ دلانا چاہتا ہوں جن کا ذکر اِن اقتباسات میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سُنا اور اُس میں غور کی تب اسی قدر قرائن سے خدا تعالیٰ نے اُن کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہو گئے۔"
(آئینہ کمالاتِ اِسلام صٓ ۳۴۹ ، صٓ ۳۵۰)

اِقتباس آگے چلے گا لیکن مَیں پہلے اِس کے ایک حصّہ کو لیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جن کے سینے مجھے قبول کرنے کے لئے کھُلے ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو میری باتوں کو سُنتے، اُن پر غور کرتے اور میرے حالات کو جانچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو پیار کا سلوک مجھ سے کرتا چلا آ رہا ہے اُسے مشاہدہ کرتے ہیں اور اس پر غور کرتے ہیں۔ جو کلام اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر میں میرے پر نازل کیا ہے اُسی کو سُنتے اور اس میں فکر اور تدبّر کرتے ہیں اور ان ساری باتوں کو دیکھنے کے بعد اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مَیں سچّا ہوں اور مجھے قبول کرتے ہیں۔ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دقیق نظر سے دیکھتا ہی نہیں اور آپ کی باتوں کو عقل اور فراست سے وزن ہی نہیں کرتا، آپ کے حالات کو جانچتا ہی نہیں، آپ کے الہامات اور کشوف اور رؤیا پر غور ہی نہیں کرتا محض زبانی یہ دعوٰی کرتا ہے کہ مَیں آپ پر ایمان لایا وہ ان تقاضوں

کو کیسے پُورا کر سکتا ہے جو تقاضے آپ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں ہم پر عاید ہوتے ہیں۔ پس پہلا کام ایک احمدی مرد اور عورت کا یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان تمام زاویوں سے دیکھے اور پرکھے اور غور و فکر کرے اور علیٰ وجہ البصیرت اِس نتیجہ پر پہنچے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ایک پیارے بندے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم رُوحانی فرزند ہیں جب یہ بصیرت حاصل ہو جائے جب یہ معرفت اُسے مِل جائے تب وہ آپ کے احکام اور آپ کے ارشادات کی تعمیل کر سکتا ہے۔ ویسے تو ہم ہزار چیزوں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں اور ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں لیکن جب تک ان کے صحیح حالات سے ہم واقف نہیں ہوتے ان سے ہم فائدہ نہیں اُٹھا سکتے جیسا کہ اس مادی دُنیا میں اِنسان ایٹم سے یعنی مادہ کے باریک ذرّے سے تو واقف تھا لیکن اس کی معرفت نہیں رکھتا تھا وہ اس کی حقیقت سے ناواقف تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ ایٹم ہے لیکن اُسے یہ پتہ نہیں تھا کہ اسکے اندر کیا خواص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیا عجیب راز اپنی قدرت کے اس کے اندر بند رکھے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ذرہ تھا بے حقیقت ذرہ۔ اُس کی طرف وہ متوجّہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے لئے کسی چیز کی قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا اس کی خاطر وہ سیاسی بَین الاقوامی دباؤ ڈالنے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن جب وہ وقت آیا کہ انسان نے اس مادی ذرّے کی حقیقت کا عرفان اور علم حاصل کر لیا تو اُس نے اُس سے فائدہ اُٹھانا شروع کیا اور جب اُس نے فائدہ اُٹھانا شروع کیا تو اس نے بعض غلط راہوں کو اختیار کرکے دُنیا کی تباہی کے سامان بھی اسی کے اندر سے نکال لئے۔ پھر ایک باریک ذرّے کے حقائق کی معرفت کے بعد دُنیا میں ایک انقلابِ عظیم بپا ہُوا اِس معنی میں کہ بڑی بڑی اقوام نے ایک دوسرے پر سیاسی دباؤ ڈالنے شروع کئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ایٹم کی حقیقت کے علم کے بعد دُنیا میں ایک انقلابی توازن قائم نہ ہُوا تو دُنیا تباہی کی طرف چلی جائیگی لیکن ایک خانہ انہوں نے خالی چھوڑا ہُوا ہے اور وہ اللہ کا خانہ ہے اِسی لئے ہمیں ہر وقت خوف رہتا ہے کہ شیطان کی غلامی کے نتیجہ میں کہیں دُنیا کو اور انسان کو تباہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم دقیق نظر سے پہچانیں نہ۔ آپ کی باتوں کا وزن نہ کریں۔ آپ کے کلام اور حالات پر فکر اور تدبّر نہ کریں تو جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے ہمارے لئے آپ اس ایٹم کے ذرہ کی طرح رہیں گے جسے اس وقت تک انسان ایک بے حقیقت ذرہ سمجھتا تھا۔ جب تک اس کے حقائق اس کی طاقتوں اور اس کے خواص سے ابھی وہ ناواقف تھا لیکن اگر ہم آپ ہی کے ارشاد کے مطابق آپ کی باتوں پر غور کریں۔ آپ کی کتابوں کو جو قرآن کریم ہی کی تفسیر ہیں کثرت سے پڑھیں اور فکر اور تدبّر ان باتوں میں کریں اور جس رنگ

میں آپ نے اپنے پیدا کرنے والے ربّ اور اس کی صفات کو ہمارے سامنے رکھا ہے اپنے ربّ اور اس کی صفات کی معرفت آپ کے ذریعہ اور آپ کی بتائی ہوئی تفسیر کے ذریعہ حاصل کریں تو پھر ہمارے دل میں آپکی قدر پیدا ہوگی۔ پھر ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر پیدا ہوگی۔ پھر ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت پیدا ہوگی تب ہم حقیقی توحید پر قائم ہوں گے اور صرف اس صورت میں اپنے اس حقیقی مقامِ خوف و رجا کو حاصل کرسکیں گے جو مقام خوف و رجا ایک مومن اور مومنہ کا مقام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر تم ایسا کرو جیسا کہ میں نے تمہیں ابھی حکم دیا ہے تو پھر تم میرے ساتھ ہو جاؤ گے اور میرے ساتھ ہونے کے معنی یہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لئے اپنی مرضی چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کے لئے مجھے حَکَم بناتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آگیا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۵۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کُتب آپ کے کلام اور آپ کے الہامات اور کشوف اور رؤیا پر غور کرنے سے جب انسان علیٰ وجہ البصیرت آپ کی جماعت میں شامل ہوتا اور آپ کے وجود کا ایک ذرّہ بن جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ایک تو اس کی اپنی مرضی کوئی نہیں رہتی۔ آپؑ نے فرمایا ہے:۔

"میری مرضی کے لئے اپنی مرضی چھوڑتا ہے"

ایسا شخص اس نظام کے احکام کی خلاف ورزی کیسے کرسکتا ہے جو نظام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جاری کیا۔ اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف کیسے جاسکتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبردست تحریروں میں اِس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ خدا کی ذات اور صفات یہ ہیں اور مجھے اِس لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ مَیں تمہارا تمہارے ربّ کے ساتھ ایک زندہ اور مضبوط تعلق قائم کروں۔

پھر نفس کی خواہشات ہیں آپؑ فرماتے ہیں کہ میرے کلام پر غور کرنے اور کثرت سے اس کا مطالعہ کرنے سے جو قرآن کریم کے صحیح اور حقیقی معانی انسان پر منکشف ہوں گے ان کے نتیجہ میں پھر نفس باقی نہیں رہے گا جو اپنے نفس کے ترک اور اخذ کے لئے مجھے حَکَم بناتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میرے نفس کی یہ خواہش خدا کی مرضی کے خلاف نہیں کیونکہ مَیں ایسا سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میری یہ خواہش خدا کے منشاء کے خلاف

ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی فرماتے ہیں۔ اگرچہ مجھے سمجھ نہیں آرہا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ

"اور میری راہ پر چلتا ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبع کی حیثیت سے آپ دُنیا میں مبعوث ہوئے۔ اُمّتِ محمدیہ میں ہمارے نزدیک کوئی ایک فردِ واحد بھی پیدا نہیں ہؤا جس نے فنا فی الرّسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ مقام حاصل کیا ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاصل کیا اور جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کامل پیروی کی ہو کہ اس کے اندر کوئی نقص یا کوتاہی نہ رہی ہو۔ غرض اس زمانہ میں ایک کامل متبع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آپ ہمارے سامنے آئے ہیں۔ اب جو شخص بھی اتباعِ سُنّتِ نبوی کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ پر چلنے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی اطاعت میں فانی ہو کیونکہ آپ کی اطاعت میں فانی ہونے کے نتیجہ میں ہی فنا فی الرسول کا مقام یعنی فنا فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اُسے حاصل ہوسکتا ہے۔

اور یہ بات کہ وہ آپ کی راہ پر چلتا ہے اور آپ کی اطاعت میں فانی ہے اُس شخص کے لئے ممکن نہیں جس کا نفس اور جس کی انانیت باقی رہے۔ اِس لئے یہ ضروری ہے کہ انانیت کی جِلد سے ہر احمدی مرد و عورت باہر آئے اور "اَنَا" کی بجائے "اَللّٰہُ ھُوَ" کا نعرہ لگائے۔ اس کے دل سے اپنے وجود کا خیال بھی مٹ جائے۔ اس کے وجود کی رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے اِس طرح موجزن ہو جائیں کہ اُسے سوائے خدا کے اِس دُنیا میں کوئی نظر نہ آئے۔ ہر چیز نیستی کا لبادہ پہنے ہوئے اس کے سامنے آئے۔ ایک زندہ اور حیّ اور قیّوم ہستی کے مقابل ہر چیز عدم محض نظر آئے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر دُنیا کی تمام مخالفتوں سے وہ ڈرے گا نہیں۔ پھر وہ دُنیا کو اور دُنیا والوں کو لاشئی محض سمجھے گا اور ان کی مخالفتوں اور ان کے منصوبوں اور ان کی شرارتوں اور ان کے ظلموں کا کوئی خیال نہیں کرے گا کیونکہ وہ خود کو بھی کوئی شئی نہ سمجھتے ہوئے اپنے ربّ کی گود میں اپنے آپ کو بیٹھا ہؤا پائیگا۔

انانیت کی جلد سے باہر آنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ جماعتی نظام کے خلاف بعض دفعہ بات کہہ دیتے ہیں جماعتی نظام کو اس کا کیا نقصان۔ یا اگر بعض لوگ خلیفۂ وقت کے خلاف بات کر دیتے ہیں تو خلیفۂ وقت کو اس کی کیا پرواہ ہمیں تو ان کی فکر لگ جاتی ہے کہ وہ ابھی انانیت سے باہر نہیں آئے۔ ابھی وہ

حقیقی احمدی نہیں بنے۔ اِس مقامِ خوف کو انہوں نے نہیں پایا جس کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ نہیں سکتا۔ لجنہ اماء اللہ کے سپرد جو کام ہیں ان کا جو پروگرام ہے اس میں پہلا اور بنیادی کام یہ ہے کہ ہر عورت قرآن کریم اور اس کی سچی اور حقیقی تفسیر کا علم حاصل کرے اور قرآن کریم کے علوم کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو پہچانیں۔ آپ کے ملفوظات کا وزن کریں۔ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو سلوک ہے اُسے مشاہدہ کریں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے جو وحی کی ہے یا جو کشوف اور رؤیا آپ کو دکھائے ان میں فکر اور تدبّر کریں اور آپ کی کتابوں کو بڑے غور سے پڑھتے رہا کریں اور ان سے وہ سبق حاصل کریں جو سبق آپ ہمیں دینا چاہتے ہیں اور خدا کرے کہ اس کے نتیجہ میں ایسا کرنے والے ان برکات کے وارث ہو جائیں جو برکات (جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے) اس کے نتیجہ میں اُن کو مل سکتی ہیں۔ یعنی اپنی مرضی نہ رہے۔ اپنے نفس کو چھوڑنا یا اپنے نفس کے حقوق کو نفس کی قربانی سے ادا کرنا۔ پھر یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حَکَم بنا کر کرنا آپ کی راہ پر چلنا۔ آپ کی اطاعت میں فانی ہونا۔ اپنے نفس کو کُلّی طور پر خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فنا کر دینا اور انانیت کی جِلد سے باہر آ جانا۔

ترتیبِ مضمون کے لحاظ سے اب وہ لوگ میرے مخاطب ہو گئے ہیں جنہوں نے آپ کے کلام پر غور کیا جس کے نتیجہ میں ان کی مرضی اپنی نہیں رہی۔ ان کا نفس بندۂ خدا ہو گیا اور اتباعِ سُنّتِ نبویؐ پر کاربند ہو گیا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حَکَم بنایا۔ آپ کی راہوں کو اختیار کیا اور اطاعت میں فنا کا درجہ پایا اور انانیت کی جِلد سے باہر ہو گئے۔ ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آ گیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بِنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبحِ صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی خدائے تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا۔ قریب تھا کہ تم کسی مُہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اُٹھا لیا۔ سو شُکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آ گیا۔ خدا تعالیٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں

کے خونوں سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پُرانے قِصّوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ تھی۔" (ازالہ اوہام ص۱۴۱)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ شُکر کرو اور خوشی سے اُچھلو اِس لئے کہ جس صبحِ صادق کے ظہور کا وعدہ پہلے نوشتوں میں دیا گیا تھا اور جس صبحِ صادق کے ظہور کی بشارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ مُسلمہ کو دی تھی کہ ایک زمانہ اُمّتِ مُسلمہ پر ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی اولاد میں سے ایک عظیم شخص کو دُنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے کھڑا کرے گا اور وہ ایک ایسی صبح ہو گی جس پر شام قیامت کے دن ہی آئے گی۔ قیامت تک اسلام کی برتری قائم رہے گی۔ پہلے بھی اِسلام دُنیا میں پھیلا لیکن اِلٰہی نوشتوں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ایک زمانہ تنزّل کا بھی آیا جس میں سے اسلام کو گزرنا پڑا۔ لیکن بشارت دی گئی تھی کہ ایک عرصہ کے بعد چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ کا ایک پیارا بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سچّا عاشق خدا سے برکت حاصل کر کے اِسلام کو دُنیا میں غالب کرنے کے لئے مبعوث ہو گا اور اُسے ایک ایسی جماعت دی جائے گی جو فانیوں کی جماعت ہو گی جو دُنیا اور دُنیا والوں اور دُنیا کی آسائشوں اور آراموں کو کوئی چیز نہ سمجھے گی اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہو کر اسلام کی اشاعت کا انتظام ساری دُنیا میں کرے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے گا۔ چونکہ اس صبحِ صادق کے ظہور کا تعلق ایک عالمگیر غلبۂ اِسلام سے ہے اِس لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"شُکر کرو اور خوشی سے اُچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آ گیا۔"

اور یہ تازگی کا دن اِس لئے آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری نصرت اور تمہاری مدد کا فیصلہ کر لیا ہے اور آسمانوں پر یہ مقدر ہو چکا ہے کہ اِسلام پھر دُنیا میں غالب آئے گا۔ اِس جدّوجہد اور اِس کشمکش میں مقابلہ بڑا سخت ہے کیونکہ دُنیا کے سارے اموال کیونکہ دُنیا کے سارے علوم۔ کیونکہ دُنیا کی ساری قومیں۔ کیونکہ دُنیا کی ساری عقلیں اور فلسفہ اسلام پر زبردست حملوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے ہیں۔ اور اگر ہم خود کو دیکھیں اور اپنے ذرائع اور اسباب پر نظر کریں تو ہم بے پایہ بے حقیقت سے وجود نظر آتے ہیں لیکن کسی جماعت کی کامیابی ان وسائل سے نہیں ہوتی جو اس کے ہاتھ میں ہوں بلکہ وہ جماعت ہی کامیاب ہوتی ہے جس کی نصرت پر خدا کھڑا

ہوتا ہے اور جس کی مدد کا ان کے ربّ نے ان سے وعدہ کیا ہوتا ہے اور جس کی کامیابی آسمانوں پر مقدّر ہو چکی ہوتی ہے اور جس کی فتح کے لئے ملائکہ کو بطور خادم مقرر کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نصرت کا وقت آگیا ہے اور اسلام کو دُنیا میں پھر سے غالب کیا جائے گا اور اسلام کا یہ غلبہ قیامت تک رہے گا اور اس میں تمہاری زندگی ہے اس میں تم نے اپنی زندگی کو پانا ہے اور چونکہ تمہاری زندگی میں تازگی کا دن آگیا ہے اور اسلام کے غلبہ کی بشارت مل گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر فیصلہ کیا ہے کہ تمام ادیانِ باطلہ کو مٹا دیا جائے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر دِل میں پیدا کر دی جائے گی اور تمہاری زندگی کا مقصد تمہیں مل جائے گا اِس لئے خدا کا شکر کرو کہ تم تھوڑے تھے اس نے بہت سے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کی۔ تم غریب تھے اس نے آسمان کے خزانے تمہارے لئے کھول دئے اور تمہارے لئے اپنی زندگی کا مقصد یعنی اسلام کے غلبہ کے دِن دیکھنے کے امکان پیدا ہو گئے اِس لئے خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ تم نے اپنے مقصود کو پا لیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ یہ بشارت دی ہے کہ نصرت کا وقت آگیا ہے۔ اِس کی پہچان یہ ہے کہ تمہارے اندر ایک مالی برکت پیدا کی جائے گی۔ پُرانے مذاہب قِصّہ اور کہانی بن چکے ہیں۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے ایک ابدی حیات رکھتے ہیں اور ایک زندہ اور حیّ اور قیّوم خالق اور مالک کے ساتھ تمہارا ایک زندہ تعلق قائم ہو گیا ہے اِس لئے وہ برکتیں جو تمہیں دی گئی ہیں وہ قصّہ پارینہ نہیں بلکہ وہ برکتیں آج کی برکتیں ہیں اور یہ برکتیں جو تم نے آسمانوں سے حاصل کی ہیں بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری نصرت کا فیصلہ کیا ہے اور تمہاری کامیابی کو آسمانوں پر مقدّر کر دیا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آئیں اور تمہارے تھوڑے کو بہت اور تمہارے کم کو زیادہ کر دکھائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سچائی کی فتح کا دن تو آگیا لیکن یہ سچائی کی فتح کا دن بہت سی ذمّہ داریاں بھی ساتھ لایا ہے جب تک تم ان ذمّہ داریوں کو کما حقّہٗ ادا نہیں کرو گے یہ فتح تمہیں نصیب نہیں ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں :-

"سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پُورے کمال کے ساتھ پھر

چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اِسلام کے لئے ساری ذِلّتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے ؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔" (فتحِ اِسلام صہ ۱۵ تا صہ ۱۷)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر دینِ اسلام کی تازگی تو مقدّر کر دی ہے اور صبح صادق کا ظہور بھی ہو چکا ہے لیکن صبح صادق کے ظہور کے بعد اور ایک کامل اور مکمل امید اور رجا دلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سُورج کو جس نے ساری دُنیا کو منوّر کرنا ہے (یعنی قرآن کریم کا سُورج۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سُورج) اس اصول کے خلاف جو اس نے ہمارے اس مادّی سُورج کے لئے بنایا ہے اس نے اس رُوحانی سُورج کو جب اس کے آثار اُفق پر نمودار ہوں گے کہا ٹھہرو بلند نہیں ہونا اور ساری دُنیا میں اپنی شعاعوں کو اس وقت تک نہیں پھیلانا جب تک کہ تمہیں آسمانوں پر بلند ہونے کا حکم اور اجازت نہ ملے۔ مَیں ان لوگوں کا امتحان لینا چاہتا ہوں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگیاں میرے ہاتھ میں دے دی ہیں۔ مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آیا وہ اپنے اِس دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں کہ غلبۂ اسلام کے لئے وہ ہر قربانی دینے کو تیار رہیں تا مَیں ان کے لئے ان کی خوشی کا سامان پیدا کروں اور اسلام کی تازگی کا وقت وہ دیکھیں۔ اسلام کی فتح کی خوشیاں وہ اپنی زندگیوں میں پائیں۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو ساری دُنیا کے دل میں قائم ہوتا دیکھ لیں صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی۔ اِسلام کی فتح کی بشارت مل گئی۔ نصرت کا وعدہ دے دیا گیا لیکن کمال کے ساتھ ابھی یہ سُورج نہیں چڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رُوحانی سُورج کو یہ حکم دیا کہ ٹھہرو ابھی مَیں نے کچھ قربانیاں لینی ہیں۔ جب میری طرف منسوب ہونے والے یہ قربانیاں میرے حضور پیش کر دیں گے تو پھر مَیں کہوں گا کہ تم بلند سے بلند تر ہوتے چلے جاؤ اور بلندی کے اس مقام پر پہنچ جاؤ کہ دُنیا کا کوئی کونہ بھی تمہاری روشنی اور ضیاء سے محروم نہ رہے۔

جو اقتباس مَیں نے پڑھا ہے اس میں چار ذمّہ داریاں بتائی گئی ہیں اور یہ ساری ذمّہ داریاں اصولی ہیں مَیں اِس وقت ان کی تفصیل میں نہیں جاسکتا وقت زیادہ ہو جائے گا مَیں اِس وقت صرف اصولی باتیں بیان کروں گا۔

اِس اقتباس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی ذمّہ داری یہ بتائی کہ وہ لوگ جو میری جماعت کی طرف منسوب ہوتے ہیں وہ اسلام کی خدمت اور اسلام کی اشاعت اور انوارِ قرآن کی اشاعت کے لئے اِس قدر محنت کریں اتنی جانفشانی سے کام لیں کہ ان کے جگر خون ہو جائیں۔ جب تک یہ لوگ محنت میں کمی کرتے اور ایثار اور قربانیوں کے پیش کرنے میں غفلت یا کوتاہی برتتے ہیں ایسی کوتاہی کہ ان کا جگر خون نہیں ہوتا اس وقت تک اس سُورج کو آسمانوں پر چڑھنے سے روک دیا جائے گا۔

دوسرے یہ کہ دُنیا اسلام کے خلاف محاذ بنا رہی ہے۔ یہ محاذ اِس لئے بنایا ہے کہ ان لوگوں کو ان مشقتوں میں نہ پڑنا پڑے جو انسان اِس لئے برداشت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرے اور عارضی مشقتوں کے بعد ابدی آرام اور سکون اسے حاصل ہو جائے۔ پس وہ لوگ (مرد ہوں یا عورتیں) جو جماعتِ احمدیہ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں ان کا یہ فرض ہے، ان پر یہ ذمّہ داری ڈالی گئی ہے کہ سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے کھو دیں۔ اگر وہ اپنے آرام کو ترجیح دیں اور اشاعتِ اِسلام اور غلبۂ اسلام کے ظہور کی فکر نہ کریں تو پھر اس قوم کی غفلتوں کی وجہ سے اسلام کا سُورج جس کے طلوع کا وقت آن پہنچا ہے اور صبحِ صادق کا ظہور ہو گیا ہے وہ ابھی کھڑا رہے گا۔

تیسری ذمّہ داری یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے ہی ہاتھ سے ایک جماعت کو قائم کرتا ہے اور اس جماعت کے ذریعہ اپنی منشاء کے مطابق کوئی کام لینا چاہتا ہے تو ساری دُنیا اُسے ذلیل کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اس سے اِستہزاء کرتی ہے، ٹھٹھا کرتی ہے، تمسخر کرتی ہے، ایذاء پہنچاتی ہے پتھراؤ کرتی ہے، تحقیر کرتی ہے، ذلّت کے نام رکھتی ہے۔ غرض جو اس کے دماغ میں آتا ہے کرتی ہے۔ دُنیوی معیار کے مطابق یہ ذِلّتیں کہلاتی ہیں۔ گالیاں جن کو دی جاتی ہیں انہیں ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ جن کی تحقیر کی جاتی ہے ان کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ جن سے تمسخر اور استہزاء کیا جاتا ہے وہ دُنیا کی نگاہ میں ذلیل ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہم پر یہ ذمّہ داری عائد کرتا ہے کہ دنیا کی نگاہ میں جو بھی ذلّتیں ہیں ان کو اعزازِ اسلام کے لئے قبول کرو تا میری نگاہ میں تم معزز ہو جاؤ۔ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (یُونس آیت ۶۶) اللہ تعالیٰ ہی تمام

عزّتوں کا سرچشمہ ہے اور حقیقی عزّت وہی ہے جو اس کا ایک بندہ اپنے ربّ کی نگاہ میں دیکھتا ہے۔ اگر ساری دُنیا کسی شخص کو معزز سمجھے اور اُسے مقامِ عزّت عطا کرے لیکن وہ بندہ اپنے ربّ کی نگاہ میں عزّت کی بجائے ذلّت اور قہر اور غضب جھلکتا دیکھے تو حقیقی عزّت اُسے حاصل نہ ہوگی خود اپنی نگاہ میں بھی وہ ذلیل ہوگا۔ پس ایک ذمّہ داری یہ ہے کہ دُنیا تو تمہیں ذلیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی لیکن تم اسلام کی خاطر دُنیا کی ان ساری عارضی اور جُھوٹی ذلّتوں کو قبول کرو کیونکہ یہ فدیہ ہے جو اسلام کی زندگی تم سے مانگتی ہے۔

چوتھی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک موت کو قبول کر کے ایک نئی زندگی اس سے پاؤ۔

یہ چار ذمّہ داریاں ہیں اگر تم انہیں نبھا لوگے اور انہیں پُورا کر لوگے تو اللہ تعالیٰ آسمان کے سُورج کو کہے گا کہ چڑھ اور میرے ان بندوں پر چمک نیز ساری دُنیا کے اِنسانوں پر ضیاء پاش ہو۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے تین انعاموں کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اُس نے ہمیں بشارت دی ہے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جتنی بھی بشارتیں دی ہیں وہ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کی ظِلّ ہیں) کہ اگر ہم محنت اور جانفشانی سے کام لے کر اشاعتِ اسلام میں اِس طرح منہمک ہو جائیں کہ ہمارے جگر خون ہو جائیں۔ ہم اس صبحِ صادق کے ظہور کے بعد اس آفتاب کے چڑھنے کی خاطر اپنے تمام آراموں کو قربان کر دیں۔ ہم دُنیا کی ساری ذِلّتیں اعزازِ اسلام کے لئے قبول کر لیں۔ ہم خدا کی راہ میں فنا ہو جائیں اور خود کو لاشئ محض سمجھیں اور نیستی کا لبادہ اوڑھ لیں اور اس فنا فی اللہ کے نتیجہ میں ایک نئی اور کامل اور حقیقی اور خوشحال زندگی ہمیں عطا ہو تو ان چاروں ذمّہ داریوں کو نبھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین وعدے دئے ہیں اور وہ وعدے یہ ہیں کہ:-

۱۔ اِسلام کو پھر سے تازگی اور زندگی عطا کی جائے گی اور اسلام ساری دنیا میں غالب آجائے گا اور تمام اقوامِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر آکر گریں گی اور آپؐ ہی کے طفیل اور آپؐ کی برکت سے اور آپؐ کی اتباع ہی کے نتیجہ میں تمام انسان اللہ تعالیٰ کے فیوض اور برکات اور رحمتوں کے وارث بن جائیں گے۔

۲۔ دوسرا انعام جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ سب وہ جو اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں حقیقی اِسلام پر قائم ہو جائیں گے اور جسم سے فانی ہو کر ایک رُوحانی زندگی حاصل کریں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور رُوحانی فرزند بن جائیں گے۔ اس کے نتیجہ میں وہ آپؐ کے فیوض سے فیض حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بن جائیں گے۔

۳۔ اور تیسرا اِنعام یہ ہے کہ زندہ خدا کی تجلّی تمہیں ملے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسلام ساری دُنیا میں مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ہر دل میں جاگزیں ہو جائے ہماری خواہش پوری ہو گی ہمیں یہ انعام ملے گا اور اس کا ہمیں وعدہ دیا گیا ہے۔ پھر ہم یہ چاہتے ہیں ہم مسلمان خواہ کِسی ملک کے رہنے والے ہوں اللہ کی نگاہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزند بن جائیں اور ان فیوض اور برکات کے وارث بنیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل غلامی کے نتیجہ میں انسان کو ملا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری یہ خواہش بھی پُوری کی جائے گی۔ یہ اِنعام بھی تمہیں عطا کیا جائے گا۔

پھر ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہمارا تعلق زندہ خدا کے ساتھ پُختہ ہو اور مضبوطی کے ساتھ قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس کی بھی بشارت دی ہے اور یہ تیسرا انعام ہے جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر تم اشاعتِ اسلام کے لئے اور توحیدِ باری کے قیام کے لئے اِن چار قربانیوں کو میرے حضور پیش کرو گے (جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس جگہ فرمایا ہے) تو مَیں اپنے فضل سے نہ تمہاری کسی خوبی کے نتیجہ میں اپنے پیار کی چادر میں تمہیں لپیٹ لُوں گا۔ مَیں اپنی گود میں تمہیں بٹھالوں گا۔ میرا زندہ تعلق تمہارے ساتھ قائم ہو جائے گا اور میری زندہ قدرتوں کی تجلّی تم اپنی زندگیوں میں دیکھو گے اور تم خدا کی ایک خاص قوم بن جاؤ گے اور دُنیا کے لئے ایک نمونہ ہو گے اور دُنیا تم پر رشک کرے گی پس تم آج دُنیا پر رشک نہ کرو اور نہ اس کے پیچھے چلنے کی کوشش کرو۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے دُنیا کے یہ عارضی آرام اور دُنیا کی یہ جُھوٹی خوشیاں نہ ہمارے کِسی کام کی ہیں اور نہ ہمیں اچھی لگتی ہیں ہمیں تو اپنا ربّ ہی اچھا لگتا ہے۔ ہمیں تو اپنے آقا محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پیار ہے۔ ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے عشق ہے۔ ہم تو خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر ہی اپنی زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان تمام مطالبات کو پُورا کریں جو اسلام کے خدا کی مرضی اور قرآن کریم کی تعلیم ہے اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور جن کی خواہش ہم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔ ہم عاجز اور کمزور ہیں لیکن اگر خدا تعالیٰ ہماری مدد کو آجائے تو وہ ہماری کمزوریوں کو ڈھانپ سکتا ہے اور ہمیں ہدایت کی راہوں پر چلا سکتا ہے جس طرح ماں ایک چھوٹے بچّے کی اُنگلی پکڑ کر اُسے چلاتی ہے اُسی طرح اے ہمارے ربّ تو ہماری اُنگلی پکڑ اور ہمیں اپنے صراطِ حمید پر چلا تا کہ ہم تیری نگاہ میں معزّز اور قابلِ تعریف بن جائیں۔ اللّٰھم آمین

اِس کے بعد حضور نے حاضرات سمیت لمبی دُعا فرمائی ٭

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۸ء

تشہّد و تعوّذ، سُورہ فاتحہ اور قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب ۲۹، ۳۰)

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝

(التحریم : ۶)

کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

کل سے مجھے نزلے اور گلے کی تکلیف ہے جس کی وجہ سے میری آواز صُبح کے وقت تو قریباً بیٹھ ہی گئی تھی پھر اللہ تعالیٰ کے فضل نے سہارا دیا اور کچھ کام کے قابل ہو گئی ہے۔ اِس وقت مَیں جو کچھ بھی اپنی بہنوں کو

کہنا چاہتا تھا اُسے مختصر طور پر بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم مردوں اور ہم عورتوں سب کے لئے اُسوۂ حسنہ بنایا ہے اور ہمیں تاکید کی گئی ہے کہ اپنی زندگیوں پر وہی رنگ چڑھائیں جو رنگ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی راہ میں فدائیت کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہمیں نظر آتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا میں ایک نمونہ قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق اپنی ازواجِ مطہرات کے سامنے یہ اختیار رکھا تھا کہ اگر تم دُنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو۔ اگر تمہیں دُنیا اور اس کی آسائشوں اور اس کی نمائشوں سے پیار ہے۔ اگر تم ان عارضی چیزوں کو خدا اور اس کی محبت پر ترجیح دیتی ہو۔ اگر یہ تمہاری ذہنیت ہے تو اپنے کو میرے ساتھ رہ کر دُکھ میں نہ ڈالو آؤ میں تمہیں دُنیا جس حد تک مجھے میسّر ہے دے دیتا ہوں اور آرام سے گھر سے رخصت کر دیتا ہوں پھر تم جانو تمہارا خدا جانے۔ پھر تم اس کی فدائی بنو یا اس سے بغاوت کرو اور وہ جو چاہے تم سے سلوک کرے۔ آگ میں ڈالے، اِس دُنیا میں بھی اپنے غضب کی جہنم میں تمہیں پھینک دے یہ اس کی مرضی ہے میری دعائیں اِس صورت میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گی سوائے اس دعا کے جو ایک اِنسان اپنے بھائی یا بہن کے لئے کرتا ہے کہ اگر اُسے ہدایت نصیب نہیں تو اللہ تعالےٰ اسے ہدایت دے اور جس حد تک اُسے ہدایت نصیب ہے اس پر اُسے قائم رکھے اور ہدایت کی مزید راہیں اُس پر کھولے اور اُن پر چلنے کی اُسے توفیق عطا کرے تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپؐ کی ازواجِ مطہرات کو یہ کہلوایا اور اس واقعہ کو بطور نمونہ اور اُسوہ بنا کر دُنیا کے ہر گھر کی بیوی کے کان میں یہ بات ڈالی اور پھر چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ عورتوں کے لئے اُسوہ ہیں مردوں کے لئے بھی اُسوہ ہیں اِس لئے ہر مرد کے کان میں اس کی بیوی کی زبان سے یہ بات ڈالی کہ ہمارا نباہ صرف اس وقت تک ہو سکتا ہے جب کہ تم خدا اور اس کے رسُولؐ کو دُنیا پر ترجیح دو اگر ایسا نہیں تو پھر ہمارا راستہ اَور (اللہ کی طرف صراطِ مُستقیم ہے) تمہارا راستہ اَور۔ جدھر چاہو چلے جاؤ ہمیں اس کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔

سُورۂ احزاب میں تو یہ آیت تھی کہ اگر تم دُنیا اور اس کی زینت سے پیار رکھتی اور اس کی خواہش رکھتی ہو تو مَیں تمہیں آرام کے ساتھ رخصت کر دیتا ہوں اور نیک سلوک دُنیوی لحاظ سے تم سے کروں گا اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسولؐ پسند ہے۔ خدا کی محبت، اس کی رضا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی

تم چاہتی ہو اور ایک دن جب سب نے اکٹھا ہونا ہے اور ایک ایسا گھر مقدر ہے جسے ہم دار الآخرۃ کہتے ہیں یعنی اخروی زندگی اس مقام پر ہم نے زندگی گذارنی ہے۔ اگر اس مقام سے تمہیں دلچسپی ہے۔ اگر اللہ کی محبت اور اس کی لقاء تمہیں پسند ہے تو پھر دُنیا چھوڑنی پڑے گی اور دُنیا کی زینتوں، اس کے آراموں اور اس کی آسائشوں کو بھولنا پڑے گا اور خدا اور اس کے رسولؐ کی آواز پر لبّیک کہنی پڑے گی۔ خدا کے لئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے دُنیاداروں کی نگاہ میں ذِلّت حاصل کرنی ہوگی۔ انکے طعنے سُننے پڑیں گے یہ سب کچھ کرنا پڑے گا لیکن یہ گھاٹے کا سَودا نہیں ہے اِس سے بہتر کوئی اَور سَودا نہیں ہو سکتا کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ جو تم میں سے پُوری طرح اخلاص کے ساتھ اور حُسنِ عمل سے نیک اعمال خدا کے کہنے کے مطابق اُسوۂ رسُولؐ کے مطابق بجالائیں گی اللہ تعالیٰ نے ایسا اجر ان کے لئے مقدّر کیا ہے جو عظیم ہے جس سے بڑھ کر کوئی اجر ہمارے تصوّر میں بھی نہیں آ سکتا اور حقیقت میں بھی کوئی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہی کو یہ بتانا چاہیئے کہ وہ کون عورتیں ہیں جو حیاتِ دُنیا اور اسکی زینتوں کو پسند کرتی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کی طرف انہیں توجہ نہیں اور اس کی وہ کوئی پرواہ نہیں کرتیں۔ اِس نقطۂ نگاہ سے جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں سُورہ تحریم میں یہ آیت نظر آتی ہے جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی تھی کہ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ کہ جو اختیار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اپنی ازواجِ مطہرات کو دیا کہ اگر آپ کی ازواج نے دُنیا پسند کی اور دُنیا کی زینت اور اُس کی نمائش کو اختیار کیا۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی وہ پرواہ نہیں کی جو دُنیا کی کی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس صورت میں دُنیاوی لحاظ سے ظاہری طور پر بھی ہمارے نبیؐ ہمارے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے بدلے میں ایسی بیویاں اُسے عطا کریگا جو مُسلمات ہوں گی، مومنات ہوں گی، قانتات ہوں گی، تائبات ہوں گی، عابدات ہوں گی، سائحات ہونگی اِس آیت سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ وہ ربّۃُ البیت وہ گھر کی ملکہ جو خدا کے حکم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالتیں اور دُنیا کی زینت اور دُنیا کے آرام کی پرواہ نہیں کرتیں بلکہ دُنیا پہ خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کی رضا اور اس کے پیار اور اس کی محبت اور اس کی خوشنودی کو ترجیح دیتی ہیں۔ وہ وہ عورتیں ہیں جن میں یہ چھ[6] صفات پائی جاتی ہیں جن کا ذکر اِس آیت میں ہے۔ اور یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ صفات ایسی نہیں کہ بڑی

عمر کی عورتوں کے لئے ضرورت ہو اور شادی کے بعد جب دُنیوی ذمّہ داریاں پڑتی ہیں اسی وقت اس عورت کو اس طرف خیال پیدا ہوتا ہے کہ مَیں رُوحانی ذمّہ داریوں کی طرف بھی متوجہ ہوں۔ یہ نہیں۔ بلکہ چھوٹی عمر میں شادی سے قبل ایک مخلص عورت اور بچّی کو ایک فراست اور نُور عطا کیا جاتا ہے کہ وہ دین اور دُنیا میں فرق کر سکے اور دین کو دُنیا پر ترجیح دے سکے کیونکہ فرمایا ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْکَارًا کہ یہ چھ خوبیاں جو ہیں وہ کنواریوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں اور جو بیوہ عورتیں بڑی عمر کی ہیں اُن کے اندر بھی یہ پائی جاتی ہیں (اور جو شادی شدہ ہیں اُن کے اندر بھی ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں چونکہ نکاح کا سوال تھا اِس واسطے شادی شدہ عورت کا ذکر الفاظ میں نہیں کیا)۔

جہاں تک خوبیوں کے پیدا ہونے کا تعلق ہے یہ چھ باتیں جب ایک عورت یا جب ایک مرد میں پیدا ہو جائیں تو پھر وہ اِس قابل ہو جاتا ہے کہ ایک مخلص ساتھی یا ایک مخلصہ بیوی کے ساتھ رہ سکے اور گذارہ کر سکے۔ مَیں نے شروع میں بتایا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مَردوں کے لئے ایک اُسوۂ حسنہ ہیں بلکہ عورتوں کے لئے بھی اُسوۂ حسنہ ہیں اور جس حسین تعلیم کی طرف سُورۂ احزاب کی آیت ہمیں متوجہ کر رہی ہے اِس اُسوہ پر چلتے ہوئے جس طرح ایک مرد کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ یہ خوبیاں جو قرآن کریم نے ایک مومنہ بیوی، وفادار بیوی جو دین کی خدمت کرنے والی ہو اس کے لئے بتائی ہیں اگر تم وہ پیدا کر سکو تو میرے ساتھ رہو اگر تم دُنیا کو پسند کرتی ہو تو میری عاقبت خراب کرنے کے کیوں پیچھے پڑی ہوئی ہو جتنا مجھ سے ہو سکتا ہے دُنیا میں مجھ سے لو اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھو یا اَور کسی دُنیا دار کا گھر بساؤ۔ اِسی طرح یہ حق عورت کو بھی ہے کہ وہ اپنے خاوند سے یہ کہے کہ اگر تم میرے ساتھ ایک مخلص احمدی مسلمان کی حیثیت میں رہنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم دُنیا کی زندگی اور اُس کی زینت پر لات مارو اور خدا اور اس کے رسول سے محبّت کرو اور اُخروی گھر میں رہنے کے سامان پیدا کرنے کی دُنیا میں کوشش کرو آؤ دونوں مل کر اِس کام میں لگ جائیں تا خدا کو راضی کر سکیں اور اپنے بچّوں کی تربیت کر سکیں تو اِس اُسوہ کے مطابق ایک عورت بھی اپنے خاوند سے کہہ سکتی ہے کہ میرا تمہارا گذارہ صرف اِس صورت میں ہو سکتا ہے کہ تم دین کی طرف اِس قدر توجہ دو جس قدر توجہ دینے کا ہمیں حکم ملا ہے اور حیاتِ دُنیا سے صرف اس حد تک فائدہ اُٹھاؤ جس حد تک دُنیوی سامان اُخروی آرام پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں لیکن اگر دُنیا آخرت کو خراب کرنے والی ہو اور دُنیا کی زینت اُخروی زینت کا باعث بننے والی نہ ہو تو پھر دُنیا اور اس کی زینت

سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ اگر میاں بیوی ہر دو عملاً اور قولاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اُسوہ پر چلنے والے ہوں تو ہم احمدیوں کے گھر اِس دُنیا میں ایک ایسی جنّت بن جائیں کہ جس پر دُنیا رشک کرنے لگے۔ ٹھیک ہے دُنیا اس رشک کے نتیجہ میں ہمیں اَور بھی ستائے گی، زیادہ دُکھ دینے کی کوشش کرے گی، ہم پر طعنہ زن ہو گی، ہمیں مُلّاں یا مُلّانی کہے گی، ہمیں کم عقل سمجھے گی لیکن اِن چیزوں کی ہمیں کیا پرواہ کیونکہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو دُنیا اور دُنیا داروں پر ترجیح دی۔ اللہ کی توحید ہم نے اپنے دلوں میں قائم کی اور رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت سے ہم نے اپنے صحنِ سینہ کو منوّر کیا اور آخرت کے گھر کا سامان اکٹھا کرنے کی اِنتہائی کوشش کی اور دعاؤں میں لگے رہے کہ اے ہمارے ربّ! ہم کمزوروں کو اپنے فضل سے یہ توفیق دے کہ ہمارے عمل تیرے مقبول ہو جائیں اور ہماری سعی مشکور بن جائے ضائع نہ جائے۔

یہ چھ باتیں جن کا سُورۂ تحریم کی اِس آیت میں ذکر ہے ان پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اصولی طور پر تو یہ چھ ہی ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کی آگے شاخیں نکلتی ہیں کیونکہ مسلمہ کے معنے ہیں اِسلام پر مضبوطی سے قائم اور اسلام کے معنے ہیں ایک تو دل کے ساتھ اِعتقاد رکھنا یعنی صرف زبان کا دعویٰ نہ ہو بلکہ دل کے اندر اِسلام اِس طرح گھسا ہوُا ہو کہ دُنیا کی ہر چیز اس کے مقابلہ میں ایک حقیر چیز نظر آئے۔ پھر اس دِلی پختہ اِعتقاد کے بعد عملی سُستیوں کا نہ پایا جانا۔ بعض دفعہ آپ کو احمدی بھائی یا بہنیں آپ کے رشتہ داروں میں سے ایسے نظر آئیں گے جن کے متعلق آپ بڑے آرام سے کہہ دیں گی کہ دِل سے بڑا مخلص ہے لیکن عملاً سُست ہے۔ اس سُستی کا دُور کرنا تو تمہارا کام ہے نا اس کی سُستی کو دُور کرو آپس میں مل کر ایک دوسرے کو سہارا دے کر خدا تعالیٰ کے قُرب کی راہوں میں آگے سے آگے ہی بڑھنا تمہارا فرض ہے۔

پھر اسلام کے معنے ہیں قضاء و قدر پر راضی رہنا۔ یہ صفت بھی ایک مسلم اور ایک مسلمہ کے اندر پائی جانی چاہیئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا جب فعل صادر ہو جائے اور ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اِس چیز پر راضی ہے تو ہم بھی اس چیز سے راضی ہو جائیں گے ورنہ ہماری رضا اللہ تعالیٰ کی رضا سے ٹکرائے گی اور جب بھی کِسی انسان کی رضا قادرِ مطلق کی رضا سے ٹکراتی ہے تو نقصان بندے کا ہوتا ہے اس قدرتوں والی ہستی کا تو نقصان کوئی نہیں۔ تو ایک مُسلمہ کے لئے قضاء و قدر پر راضی رہنا بڑا ضروری ہے یہ معمولی چیز نہیں۔ جو شخص یا جو بہن قضاء و قدر پر راضی نہیں وہ شرک کی راہوں کو اختیار کرتی ہے۔ بچّہ

مر گیا خدا تعالیٰ سے شکوہ شروع کر دیا۔ تمہارے اندر کون سی خوبی تھی کہ تمہارا ربّ اِس بات پر مجبور ہوتا کہ وہ تمہیں لڑکا یا لڑکی عطا کرے اسی کی عطا تھی۔ اسی کی چیز تھی۔ جب اُس نے چاہا واپس لے لیا تشکوہ کیسا۔ ایسے شکوے اِنسان پر شرک کی راہوں کو کھولتے ہیں اور شرک کی راہیں وہ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ جو ان راہوں کو اختیار کرتا ہے کبھی بھی میرے قُرب کی جنّتوں میں داخل نہیں ہو سکتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سورہ آلِ عمران کی آیت ۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ :۔

فان حاجوك فقل اسلمتُ وجهی لِلّٰه ومن اتّبعن

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم بشارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عطا فرمائی کہ جس طرح آپ اسلمتُ وجھی لِلّٰہ کہتے ہیں اور اس مقام پر فائز ہیں اسی طرح آپؐ کے متبعین میں سے آپؐ کی اتباع کرنے والوں اور اتباع کرنے والیوں میں سے قیامت تک ایسے وجود پیدا ہوتے رہیں گے جو آپ کی ظلیّت میں اسلمتُ وجھی لِلّٰہ کے مقام پر کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت میں رہنے والوں کا جو حال تھا اُسے دو مثالیں دے کر میں واضح کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی ایک حسین مثال ہمیں حضرت صفیہؓ جو حضرت حمزہؓ کی بہن تھیں کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ جنگِ اُحد میں جو ایک پریشانی اُٹھانی پڑی اس پریشانی کی خبر سُن کر وہ مدینہ سے نکلیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوُا کہ حضرت حمزہؓ کی ہمشیرہ آئی ہیں تو آپ کو خیال ہوُا کہ چونکہ حضرت حمزہؓ کا جگر بھی جسم میں سے نکال کر چبایا گیا مثلہ کیا گیا۔ اعضاء کاٹ دیئے گئے۔ لاش کی بے حُرمتی کی گئی اور جسم کو بوٹی بوٹی کر دیا گیا ممکن ہے عورت ذات اسے دیکھ کر صبر نہ کر سکے۔ وہ صبر کے اس مقام کو چھوڑ دے جو میری صحابیہ کا مقام ہے۔ جو میری متبعہ کا مقام ہے۔ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو بُلا کر ارشاد کیا کہ آپ حضرت صفیہؓ کو سمجھائیں کہ وہ حضرت حمزہؓ کی لاش کو نہ دیکھیں بس دُعا کریں۔ جب حضرت زبیرؓ نے حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام سُنایا اور اس کی وجہ بتائی تو انہوں نے آگے سے جواب دیا کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اور جو ہوُا وہ میں سُن چکی ہوں لیکن جو کچھ بھی میرے اِس بھائی کے ساتھ ہوُا ہے یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے ہمیں اِس سے زیادہ بڑھ کر قربانیاں خدا اور اس کے رسول کے لئے پیش کرنی چاہئیں۔ جب ان کی ذہنیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اِس پُختہ ایمان پر قائم ہونے والی اور اسے مضبوطی سے پکڑنے والی مسلمہ کو کوئی ممانعت نہیں ہو سکتی وہ بیشک

اپنے بھائی کو دیکھیں۔ جب وہ اپنے بھائی کی لاش پر گئیں اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھے تو سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کے اور کچھ نہیں کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر چُپ ہو گئیں۔ پھر اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دُعا مانگی اور اسی طرح واپس لوٹ آئیں۔

ایک اور واقعہ قضاء و قدر پر راضی رہنے کا اور اخلاص کے اِنتہائی مظاہرہ کا ہی اِس وقت سُنا دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ کی بات ہے عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ کی تیاری ہو رہی تھی حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدان میں آئیں اور اُن کو مخاطب کر کے یہ نصیحت کی کہ پیارے بیٹو! تم نے اسلام اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے اور نہ تمہارے ہاں قحط پڑا تھا۔ باوجود اِس کے کہ تم اپنے ملک میں عزّت دار اور کھاتے پیتے تھے تم نے اپنی رضا سے اِسلام کو قبول کیا اور ہجرت کو اختیار کیا تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا۔ خدا کی قسم تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو میں نے نہ تمہارے باپ کی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رُسوا کیا۔ تم جانتے ہو کہ دُنیا فانی ہے اور کفار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (اٰل عمران: ۲۰۱)

اِس بناء پر صُبح اُٹھ کر لڑنے کی تیاری کرو اور آخر وقت تک لڑو۔ چاروں بیٹوں کو انہوں نے یہ نصیحت کی اور انہیں میدانِ جنگ میں بھجوا دیا۔ چنانچہ اِس دلیر اور مخلصہ ماں کے دلیر اور مخلص بیٹے صُبح اُٹھے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑیں اُن پر سوار ہوئے اور نہایت جوش میں اللہ تعالیٰ کے عشق کے شعر پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں گئے اور وہاں سارے کے سارے شہید ہو گئے۔ جب حضرت خنساءؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی ناشکری نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ اِس (یعنی خنساءؓ) کے پیٹ سے فدائی بچّے پیدا کئے جنہوں نے اپنی جانیں اُس کی راہ میں قربان کر دیں۔

اِس قضاء و قدر پر راضی رہنے کے یہ معنے بھی ہوئے کہ ہم اپنے بچّوں کی تربیت اِس رنگ میں کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دیتے ہوئے وہ کسی قسم کی تکلیف برداشت کریں تو ہم اسے بھی اللہ کا ایک فضل جانیں اور ہماری زبان پر ناشکری کے کلمات کبھی نہ آئیں بلکہ شُکر اور حمد کے کلمات ہمیشہ ہماری زبان سے اپنے ربّ کے لئے نکلتے رہیں۔ قضاء و قدر پر راضی رہنے کے یہ معنے ہیں۔ اِسلام ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں اور ہماری عقل یہ کہتی ہے کہ اللہ کے مقابلہ

میں ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں یعنی سب کچھ اس کی راہ میں دیدیں جو اس کی عطا ہے اور اس کے بدلے میں ہمارا محبوب آقا ہمیں اپنے بے شمار فضلوں اور رحمتوں سے نوازے تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔ تو اسلام پورے طور پر اپنی گردن کو خدا کے سامنے رکھ دینے اور اپنی گردن پر قرآن عظیم کے تمام احکامات کا بوجھ ڈال دینے اور اُسے اُٹھا لینے کا نام ہے۔ اگر آپ آدھے قرآن پر عمل کریں اور آدھے قرآن سے بے اعتنائی برتیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کا ایک پاؤں جنّت میں ہو اور دوسرا پاؤں بے شک جہنّم کے وسط میں پڑا ہؤا ہو۔ ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کی زبان سے یہ نہیں نکل سکتا اور نہ دماغ اس کو قبول کر سکتا ہے کہ آپ اِس بات پر راضی ہو سکتی ہیں۔ باقی رہی دُنیا تو

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (التوبة: ۵۵)

دُنیا اور اس کی زینت تو ایسی ہے کہ اس کی عقوبت اور اس کی سزا اور اس کے نتیجہ میں جو جہنّم ایک دُنیا دار کو جو دُنیا کے لئے خدا کو چھوڑتا ہے ملتی ہے۔ اس کے لئے اخروی زندگی اور دارِ آخرت کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ اِسی دُنیا میں اللہ تعالیٰ مال اور اولاد کو جسے ایک دُنیا دار خدا کو چھوڑ کر اپنے لئے جنّت سمجھ رہا تھا اس کے لئے جہنّم بنا دیتا ہے۔ دُنیا میں سینکڑوں ہزاروں مثالیں ہمیں نظر آتی ہیں جن کی تفصیل میں کیں اِس وقت نہیں جا سکتا۔

ایمان کے یہ معنے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی جنّت میں داخل ہوں۔ خدائے واحد کی توحید کا اقرار کریں اور شرک کی تمام راہوں سے اجتناب کریں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازلی ابدی کامل مکمل نبوّت اور شریعت کا اقرار کریں۔ اللہ پر کامل ایمان رکھیں۔ اللہ پر ایمان کے یہ معنے ہیں کہ ہم اس کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کریں اور کوشش کریں کہ ہماری زندگیوں میں اس کی قدرتوں کے جلوے نظر آئیں اس کے نُور سے ہمارا ماحول منوّر رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان فیوضِ باری اور کمزور انسان کے درمیان مثالی زبان میں بطور برزخ کے ہیں اور صرف آپ کے طفیل اور آپ سے محبّت کرنے کے نتیجہ میں اور آپ کا رنگ اپنے پر چڑھا کے ہی ہم اللہ تعالیٰ کے فیوض حاصل کر سکتے ہیں اِسلئے ایمان کے یہ معنے ہوں گے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ایمان لانے کے) کہ ہم آپ کے مقام کی عظمت اور آپؐ کی جلالیت اور آپؐ کی شان کو سمجھنے والی ہوں اور اس شان اور اس مقام کو اور

اس عظمت کو سمجھ کر اس یقین کے ساتھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقِ محبت اور تعلقِ عبودیت اور تعلقِ خدمت قائم کئے بغیر ہم خدا تعالیٰ کی محبّت کو حاصل نہیں کر سکتیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ مرد نہ عورت۔ اِس لئے ہم اپنی زندگیوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے مطابق ڈھالیں۔ اگر ہم محبّت کا یہ دعویٰ تو کریں اور ہم رنگ ہونا چاہیں کسی اَور کا تو عقل بھی لعنت پھینکے گی اور دُنیا دار بھی لعنت ڈالیں گے۔ اگر ہماری محبّت کا دعویٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو (محبّت کے تمام لوازم کے ساتھ اور تمام شرائط کے ساتھ اور پورے خلوص کے ساتھ) اور نقل ہم کریں نکسن کی بیوی کی بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے یا انگلستان کے پرائم منسٹر کی بیوی کی یا جاپانیوں اور چینیوں اور رُوسیوں کی بیویوں کی تو ہماری زبان پر ہمارا فعل لعنت بھیج رہا ہوگا اور ہمارا فعل ہماری زبان سے یہ کہے گا کہ جو حقیقت نہیں اس کا اظہار کیوں کر رہی ہو۔ اگر تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچّی اور حقیقی محبّت نہیں کرنی اور آپؐ سے پُختہ تعلق قائم نہیں کرنا اور آپؐ کے اُسوہ پر نہیں چلنا تو یہ دھوکہ کس کو دینا چاہتی ہو۔ اپنے نفسوں کو یا دُنیا کو۔ نفسوں کو دھوکہ دینا کام آسکتا ہے نہ دُنیا کو دھوکہ دینا کام آسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ پس اپنی عاقبت کی فکر کرو اور اس دُنیا کی فکر کرو کیونکہ خدا نے ہمیں یہ وارننگ دی ہے ہمیں یہ تنبیہہ کی ہے کہ حیاتِ دُنیا اور اس کی زینت اس کے اموال اور اولادیں جو ہیں خدا بعض دفعہ ان اموال اور اس اولاد کو دُنیا میں عذاب کا ذریعہ بنا دیتا ہے اور یہ ایسی بات نہیں جس کا ایک لحظہ کیلئے بھی انکار کیا جا سکے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسُوب ہونا ہے اور آپؐ سے رُوحانی محبّت کا رشتہ قائم کرنا اور قائم رکھنا ہے اُسے مضبوط بنانا ہے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندیاں بننا پڑے گا دُنیا کی بندیاں نہیں رہنا ہوگا اِسی واسطے قرآن کریم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے ماننے والوں اور اپنی ماننے والیوں سے کہہ دو قُلْ يٰعِبَادِيَ (الزمر: ۵۴)

اِس میں اِس طرف اشارہ کیا کہ اگر تم اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمہاری خطاؤں اور قصوروں اور گناہوں کو معاف کر دیا جائے اور آئندہ تمہیں نیکیوں کی توفیق ملے اور نیکیوں کی بہترین جزا ملے تو تمہیں میرا (یعنی محمدؐ کا) بندہ۔ میرا غلام اور میری لونڈی بننا پڑے گا۔ اگر تم مجھ سے آزاد رہنا چاہتی ہو تو پھر نہ تو تمہارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں اور نہ تمہاری نیکیوں کا بہترین اجر مل سکتا ہے (اللہ تعالیٰ رحم کرے) لیکن اگر تم مومنات ہو جاؤ تو خدا کا تمہیں یہ وعدہ ہے (ایک حسین وعدہ

سُورہ تحریم کی اِس آیت میں مخفی ہے) کہ تمہارے گھروں کو جنّت بنا دیا جائے گا دُنیا پر رشک کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ دُنیا تمہارے گھروں پر رشک کرے اور جو سچی مومنہ ہے اور سچا مومن ہے ان کے گھروں پر دُنیا رشک کرتی ہے۔ آزاد زندگی، پُرسکون زندگی جو ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو ملی ہے وہ سادگی وہ سکون وہ اطمینان وہ بہشتی فضا دُنیا کے کسی اَور گھر میں تمہیں نظر نہیں آتی پس خدا تعالیٰ کا شُکر ادا کرو کہ اُس نے تمہارے لئے یہ موقع عطا کیا ہے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی بن کر اور اے میرے بھائیو! تم آپؐ کا عبد اور غلام بن کر اللہ کی جنّت اپنے گھروں میں پیدا کرو۔

تیسری صفت جو ایسی مسلمان عورت میں پائی جانی چاہیئے وہ قانتات ہے۔ قنوت کے معنے ہیں عاجزی اور انکسار کے ساتھ اطاعت کرنا۔ اگر کوئی شخص اطاعت تو کرتا ہے لیکن عاجزانہ راہوں کو اختیار نہیں کرتا اس کی اطاعت میں فساد ہے کیونکہ قنوت کے لفظ میں محض اطاعت کا مفہوم نہیں بلکہ خضوع، عاجزی اور اِنکساری کا مفہوم بھی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ مَیں خلیفۂ وقت کی اطاعت اِس لئے کرتا ہوں کہ جماعت کا نظام قائم رہے لیکن خلیفۂ وقت کا وہ احترام نہیں کرتا کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اُسے حق دیا ہے تو ایسا شخص اللہ کی نگاہ میں قانتٌ نہیں ہے کیونکہ قنوت کے معنے عاجزی اور انکساری سے اطاعت کرنے کے ہیں۔ پس ایک مُسلمہ کے اندر اور ایک اچھی بیوی کے اندر جس کو گھر میں محبّت سے رکھنا خاوند کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے یہ صفت پائی جانی چاہیئے کہ وہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے حقوق ادا کرنے میں بھی عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتی ہے لیکن یہ حقوق دوطرفہ ہیں آپ پر محض ذمّہ داری نہیں ڈالی گئی بلکہ آپ کے کچھ حقوق بھی قائم کئے گئے ہیں اسی طرح بالکل اسی طرح خاوند کا یہ فرض ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرتے ہوئے اپنی برتری ظاہر نہ کرے بلکہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں اپنی بیویوں اور بچّیوں کے حقوق کو ادا کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ قَانِتٌ نہیں ہے جس طرح عورت ایسا نہیں کرتی تو وہ قَانِتَةٌ نہیں ہے۔

چوتھی صفت جو ایک اچھی بیوی کے اندر پائی جانی چاہیئے (اور ایک اچھے مرد میں پائی جانی چاہیئے جس مرد کے ساتھ پیار سے رہنے کا ایک عورت کو حکم ہے اور دونوں کو اجازت ہے کہ اگر یہ خُوبیاں ان میں

نہ پائی جائیں تو وہ ایک دوسرے کو چھوڑ سکتے ہیں)۔ تائِبات ہے۔ توبہ کے معنے ہیں بُرائی کو چھوڑنا اور نیکی کو اختیار کرنا۔ اِس مفہوم میں یہ بات بھی آتی ہے کہ بُرائی کو اِس لئے چھوڑنا کہ اس بُرائی کی قباحت علیٰ وجہ البصیرت معلوم ہو اور اس بُرائی کی وجہ سے اور اس قباحت کی وجہ سے اور اس بدصُورتی کی وجہ سے جو ہر بُرائی میں، ہر گناہ اور ہر معصیت میں ہمیں نظر آتی ہے اُسے چھوڑا جائے اور اس سے بچا جائے اور توبہ کے معنے میں یہ مفہوم بھی ہے کہ جو بات ہوئی ہے یا جو گناہ سرزد ہو چکا ہو اس پر احساسِ ندامت پیدا ہو۔ ایک شخص یہ عہد کرے کہ آئندہ مَیں یہ گناہ نہیں کروں گا۔ لیکن اگر وہ ایسا گناہ اپنی زندگی میں پہلے کر چکا ہو لیکن ندامت محسوس نہ کرے تو وہ اپنے آپ کو بڑے خطرے میں ڈالتا ہے۔ وہ مضبوطی کے ساتھ اپنے عہد پر قائم نہیں رہ سکتا اور توبہ کے اندر یہ عزم ہونا چاہیئے کہ پھر مَیں ایسا نہیں کروں گا۔ اور چوتھی بات اِس کے اندر یہ آتی ہے کہ اگر گناہ کا تدارک ممکن ہو تو تدارک کیا جائے۔ مثلاً کسی شخص کے کسی وقت سَو روپے مار لئے اور بعد میں خیال پیدا ہوا کہ گناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لیا تو ایک تو یہ عزم ہو گا کہ آئندہ اِس قسم کی حرکت مَیں نہیں کروں گا کیونکہ جو مَیں نے کیا وہ بہت بُرا کیا۔ جو مَیں نے کیا وہ نہایت بُری حرکت کی۔ ندامت کا احساس بھی ہو اور عزم بھی بالکل BANKRUPT یعنی دیوالیہ نہیں تو وہ سَو روپے اُسے لا کر دے دے گا اور کہے گا کہ ایک وقت آپ کو یاد نہیں رہا ہو گا یا آپ کے علم میں بھی نہیں آیا ہو گا مَیں نے غلط طریق پر آپ کے سَو روپے کھا لئے تھے یہ مَیں واپس کر رہا ہوں تو ہر ممکن ذریعہ سے جو اس کے اختیار میں ہو وہ اس کا تدارک کرے۔

عابدات۔ خدا کے حضور جُھکنے والیاں، اس کی عبادت کرنے والیاں، اس کی صفات کا رنگ اپنے پر چڑھانے والیاں ایک مُسلمان کے گھر کو جنّت بنا سکتی ہیں۔ عابدہ کے معنے ہیں اللہ کے حضور اِنتہائی تذلّل اختیار کرنے اور اللہ کی عبادت انتہائی اخلاص کے ساتھ کرنے والی اور وعدہ یہ ہے کہ جو اخلاص اور محبّت کے ساتھ تذلّل کی راہوں اور عاجزی کے طریقوں کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مُنہمک رہے یا رہیں گی ایسوں کو شیطان کے بد اثرات سے محفوظ رکھا جائے گا۔ جو عورت گھر میں ٹکریں مار کر نماز پڑھ لیتی ہے اور بے پردہ باہر نکل جاتی ہے وہ شیطان کے اثر سے محفوظ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے بتا دیتا ہے کہ تم نے جو عبادت کی تھی وہ قبولیّت کے لائق نہیں۔ تم نے اپنا وقت بھی ضائع کیا اور ہمارے حضور ایک گندی چیز پیش کر دی کہ جس کے اندر شیطان کے کیڑے نظر آ رہے ہیں۔ وعدہ یہ ہے کہ:۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ٦٦)

کہ جو لوگ میرے بندے بن جاتے ہیں اور میری بندگی میں اپنے اوقات گذارتے ہیں اُن پر اے شیطان تیرا تسلط کبھی نہیں ہوگا اور جو ایسے بن جاتے ہیں ان کو ہم بشارت دیتے ہیں وَکَفٰی بِرَبِّكَ وَكِيْلًا کہ تیرا رب ہی تیرے لئے کافی ہے کسی اَور سہارے کی ضرورت نہیں ہے اور شیطان نے بھی اقرار کیا کہ گو مَیں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا اور تیرے راستہ سے دُور لے جانے کی کوشش کروں گا لیکن اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (الحجر: ۴۱) کہ جو مخلص بندے ہیں اُن پر میرا اثر نہیں ہوگا۔ وہ میری ہر قسم کی چال اور منصوبہ سے محفوظ رہیں گے ان کو مَیں گمراہ کرنے میں ناکام رہوں گا تو جس شخص پر شیطان کا کامیاب وار ہو جاتا ہے وہ مخلص تو نہیں کہلا سکتا یعنی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور چیدہ بندہ تو نہیں کہلا سکتا وہ تو ایک ایسا بندہ ہے جس کے اخلاص کے ساتھ شیطانی خیالات بھی ملے ہوئے ہیں تو انتہائی تذلّل اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی حمد، اس کی سبوحیت کرتے ہوئے اس کو ہر نقص سے پاک ٹھہراتے ہوئے اور ہر تعریف کا مستحق سمجھتے ہوئے عاجزانہ طور پر اس کے قدموں پر گر جانا یہ عبادت ہے اور اس عبادت کے بعد شیطان کا کوئی حملہ، کوئی وار کامیاب نہیں ہؤا کرتا۔

چھٹی چیز جو ایک اچھی بیوی، اچھی بہن اور اچھی بیٹی میں پائی جانی چاہیئے (کہ ایک دن انہوں نے بھی اپنے گھر بسانے ہیں ان کو صحیح تربیت دینی چاہیئے) وہ یہ ہے کہ وہ سائِحات ہوں۔ اِس کے کئی معنے ہیں ایک یہ کہ روزہ رکھنے والیاں یعنی خدا کی رضا کے حصول کے لئے اپنے کھانوں کو مستحقین میں تقسیم کرنے والیاں خواہ اس کے نتیجہ میں ان کو خود بھوکا ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔ سَائِحَة کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ اپنی آنکھ اور کان اور زبان اور دیگر جوارح کو گناہ اور معاصی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنے والی۔ تو ہر حس اور ہر طاقت جو اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو دی ہے اس کے ساتھ کچھ بدیاں بھی ملی ہوئی ہیں یعنی شیطان حملہ کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور ان کے ساتھ کچھ نیکیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ آنکھ بھی ہمارے لئے جنّت کی راہیں تلاش کر سکتی ہے کان بھی ہمارے لئے جنّت کے نغمے سُن سکتے ہیں۔ زبان بھی ہمیں کشاں کشاں خدا کی جنّت کی طرف لے جا سکتی ہے۔ یہی حال دوسرے جوارح کا ہے۔ اور اگر ہم بے پرواہ ہو جائیں، اگر ہم چوکنے نہ رہیں، اگر ہم اللہ کی یاد کو بھلا دیں۔ اگر ہم شیطان کو وار کا موقع دے دیں تو پھر ہماری آنکھ، ہمارے کان، ہماری زبان اور دوسری طاقتیں، قوتیں، احساسات وغیرہ اللہ کی ناراضگی کا موجب بھی بن جاتے ہیں۔

تیسرے معنے سَائِحَة کے ہیں سیاحت کرنے والی۔ اور یہ بھی ایک مومنہ کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ

سُورۂ حج میں فرماتا ہے:۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ (آیت ۴۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سیاحت کیوں نہیں کرتے اِس غرض سے تاکہ ظالم بستیوں کی ہلاکت اور ظالم قوموں پر اللہ تعالیٰ کے غضب کے نزول کی جو نشانیاں اس دُنیا میں عبرت کے لئے قائم رکھی گئی ہیں اُن سے وہ عبرت حاصل کریں۔ اِس معنے میں ایک اچھی مُسلمہ عورت جس کا گھر جنّت بن جاتا ہے اِس معنے میں بھی سَائِحَة ہوتی ہے یعنی اس کو یہ نہیں کہا گیا کہ تم اپنے گھر میں بند رہو۔ قید کر کے نہیں رکھا گیا۔ اس کو یہ کہا گیا ہے کہ جب گھر سے نکلو یعنی دوسروں سے میل ملاپ اور معاشرتی تعلقات کو قائم کرو اور بڑھاؤ لیکن اِس لئے یہ تعلقات قائم نہ کرو کہ تم نے اُن سے اثر قبول کرنا ہے بلکہ اِس لئے ان تعلقات کو بڑھاؤ کہ جن قوموں پر اللہ تعالیٰ کے غضب نازل ہوئے یا جو قومیں اِس بات کی منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں آج بھی یا کل بھی پکڑ لے۔ ان قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔ آپ اور اس کے نتیجہ میں اپنا نیک اثر غیر پر ڈالیں۔ ہمیں جائز دائرہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے آزادی دی ہے اور ذمّہ داری یہ ڈالی ہے کہ اپنے معاشرتی تعلقات میں دوسروں پر اللہ اور اُس کے رسولؐ کا اثر ڈالتی رہو اور اللہ کی توحید قائم کرتی رہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو پیدا کرتی رہو اس صورت میں تو تم سَائحة بنو گی لیکن اگر تم اثر قبول کرنے لگ جاتی ہو تو پھر اس اچھے معنے میں جو اُسے محبوب ہے اس معنے میں تم سائحة نہیں ہو اور آپ یہ یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں کہ آج کی ظالم دُنیا تباہی کے گڑھے پر کھڑی ہے۔ پس خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو کوشش کرو کہ یہ دُنیا تباہی کے گڑھے میں گِر پڑنے سے بچ جائے۔ خدا تعالیٰ کے قدموں پر آ گرے تاکہ وہ جن کے لئے خدا کے عظیم قہر اور نہایت بھیانک غضب کی جہنّم بھڑک رہی ہے (اور قریب ہے کہ وہ ایسی قوموں کو اپنے اندر لے لے) اللہ تعالیٰ ہماری دُعاؤں اور ہماری کوششوں کے نتیجہ میں ان بندوں کو اس جہنّم سے محفوظ کر لے اور قبل اِس کے کہ وہ اس جہنّم میں دھکیل دیئے جائیں ان کو اللہ تعالیٰ کا فضل اس جہنّم سے بچانے کے سامان پیدا کر دے ہماری دُعائیں قبول ہوں ہماری کوششیں ثمر آور ہوں ہمارے حقیر اعمال کے نتیجہ میں ایک اِنقلابِ عظیم بپا ہو جائے اور وہ جسے آج ہم ظالم دُنیا کے نام سے پکارتے ہیں کیونکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے پیدا کرنے والے رحیم اور رحمان خدا سے دُور چلے گئے ہیں وہ اپنے ربّ کو پہچاننے لگیں اور ہمارے حقیقی مسلمان بھائی بن جائیں ساری دُنیا میں اِسلام

ہی اسلام ہمیں نظر آئے۔ ہر زبان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا وِرد کرنے والی ہو۔ آمین

پس اِن آیات سے ہمیں یہ پتہ لگتا ہے کہ سُنّتِ نبویؐ میں ایک یہ بات بھی ہے جس کی پیروی کرنا ایک مسلمان مرد اور ایک مسلمان عورت کے لئے ضروری ہے کہ اگر بیوی یا خاوند حیاتِ دُنیا یا اس کی زینت کو خدا اور اسکے رسولؐ پر ترجیح دینے والا ہے اور دارِ آخرت کی فکر نہ کرے اور جہنّم سے بیزاری کا اعلان اپنے عمل سے نہ کر رہا ہو اور اس جنّت کے لئے کوشاں نہ ہو جس کے متعلق اس نے فرمایا ہے اعد للمحسنٰت منکن اجرًا عظیما۔ تو مرد کو بھی اجازت ہے اور عورت کے سامنے بھی یہ اُسوہ ہے کہ وہ کہے کہ تمہارا اور ہمارا راستہ ایک نہیں ہم تو خدا تک پہنچنے والی راہوں کی تلاش میں ہیں اور تم جس راہ پر چلنا چاہتے ہو وہ شیطان کی طرف لے جاتی ہے اِس لئے آؤ آرام کے ساتھ اور حُسنِ سلوک کے ساتھ ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ مرد جو اپنے گھر کو خدا کی جنّت بنانے میں نصف کا حِصّہ دار ہے اور وہ عورت جو اپنے گھر کو خدا کی جنّت بنانے میں نصف کی حصّہ دار ہے ان ہر دو میں ربِّ کریم کی یہ صفات ظلّی طور پر پائی جانی چاہئیں۔

پس آپ اِن دنوں میں خصوصًا اپنے ربّ کے حضور گرتی رہیں اور اُس سے یہ دُعا کریں کہ اے خدا ہمارا اصل رشتہ اور حقیقی تعلق تو تیرے ساتھ ہی ہے لیکن تُو نے کچھ رشتے اِس دُنیا میں بھی قائم کئے ہیں اور چونکہ تُو نے قائم کئے ہیں ہم نے اِن رشتوں سے بھی تعلق باندھا ہے۔ جیسے خاوند کا رشتہ بیوی سے، بیوی کا رشتہ خاوند سے یا بیٹی کا رشتہ باپ سے یا بھائی کا رشتہ بہن سے یا دوسرے رشتے ہیں۔ اے خدا جب تک یہ رشتے تیری رضا کے حصول میں ممد اور معاون ہوں اس وقت تک تو ہم تیرے حکم کو جو ان رشتوں کو خوشگوار بنانے کے لئے تُو نے دیئے ہیں نبھائیں گے اور ان پر عمل کریں گے لیکن تیرے ہی حکم کے مطابق تیری ہی فرمانبرداری میں۔ اگر حالات ایسے نہ ہوں تو اے خدا ہم تجھے ترجیح دیں گے دُنیا کی ہر چیز پر اور دُنیا کی ہر زینت پر اور دُنیا کی ہر آسائش پر اور دُنیا کے ہر آرام پر اور دُنیا کی ہر شہرت پر اور دُنیا کی ہر نمائش پر۔ دُنیا کی ہر چیز پر تجھے ترجیح دیتے ہیں اے ہمارے ربّ پس ہم سے محبّت اور پیار کا سلوک کر ٭

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے بارھویں سالانہ اجتماع [1]

میں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

تشہّد وتعوّذ اور سُورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اِس وقت مَیں جماعتِ احمدیہ کی دو تنظیموں سے مخاطب ہوں اور وہ دو تنظیمیں لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ ہیں۔ پہلے مَیں مختصرًا اپنی بچّیوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج صُبح اطفال الاحمدیہ کے اجلاس میں مَیں نے اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کے لئے ایک نیا پروگرام تجویز کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ بچّیوں (ناصرات الاحمدیہ) کی عمر دین کے لحاظ سے ذہانت اور فراست کی عمر نہیں بلکہ حافظہ کی عمر ہے۔ اِس لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی بچّیوں کے حافظہ کی تھیلیاں ان جواہرات سے بھر دیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک پہنچائے ہیں۔ اِس کے لئے مَیں نے تجویز کیا ہے کہ اِن خزائن کے جو بُنیادی حصّے ہیں انکے متن کی ایک کتاب تیار کی جائے اور یہ حوالے بچّوں اور بچّیوں کو ازبر کروا دئے جائیں۔

مَیں نے خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی تنظیم سے کہا ہے کہ وہ اِس سال دسمبر کے آخر سے قبل متن کی یہ کتاب تیار کر دیں اور آئندہ سال ہمارے سب بچّوں اور بچّیوں کو یہ کتاب حِفظ ہو جانی چاہیئے۔ اِس کی تیاری میں اگر لجنہ اماء اللہ بھی انہیں مشورے دے سکے تو اَور زیادہ اچھی متن کی کتاب بن جائے گی۔ بہرحال آپ کیلئے یعنی ناصرات الاحمدیہ کے لئے جو پروگرام مَیں نے تجویز کیا ہے یہ ہے کہ اِس سال دسمبر تک آپ میں سے ہر ایک کو سُورۃ بقرہ کی پہلی سترہ آیات حِفظ ہونی چاہئیں اور آئندہ سال آپ کو متن کی وہ کتاب حِفظ ہو جانی چاہیئے جو تیار کی جا رہی ہے۔

اَب مَیں تمام بہنوں کو مخاطب کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جب دعویٰ کیا تو آپ پر ایمان لانے والے صرف ایک قسم کے لوگ تھے (منافقوں کے علاوہ) اور یہ گروہ وہ تھا جو احمدیت

[1] ۱۸ / اخاء ۱۳۴۸ ہش / ۱۸ / اکتوبر ۱۹۶۹ء ٭

کو اعتقاداً بھی اور عملاً بھی دُنیا کی ہر چیز پر فوقیت دیتا تھا اور دین کو دُنیا پر مقدّم کرنے والا تھا۔ یہ وہ گروہ تھا جو احمدیت یعنی حقیقی اِسلام کی قدر اور قیمت پہچانتا تھا اور اس خزانہ کے حصول کے لئے وہ ہر قیمت دینے کیلئے تیار تھا۔ اس گروہ میں وہ بھی تھے جنہیں معلوم تھا کہ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے تو شاید ہمیں جان کی قربانی دینی پڑے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ ہم سے یہ صداقت جان کا مطالبہ کرے گی اُنہوں نے اِس صداقت کو اپنی جان پر ترجیح دی اور کہا ہماری دُنیوی زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے یہ جان اس حق اور حکمت اور صداقت کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں مل رہی ہے۔ پس احمدیت قبول کرتے وقت ان کے ذہنوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ شاید ہماری جان جائے لیکن ہم اپنی جان اپنے ربّ کے حضور پیش کر دیں گے۔ مثلاً ہمارے بزرگ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید تھے اُنہیں یہ یقین تھا کہ جب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بیعت کر کے واپس اپنے وطن کابل جاؤں گا تو مجھ سے جان کا مطالبہ کیا جائے گا۔ لیکن وہ اِس حقیقت پر قائم تھے کہ یہ جان تو اس صداقت کے مقابلہ میں کچھ چیز ہی نہیں جس کے نتیجہ میں ہمیں اپنے ربّ کا پیار ملتا ہے۔ چنانچہ اِس حقیقت کو جانتے اور سمجھتے ہوئے انہوں نے احمدیت کو قبول کیا اور اپنے مُلک واپس چلے گئے۔ وہاں جا کر ان سے جان کا مطالبہ کیا گیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی گئی کہ اگر آپ کو اپنی جان پیاری ہے تو احمدیت کو ترک کر دو اور ارتداد کی راہ اختیار کرو لیکن انہوں نے کہا مجھے اِس صداقت کے مقابلہ میں اپنی جان پیاری نہیں مَیں خدا کی نگاہ میں غصّہ اور غضب نہیں دیکھنا چاہتا مَیں اپنے پیدا کرنے والے ربِّ کریم کی نگاہ میں ہمیشہ پیار دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میری جان حاضر ہے۔

پھر اِس گروہ میں سے بعض ایسے تھے کہ جنہیں جذبات قربان کرنے پڑے۔ اگر وہ مرد تھے تو اور اگر وہ عورتیں تھیں تو انہیں معلوم تھا کہ اگر ہم احمدیت کو قبول کر لیں گے یا قبول کر لیں گی تو ہمیں اپنے جذبات کی قربانی دینی پڑے گی اور اِنتہائی قربانی دینی پڑے گی۔ انہیں معلوم تھا کہ ہم کو گھر سے نکال دیا جائے گا ہماری بیوی اور بچے ہم سے چھین لئے جائیں گے یا ہمارا خاوند اور ہمارے بچے ہم سے جُدا کر دیئے جائیں گے لیکن اِس ساری فطری محبّت کو جو ایک ماں کے دل میں اپنے بچے کے لئے ہے یا ایک بیوی کے دل میں اپنے خاوند کے لئے ہے اُنہوں نے قربان کیا اور یہ جانتے ہوئے احمدیت کو قبول کیا کہ اُن سے یہ قربانی لی جائے گی۔ پھر بہت سی عورتوں کو گھروں سے نکال دیا گیا بہت سے مَردوں کو اُن کی بیویوں اور بچوں سے علیحدہ

ہونا پڑا اور یہ زبردستی کی بات تھی کیونکہ اس وقت جماعتِ احمدیہ تعداد کے لحاظ سے بہت ہی کم تھی اور کوئی دُنیوی سہارا ان کے پاس نہیں تھا اور جو حقیقی سہارا ان کے پاس تھا وہ یہ مطالبہ کرتا تھا کہ اگر تم احمدیت کی قیمت جانتے اور اس کی قدر کو پہچانتے ہو تو تمہیں جذبات کی قربانی دینی پڑے گی۔

پھر بعض وہ تھے جن کو معلوم تھا کہ اگر ہم نے احمدیت کو قبول کیا تو ہم دُنیوی اموال سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ ہمیں عاق کر دیا جائے گا۔ ہمیں گھروں سے نکال دیا جائے گا لیکن انہوں نے دُنیوی اموال کی کوئی پرواہ نہ کی اُنہوں نے کہا جو رُوحانی خزانہ ہمیں مل رہا ہے اس کے ایک ایک ہیرے پر ساری دُنیا کے اموال قربان۔ ہم اس دولت کو چھوڑ کر دُنیا کی عارضی اور فانی دولت سے کیسے پیار کریں۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر ہم نے احمدیت کو قبول کیا تو ہماری عزّتیں خطرہ میں پڑ جائیں گی۔ بڑے بڑے اثر اور رسُوخ رکھنے والوں اور اپنے ماحول میں عزّت کی نگاہ سے دیکھے جانے والوں کو یہ معلوم تھا کہ آج جو دُنیوی نگاہ ہمیں عزّت اور پیار کے ساتھ دیکھ رہی ہے کل اسی نگاہ میں ہمارے لئے غصّہ اور نفرت ہو گی لیکن دُنیا کے نفرت اور غصّہ کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور خدا تعالیٰ کے پاؤں پر اپنا سر رکھ کر اُنہوں نے اس عزّت کو چاہا جو حقیقی عزّت ہے اور ربِّ کریم کی طرف سے ملتی ہے۔ اس زمانہ میں سارے کے سارے لوگ اسی قسم کے تھے جنہوں نے دُنیا کی ہر چیز کی قربانی دی اور دُنیا کی ہر چیز کی قربانی دینے کے لئے وہ تیار ہوئے لیکن اس رُوحانی خزانہ کو چھوڑنے کے لئے وہ تیار نہیں تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اُنہیں مل رہا تھا۔

اِس قسم کے لوگ اب بھی موجود ہیں جو لوگ باہر سے آتے ہیں وہ کئی سال تک احمدیت کا مطالعہ کرتے ہیں بحثیں کرتے ہیں، مسائل سمجھتے ہیں، عقائد کے متعلق علم حاصل کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت بڑی قیمتی چیز ہے اور اس کے لئے ہمیں اپنی جان بھی دینی پڑے تو دے دیں گے۔ ہمیں اپنی عزّتیں چھوڑنی پڑیں تو ہم چھوڑ دیں گے۔ ہمیں خدا کے لئے ذلیل ہونا پڑے تو ہم ذِلّت کو قبول کر لیں گے۔ اگر ہمارے دُنیا کے اموال جاتے رہیں تو ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔ اگر ہمیں اپنے جذبات کو قربان کرنا پڑے تو ہم اپنے جذبات بھی قربان کر دیں گے کیونکہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ احمدیت کے مقابلہ میں ان کی کوئی قیمت نہیں۔ ان کے دِل میں احمدیت کی قدر اور اُس کی قیمت ہوتی ہے۔

بعض کو اللہ تعالیٰ خواب کے ذریعہ احمدیت کی صداقت بتا دیتا ہے۔ ۱۹۴۹ء میں جب ہم ربوہ آئے تو ہمارے اس ماحول میں اس وقت بہت سے دوستوں کو اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ احمدیت کی صداقت

کی اِطلاع دی اور ان کے دِل میں یہ بات گاڑ دی کہ یہ ایسا قیمتی خزانہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دُنیا کی ہر چیز ہیچ ہے۔ چنانچہ یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر ٹھٹھہ چندو ایک گاؤں ہے وہاں کے ہمارے ایک دوست ہیں محمد اُن کا نام ہے۔ اُن کی عمر ۱۹۴۹ء میں قریباً ۱۹ سال کی تھی یعنی اُس وقت بالکل نوجوان عمر کے تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ دریائے چناب ہے اور وہ اس میں بہے جاتے ہیں وہ بڑی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح کنارہ پر لگیں مگر وہ کنارے تک نہیں پہنچ سکتے اس کے باوجود جو نظارہ اُنہوں نے دیکھا اُس میں کہیں تو پانی ان کے ٹخنوں تک تھا اور کہیں کمر تک اور کہیں گردن تک اور کہیں سر سے اُونچا لیکن پانی تھوڑا تھا یا زیادہ ان کی یہ کوشش کہ مَیں دریا کے کنارہ تک پہنچ جاؤں کامیاب نہیں ہو رہی تھی اور وہ بہے جا رہے تھے۔ آخر وہ ایک مقام پر پہنچے اور یہ مقام ہمارے ربوہ کے سامنے کا مقام ہے وہاں انہوں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور وہ پانی تک آئی ہوئی ہیں وہاں ایک بزرگ کھڑے ہیں خواب میں ان کو خیال پیدا ہوُا کہ وہ اپنا ہاتھ بلند کریں شاید وہ اِس طرح بچ جائیں۔ چنانچہ وہ بتاتے ہیں کہ مَیں نے ہاتھ اُونچا کیا اور اس بزرگ نے مجھے بازو سے پکڑا اور مجھے کھینچ کے دریا سے باہر نکالا اور اِس طرح مجھے ڈوبنے سے بچا لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ وہ بزرگ وہیں کھڑے رہے مَیں سیڑھیاں چڑھا اور اُوپر آیا تو وہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا مَیں نے اُن سے پُوچھا کہ" ایہہ کیہڑا بزرگ اے جنھے میرے تے ایہہ احسان کیتا اے کہ مینوں ڈُبدیاں نوں بچا لیا اے" (یہ کونسے بزرگ ہیں جنہوں نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ مجھے ڈوبتے کو بچا لیا ہے) انہوں نے کہا کیا تم انہیں پہچانتے نہیں۔ مَیں نے کہا نہیں مَیں تو نہیں پہچانتا۔ انہوں نے آگے سے کہا:۔

" ایہہ امام مہدی نیں۔ دُنیا رُڑی جاندی اے ایہہ بانہہ پھڑ پھڑ کے اونہاں نوں
کھِچ کھِچ کے خشکی تے لیاندے چلے جاندے نیں"

(یہ امام مہدی ہیں۔ دُنیا بہی جا رہی ہے یہ بازو تھام تھام کر انہیں کھینچ کھینچ کر خشکی پر لاتے چلے جاتے ہیں)

اِس خواب کے بعد اس نوجوان کے دِل میں احمدیت گھر کر گئی۔ اُنہوں نے بتایا کہ مَیں نے سوچا کہ ہمارے گاؤں میں کوئی احمدی نہیں۔ احمدیت کے خلاف تعصّب بھی ہے۔ میرے دماغ میں آیا کہ زیادہ سے زیادہ میرا باپ مجھے اپنے گھر سے نکال دے گا اور جو تھوڑی بہت زمین ہے اُس سے مجھے محروم کر دے گا۔ لیکن میرے دماغ نے یہ فیصلہ کیا کہ میرا ربّ جو چیز مجھے دے رہا ہے اُس کی قیمت اِن دُنیوی اموال سے کہیں زیادہ ہے۔

زیادہ سے زیادہ میرا باپ گھر سے نکال دے گا مَیں جوان آدمی ہوں اور مضبوط ہوں مَیں زمیندارہ چھوڑ کر کہیں مزدوری کر لوں گا اور اپنی روزی کماؤں گا لیکن مَیں احمدیت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

اِس وقت جو باہر سے احمدیت میں آنے والے ہیں کم و بیش ان کا یہی حال ہے۔ بعض دُنیوی لحاظ سے بڑے بزرگ ہوتے ہیں بعض پیر ہوتے ہیں بعض مولوی ہوتے ہیں وہ جب احمدیت قبول کرتے ہیں تو اُنہیں بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ دُنیا میں وہ صاحبِ اقتدار ہوتے ہیں لیکن احمدیت کے مقابلہ میں وہ اس اقتدار کو کچھ نہیں سمجھتے۔ مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ ایک لطیفہ سُنایا ہے یہاں کے ایک بہت بڑے زمیندار تھے ایک دن مَیں نے انہیں تبلیغ کی تو وہ کہنے لگے کہ مَیں تو قادیان کے زمانہ سے ہر جلسہ سالانہ میں شامل ہوتا ہوں کونسا مسئلہ ہے جو مَیں سمجھا نہیں اور آپ کو وہ مسئلہ سمجھانے کی ضرورت ہے مسئلے تو مَیں سارے سمجھتا ہوں " پر دیکھو نا اسیں چودھری آں اَج احمدی ہو جائیے تے تہاڈا انگوٹھا ساڈی گردن تے ہووے دا تُسی کہو گے کہ اغوا نہیں کرنا۔ جھوٹ نہیں بولنا۔ چوری نہیں کرنا۔ قتل نہیں کرنا۔ ہزار پابندیاں تُسی ساڈے اُتے لگا دوگے اس طرح ساڈی چودھر نہیں رہندی ایسے لئی اسیں احمدی نہیں ہوندے تے اپنی چودھر نہیں چھوڑدے" (مگر دیکھیں تو ہم چودھری ہیں آج احمدی ہو جائیں تو آپ کا انگوٹھا ہماری گردن پر ہوگا۔ آپ کہیں گے اغوا نہیں کرنا۔ جھوٹ نہیں بولنا۔ چوری نہیں کرنا۔ قتل نہیں کرنا۔ ہزار پابندیاں آپ ہم پر لگا دیں گے اس طرح ہماری چودھر نہیں رہتی۔ اِسی لئے ہم احمدی نہیں ہوتے۔ اپنی چودھر نہیں چھوڑتے)

غرض کچھ لوگ اِس قسم کے بھی ہوتے ہیں جو دُنیوی اموال عزّت وجاہ اور اقتدار کو دین پر ترجیح دیتے ہیں اور اِس طرح احمدیت کو قبول نہیں کرتے۔ لیکن بہت سے احمدیت میں داخل ہونے والے ایسے ہیں جنہیں علم تھا کہ ہمیں اپنی "چودھر" چھوڑنی پڑے گی جنہیں علم تھا کہ ہمیں اپنی عزّتیں قربان کرنی پڑیں گی۔ وہ جانتے تھے کہ ہمیں اپنی جان کی قربانی دینی پڑے گی۔ لیکن وہ اِس یقین پر قائم تھے کہ یہ ساری چیزیں ہیچ ہیں۔ جو چیز ہمیں مِل رہی ہے اس کے مقابلہ میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔ احمدیت کی قیمت اور اس کی قدر اور اس کے مرتبہ اور اس کے فیوض اور برکات سے پُوری طرح واقف ہو کر قربانی دینے کے لئے ان کے دِل تیار ہوتے ہیں تب وہ احمدیت میں داخل ہوتے ہیں۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے قریباً بارہ یا چودہ پندرہ سال بعد ایک اَور گروہ پیدا ہوُا جنہوں نے احمدی گھرانوں میں پیدائش کی وجہ سے اور اس کے نتیجہ میں اپنے پر احمدیت

کا ایک لیبل اور نشان لگایا۔ ان کے آگے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے باوجود اس کے کہ انہیں سارے خطرات کا علم تھا احمدیت میں رہنا قبول کیا اور ان تمام خطرات کے باوجود انہوں نے احمدیت میں رہنا اِس لئے قبول کیا کہ احمدیت ان کی رُوح ان کی جان ان کا جسم اور ان کی زندگی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اِس چیز کی اتنی قیمت ہے کہ دُنیا کی ہر چیز اس پہ قربان کی جا سکتی ہے۔ غرض پیدائشی احمدی (مرد و عورت) اِس قسم کے بھی ہیں۔ لیکن کچھ پیدائشی احمدی مرد و عورت اِس قسم کے بھی ہیں کہ جو احمدیت کی قدر و قیمت کو پہچانتے نہیں اور اس کے لئے وہ وہ قربانیاں دینے کے لئے تیار نہیں جو اُن کے باپ دادا نے دی تھیں اور ان کی نانیوں اور دادیوں نے دی تھیں اور وہ سُست اعتقاد ہیں۔ شیطان کے وساوس کا شکار ہیں۔ سُستیوں کے پھندوں میں اور سُستیوں کی زنجیروں میں وہ جکڑی ہوئی ہیں۔ قربانیاں دینا ان کے لئے دوبھر ہے لیکن سوچنے والی یہ بات ہے کہ کیا احمدیت کو اِس قسم کے مردوں اور اِس قسم کی عورتوں کی ضرورت ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی یہ سوچنے والی بات ہے کہ وہ جو ظاہر میں ہماری طرف منسُوب ہوتے ہیں اور چاہے نام کے ہی سہی وہ احمدیت میں شامل ہیں کیا ہم ایسے گروہ کو ضائع کر سکتے ہیں۔ اِس کا جواب بھی یہی ہے کہ نہیں ہرگز نہیں ہم اِس طبقہ کو اِس گروہ کو وہ مرد ہوں یا عورتیں نہ ضائع کر سکتے ہیں اور نہ ضائع کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ہم اس گروہ کو ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں تو اس کے لئے ہمیں کوئی تدبیر کرنی پڑے گی کیونکہ جب تک ان کے دِلوں میں احمدیت کی محبّت اِس رنگ میں راسخ نہ ہو جائے کہ وہ دُنیا کی ہر چیز کو احمدیت پر قربان کرنے والے ہوں یا قربان کرنے والی ہوں اُس وقت تک وہ حقیقی معنی میں احمدی نہیں ہیں۔

ہم اپنی مستورات سے بھی یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اسلام کے لئے، اسلام کے غلبہ کے لئے اس عظیم مجاہدہ میں اپنے بھائیوں اور خاوندوں کے دوش بدوش آگے بڑھنے والی ہوں گی۔ قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے ہمیں کہا ہے کہ مرد ہو یا عورت، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی محبّت کے حصول کے لئے مجاہدہ کریں۔ مرد ہوں یا عورتیں سب اللہ تعالیٰ کی رضا کو پائیں گے۔ وہ اس کے قُرب کو حاصل کریں گے اور قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے یہ بات بیان فرمائی ہے۔

اِس سلسلہ میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین بشارتیں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سُورہ آل عمران میں فرماتا ہے :-

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی۔ (آل عمرٰن آیت ۱۹۶)

جو بھی نیک کام کرے گا وہ مرد ہو یا عورت اُسے یہ بشارت ہے کہ اس کے اعمال ضائع نہیں ہوں گے اور یہ بڑی عظیم بشارت ہے۔ دُنیا کے دوسرے کام جو دُنیا کے لئے ہم کرتے ہیں وہ ایسی بشارت کے ساتھ نہیں کرتے۔ چونکہ ایک عام قانون کے مطابق بہتوں کو ان کے اعمال کی جزاء مل جاتی ہے اِس لئے انکے اعمال ضائع نہیں ہوتے لیکن وہ ایک عام قانونِ قدرت کے ماتحت نہ کہ کسی خاص بشارت کی وجہ سے کام کرتے ہیں۔ مثلاً ایک زمیندار ہے وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو شخص زمیندارہ کے لئے خداداد وسائل سے کام لیتا ہے وہ اپنی محنت کا اچھا نتیجہ دیکھتا ہے اس کا "کوٹھا" دانوں سے بھر جاتا ہے زمیندار مثلاً خریف کی فصلوں کے لئے جو اَب پکنے والی ہیں زمین کی تیاری کرتا ہے۔ اچھے بیج تلاش کر کے بوتا ہے۔ راتوں کو جاگتا ہے اور کھیتوں کو پانی دیتا ہے کسی وعدے کی بناء پر نہیں بلکہ اِس اُمید پر کہ عام قانون کے ماتحت میری کھیتیاں پکیں گی اور مجھے دُنیوی فوائد حاصل ہوں گے۔ وہ عام طور پر یہ نہیں جانتا کہ اگر میری کھیتی پکے گی اور دانے میرے گھر آئیں گے تو اِس بات کا انحصار میری محنت اور کوشش پر نہیں بلکہ اس کا انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے۔ اِس لئے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ سبق دیتا ہے۔ ابھی چند ہفتوں کی بات ہے مجھے کیمبلپور کے ایک گاؤں سے وہاں کے ایک دوست نے لکھا کہ یہاں خریف کی فصلیں بڑی اچھی تھیں۔ بڑی محنت سے ان کی کاشت کی گئی تھی۔ وقت پر پانی دیا گیا تھا۔ جتنی جتنی کھاد کی ضرورت تھی وہ دی گئی اور اللہ تعالیٰ کا فضل اِس رنگ میں ظاہر ہو رہا تھا کہ کھیتیاں بہت اچھی ہیں اور بڑے اچھے دانے آئیں گے پھر یہ کوئی پندرہ بیس دن کی بات ہے کہ بارش ہوئی (آخری بڑی بارش جو یہاں بھی ہوئی اور لاہور وغیرہ میں بھی ہوئی وہ کافی پھیلی ہوئی تھی) بادل آئے اور بارش ہوئی۔ زمیندار بڑے خوش تھے کہ جن کھیتوں کو ہم اپنی کوشش سے پانی نہیں دے سکتے تھے اب اُن کو بھی پانی مل جائے گا اور ہماری کھیتیاں اَور بھی اچھی ہو جائیں گی لیکن اس بارش کے دَوران صرف ایک منٹ کے لئے ژالہ باری ہوئی اور سارے گاؤں کی فصلیں زمین پر لیٹ گئیں اور ایک دانہ بھی باقی نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ ان واقعات میں انسان کے لئے یہ سبق رکھتا ہے کہ تمہیں کوشش تو ضرور کرنی چاہیئے کیونکہ عام طور پر جو میری قدرت ہے اس کے مطابق نتائج نکلتے ہیں اور مَیں فضل کر دیتا ہوں اس فضل کو تم دیکھتے

نہیں۔ سمجھتے نہیں۔ لیکن ہوتا میرا ہی فضل ہے جس کی وجہ سے تمہیں دانے مل جاتے ہیں لیکن تم میں سے بعض سو جاتے ہیں۔ تم میں سے بعض غافل ہو جاتے ہیں۔ تم میں سے بعض متکبّر اور مغرور ہو جاتے ہیں۔ تم میں سے بعض اپنے دوسرے غریب اور مسکین اور غریب بھائیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہمیں خدا نے طاقت اور پیسہ دیا تھا ہماری فصلیں کتنی اچھی ہیں اور وہ حقارت کی نگاہ ان غریبوں کی کھیتیوں پر ڈالتے ہیں تب اللہ تعالیٰ انہیں جھنجھوڑنے کے لئے آسمان سے اپنے اس ارادہ کو نافذ کرتا ہے کہ ایک منٹ کی ژالہ باری سے تمام کھیتیاں جڑ سے اُکھیڑ دی جاتی ہیں۔

غرض ایک عام دُنیا دار انسان دُنیا میں ان اسباب پر بھروسہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں یا وہ اپنی قوتِ بازو پر بھروسہ کرتا ہے اور وہ کام کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عام سُنّت کے مطابق وہ اُمّید رکھتا ہے کہ کامیاب ہوگا اور اس کے عمل کی جزاء اور بدلہ دُنیوی طور پر اُسے مل جائے گا۔ لیکن آپ اس جماعت کی طرف منسوب ہوتی ہیں جنہیں عام امید نہیں دلائی گئی بلکہ یہ بشارت دی گئی ہے کہ اگر تم اخلاص سے، اگر تم نیک نیّتی سے، اگر تم عاجزی کے ساتھ کبر و غرور کے ہر چیتھڑے کو اپنے جسموں سے پَرے پھینکتی ہوئی کام کرو گی اور محض تقویٰ کے لباس میں ملبوس ہو گی تو خدا تعالیٰ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوں گے تمہارے اُوپر اِس قسم کی ایک منٹ کی ژالہ باری نہیں آئے گی جو تمہاری کھیتی اور تمہارے باغات کو بالکل تہس نہس کر کے رکھ دے۔

غرض یہ ایک وعدہ مردوں اور عورتوں ہر دو سے کیا گیا ہے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ مرد ہو یا عورت ہر دو کو مَیں بشارت دیتا ہوں کہ جب تم میرے لئے کام کرو گے تو میری محبّت اور میری جزاء کو پاؤ گے۔ پس ایک تو مرد و عورت ہر دو سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ انہیں یہ بشارت دی گئی ہے کہ تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوں گے اور یہ بڑی عظیم بشارت ہے۔ بیشک بعض دفعہ اِس دُنیا میں ابتلاء آتے ہیں اور انسان کا امتحان لیا جاتا ہے لیکن وہ مرد یا وہ عورت جو اُخروی زندگی پر یقین رکھتی ہے اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ جیسے جو بڑے امیر گھرانے ہیں ان کے افراد اپنے سونے والے کمرہ سے آرام کے ساتھ اپنے بیٹھنے والے کمرہ میں چلے جاتے ہیں یا اپنے بیٹھنے والے کمرہ سے نکل کر اپنے کھانے والے کمرہ میں آجاتے ہیں اسی طرح خدا کے یہ پیارے بندے بندیاں اِس دُنیا کو چھوڑ کر اس دُنیا کی جنّتوں سے نِکل کر جن کا انہیں اِس دُنیا میں وارث کیا گیا ہے ایک دوسری جنّت میں چلے جاتے ہیں اور جس نے ایک جنّت

سے نکل کر دوسری جنّت میں جانا ہو اُسے کس بات کی فکر ہے۔ پس ہمیں یقین ہے کہ ہم خدا کے لئے جو عمل کریں گے وہ ضائع نہیں جائیں گے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک اَور بشارت دی۔ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ (النّسآء آیت ۱۲۵)

پہلی بشارت یہ تھی کہ تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوں گے۔ دوسری بشارت یہ ہے کہ تمہیں جنّت کا وارث قرار دیا جائے گا یعنی تمہارے اعمال کا وہ نتیجہ نکلے گا جو میرے وعدوں کے مطابق ہے اور تم جنّت کی وارث بنو گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ جو بھی صالح عمل کرے وہ مرد ہو یا عورت اور ایمان کے تمام تقاضوں کو پُورا کرنے والا ہو یا ایمان کے تمام تقاضوں کو پُورا کرنے والی ہو اس کو ہم یہ بشارت دیتے ہیں کہ ہم نے اس کے لئے جنّت مقدّر کی ہے۔ عملِ صالح صرف موقع اور محل پر نیک کام کو نہیں کہتے بلکہ اس نیک کام کو کہتے ہیں جو موقع اور محل پر بھی کیا جائے اور وہ ہر اس بیماری سے پاک ہو جس کے نتیجہ میں عمل اللہ کے حضور سے ردّ کر دیا جاتا ہے یعنی وہ مقبول کوشش ہو۔ اِسی لئے ہمیں کہا گیا ہے کہ دُعائیں کرو کیونکہ مقبول کوشش وہ نہیں ہوتی جس کا انحصار اور بھروسہ صرف اپنی محنت پر ہو بلکہ مقبول کوشش وہ ہوتی ہے جس کی قبولیّت کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں اور ان دُعاؤں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول کر لیتا ہے۔ غرض اللہ تعالےٰ نے فرمایا تم میرے پیدا کردہ اسباب سے کام لو اور میری ہدایت کے مطابق اعمالِ صالحہ بجا لاؤ پھر میرے حضور دعائیں کرو کہ اگر کوئی خامی یا نقص یا بیماری ہمارے اعمال میں رہ گئی ہو تو اے خدا تُو مغفرت کی چادر سے ان نقائص کو ڈھانپ لے اور اپنے فضل اور نُور کے لباس سے ہمارے اعمال کو لپیٹ لے اور انہیں قبول کر لے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم ایسے اعمال کرو گی تو تمہیں جنّتوں کا وارث کیا جائے گا یہ ایک دوسری بشارت ہے جو مرد اور عورت ہر دو کو دی گئی ہے۔

تیسری بشارت جو مرد و عورت ہر دو کو دی گئی وہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ
حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
(النحل آیت ۹۸)

کہ عملِ صالح کرنے والے مرد ہوں یا عورتیں ہر دو کو ہم یہ بشارت دیتے ہیں کہ وہ حیاتِ طیّبہ حاصل کریں گے اور اِس میں در اصل اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ اِسی دُنیا میں ان کی جنّت کا سامان پیدا کیا جائے گا۔ ایک پاک زندگی انہیں عطا ہوگی اور وہ جو پاک ہے اور پاکیزگی مجسّم ہے یعنی ہمارا ربّ۔ وہ پاکیزگی کو پسند کرتا اور طہارت سے پیار کرتا ہے اور گندگی سے نفرت کرتا ہے اِس لئے اگر تمہاری زندگی پاک ہوگی تو خدائے پاک اور قدّوس تم سے محبّت اور پیار کرے گا اور یہ ایک عظیم بشارت ہے۔ اِس دُنیا کے لئے بھی بشارت ہے اور دوسری زندگی کے لئے بھی بشارت ہے۔

ہم ثواب۔ انعام اور بدلہ کے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم اعمالِ صالحہ بجالاؤ گی تو تم حیاتِ طیّبہ حاصل کر لوگی۔ مَیں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں کروں گا مَیں اپنی محبّت کا اظہار ایک جیسا کروں گا۔ مردوں کو بھی حیاتِ طیّبہ کا وارث بناؤں گا اور عورتوں کو بھی حیاتِ طیّبہ کا وارث بناؤں گا۔

غرض اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین بشارتیں دی ہیں۔ ایک یہ کہ تمہارے اعمال ضائع نہیں ہونگے دوسرے یہ کہ تمہیں اِس دُنیوی جنّت اور اُس اُخروی جنّت دونوں کا وارث بنایا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ تمہیں ایک پاک زندگی عطا ہوگی اور دُنیا اسے حیرت سے دیکھے گی کہ دُنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اس قسم کی پاک زندگی گذار رہے ہیں۔ یہ تین بشارتیں ہیں اور اِن تین بشارتوں میں مرد کو عورت پر ترجیح نہیں دی گئی بلکہ ہر دو کو ایک مقام دیا گیا ہے۔ جس طرح مردوں کے اعمال ضائع نہیں ہوں گے اسی طرح عورتوں کے اعمال بھی ضائع نہیں ہوں گے۔ جس طرح مرد جنّت کے وارث بنیں گے عورتیں بھی جنّت کی وارث بنیں گی۔ جس طرح مردوں کو حیاتِ طیّبہ ملے گی عورتوں کو بھی حیاتِ طیّبہ ملے گی۔ اور ساتھ یہ کہہ دیا کہ جس طرح مردوں کو اعمالِ صالحہ کرنے پڑیں گے اور دُعائیں کرنی پڑیں گی اللہ تعالیٰ کے حضور جُھکنا پڑے گا۔ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا پڑے گا تاکہ ان کے اعمال خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول ہو جائیں اسی طرح عورتوں کو بھی اعمالِ صالحہ بجالانے پڑیں گے۔ یہ نہیں کہ مرد اعمالِ صالحہ بجالا کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں مقبول ہوں۔ مرد اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو اپنی محبّت کو، اپنے جذبات کو، اپنے اموال کو، اپنی دولت کو اور اپنی جاہ و حشمت کو قربان کریں اور عورتیں ایسا نہ کریں۔ اگر عورتوں نے اِن تین وعدوں کو جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئے ہیں پانا ہے تو عورتوں کو بھی مردوں کی طرح اعمالِ صالحہ بجالانے پڑیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ اِن

تین آیات میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اپنے مردوں کے دوش بدوش، تمہیں اپنے بھائیوں کے شانہ بشانہ، تمہیں اپنے بیٹوں کے پہلو بہ پہلو اسلام کے لئے قربانیاں دینی پڑیں گی اور کامیابی کی اس شاہراہ پر چلنا پڑے گا۔ اگر تم اپنے بھائیوں، بیٹوں اور خاوندوں کے دوش بدوش اور پہلو بہ پہلو خدا کی راہ میں قربانی اور ایثار سے کام لیتی ہوئی آگے نہیں بڑھو گی تو ان تین بشارتوں سے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی ہیں تمہیں کوئی حصّہ نہیں ملے گا۔

احمدی مستورات کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس طرح ان کی بزرگ بہنوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور ان کی رُوحانی ماؤں نے یعنی ازواجِ مطہّرات نے مردوں کے پہلو بہ پہلو اسلام کے قیام اور اسلام کے غلبہ اور اسلام کے استحکام کے لئے قربانیاں دی تھیں اسی طرح یہ بھی دیں ورنہ وہ ان وعدوں کی وارث نہیں ہو سکتیں۔ ان کی زندگی میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ وہ مسلمان مردوں کے پہلو بہ پہلو قربانیاں دے رہی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ عورت کی ایک بڑی ذمہ داری بچّوں کی تربیت ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ انہوں نے میدانِ جنگ میں جا کر اپنی زندگیوں کو خدا کے حضور پیش نہیں کیا۔ نہیں بلکہ تاریخ کے اَوراق نے ان کے عظیم کارنامے محفوظ کئے ہیں۔ اسلامی تاریخ نے مردوں کے پہلو بہ پہلو عورتوں کی قربانیوں کے نظارے دیکھے ہیں۔ اِسلامی تاریخ نے جنگِ اُحد کے موقع پر حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ اور دوسری صحابیات رضی اللہ علیہن کو مشکیں بھر بھر کر مردوں کو پانی پلاتے اور پٹیاں بنا بنا کر زخمیوں کے زخموں پر مرہم لگاتے پٹیاں باندھتے دیکھا۔ ہماری تاریخ نے غزوۂ خیبر میں ان عورتوں کو بھی پایا جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی پھر رہی تھیں اور وہ سپاہیوں کے بدن سے تیر نکالتی پھر رہی تھیں اور ان کے کھانے کا اِنتظام کر رہی تھیں۔ ان کا یہی عملی حصّہ تھا میدانِ جنگ میں جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر اعمال صالحہ ہوں تو اللہ تعالیٰ مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں کیا کرتا۔ آپؐ نے مالِ غنیمت کے جب حصّے کئے تو آپؐ نے مالِ غنیمت میں سے صرف مرد سپاہیوں کو حصّہ نہیں دیا بلکہ ان عورتوں کو بھی مالِ غنیمت میں سے حِصّہ دیا جو میدانِ جنگ میں کام کر رہی تھیں اور ہماری تاریخ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوات میں جنگ کے میدانوں میں مسلمان عورتوں کو سٹریچروں پر زخمیوں کو واپس لاتے دیکھا۔ پھر ہماری تاریخ نے یہ بھی نظارہ کیا کہ مسجدِ نبویؐ میں ایک خیمہ ہے اور اس میں میدانِ جنگ سے آئے ہوئے سپاہی ٹھہرائے گئے ہیں اور مسلمان عورتیں ان کا علاج کر رہی ہیں وہ ان کے زخموں پر پٹیاں باندھ رہی ہیں اور ان زخمیوں کو وہاں لانے والی بھی عورتیں ہی

ہیں چونکہ سپاہی کم ہیں اِس لئے ان کو اس خدمت سے فارغ نہیں کیا جا سکتا۔

پھر وہ لوگ مرد اور عورت سادہ زندگی گزارنے والے تھے اِس لئے میدانِ جنگ میں عورتیں مردوں کے لئے پلاؤ نہیں پکایا کرتی تھیں، زردہ نہیں تیار کرتی تھیں بلکہ وہ زخمی سپاہیوں کو اپنے ہاتھ سے ستّو بنا بنا کر پلایا کرتی تھیں۔ پھر ہماری تاریخ نے میدانِ جنگ میں مسلمان عورت کو سامان پر پہرہ دیتے دیکھا۔ سپاہی کو اپنے پیچھے بہت سا سامان چھوڑنا پڑتا اور اس سامان کے اُوپر پہرہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ مرد جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کم تھے اِس لئے عورتوں سے اِس قسم کی خدمات لی جاتی تھیں۔ پھر اسلامی تاریخ نے مسلمان عورتوں کو ان شہداء کی قبریں کھودتے دیکھا جنہوں نے میدانِ جنگ میں اپنی جانیں خدا کے حضور پیش کر دی تھیں۔ پھر ہماری تاریخ نے مسلمان عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ شامل ہو کر عملاً لڑائی میں حصّہ لیتے دیکھا اور ایک موقع پر انہوں نے اپنے کپڑوں کو جو عام طور پر حجاب (اصلاحی معنے میں) کی وجہ سے ڈھیلے ہوتے تھے کَس لیا اور مردوں کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف بڑھیں ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔

پھر ہماری تاریخ نے بہت سے مقامات میں یہ نظارہ بھی کیا کہ عورتیں مسلمان مردوں کے ساتھ مل کر جہاد کرتی ہوئی آگے بڑھیں اور پھر مردوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اُن سے بھی پہلے دشمن کی فوج میں گھُس گئیں ہماری تاریخ نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان عورتوں نے ایک یہودی جاسوس کے سر پر اپنے خیمہ کا بانس مار کر اُسے واصلِ جہنم کیا۔ ہماری تاریخ نے مسلمان عورتوں میں اُمِّ عمّارہ کو بھی دیکھا جو جنگِ اُحد میں مسلّح حملہ آوروں کو مار مار کر پیچھے ہٹا رہی تھیں اور کئی زخم ان کے جسم پر لگے مگر انہوں نے ان زخموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے اس مجاہدانہ عمل کو جاری رکھا۔

ہماری تاریخ نے مسلمان عورت کی فراست کا بھی ملاحظہ کیا۔ ایک موقع پر جب دشمن مسلمانوں کو دبا رہا تھا تو مسلمان عورتوں نے اپنے ان دوپٹوں کو جو ان کے سروں کی عزّت تھے اِسلام کی عزّت کو قائم کرنے کے لئے اپنے سروں سے اُتارا اور ان کا ایک جھنڈا بنایا اور پھر وہ ساری جمع ہوئیں اور لڑنے والوں کی طرف بڑھیں دشمن یہ سمجھا کہ تازہ دم کمک مسلمانوں کو پہنچ گئی ہے اور اِس طرح مسلمان عورتوں کے اِس فراست کے عمل نے دشمن کو پسپا کر دیا۔ کہاں اور کس مجاہدانہ اور ایثار سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ مسلمان عورت کو اسلامی تاریخ نے نہیں دیکھا؟ اسلامی تاریخ نے ہر جگہ اسے مرد کے پہلو بہ پہلو اور دوش بدوش قربانیوں کے میدان میں پایا ان کے چہرے مٹّی کی تہوں کے نیچے پوشیدہ تھے اِس لئے ان کو اس وقت نقابوں کی ضرورت نہیں

تھی۔ ان کے بال پراگندہ اور پریشان تھے ان کو ڈھانپنے کی اِس لئے ضرورت نہیں تھی کہ ان کی ذاتی عزّت کے مقابلہ میں اِسلام کی عزّت رہنے یا جانے کا سوال تھا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کے پہلو بہ پہلو مسلمان عورت کو بھی پراگندہ بال اور غبار آلودہ جسم کے ساتھ دیکھا تو اُس نے آسمان سے ندا دی کہ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ کہ یہ میرا وہ پیارا گروہ ہے مَیں ان کے ساتھ اِس قدر تعلقِ محبّت رکھتا ہوں کہ یہ مجھ سے میری قَسم دے کر جو سوال بھی کریں مَیں اُسے مان لوں گا۔

غرض جب تک ہماری احمدی عورتیں آج کے اِسلامی جہاد میں جو تلوار کا جہاد نہیں (لیکن اِس وجہ سے اس کی اہمیّت کم نہیں ہوتی) مردوں کے ساتھ میدانِ عمل میں ان کے پہلو بہ پہلو وہ قربانیاں نہ دینگی جو قربانیاں کہ ان سے پہلی عورتوں نے دیں اور جو قربانیاں ان کے مرد آج بھی دے رہے ہیں۔ وہ الٰہی بشارتوں کی وارث نہیں ہو سکتیں۔ احمدیت نے تو بہرحال غلبہ حاصل کرنا ہے اسلام نے تو دُنیا میں پھیل جانا ہے مگر خدا تعالیٰ کی بے انتہاء محبّت میں وہ حصّہ دار نہیں بنیں گی اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک پوری طرح پولشڈ (POLISHED) ہو۔ اس پر ان دلائل کی چمک ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے ہمیں دئے۔ اس کے سینہ سے اس کے جسم سے اسلام کے ان سچّے اور حقیقی عقائد کا نُور پھُوٹ پھُوٹ کر آ رہا ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی وساطت سے ہمیں ملے اور جن پر سے زمانہ کے گرد و غبار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے ہمارے بہبُود کے لئے صاف کیا اَب وہ چمکتے ہوئے ہیں اُن پر کوئی گرد نہیں۔ ان میں کوئی ملاوٹ نہیں۔ بہرحال وہ عقائد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے ہمارے سامنے رکھے ضروری ہے کہ ہمارے دِل اللہ تعالیٰ کی اس محبّت سے بھرے ہوئے ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کی وہ محبّتِ ذاتی اِنسان کے دِل میں پیدا ہو جاتی ہے تو ہر دوسری محبّت اس سے غائب ہو جاتی ہے۔ غیر کے لئے اس کے سینہ میں کوئی جگہ نہیں رہتی۔

ہمارا یہ پروگرام ہونا چاہیئے کہ جو مستورات پیدائشی احمدی ہیں (ویسے تو مرد بھی پیدائشی احمدی ہیں لیکن مَیں ان کو علیحدہ مخاطب کر رہا ہوں) ان کو نئے سرے سے وہ تمام دلائل سکھائے جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے مختلف بُنیادی مسائل کے متعلق ہمیں دئے ہیں۔ مثلاً وفاتِ مسیح ہے۔ وفاتِ مسیح ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر ہم اس کو پُورے طور پر نہ سمجھیں تو ہم عیسائیت کی تائید کر رہے ہیں اور عیسائیت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام معلّم اور اُستاد تھے۔

اور آپؐ کا معلّم اور اُستاد وہ حقیقی معلّم اور اُستاد ہے جو سب کو سکھاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ آپؐ نے اپنے رب سے جو آپ کا معلّم اور اُستاد بنا بڑے زبردست دلائل حاصل کئے اور پھر ہر پہلو کو ہر لحاظ سے نمایاں کر کے ایک روشن صداقت ہمارے سامنے پیش کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اَور صداقت جو ہمارے سامنے رکھی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ آپ نے ہمیں بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ نبی ہیں۔ آپؐ کی رُوحانی زندگی قیامت تک کے لئے ہے اور آپؐ کی اتباع کے نتیجہ میں جس طرح آج سے تیرہ چودہ سَو سال پہلے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی محبّت کو حاصل کرتا تھا اُسی طرح آج بھی آپؐ کے رُوحانی فیوض کے نتیجہ میں ایک شخص آپؐ کی اتباع کی وجہ سے اس محبّت کو خدا سے حاصل کر سکتا ہے۔ آپ ایک زندہ نبی ہیں جس کی رُوحانی تاثیرات آج بھی جاری ہیں اور مؤثر ہیں اور دُنیا کو فیوض پہنچا رہی ہیں۔ یہ ہے آپؐ کا رُوحانی انقلاب اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے دلائل اور بہت سی آسمانی تائیدات کا ذکر کیا ہے۔ تائیداتِ سماوی کا ایک دریا ہے جس کے بہنے کا سامان آپ نے کر دیا ہے۔ اسی دریا سے آپ نے پانی لیا ہے پانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لیکن آپ کی کوشش سے وہ پانی اس جگہ پہنچنے لگ گیا ہے جہاں وہ پہلے نہیں پہنچ رہا تھا۔

جماعتِ احمدیہ میں ہر وقت ہزاروں لاکھوں مرد اور عورتیں ایسی ہوتی ہیں اور اِس وقت بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے جن سے وہ اپنے پیار کا اظہار کرتا ہے لیکن وہ پیدائشی احمدی عورت جس نے مقامِ محمدؐی کو نہیں پہچانا وہ اس سے کیسے حصّہ لے سکتی ہے۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر پیدائشی احمدی عورت کی وہ بڑی ہو یا چھوٹی تربیت کریں۔ بعض پیدائشی احمدی مستورات تو ایسی ہوں گی جو اَب ادھیڑ عمر میں پہنچ گئی ہیں اور ان کی پیدائش احمدیت میں ہوئی ہے کیونکہ احمدیت پر خاصا زمانہ گذر گیا ہے۔

بہرحال انہیں علیٰ وجہ البصیرت اور یقین کے ساتھ ان باتوں کو سمجھنا چاہیئے اور ان پر قائم ہونا چاہیئے ورنہ ان حقائق کی برکات سے ہم محروم ہو جائیں گے۔

اِسی طرح قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ ایک زندہ کتاب ہے اور آپ نے بڑی وضاحت سے بیان کیا اور علمی لحاظ سے بھی اور عملی لحاظ سے بھی ہم پر یہ واضح کیا کہ قرآن کریم کتابِ مُبین ہونے کے ساتھ ساتھ کتابِ مکنون بھی ہے یعنی اِس کے بعض اسرارِ رُوحانی پہلوں پر کُھل چکے ہیں

اور اس معنی میں یہ کتابِ مبین ہے لیکن بہت سے اسرارِ رُوحانی اس کے ہر زمانہ میں اور ہر زمانہ کے مقربین پر کھولے جاتے ہیں چنانچہ آپ نے جو قرآنی علوم کا دریا بہایا، جو ایک سمندر ہمارے سامنے رکھا اُس پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہماری آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں لیکن آپ نے صرف یہ نہیں کہا کہ یہ ایک سمندر ہے اور اَب اِس میں کوئی پانی نہیں شامل ہوگا کیونکہ سمندر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لیکن اِس سمندر کا پانی رُوحانی بادل اُٹھاتے اور اس کو ان لوگوں پر جو دین کے پہاڑ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں اُتارتے ہیں پھر وہ خالص پانی دریاؤں اور نہروں میں سے ہوتا ہوا اسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر میں جا پڑتا ہے۔ وہیں سے وہ آیا تھا اور اسی میں وہ شامل ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اس میں کوئی غیریت نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ ہر زمانہ میں رُوحانی بادل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی سمندر کے پانی کو اپنے کندھوں پر اُٹھاتے اور ان لوگوں تک اس کو لے جاتے ہیں جنہوں نے دِلی اخلاص کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتّباع کی اور زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق اس سمندر کے نئے سے نئے خزانے مقربینِ باری کو حاصل ہوتے ہیں تا وہ دُنیا کی بہبود کے لئے اور اس کی خدمت میں اپنی زندگیاں گذاریں پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر سے ایک بڑا حصّہ پایا ہے اور وہ ہمیں دیا گیا ہے اور قیامت تک ہمیں اس سے نئے سے نئے علوم حاصل ہوتے رہیں گے وہ دروازہ قرآنی علوم کا ہم پر بند نہیں کیا بلکہ جماعت کے جو بے نفس اولیاء یا ابرار یا اخیار ہیں ان پر اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے اور پیار کی نگاہ سے ان کو دیکھتا ہے اور قرآنی اسرار کا انہیں وارث بناتا ہے۔ قرآنی معارف کے بحر اُن پر کھولے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بڑی شان والا ہے مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ ایک سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ ایک ایسا مضمون سکھا دیتا ہے کہ جس پر مجھے دس پندرہ خطبات دینے پڑتے ہیں لیکن وہ معلّمِ حقیقی اور مربّیٔ حقیقی تو بالائے وقت ہے اس کے لئے اگر ہم وقت کا محاورہ اِستعمال کرتے ہیں تو صرف ایک دوسرے کو سمجھانے کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک سیکنڈ یا ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصّہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن دراصل اس کے متعلق سیکنڈ یا وقت کا کوئی سوال نہیں کیونکہ وہ وقت اور مقام سے بالا ہے۔ بہرحال ایک جھونکا یا غنودگی جو دُنیاوی کدورت سے انسان کو بالکل علیحدہ کر دیتی ہے اس کے اندر ایک وسیع مضمون بیج کی طرح دماغ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ دروازے اَب بھی کُھلے ہیں۔

ہماری جماعت میں بیسیوں نہیں سینکڑوں ہزاروں ایسے ہوں گے جن کو بوقتِ ضرورت اللہ تعالیٰ خود ان کا معلّم بن کر قرآنی معارف سکھاتا ہے۔

ہمارے نوجوان مبلّغ افریقہ، امریکہ اور یورپ میں جاتے ہیں اور اُن پادریوں سے باتیں کرتے ہیں جن کی ساری دُنیا میں دھاک بیٹھی ہوتی ہے تو ان کا بھروسہ جامعہ احمدیہ کی اُس تعلیم پر نہیں ہوتا جو انہوں نے یہاں حاصل کی بلکہ اُن کا بھروسہ اپنے ربّ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مخالف کے اعتراضوں کے ایسے لطیف جواب سکھاتا ہے کہ اِنسان کی عقل اس بات کے ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلقِ محبت ہے اور اس نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیرت کے نتیجہ میں اور اسلام کو غالب کرنے کے لئے ایسا سامان کیا ہے کہ ایسے کمزور، کم عمر، ناتجربہ کار اور دوسروں کے مقابلہ میں کم تعلیمیافتہ شخص کے ذہن میں ایک چمکار آتی ہے اور مضمون کھل جاتا ہے اور دندان شکن اور مسکت یعنی خاموش کر دینے والا جواب ان کی زبان سے نکلتا ہے اور اگلا آدمی بھی حیران ہو جاتا ہے۔ احمدیت کا دُنیا پر اتنا خوف طاری ہے کہ انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔

افریقہ میں ہمارا ایک ہندوستانی خاندان آباد تھا اب وہ انگلستان چلا گیا ہے اُن کا ایک دس سالہ بچہ تھا جسے تبلیغ کا شوق تھا۔ وہ چھٹی کے دن مختلف رسائل اور کتب لے کر گلی میں چلا جاتا ہے اور ایک جگہ کھڑا ہو جاتا اور جو شخص گلی سے گذرتا اُس کو مُفت دینے والے رسائل میں سے کوئی رسالہ دے دیتا اور باقی کے متعلق کہتا ہے کہ اگر یہ اچھی کتاب ہے تو آپ اِسے خرید لیں۔ وہ بچہ عام طور پر دس پندرہ شلنگ کی کتابیں فروخت کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ گلی میں کھڑا رسائل اور کتب تقسیم یا فروخت کر رہا تھا کہ اُس نے دیکھا کہ ایک پڑھا لکھا شو ٹڈ بُوٹڈ آدمی گذرا۔ اُس لڑکے نے مجھے لکھا کہ مَیں نے اُس کے ہاتھ میں ایک رسالہ دے دیا اُس نے وہ رسالہ لے لیا، میرا شکریہ ادا کیا اور چلا گیا۔ چلتے چلتے اُس نے رسالہ کو کھول کر دیکھا جب اُسے معلوم ہؤا کہ یہ رسالہ احمدیوں کا شائع کردہ ہے تو بیس تیس قدم چلنے کے بعد وہ واپس آیا اور اُس نے کہا یہ واپس لے لو کیونکہ ہمیں حکم ہے کہ تم نے نہ کسی احمدی سے بات کرنی ہے اور نہ اُن کی کوئی کتاب لینی ہے۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے احمدیت کا اِتنا رُعب پیدا کر دیا ہے اور یہ رُعب دلائل کے اُس خزانہ کی وجہ سے ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے اور پھر یہ رُعب محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تاثیراتِ رُوحانیہ کی وجہ سے ہے جن سے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حصّہ لیا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑک اُٹھتی ہے اور بہت دفعہ وہ ہمیں اپنا آلۂ کار بناتا ہے اور نئے سے نئے مضامین اور نئے سے نئے جواب ہمارے ذہن میں آجاتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہماری مستورات میں کتنی ہیں جو اِس حقیقت کو جانتی ہیں۔ کیا وہ رسمی طور پر احمدی تو نہیں۔ اگر وہ رسمی طور پر احمدی ہیں تو احمدیت کو یا اللہ تعالیٰ کو ان کی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص کو خود اپنی بہبود اور بھلائی کے لئے خدا کے دین کو سیکھنا اور خدا کی راہ میں قربانی دینا ہے ورنہ وہ ان تین عظیم وعدوں کا جن کا مَیں نے ابھی ذکر کر دیا ہے وارث نہیں بن سکتا۔

پس پیدائشی احمدی بہن (گو وہ احمدی ہے) کو ہم نے حقیقی احمدی بنانا ہے۔ اگر ہم اِس میں کامیاب نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے ہمیں بھی اس کے عذاب اور غضب کا نشانہ بننا پڑے گا ہم نے علم کے لحاظ سے اور عقیدہ کے لحاظ سے اور محبّتِ ذاتیہ الٰہیہ کے لحاظ سے پیدائشی احمدی مستورات کو جماعت کی پہلی مستورات کے نقشِ قدم پر چلانا ہے۔ ویسے تو اَور بہت سے پہلو ہیں لیکن بُنیادی طور پر باقی سب باتیں ان تینوں کے اندر آجاتی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہماری ہر پیدائشی احمدی عورت کی یہ حالت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے ہماری اکثر پیدائشی احمدی مستورات ان دلائل کو جانتی ہیں جو اسلام کی صداقت اور احمدیت کی حقانیت کے ہمیں عطا ہوئے ہیں وہ ان صاف اور مصفّٰی عقائد پر قائم ہیں جن میں کسی بدعت یا گندی عادت کا دخل نہیں وہ پردہ کی پابند ہیں نمائش سے پرہیز کرنے والی ہیں ہر وقت دعاؤں میں مشغول رہتی ہیں۔ بڑی ہی پیاری قوم ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔

کراچی میں مجھے بعض ایسے گھرانوں کے متعلق معلوم ہؤا تو مجھے بہت لُطف آیا۔ ایک گھرانہ وہ تھا کہ والد ہے نہیں والدہ ہے اور وہ اِتنی دُعا گو ہے اِتنی دُعا گو ہے کہ اس والدہ کی وجہ سے سب بھائیوں کا آپس میں پیار ہے۔ اُن کے دُنیوی اموال میں برکت ہے۔ دینی کاموں میں وہ شوق سے حصّہ لینے والے ہیں مَیں نے جب سوچا تو میرے دماغ نے کہا کہ اے بچّو تم بڑے خوش قسمت ہو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اِس قدر اچھی ماں دی ہے جو خدا سے ہر چیز پاتی ہے اور پھر تم تک پہنچاتی ہے۔ ایک ماں وہ ہوتی ہے جو دُنیا کو دُنیا کے طریقوں پر حاصل کرنا چاہتی ہے اور ناکام ہوتی ہے اور ایک یہ ماں ہے جس نے خدا سے کہا کہ مَیں اور میرے بچے میری اور میرے بچّوں کی ہر چیز تجھ پر قربان "حق" تو یہی ہے تیری رضا مل جائے تیری محبّت مل جائے تو دُنیا کیا دُنیا کے اموال کیا اور اس کی عزّتیں کیا۔ اس خدا نے اِس دُنیا میں بھی اس نیک دِل سے پیار کیا اور دُنیا بھی دی

اور دین بھی دیا۔ اس نے اِس دُنیا کی جنّت بھی دی اور انشاء اللہ اُس دُنیا کی جنّت بھی اس کو ملے گی۔ سینکڑوں، ہزاروں عورتیں ایسی ہیں اور یہ احمدیت کی ایک نمایاں خصوصیّت ہے۔ یہ تو صحیح ہے لیکن اِس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک حصّہ احمدی مستورات کا ایسا ہے کہ جو صرف احمدی گھرانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے احمدی ہیں انہیں وہ علم حاصل نہیں جو احمدیت نے دُنیا کو دیا۔ انہیں ان عقائدِ صحیحہ کا علم نہیں جن اِسلامی عقائد پر حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے جماعتِ احمدیہ کو قائم کیا۔ ان کے دل اپنے ربّ کی اس محبّتِ ذاتی سے خالی ہیں کہ جس کے بغیر زندگی زندگی نہیں۔ خدا کرے کہ ہم اپنے ربّ سے یہ توفیق پائیں کہ اس کمزور اور سُست حصّہ کی صحیح تربیت کر کے ان کو ان مستورات کے پہلو پر لا کھڑا کریں جو چُست خدا کی پیاری اور مقرّب ہیں وہ بھی ایثار کرنے والی، اپنے ربّ کو پہچاننے والی، اس کے حضور جُھکنے والی اور اسی سے دین اور دُنیا کی حسنات حاصل کرنے والی ہوں۔ یہ لجنہ اماء اللہ کا پہلا اور آخری فرض ہے۔

اگر ہماری ایک بہن بھی ایسی ہے جو خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہے تو ہمیں رات کو نیند نہیں آنی چاہیئے کیونکہ خدا کا غضب اس دُنیا میں بھی جب نازل ہوتا ہے تو بالکل تباہ کر دیتا ہے۔ مَیں نے ابھی ایک مثال دی ہے کہ ایک منٹ کی ژالہ باری نے سارے گاؤں کے ہرے بھرے کھیتوں کو زمین کے ساتھ ملا دیا۔ اس کے غضب اور اس کے قہر کی ایک چمکار بھی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن جس سے ڈرایا گیا ہے وہ ایک چمکار نہیں ہے وہ ایک لمبے زمانہ کے یکے بعد دیگرے غضب کے شعلے ہیں ان شعلوں سے ہمیں ڈرایا گیا ہے۔ پس جس چیز سے ہمیں ڈرایا گیا ہے وہ معمولی نہیں۔ اگر ہمیں سانپ سے ڈرایا جاتا تو ہم سوچ سکتے تھے کہ شاید ہم اسے اپنی سوٹی سے مار دیں اگر ہمیں اِس دُنیا کی آگ سے ڈرایا جاتا تو شاید ہم خیال کرتے کہ ہمارے کچھ ساتھی پانی لا کر اس آگ کو بُجھا دیں گے جو ہمارے جلانے کے لئے بھڑکائی گئی ہے اور ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن یہ نہیں۔ جس چیز سے ہمیں ڈرایا گیا ہے وہ معمولی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو تو ایک ہی چمک سے ساری دُنیا کو تہہ و بالا کر دے، ذرّہ ذرّہ کر دے، تباہ کر دے، ہلاک کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ مَیں اس دُنیا میں اس رنگ میں قیامت لاؤں گا کہ ساری مادی چیزیں اپنے ہیولیٰ سے باہر نکل آئیں گی اَب وہ ایک ہی چمکار ہے اور وہ محبّت کی چمکار نہیں لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ کی جنّت کے حقدار ہوں گے انہیں اس انتہائی اور زبردست چمکار کے وقت بھی اللہ تعالیٰ محبّت سے اپنی گود میں لے لے گا اور کوئی شعلہ ان کے جسموں کو نہیں لگے گا۔ اس محبّت کے لئے ہم نے خود کو تیار کرنا ہے۔ وہ محبّت جو اپنے بندے یا بندی کے دل سے ہر

احساسِ دُکھ کو مٹا دیتی ہے۔ دُکھ احساس کا نام ہے دُکھ کوڑے کھانے، چپیڑیں کھانے، جُوتیاں کھانے اور آگ میں پڑنے کا نام نہیں ہے۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ نشان دکھایا کہ دُشمن نے یہ سمجھا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس مقرّب بندے کو آگ میں پھینک دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے اس مقرّب بندے نے یہ محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیار سے جنّت میں لے لیا وہ خدا کا پیار اِس رنگ میں ظاہر ہُوا کہ اس آگ کے نتیجہ میں صرف یہ نہیں ہُوا کہ آپ مرے نہیں بلکہ آپ کے جسم پر ایک آبلہ بھی ایسا نہیں آیا کہ ان کے جسم میں اور ان کے احساس میں دُکھ پیدا کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ جہاں ایک طرف اِنتہائی طور پر شدید العقاب ہے اور اس چیز سے وہ ہمیں ڈراتا ہے وہاں وہ ہم سے اتنا پیار کرنے والا ہے کہ ہمارا دل اور ہماری رُوح دونوں پُکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ واقعہ میں تیری رحمت ہر چیز کو اپنی وسعتوں میں گھیرے ہوئے ہے کیونکہ اس کا ایک لمحہ کا پیار ساری زندگی کے دُکھوں سے زیادہ لذّت اور سرور بخشتا ہے اور اس کا وعدہ یہ ہے کہ اگر محبّتِ ذاتی کے نتیجہ میں تم میرے پیار کو حاصل کرو گے تو تمہیں دُکھ کا احساس نہیں ہو گا جیسا کہ مَیں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دے کر بتایا ہے کہ دُنیا بظاہر ایسے لوگوں کو دُکھ پہنچا رہی ہوتی ہے لیکن وہ لوگ اپنے آپ کو جنّت میں محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کسی نے اِعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندوں کو دُکھ کیوں پہنچتے ہیں۔ آپؑ نے اِس کا نہایت لطیف جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ”تم ان چیزوں کو جو انہیں پہنچ رہی ہیں دُکھ سمجھتے ہو لیکن ان سے جا کر پُوچھو کہ آیا ان کے دِل میں دُکھ کا احساس ہے یا لذّت اور سرور کا احساس ہے۔ اگر دُنیا کے سارے دُکھ ان کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبّت کو تیز کرنے والے اور انتہائی طور پر جسمانی اور رُوحانی لذّت اور سرور کا احساس پیدا کرنے والے ہیں تو احمق ہے وہ شخص جو ان چیزوں کو دُکھ کہتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا پیارا ہو جاتا ہے اس کو اس معنی میں دُکھ نہیں پہنچا کرتے جس میں دوسرے لوگ دُکھ سمجھتے ہیں کیونکہ دُکھ احساس کا نام ہے اور اللہ کے پیاروں کو یہ احساس کبھی نہیں ہُوا کرتا۔“

خدا کرے کہ ہم اپنی ذمّہ داریوں کو نباہ سکیں اور خدا کرے کہ بِلا اِستثناء ہمارا ہر مرد اور ہماری ہر عورت اللہ تعالیٰ کی محبّتِ ذاتی کے نتیجہ میں اس سے پیار کرنے والی ہو اور ہمیشہ اِس دُنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی اس کی جنّتوں میں اور اس کی رضا کے باغوں میں رہنے والی ہو۔ اللّٰھمّ آمین ❖

جلسہ سالانہ ۱۹۶۹ء کے موقع پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز

کا

جماعت کی عورتوں سے خطاب

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

درد کی وجہ سے سر بھاری ہے اور انفلوئنزا کے اثر سے طبیعت بے چین ہے لیکن آپ کے لئے شفقت اور جذبۂ خدمت سے معمور دِل کے ساتھ مَیں اِس وقت یہاں آپ کے پاس آگیا ہوں۔ مَیں جو کچھ کہوں گا اُسے پوری توجہ کے ساتھ اور کان کھول کر سُنیں اور دِل میں میرے لئے یہ دُعا بھی کرتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے اور صحت سے رکھے اور مجھے اور آپ سب کو اپنی رضا کے موافق اعمالِ صالحہ بجالانے کی توفیق عطا کرتا رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم محسن کے رُوپ میں ہماری طرف مبعوث ہوئے اور جیسا کہ دُنیا کا قاعدہ اور دستور ہے کہ لوگ اپنے مُحسنوں سے اپنی جہالت کے نتیجہ میں محبت نہیں کرتے بلکہ نفرت کرتے ہیں اور جتنا جتنا زیادہ احسان کرنے کا جذبہ اُن کے مُحسن اپنے دِلوں میں پاتے ہیں اُتنی ہی زیادہ نفرت وہ دُنیا کے لوگوں سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مُحسنِ اعظم تھا اور آپؐ کے دِل میں بنی نوع اِنسان کے لئے شفقت تھی اس شفقت کی مثال شاید انسان کو ساری دُنیا میں نظر نہیں آتی لیکن اِس کے باوجود دُنیا نے آپؐ سے اِنتہائی طور پر نفرت کی اور دشمن نے اپنی ایذاء رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جتنا درد بنی نوع انسان کے لئے تھا اور جتنی تکالیف ہم عاجز بندوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائی ہیں اُتنی تکالیف دُنیا کے کِسی اَور نبی نے اپنی اُمت کے لئے نہیں اُٹھائیں۔ اس ایذاء رسانی کی تفصیل میں تو مَیں اِس وقت جا نہیں سکتا لیکن مختصراً مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے لئے تو دُنیا میں ایک دفعہ صلیب کا واقعہ پیش آیا تھا اور وہ خود بھی اُس وقت یہ یقین نہیں رکھتے تھے کہ جو بشارت اللہ تعالیٰ

کی طرف سے انہیں ملی تھی وہ اس ظاہری شکل میں ہی پوری ہو گی جس شکل میں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت دی ہے اور آخری وقت میں بھی اُن کی زبان سے یہ نکلا کہ اے خدا کہیں ایسا تو نہیں کہ مَیں نے سمجھا کچھ اَور ہو اور تیرا منشاء کچھ اَور ہو۔ مَیں نے تو یہ سمجھا ہو کہ تُو میری مدد کو آئے گا اور مجھے صلیب سے زندہ اُتارے گا لیکن تیری قضاء و قدر میں کچھ اَور ہو اور مَیں اسے نہ سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ایک دفعہ صلیب نہیں دیکھی بلکہ ایک لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو پانچ صلیبیں آپؐ کی زندگی میں آپؐ کے سامنے آئیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صلیب کی موت سے بچا لیا تھا لیکن آپؑ کی اُمت نے اِس معجزہ کو دیکھ کر اس کی شکل بگاڑ دی اور اسے آپ کی اُلوہیت کی ایک دلیل قرار دیا اور کہا کہ وہ صلیب پر مرے اور پھر زندہ ہوئے۔ اس نے ایک لمبی تفصیل غلط خیالات کی بنالی اور اس اُمت نے جس کی نجات کے لئے وہ باقی سارے انبیاء کی طرح آئے تھے آپ کو لعین سمجھا اور خدا تعالیٰ کی درگاہ سے دھتکارا ہُوا خیال کیا۔ ان کے مقابلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پانچ ایسے مواقع آئے جب آپؐ کا زندہ رہنا خدا تعالیٰ کے خاص تصرف کے بغیر اور خدا تعالیٰ کے عظیم معجزہ کے بغیر ممکن ہی نہ تھا اور ان پانچ اوقات میں جب موت آپؐ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہی تھی اور ظاہری حالات میں آپؐ کا بچنا ممکن نہیں تھا آپؐ کے دل میں ایک لحظہ کے لئے بھی یہ شک پیدا نہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے جو وعدہ کیا تھا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ آیت ۶۷) اس وعدہ کو وہ پُورا نہیں کرے گا۔ آپؐ کو یہ یقین تھا کہ اگر ساری دُنیا اکٹھی ہو کر مجھے قتل کرنے اور ہلاک کرنے کے لئے آ جمع ہو تب بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آپؐ کے دِل کو یہ یقین بخشا گیا تھا کہ آپؐ کا خدا کبھی آپؐ سے غافل نہیں ہُوا۔ آپؐ کا خدا وہ خدا ہے جو اِس دُنیا کا خالق، جو اِس دُنیا کا مالک اور اِس دُنیا کا رب اور مُحسن ہے وہ تمام طاقتوں والا ہے اور اسی کے تصرف کے نیچے دُنیا میں ہر قسم کے تغیر اور تبدیلیاں اور انقلاب ہُوا کرتے ہیں اور اِس کے ارادہ کے بغیر اِس دُنیا میں کچھ بھی نہیں ہُوا کرتا چنانچہ آپؐ ان پانچوں واقعات کے دَوران پختگی کے ساتھ اِس یقین پر قائم رہے کہ خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ مَیں تجھے اکیلا نہیں چھوڑوں گا اور خدا اپنے وعدوں کا سچّا ہے وہ اپنے وعدہ کو ضرور پُورا کرے گا اور مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے ان پانچ واقعات کے متعلق بڑی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے مَیں

اِس وقت وہ حوالہ تو نہیں پڑھوں گا لیکن مختصر طور پر وہ مضمون بیان کروں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پانچ مواقع ایسے پیش آئے تھے جن میں آپؐ کا بچنا محالات سے تھا اور اگر درحقیقت آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسُول نہ ہوتے تو آپؐ ضرور ہلاک کئے جاتے۔ ایک واقعہ تو وہی تھا جب کفارِ مکّہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ آج آپؐ کو ضرور قتل کر دینگے اور انہوں نے ایسی تجویز کی تھی کہ اس قتل کے نتیجہ میں خانہ جنگی کا کوئی امکان نہ رہے چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام قبائل مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کریں گے اور مکّہ کے ہر بڑے قبیلہ کے افراد اس قتل کی سازش میں شریک تھے تا کہ باہمی خانہ جنگی کا کوئی امکان ہی نہ رہے اور انہوں نے باہم فیصلہ کیا تھا اور ان میں سے بعض قسم کھا کر اِس فیصلہ کا اِعلان کرتے تھے کہ ہم اِس قتل کے فیصلہ پر ضرور عمل کریں گے اور اِس فیصلہ کے مطابق انہوں نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا ان کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے دفاع کے لئے کوئی دُنیوی سامان اور مادی اسباب موجود نہیں تھے صرف اللہ تعالیٰ کی ایک ذات تھی جو آپؐ کی مدد کر سکتی تھی اور اسی کی مدد پر آپؐ کو بھروسہ تھا اور وہ آپؐ کی مدد کے لئے آیا بھی۔ آپؐ نے اس وقت اپنے عمل سے پُورے یقین کے ساتھ اِس بات کا اعلان کیا تھا کہ مجھے اپنے ربّ پر پُورا بھروسہ ہے وہ مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اِس یقین کو پُورا کیا اور آپؐ کے خلاف کی گئی خطرناک اور بڑی سوچی سمجھی ہوئی سکیم ناکام ہو گئی۔

اِس واقعہ کے بعد آپؐ کی تلاش میں مکّہ کے یہی درندے باہر نکلے اور جس غار میں آپؐ چھپے ہوئے تھے اس غار کے عین مُنہ پر کفّار کے قبائل کے نمائندوں کا ایک گروہ پہنچ گیا۔ اس غار میں اس ظاہری دُنیا میں حضرت ابوبکرؓ کے سوا محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نہیں تھا لیکن جیسا کہ آپؐ نے اس وقت فرمایا اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ تھا۔ وہی آپؐ کا محافظ تھا اور وہ بڑی قدرتوں والا ہے۔

قتل کی خطرناک سازش کے معًا بعد اور غار کے اندر چھپتے وقت سارے کفّارِ قریش کا اکٹھا ہو جانا معمولی چیز نہیں تھا اور پھر غار کا دہانہ کھُلا تھا جس طرح آپؐ اُس کے اندر چلے گئے تھے دُشمن بھی اُس کے اندر جا سکتے تھے اور یہ بڑا خطرناک وقت تھا لیکن آپؐ نے اُس وقت لما سبقتانی نہیں کہا۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تیرے وعدے تو کچھ اَور تھے بلکہ آپؐ نے اس وقت بھی یہ فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (توبہ: ۴۰) اے ابوبکر تم کیوں فکر کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے دشمن ہمیں

کوئی دُکھ نہیں پہنچا سکتا۔

تیسرا موقع حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ تھا جب اُحد کی لڑائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے اور دشمن کے گھیرے میں آ گئے۔ ہر طرف سے آپؐ پر حملہ ہو رہا تھا اور تلواریں چل رہی تھیں اُس زمانہ کے ہتھیاروں کے لحاظ سے آپؐ پر دشمن پُوری طرح حملہ آور تھے اور آپؐ تنِ تنہا تھے لیکن اُس وقت آسمان سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے اُس وقت اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی جو بنی نوع اِنسان کا نجات دہندہ اور خدا تعالیٰ کا محبُوب ترین انسان تھا اور عرشِ ربّ العالمین پر خدائے عزیز و مقتدر کے داہنے ہاتھ بیٹھا تھا اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اسے بڑی عزّت اور عظمت حاصل تھی۔ خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے اس بندے کی اس طرح حفاظت کی کہ دُنیا حیران رہ گئی کہ یہ کیا واقعہ پیش آیا۔ جب ظاہری آنکھ نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ کو ایک پایا اور اس کے دشمنوں کی کثرت کا ملاحظہ کیا لیکن ہر تلوار جو آپؐ پر چلائی گئی وہ فرشتوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور اُسے آپؐ کے جسمِ مبارک تک پہنچنے نہ دیا۔ بہرحال اس موقع پر ایک تدبیر تھی جو آپؐ کے خلاف کی گئی اور آپؐ کے دشمنوں نے آپؐ کو گھیر لیا لیکن اس موقع پر آپؐ نے یہی کہا کہ تم بیشک چاروں طرف سے اکٹھے ہو کر آ جاؤ لیکن تم مجھے کوئی ایسی تکلیف نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہو۔ تم مجھے اِس قسم کی تکالیف تو پہنچا سکتے ہو جو دوسرے انبیاء کو پہنچائی گئیں لیکن تمہارا مجھے قتل کر دینے کا منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تمہارا مقصُود یہ ہے کہ تم مجھے ہلاک یا قتل کر دو لیکن میرے خدا نے کہا ہے کہ یہ لوگ تمہیں قتل یا ہلاک نہیں کر سکتے۔ بہرحال دُنیا نے اس موقع پر آپؐ کو تنِ تنہا اور اکیلا پایا اور مادی آنکھ نے آپؐ کے دشمن کی کثرت کو دیکھا لیکن اِس کثرت کے باوجود دشمن کو یہ یقین نہیں تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ جس کو کامیابی کا یقین ہوتا ہے اس کو ایک کے مقابلہ میں ایک کی ضرورت ہوتی ہے اور جب وہ اکٹھے ہو کر آپؐ پر حملہ آور ہوئے تو وہ اِس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے تو اکیلا لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس کے خلاف ہماری جمعیت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے اُس قادر و توانا خدا نے ہلاکت سے، موت سے اور قتل سے بچایا جس نے وعدہ کیا تھا کہ وَ اللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔

چوتھا موقع آپؐ کی زندگی میں اِس قسم کا اُس وقت آیا جب ایک یہودی عورت نے گوشت میں زہر ملا کر آپؐ کی طرف تحفہ بھیجا۔ زہر تیز بھی اور مُہلک تھی اور ایک بڑا وزن اس کا گوشت میں شامل کیا گیا تھا لیکن اللہ تعالےٰ

نے آپؐ کو اس یہودی عورت کی سازش سے بچا لیا۔

اور پانچواں موقع وہ تھا جب ایران کے بادشاہ نے (جو عرب کو اپنا ماتحت سمجھتا تھا اور ایک قسم کی ماتحتی تھی بھی) یہ فیصلہ کیا کہ آپؐ کو قتل کر دے۔ وہ بادشاہِ وقت تھا اُس کا بڑا رُعب تھا اُس کی بڑی طاقت تھی اُسے بڑا اقتدار حاصل تھا۔ ایک موقع پر وہ دُنیا کی سب سے بڑی طاقت یعنی روؔم کی سلطنت پر ایک جنگ میں غالب آیا جس کی قرآن کریم نے ایک اَور جگہ پیشگوئی فرمائی ہے۔ بہرحال ایران کے بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے اور اِس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لئے اُس نے گورنر کو لکھا "تم اپنے سپاہی بھیجو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قید کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔ اِس موقع پر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کی محبت اور اس پر یقین کا اِس قدر مظاہرہ کیا کہ اِنسانی عقل تو اسے دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے اور وہ اِس طرح کہ اس بادشاہ نے جو بڑی زبردست طاقت کا مالک تھا اور ایک بھیانک منصوبہ کرنے پر تُلا ہوا تھا آپؐ کو قید کرنے کے احکام جاری کئے۔ اُس کے سپاہی آپؐ کے پاس آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپؐ کو قید کر لیں لیکن آپؐ اُن کو یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کچھ وقت انتظار کریں مَیں کل آپ کو جواب دوں گا۔ پھر رات گذر جاتی ہے اور صُبح ہو جاتی ہے۔ سپاہی دوبارہ آپؐ کے پاس آتے ہیں تا آپؐ کو قید کر کے بادشاہِ وقت کے پاس لے جائیں۔ اُن کے خیال میں آپؐ ایک بیکس اور تنِ تنہا اِنسان تھے۔ آپؐ کے پاس کوئی جمعیت نہیں تھی وہ سمجھتے تھے کہ یہ شخص ان سے یہ کہے گا کہ مجبوری ہے مَیں کیا کر سکتا ہوں اگر بادشاہ کا حکم ہے تو چلو تم مجھے قید کر لو اور اپنے ساتھ لے جاؤ لیکن جب وہ آپؐ کے دربار میں حاضر ہوئے تو ان کے کان یہ جواب سُن کر حیران ہوئے کہ جس بادشاہ کی طرف سے تم سپاہی ہو کر مجھے قید کرنے کے لئے آئے تھے میرے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ گذشتہ رات قتل کر دیا گیا اور اب میرے قتل کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اِس لئے تم اپنے گورنر کے پاس جاؤ اور اس سے یہ بات کہہ دو۔ اور جب وہ وہاں پہنچے تو گورنر کو ابھی تک اِس واقعہ کی کوئی اطلاع نہیں تھی اُس نے کہا بڑی عجیب بات ہے لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس کے پاس حکم آگیا کہ فلاں شخص کے قتل کا جو حکم تمہیں دیا گیا تھا وہ بڑا ظالمانہ حکم ہے وہ حکم میرے باپ کی طرف سے جاری کیا گیا تھا جو اَب قتل کیا جا چکا ہے۔ اب مَیں بادشاہ ہوں اور وہ حکم میری طرف سے منسوخ کیا جاتا ہے۔

یہ پانچ مواقع تھے جو انتہائی خطرناک شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آئے۔ اِن کے علاوہ آپؐ کی ساری زندگی ہی دُکھوں اور مشقّتوں میں گذری تھی۔ مکّی زندگی میں ہر قسم کی ایذاء اور تکلیف آپؐ نے

اپنے دشمنوں سے پائی لیکن آپؐ اپنے کام میں مشغول رہے اور نہایت عاجزانہ اور متضرّعانہ دُعاؤں کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور یہ کہتے ہوئے جُھکے کہ اے میرے ربّ تُو نے مجھے جس غرض کے لئے بھیجا ہے اس میں مجھے کامیاب بنا۔ یہ دُنیا مجھے پہچانتی نہیں۔ یہ دُنیا تیری کامل قدرتوں سے غافل ہے تُو اِن لوگوں کے دِلوں کی کھڑکیاں کھول "تا تیرا نُور اِن میں داخل ہو تا تیری عظمت ان کے دِلوں اور ان کی رُوحوں میں قائم ہو جائے اور وہ۔ اے میرے ربّ۔ تجھے پہچاننے لگیں اور تا ان کی پیدائش کی جو غرض ہے وہ پُوری ہو اور جب ۲۴ گھنٹے آپؐ اپنے دشمنوں کے وار سہہ رہے ہوتے اور وہ آپؐ کو تکالیف دے رہے ہوتے تو آپؐ ہمارے لئے اور ہمارے آباء و اجداد کے لئے اور ہماری آنے والی نسلوں کے لئے راتوں کو اُٹھتے، بیدار رہتے اور مشقّت میں پڑتے اور اپنے ربّ کے حضور گڑگڑا کر دُعائیں کرتے کہ اے خدا تُو ان کی سلامتی اور ان پر رحمت کے نزول کے سامان پیدا کر تا وہ تجھے پہچاننے لگیں اور وہ تیرے پیار کو حاصل کریں، وہ تیرے حُسن کو پائیں، وہ تیرے احسان کی قدرشناسی کریں۔

پھر ہجرت ہو گئی حالات بدل گئے اور دشمن آپؐ کو اکیلا پا کر تکلیف نہیں دے سکتا تھا لیکن دشمن اکٹھے ہوتے تھے اور آپؐ پر حملہ آور ہوتے تھے، آپؐ کے قتل کی سکیمیں بناتے تھے، آپؐ کی ہلاکت کے لئے جمعیت اکٹھی کرتے تھے اور اِس سِلسلہ میں بڑا روپیہ خرچ کرتے تھے لیکن یہ معرکے وقتی تھے۔ چند دنوں کے لئے دشمن اکٹھے ہوئے یلغار کی آپؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی اور پھر مُنتشر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر آپؐ کی حفاظت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ وقت اس زمانہ میں اِس بات میں گذرتا تھا کہ آپؐ دُعاؤں میں لگے رہتے تربیت میں لگے رہتے اور اسلام کی اشاعت میں لگے رہتے، قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے میں لگے رہتے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اللہ ہونے کے جو دلائل دئے ہیں وہ دُنیا کے سامنے بیان کرتے تا اللہ کے حُسن کا نُور لوگوں کو دکھائیں اور دُنیا پر یہ ثابت کریں کہ احسانِ حقیقی تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتا ہے مخلوق میں سے کوئی جاندار یا غیر جاندار، حیوان یا غیر حیوان کسی دوسرے پر اُس وقت تک احسان نہیں کر سکتا جب تک وہ احسان کرنے کی طاقت اپنے ربّ سے حاصل نہ کرے اور احسان کرنے کی توفیق اپنے ربّ سے نہ پائے۔ یہ دِن آپؐ کے لئے عیش اور آرام کے دِن نہیں تھے ہر طرف سے دشمن حملہ آور تھا۔ ایک طرف انسان کی کمزوریاں تھیں تو دوسری طرف ماحول کی کمزوریاں تھیں۔ انسان بھٹک چکا تھا۔ آپؐ کے دِل میں اسے راہِ راست پر لانے کیلئے بڑی تڑپ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپؐ کی اِس تڑپ کا عجیب نقشہ کھینچا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ تُو اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا اِس لئے کہ یہ لوگ اپنے ربّ کو پہچانتے نہیں۔ اِن حالات میں آپؐ کی زندگی کے اوقات گذرے۔ یہ درست ہے کہ جس قدر مُحبّت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ سے پائی اُس قدر مُحبّت اَور کسی اِنسان نے۔ نبی ہو یا غیر نبی۔ نہیں پائی۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ وہ رُوحانی لذّت اور سرور جو جنّت کے سوا اَور کہیں نہیں مل سکتا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی دُنیا میں اپنے ربّ سے پایا یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے لیکن اس کے باوجود اِس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر اِس قدر تکالیف برداشت کی ہیں کہ دُنیا میں کسی اَور نبی نے اپنی اُمت کے لئے اِس قدر تکالیف برداشت نہیں کیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری تکالیف کیوں برداشت کیں۔ کیا آپؐ نے یہ تکالیف اِس لئے برداشت کیں کہ ہمارے مرد اچھی غذا کھا کر اور اچھے کپڑے پہن کر اور اکٹھے بیٹھ کر گپیں ہانکتے رہیں یا آپؐ اِس لئے یہ تکالیف برداشت کرتے رہے کہ ہماری عورتیں ریشمی لباس میں ملبُوس سونے کے زیورات پہنے ہوئے اور لپ اسٹک وغیرہ لگا کر اپنے چہروں کی نمائش کرتی رہیں ایسا ہرگز نہیں۔ یہ تکالیف آپؐ نے اِس لئے برداشت کی تھیں کہ تا انسان اپنے ربّ کو، اُس کی ذات کو بھی اور اُس کی صفات کو بھی پہچاننے لگے اور اس کے ساتھ ایک زندہ تعلق پیدا کرے اور قائم کرے اور اس زندہ تعلق کے قیام کے بعد وہ اِس دُنیا میں اپنے لئے جنّت کے سامان پیدا کرے اور تا وہ مرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ کے غضب کے جہنّم میں جس کا ایک جلوہ بھی انسان برداشت نہیں کر سکتا ایک لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ کے غضب کی تکلیف نہ اُٹھائے۔ یہ وہ بات تھی جس کے لئے محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس دُنیا میں تکالیف برداشت کیں۔ آپؐ نے اِس لئے تکالیف برداشت نہیں کیں کہ تا ہم اِس دُنیا میں عیش و عشرت میں پڑے رہیں اور اِس کے باوجود ہم یہ امید رکھیں کہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمیں حاصل ہو جائے گی۔ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اسی کو ملے گی جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگین کرے گا۔ جو شخص ابوجہل کے رنگ میں خود کو رنگین کرے گا، جو قیصر و کسریٰ کے رنگ میں خود کو رنگین کرے گا اُس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہو گی۔

ویسا تو میرا مضمون رہ گیا ہے اور جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اِس لئے مَیں اِسی پر مضمون ختم کر دوں تو اچھا ہے۔ آپ ہر وقت یہ سوچا کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم احسان کرنیوالے انسان کے رُوپ میں ہماری طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں اِس قدر حسین اور اِس قدر احسان

کرنے والی تعلیم پائی جاتی ہے کہ کسی اَور مذہب میں یا کسی اَور اِزم میں وہ تعلیم نہیں پائی جاتی۔

پچھلے دنوں جب ہنگامہ تھا اور سوشلزم وغیرہ کے نعرے بھی لگ رہے تھے مجھے لاہور جانے کا اتفاق ہُوا وہاں مَیں نے بعض ایسے غیر احمدی دوستوں کو بُلایا جو اپنے حلقوں میں بڑے اثر و رسُوخ والے تھے اور مَیں نے انہیں کہا کہ تم سوشلزم کا نعرہ کیوں لگاتے ہو جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ سوشلزم کے نعرہ سے زیادہ حسین اور زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ اس کا حُسن اتنا نمایاں ہے کہ تم اس کا خیال بھی نہیں کر سکتے۔ جب مَیں نے انکو تفصیل بتائی تو بِلا استثناء ہر ایک نے یہی کہا جو آپ کہتے ہیں وہ تو درست ہے لیکن اس پر عمل کون کرے مَیں نے انہیں کہا کہ کیا قرآن کریم پر عمل کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے بلکہ یہ تو انسان کے لئے ہی بطور ہدایت نامہ بھیجا گیا اور مَیں نے اور آپ نے ہی اس کی تعلیم اور اس کے ارشادات پر عمل کرنا ہے فرشتوں نے اس پر عمل نہیں کرنا۔ مَیں نے انہیں کہا کہ جب مَیں اپنی بساط اور طاقت کے مطابق کوشش کر رہا ہوں کہ خود بھی اس پر عمل کروں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں سے بھی اس پر عمل کراؤں تو آپ بھی اپنے ماحول میں اس پر عمل کرنے اور کرانے کی کوشش کریں۔

غرض بڑی ہی حسین تعلیم اور انتہائی احسان کرنے والی تعلیم ہمارے ربّ نے ہمارے ہاتھ میں دی ہے اور بعض دفعہ بعض عیسائی بھی یہ بات کہہ دیتے ہیں کہ تعلیم تو بڑی اچھی ہے لیکن اس پر عمل کرنے والے کہاں ہیں وہ ہمیں دکھائیں اس کا جواب ہماری زبانیں نہیں دے سکتیں کیونکہ کسی زبان کے متعلق یا کسی فلسفہ کے متعلق انہوں نے یہ سوال نہیں کیا انہوں نے تو عمل کے متعلق سوال کیا ہے اور ان کے اِس سوال کا جواب صرف عمل دے سکتا ہے اگر ہمارا عمل ہماری زبان کو جُھٹلائے گا تو ان پر قرآن کریم کا اثر ہماری زبان سے نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اپنی قدرت کی اُور تاریں ہلائے اور ان کے دِلوں کو اپنے قہر سے یا اپنے پیار سے ہلا دے تو یہ اَور بات ہے لیکن ہمارے اُوپر اُس نے جو ذمّہ داری عائد کی ہے کہ ہم اس کے نام کو بلند کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت انسانیت کے دِل میں پیدا کریں ہماری یہ ذمّہ داری کبھی ادا نہیں ہو سکتی۔ پس اپنے اعمال کو ہمیشہ دیکھتی رہو اور اے میرے عزیز بھائیو آپ تک میری آواز پہنچ جائے گی آپ بھی اپنے اعمال کو دیکھتے رہیں۔ عیسائیت ہر جگہ، ہر مُلک میں اور ہر شہر میں احمدیت سے یہ سوال کر رہی ہے کیونکہ جو دلائل ہم انہیں دیتے ہیں ان کا جواب اُن کے پاس نہیں ہوتا لیکن ایک چیز ان کے پاس رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ جو کہتے ہیں وہ تعلیم کے لحاظ سے تو درست ہے اور ہدایت کے لحاظ سے بھی نہایت حسین ہے اور

واقعہ میں ہماری عقل اِس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اِس سے بڑا احسان اَور کوئی نہیں لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس پر دُنیا میں کہاں عمل ہو رہا ہے۔ اِس کا جواب ایک احمدی کی زندگی دے سکتی ہے اس کا جواب ایک احمدی کی زبان نہیں دے سکتی۔ اس کا جواب ہماری زندگی کی ہر گھڑی، ہمارا ہر سانس اور ہمارا ہر لمحہ دے سکتا ہے ہماری زبان سے نکلا ہوُا کوئی لفظ نہیں دے سکتا۔

پس اپنی اِس ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنی زندگیوں میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کرو ورنہ آج مَیں آپ کو یہ تنبیہہ کر دیتا ہوں کہ اگر آپ نے اپنی زندگیوں میں وہ تبدیلی پیدا نہ کی جو آج خدا چاہتا ہے کہ ہم کریں تو جس طرح خدا تعالیٰ کا غضب یورپ کی بعض اقوام اور بعض دوسری اقوام پر بھڑکے گا اسی طرح آپ پر بھی بھڑکے گا اور پھر خدا تعالیٰ کوئی اَور قوم لائے گا جس سے وہ پیار کرے گا اور وہ اس کی راہ میں قربانیاں دینے والی اور اس کی محبّت کو پانے والی ہوگی لیکن آج آپ کے ربّ نے آپ کو یہ موقع دیا ہے اور کہا ہے کہ میری محبّت کے چشمے آج جاری ہیں آؤ اور اِن چشموں سے پانی پیو، آؤ اور میری محبّت کے نُور میں نہاؤ، دُنیا کیا ہے؟ اس سے مُنہ موڑ و تم اس کی طرف کیوں متوجہ ہوتی ہو۔ میرے نام کو بلند کرنے اور اسلام کی صداقت کے قیام کے لئے جتنی قربانیاں تم دے سکتی ہو دو کیونکہ تمہارا یہ سَودا گھاٹے کا سَودا نہیں ہوگا اس کے بدلہ میں جو تمہیں ملے گا وہ اس کے مقابلہ میں اتنا عظیم ہوگا کہ جس طرح کوئی ایک دھیلہ دے کر دُنیا کے سب سے بڑے ہیرے کو خرید لے۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سے ایک دھیلہ بھی نہیں مانگتا۔ اللہ تعالیٰ کے جو خزانے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارے اموال، ہمارے اوقات، ہماری عزّتیں اور ہماری جانیں کیا حقیقت رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ تو ہم سے ایک دھیلہ بھی نہیں مانگتا وہ تو جو ہمیں دیتا ہے وہ اس لعل سے بھی زیادہ قیمتی ہے جو سب سے زیادہ قیمتی اِس دُنیا میں پایا جاتا ہے۔ وہ "کوہِ نُور" ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ قیمتی کوئی اَور چیز دُنیا میں پائی جاتی ہے تو وہ لعلِ رُوحانی، وہ اللہ تعالیٰ کی محبّت اور پیار کا لعل وہ اللہ تعالیٰ کے نُور کا لعل اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے جو اللہ تعالیٰ ایک دھیلہ کی قربانی کے مقابلہ میں ہمیں دے رہا ہے۔ پس جہالت سے کام نہ لو عقلوں سے کام لو۔ غافل نہ ہو بیدار ہو جاؤ کہ آج خدا آپ کو اپنے پیار کے لئے بُلا رہا ہے۔ میری اِس بات کو سُننے کے بعد آپ کِس طرف جائیں گے۔ دُنیا کیا ہے؟ وہ تو ایک مُردہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بزرگ صحابہؓ کی زندگیوں میں یہی دیکھا اور پایا اور ہماری زندگیاں اور ہماری آنکھیں خود گواہ ہیں کہ جب بھی دشمن ہمیں مٹانے کے لئے آیا

اور اس نے کہا کہ مَیں احمدیت کو صفحۂ دُنیا سے نیست و نابُود کر دوں گا تو آسمان سے اللہ تعالیٰ کے پیار نے ہمیں گھیرے میں لے لیا، اُس نے ہمیں اپنی حفاظت میں لے لیا۔ یہ سُنی سُنائی باتیں نہیں بلکہ ہماری آنکھیں اِس پر گواہ ہیں، ہمارے جسم اِس پر گواہ ہیں۔

مَیں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ جب ایک موقع پر ظالمانہ طور پر ہمیں بھی قید میں بھیج دیا گیا۔ گرمیوں کے دن تھے اور مجھے پہلی رات اُس تنگ کوٹھڑی میں رکھا گیا جس میں ہَوا کا کوئی گذر نہیں تھا اور اِس قسم کی کوٹھڑیوں میں اُن لوگوں کو رکھا جاتا ہے جنہیں اگلے دن پھانسی پر لٹکایا جانا ہو۔ زمین پر سونا تھا۔ اوڑھنے کے لئے ایک بوسیدہ کمبل تھا اور سرہانے رکھنے کے لئے اپنی اچکن تھی۔ بڑی تکلیف تھی۔ مَیں نے اس وقت دُعا کی کہ اے میرے ربّ مَیں ظلم کرکے، چوری کرکے، کسی کی کوئی چیز مار کر یا غصب کرکے یا کوئی اَور گناہ کرکے اِس کوٹھڑی میں نہیں پہنچا مَیں اِس جگہ اِس لئے بھیجا گیا ہوں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں تیرے نام کو بلند کرنے والا تھا مَیں اس جماعت میں شامل تھا کہ جو تُو نے اِس لئے قائم کی ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی محبّت دِلوں میں پیدا کی جائے۔ میرے ربّ مجھے یہاں آنے کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں۔ مجھے کوئی شکوہ نہیں۔ مَیں کوئی گِلہ نہیں کرتا۔ مَیں خوش ہوں کہ تُو نے مجھے قربانی کا ایک موقع دیا ہے اور میری اِس تکلیف کی میری اپنی نگاہ میں بھی کوئی حقیقت اور قدر نہیں ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مَیں اس جگہ جہاں ہَوا کا گذر نہیں سو نہیں سکوں گا۔ مَیں یہ دُعا کر رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں مَیں بلا مبالغہ آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے ایسا محسوس ہوُا کہ میرے نزدیک ایک ایرکنڈیشن لگا ہوُا ہے اور اس سے ایک نہایت ٹھنڈی ہَوا نکل کر مجھ پر پڑنی شروع ہوئی اور مَیں سو گیا۔ غرض ہر دُکھ کے وقت میں، ہر مصیبت کے وقت میں جب عظیم منصوبے بنائے گئے ان اَوقات میں اللہ تعالیٰ کا پیار آسمان سے آیا اور اُس نے ہمیں اپنے احاطہ میں لے لیا اور ہمیں تکلیفوں اور دُکھوں سے بچایا اور ایسی لذّت اور سرور کے سامان پیدا کئے کہ دُنیا اس سے ناواقف ہی نہیں اس کی اہل بھی نہیں ہے۔

پس اپنے ماحول کو دیکھو۔ جو موقع اللہ تعالیٰ نے آپ کو آج دیا ہے اس کو سمجھو۔ خدا تعالیٰ نے آپ سے پیار کیا ہے کہ آپ کو احمدیت میں داخل کیا یا پیدا کیا یہ اللہ تعالیٰ کے پیار کا ایک مظاہرہ ہے اور خدا نے کہا ہے کہ اگر تم میرے اِس پیار کو شُکر کے جذبات کے ساتھ اور شُکر کے بولوں کے ساتھ اور شُکر کے عملوں کے ساتھ قبول کرو گی تو اس سے کہیں زیادہ پیار تم حاصل کرو گی۔ خدا کرے کہ مَیں اور آپ خدا تعالیٰ کے پیار کو

زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے والی ہوں۔

اَب مَیں دعا کروا دیتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل کرے ہماری رُوحانی تکالیف کو بھی وہ دُور کرے اور ہماری جذباتی تکالیف کو بھی وہ دُور کرے۔ ہمارے بعض مرد ہماری بعض بہنوں کو جو اُن کی بیویاں ہوتی ہیں تکلیف دیتے ہیں ان کا معاملہ میرے پاس آتا ہے تو مجھے ان کی خاطر بڑی پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے پھر مجھے اس وقت بھی تکلیف ہوتی ہے جب مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وجہ سے آپ کے خاوندوں کو تکلیف ہو رہی ہے۔ ایذاء دہی کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ دے اور آپ پر جو ذمّہ داری عائد ہوتی ہے اس کو سمجھنے اور پھر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کی آپ کو توفیق ملے تا ہمارے گھروں کے ماحول جنّتی بن جائیں جس میں ہماری اگلی نسل تربیت حاصل کرے۔ دُنیا ہمیں ہمیشہ دُکھ دیتی رہتی ہے اِس لئے ہمیں اپنے گرد دُعاؤں کی دیوار اور دُعاؤں کی فصیل ہمیشہ بنائے رکھنی چاہیئے اِس دیوار اور فصیل میں رخنے نہیں ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ جب ان دُعاؤں کو قبول کرے گا تو وہ ہماری حفاظت، ہماری مسرّتوں اور ہماری راحت کے سامان پیدا کر دے گا۔ وہ سب طاقتوں والا ربّ ہے کوئی چیز اس کے سامنے اَن ہونی نہیں ہے۔ وہ اِتنی زبردست طاقتوں والا ربّ ہے کہ اِنسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ابھی چند ماہ کی بات ہے کہ ایک دوست نے افریقہ سے مجھے خط لکھا کہ ۲۳ سال ہو گئے ہیں میری شادی کو لیکن ابھی تک کوئی بچّہ پیدا نہیں ہُوا آپ دعا کریں اور چند ہفتے ہوئے اُن کا خط آیا جس میں انہوں نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے کہ میری بیوی کئی سالوں کی خاموشی کے بعد بیدار ہوئی ہے اور حاملہ ہو گئی ہے۔ غرض اتنا زبردست طاقتوں اور قدرتوں والا ہمارا ربّ ہے وہ ہر کام کر سکتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور وہ وہی کرنا چاہتا ہے جو ہمارے حق میں ٹھیک ہے لیکن ہم اپنی غفلتوں، سُستیوں، بے توجّہی، اللہ تعالیٰ سے دُوری اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت سے بے اِعتنائی میں گرفتار رہتے ہیں۔ اِن کے علاوہ ہزار قسم کے گناہ ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ اکثر گناہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دیتا ہے۔ وہ بڑا رحیم ہے۔ وہ ہماری کمزوریوں کو دیکھتا ہے اور اِستعارہ کے رنگ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی نظر کو دوسری طرف کر لیتا ہے اس طرف نہیں دیکھتا۔ وہ بڑا پیار کرنے والا خدا ہے اور صرف پیار کرنے والا خدا ہی نہیں بڑی قدرتوں والا خدا ہے جب ہم اس کے ہو جاتے ہیں تو جیسا کہ پاکوں کی زندگی میں ہم نے ملاحظہ کیا ہے دِل میں خیال بعض دفعہ بعد میں آتا ہے اور اس خیال کو پُورا کرنے کے سامان پہلے ہی ظاہر ہو جاتے ہیں

وہ سامان پردہ کے پیچھے ہوتے ہیں۔ دل میں خیال پیدا ہوتا ہے اور انسان کہتا ہے مَیں دُعا کروں گا اور وہ دُعا خیال آنے سے پہلے قبول ہو جاتی ہے۔ پاکوں کی زندگی میں ہمیں اِس قسم کے نظارے نظر آتے ہیں پھر تم اس پیارے کو چھوڑ کر اس ہستی کی طرف کیوں جاتی ہیں جو تمہارا سب کچھ چھین لینا چاہتی ہے اور تم کو کچھ بھی نہیں دینا چاہتی یعنی شیطان۔

اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے، اُس کی رخنہ اندازیوں سے ہمیشہ ہی سب کو محفوظ رکھے اور اپنے پیار کے ہالہ میں، اپنے نُور کے ہالہ میں اور اپنی محبّت کے ہالہ میں رکھے اور اپنا حقیقی بندہ اور محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی غلام بنائے تا آپؐ کی شفاعت ہمیں حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبّت کو ہم پائیں۔ آؤ اَب ہم سب دُعا کر لیتے ہیں۔

اِس کے بعد حضور نے لمبی اور پُر سوز دُعا کرائی اور اس کے بعد فرمایا:۔

ایک اَور بات مَیں آپ کو بتا دوں اور وہ یہ ہے کہ ہماری بہت سی بہنوں نے خوابیں دیکھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس جلسہ کو بہت ہی بابرکت بنایا ہے پس اِس کی برکات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

لجنہ اماء اللہ لنڈن سے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خطاب[1]

دَورۂ مغربی افریقہ کے تاثرات

تشہّد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کی حمد سے دِل معمور ہیں خصوصاً اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی طاقت اور اس کے تصرّف اور اس کے پیار اور اس کی پیشگوئیوں کے پُورے ہونے کے جلوے افریقہ کے جنگلوں میں جو ہم نے

[1] نوٹ:۔ یہ خطاب مغربی افریقہ سے واپسی پر انگلستان کے قیام میں ۴؍جون ۱۹۷۰ء کو وہاں کی مستورات سے فرمایا۔

دیکھیے اس کے نتیجہ میں نہ صرف جسم کا ذرّہ ذرّہ بلکہ رُوح کی تمام وسعتیں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے لبریز ہیں۔

جو چیز وہاں نظر آئی اُس کے نتیجہ میں آپ بہنوں کے لئے بھی کچھ سوچنے کے، غور اور تدبّر کرنے کے سامان ہیں۔ وہ لوگ باوجود اس قدر دُور ہونے کے احمدیت کی محبت سے لبریز ہیں۔ وہ دیوانوں کی طرح احمدیت کے عاشق ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اِس لئے پیار کرتے ہیں اور بے حد پیار کرتے ہیں کہ آپ کے ذریعہ ان لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اس محبّت کے نتیجہ میں نہ صرف اپنے اخلاص میں بلکہ اپنے علم اور اپنے عمل میں دن بدن بہت ترقّی کر رہے ہیں اور انہیں یہ معلوم ہو گیا ہے۔ یہ بات ان پر واضح ہو گئی ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سُورۃ فاتحہ میں فرمایا ہے ایک ہے ایک ہی راستہ صراطِ مُستقیم ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اِس وقت دُنیا میں اِنسان دو راستوں پر گامزن ہے ایک راہ تو وہ ہے جو انسان کو ہلاکت کی طرف لے جا رہی ہے جس راہ پر یورپ، امریکہ، روس اور جزائر کے رہنے والے اور انگلستان کے باشندوں میں سے اکثر چل رہے ہیں۔ اور ایک وہ راستہ ہے جس پر چلنے والے تھوڑے ہیں مگر بڑے ہی خوش قسمت ہیں اور وہ راہِ مُستقیم ہے اور وہ پُوری کوشش کر رہے ہیں کہ ان کا قدم صراطِ مستقیم پر ہی رہے بھٹکیں نہ وہ۔ اللہ تعالیٰ سے دُور نہ ہو جائیں۔ اس کی ناراضگی مول لینے والے نہ ہوں۔ اور وہ جانتے ہیں اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ایک شخص ان دو راہوں پر ایک ہی وقت میں گامزن نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی جہتیں مختلف اطراف کو ہیں۔ ایک راستہ جہنّم کی طرف لے جانے والا ہے اور دوسری راہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کی رفعتوں تک پہنچانے والی ہے اور ان کی کوشش یہ ہے کہ وہ اور ان کی اولادیں، ان کے لڑکے اور ان کی لڑکیاں ان کا ماحول جو ہے وہ اس صداقت کو پہچانے اور اس صراطِ مُستقیم کو ترجیح دے اور اسی کو اپنے لئے چُنے، اور اسی پر چل کر اللہ تعالیٰ کی محبّت کو حاصل کرے۔ وہ ان راہوں سے نفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دُور لے جانے والی اور ہلاکت تک پہنچانے والی ہیں اور وہ قومیں اسے سمجھ گئی ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستہ پر بھی چل رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے دُور لے جانے والے راستہ پر بھی اُسی وقت چل رہا ہو جس طرح یہ عقلاً ناممکن ہے اسی طرح زندگی کا مشاہدہ بھی اِس بات کی تردید کر رہا ہے۔

سو ہمارے لئے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ اگر اِس حقیقت کو جسے ان لوگوں نے پہچان لیا ہے ہم نے نہ پہچانا تو ہم اس راہ پر ہی چلیں گے جو ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہے کیونکہ دو راہیں ایک وقت میں اختیار نہیں کی جا سکتیں۔

اللہ تعالیٰ نے صراطِ مُستقیم سے پہلے اس بُنیادی حقیقت کو بیان کیا ہے جس کے نتیجہ میں انسان صراطِ مستقیم پر چلتا ہے اور وہ اس آیت میں ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کی جا سکتی ہے اور کی جانی چاہیئے۔

عبادت کے معنی ہیں معبودِ حقیقی کا رنگ اپنی زندگی پر چڑھانا اور اس کی صفات کو اپنانا۔ اپنا سب کچھ قربان کرکے اس سے سب کچھ حاصل کرنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو جتنی بھی طاقتیں، قوّتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے لیکن چونکہ رُوحانی رفعتیں غیر محدود ہیں اِس لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے بعد یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری ان حقیر کوششوں کو قبول کر بھی لیا تو بھی ہم آخری رفعتوں تک اِنتہائی بلندیوں پر نہیں پہنچ سکیں گے اِس لئے اِنسان پھر مجبور ہو کر اسی کی طرف رجُوع کرتا اور اس کے حضور حاضر ہو کر اِلتجاء کرتا ہے کہ ہمیں جو طاقتیں اِس وقت تُو نے عطا کی تھیں ان کے ذریعہ ہم نے تیری محبّت کے حصول کے لئے کوشش کی لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ بے شمار بلندیاں ابھی ایسی ہیں کہ اپنی موجودہ طاقتوں کے صحیح استعمال کے نتیجہ میں ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے اِس لئے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تیرے پاس آئے ہیں نصرت اور مدد کے طالب ہو کر کہ تُو ہمیں اَور طاقت دے تاکہ اس مزید طاقت کو اس مزید عطا کو بھی ہم تیری راہ میں خرچ کریں اور تیری محبّت کو پہلے سے زیادہ پائیں۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں یہ مسئلہ ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح عبادت کا حق سوائے اللہ کی ذات کے کِسی کو نہیں اسی طرح اَور کوئی وجود دُنیا میں نہیں جو ہماری ضرورت کو پُورا کر سکے اور جس کے پاس ہم جا کر کہیں کہ ہمیں کچھ دو تاکہ ہم صحیح نشو ونما اپنی قوت اور استعداد کی کر سکیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو منبع اور سرچشمہ ہے ہر عزّت کا۔ جو سرچشمہ ہے ہر نُور کا اور جو سرچشمہ ہے ہر چیز کا۔ اس کے علاوہ کسی اَور منبع سے کِسی اَور وجود کے ذریعے ہم نہ کوئی طاقت پا سکتے ہیں اور نہ کوئی نُور حاصل کر سکتے ہیں۔ اندھیروں میں بھٹک تو سکتے ہیں لیکن نُورانی فضاء میں سانس نہیں لے سکتے اور نہ حقیقی عزّت ہم حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ بہنیں جو اِس گندے ماحول میں اپنے حالات کی وجہ سے ہیں (اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی عطا کو سمجھیں تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کے نتیجہ میں زندگی کے دن گزار رہے ہیں ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم صراطِ مُستقیم پر قائم رہیں اور ان لوگوں کی نقل کرنے کے نتیجہ میں صراطِ مُستقیم کو چھوڑ کر بدراہو ں کو اختیار نہ کریں اور یہ کوشش کریں کہ ہماری اولاد بھی اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق اور قرآن کریم کو ہر عزّت کے حصول کا ذریعہ سمجھنے والی ہو۔

قرآن کریم ایک عظیم کتاب ہے اِس دَورہ میں جہاں مَیں نے اپنے بھائیوں کو قرآن کریم کی عظمت کے متعلق بتایا وہاں مَیں نے عیسائی پادریوں تک کو بھی بہت سی ایسی باتیں بتائیں کہ ان کے نتیجہ میں اُن کے سَر کو خدا تعالیٰ کی عظمت اور قرآن کریم کی شان کے سامنے جُھکتے ہوئے مَیں نے دیکھا۔ تو جو عظیم کتاب ہمارے ہاتھ میں ہے جس کی چند جھلکیاں دوسروں کی گردنوں کو جُھکانے کے لئے کافی ہوں اس کی عظمت کو اگر ہم بھول جائیں، اگر ہم اس سے پیار کرنا چھوڑ دیں، اگر ہمارا تعلق اس سے صرف زبانی تعلق ہو عملی تعلق نہ ہو تو ہمارے جیسا بدقسمت انسان دُنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔ پس اپنے اِس مقام کو پہچانئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑا فضل کیا ہے کہ آپ بیعت کے ذریعہ یا پیدائش کے ذریعہ احمدی گھرانوں میں پیدا ہوئیں یا شامل ہوگئیں اور اس کے نتیجہ میں ان تمام بشارتوں کی وارث بننے کے قابل ہوگئیں جو عظیم بشارتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جماعت کو ملیں ان کو حاصل کرنا آپ کی جدّوجہد اور کوشش پر مُنحصر ہے۔ دوسری اقوام اِس بات کی اہل ہی نہیں کہ انہیں ان بشارتوں کا وارث بنایا جائے آپ اہل ہیں آپ کے لئے وہ دروازہ کھولا گیا ہے اس دروازے میں داخل ہونا آپ کا کام ہے۔ اگر فرشتے اِس دروازے میں سے داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنّت میں داخل ہو جائیں تو اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ فرشتوں کو نہ جنّت اس طرح خوش کرتی ہے جس طرح اِنسانوں کو اور نہ دوزخ ان کو اس طرح جلاتی ہے جس طرح اِنسان کو جلاتی ہے کیونکہ دوزخ میں بھی اللہ تعالےٰ کے پیارے فرشتے اللہ تعالیٰ کے خدّام اور کارندوں کی حالت میں موجود ہیں دوزخ ان پر کوئی اثر نہیں کرتی لیکن اِنسان پر دوزخ کا بڑا گہرا اثر ہے۔ اسی طرح ہماری جنّت کی خوشیاں انہیں خوش نہیں کر سکتیں اُن کی اپنی دُنیا ہے جس میں وہ خوش ہیں لیکن انسان کے لئے، اُس خوش قسمت اِنسان کے لئے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہونا چاہتا ہے جب جنّت کا دروازہ کھولا جائے تو اس انسان کا فرض ہے کہ وہ کوشش اور تدبیر اور دُعا کے ذریعہ سے آگے قدم بڑھائے اور جنّت کے دروازہ میں داخل ہو جائے کِسی اَور نے آپ کی جگہ

قدم اُٹھا کر آپ کے لئے جنّت کے دروازہ میں داخل نہیں ہونا یہ کام بہرحال آپ نے ہی کرنا ہے صراطِ مستقیم آپ کے لئے روشن کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ذریعے آپ کے لئے اس نُور کا پانا اور اس نُور سے اپنی زندگیوں کو منوّر کرنا ممکن ہوگیا ہے جو نُور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کی فلاح و بہبود کے لئے لے کر آئے تھے اَب اس نُور کو حاصل کرنا یا نہ کرنا اس سے فائدہ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا یہ آپ کا کام ہے کسی اَور نے جس طرح آپ کی جگہ کھانا کھا کر آپ کی سیری کا سامان پیدا نہیں کرنا اسی طرح کِسی اَور نے اس نُور سے فائدہ اُٹھا کر آپ کے ماحول کو منوّر نہیں کرنا یہ آپ نے ہی کرنا ہے آپ کی ذمّہ داری ہے اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

اس وقت جو چیز مَیں نے وہاں دیکھی اس سے مجھے یہ فکر پیدا ہوُا اور آپ کو بھی ہونا چاہیئے جیسا کہ شروع میں مَیں نے اشارہ کیا تھا اللہ تعالیٰ کی کِسی سے رشتہ داری نہیں۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ کا اُصول قرآن کریم نے واضح کیا یعنی اللہ تعالیٰ کو وہی پیارا ہوگا جو تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرے گا اور خدا تعالیٰ کے لئے اخلاص اور ایثار اور جاں نثاری میں جو ہم سے آگے بڑھ جائیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وہ زیادہ وارث ہوں گے اور ہمارے لئے یہ اِنتہائی دُکھ اور بدقسمتی ہوگی کہ وہ بعد میں آئیں ہماری وجہ سے اُنہیں وہ نُور ملے لیکن ہمیں وہ پیچھے چھوڑ جائیں اور خود آگے نکل جائیں۔ ہماری یہ خواہش تو نہیں کہ وہ پیچھے رہیں لیکن ہمارے دِلوں میں یہ تڑپ ضرور ہونی چاہیئے کہ ہم اس دوڑ میں، اس مسابقت میں جب آگے ہی آگے بڑھنا شروع کریں تو ان سے ہم آگے ہی رہیں پیچھے رہنے والے نہ ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ اُن سے کام لے گا، ورنہ تاریخ یہ کہے گی پاکستان میں نُور نازل ہوُا تھا لیکن پاکستانیوں نے اس کی وہ قدر نہ کی جو سات ہزار میل دُور ہونے کے باوجود اہلِ افریقہ نے اس رنگ میں حاصل کیا کہ پاکستانی مرد یا عورتیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو ان کی نسبت انہوں نے زیادہ حاصل کر لیا اور خدا تعالیٰ نے اُن کو جو سات ہزار میل دُور پیدا ہوئے تھے اپنے منصوبہ کو کامیاب کرنے کے لئے، اپنے مقصد کے حصُول کے لئے آلۂ کار بنایا اور پاکستانیوں کو ٹھکرا دیا بڑی شرم کی بات ہے۔ پس اس جھوٹے ملمع کی طرف نہ دیکھیں جو آج ہمیں نظر آ رہا ہے۔ اس چمک کے نیچے جس طرح پھوڑے کا حال ہے جسم پر نمودار ہوتا ہے بڑی چمک، بڑی خوبصورتی نظر آ رہی ہوتی ہے لیکن گندی پیپ اس کے نیچے ہے۔ یہی حال اُس تہذیب کا ہے آج نہیں تو کل جلد ہی وہ دن آنے والے ہیں جیسا کہ مَیں نے ۱۹۶۷ء میں اِنتباہ کیا تھا اور اِس پریس کانفرنس میں بھی

اس کو دُہرایا کہ وہ کوئی لمبا زمانہ نہیں کہ جس کا ہمیں انتظار کرنا پڑے گا اگلے ۲۵، ۳۰ سال جو اس حساب سے مَیں نے کہے تھے اب تین سال کم ہوگئے ہیں اِس لئے مَیں یہ کہوں گا کہ ۲۲ اور ۲۷ سال کے عرصہ کے اندر ایک عظیم انقلاب بپا ہونے والا ہے اِس دُنیا میں اور اگر یہ گندی قومیں اپنی زلیست سے توبہ نہیں کریں گی تو خدا کی نگاہ میں بَد ٹھہرائی جائیں گی اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دے گا کیا اس ہلاکت میں آپ حِصّہ دار بننا چاہتی ہیں؟ یا اس فضل میں حصّہ دار بننا چاہتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ذریعے آپ کے لئے جس کا حصول ممکن ہوگیا ہے۔

میری تو تمنّا یہ ہے اور دُعا یہ ہے کہ آپ ایک احمدی عورت کے مقام کو پہچانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے خود کو بھی اور اپنی نسل کو بھی اس گندی تہذیب سے بچانے کی کوشِش کریں اور دِن رات اِس کوشِش میں رہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی آپ وارث بنیں اُس کا غضب آپ کے اُوپر نہ بھڑکے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور دُنیا نے ہزاروں دفعہ اِس کا مشاہدہ کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کی نگاہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا ایک سیکنڈ کے اندر قوموں کی قوموں کو اُس نے ہلاک کر دیا اور وہ قادر و توانا آج بھی وہ قوّت اور طاقت رکھتا ہے کہ اگر دُنیا اپنی اِصلاح نہ کرے اور دُوری کی راہوں کو چھوڑ کر اس طرف متوجہ نہ ہو تو وہ ایک سیکنڈ کے اندر اس تہذیب کو جو اپنے آپ کو دُنیا کی سب سے بڑی تہذیب سمجھتی ہے مٹا کر خاک کر دے اور پھر شائد ان کے کھنڈرات بھی نہ ملیں۔ پہلی قوموں میں سے بعض کے کھنڈرات ہمیں دُنیا میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ اِس قسم کی قہر کی آگ ان اقوام کے اُوپر نازل ہو کہ ان کی تلاش آج سے دو تین سو سال کے بعد جب ساری تاریخِ اسلام ان کھنڈرات کو تلاش کرنا چاہے تو ان کا نشان بھی کہیں نظر نہ آئے تو اس غضب میں اِس قہر میں حصّہ دار بننے کی کوشِش نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کی کوشِش کریں اور مادی چمک جو ہے اس گندی تہذیب کی جو نمائش ہے اور بظاہر نظر آتا ہے کہ بڑی اچھی اور خوبصورت ہے۔ اس کے اندر حُسن ہے نہ کوئی نُور نہ کوئی چمک یا خوبصورتی۔ وہ آپ کو سیدھے راستے سے دُور لے جا کر اس راہ پر نہ کہیں ڈال دے جو ہلاکت کی طرف لے جانے والی راہ ہے۔ دُعا کیا کریں بہت اپنے لئے مَیں تو ہر وقت دُعا کرتا ہُوں اور بڑی فکر مجھے بعض دفعہ پیدا ہوتی ہے جب بعض حالات میرے سامنے آتے ہیں۔ یہ زندگی چند روزہ ہے جو چند روزہ زندگی ہے وہ بھی کوئی اتنی آرام دہ اور سُکھ کی نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے دِل میں دُنیا کی خواہش رکھیں جن کے پاس کروڑوں روپیہ

ہے ان کے دِل بھی مطمئن نہیں اور تسلّی ان کو نہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کو اَور بھی مل جائے۔ یہ دُنیا کا گندہ اِنسان اپنی ساٹھ یا ستّر سال کی زندگی کی خاطر اُس اَبدی حیات کا وہ فکر نہیں کر رہا جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

اگر آپ روز ایک دفعہ یہ سوچ لیا کریں کہ ہماری یہ زندگی اُس زندگی کے مقابلہ میں جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اتنی بھی نہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں سمندر کا ہی ایک قطرہ تو شائد دل کے اندر اللہ تعالےٰ کا تقوٰی زیادہ شدّت کے ساتھ پیدا ہو، شائد آپ اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ عاجزانہ طور پر جُھکنے والی بن جائیں، شائد آپ کو یہ احساس اَور بھی زیادہ ہو جائے کہ آپ کی اپنے نفسوں کے لئے اپنے خاندان کیلئے اور دُنیا کے لئے کیا ذمّہ داریاں ہیں۔ شائد اللہ تعالیٰ اِس طرح آپ کو توفیق عطا کرے کہ آپ ذمّہ داریوں کو سمجھنے کے بعد ان کو نبھائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضاء کو حاصل کریں اُس رضاء کو جو وہ آپ دینا چاہتا ہے اور بہت ہیں جو سُستی کے نتیجہ میں، جہالت کے نتیجہ میں، دُنیا کی قسمت کے نتیجہ میں اس عظیم محبّتِ الٰہی کو ٹھکرا دینے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں اس دُنیا کی خاطر جو چند روزہ گندی اور غلیظ دُنیا ہے۔ یہ چند دِن کی زندگی ہے اِسے بھُول جائیں خصوصًا اس وقت جب ہم ایک موڑ کے اُوپر آ گئے ہیں اپنی احمدیت کی تاریخ کے اندر اور عنقریب جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ایک انقلابِ عظیم بپا ہونے والا ہے۔ ایک ایسا REVOLUTION کہ جو اِس سے پہلے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے اَور کبھی نہیں ہوئی۔ نہ دُنیا کی آنکھ نے کبھی ایسا REVOLUTION دیکھا ہے نہ دیکھے گی اور دُنیا کی کایا پلٹ ہو جائے گی اُس وقت جو سُست ہوں گے پچھتا رہے ہوں گے قبل اس کے کہ وہ دن آئے آپ اپنی سُستیوں کو دُور کریں اور کوشش کریں کہ بے انتہاء قربانی دے کر اِسلام کے غلبہ اور اس کے فتح کے دن کو قریب لانے والی ہوں۔ خدا کرے کہ آپ اپنے نفس کی حقیقت، اپنے مقام، اپنی ذمّہ داریوں کو پہچاننے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے والی ہوں۔ آمین

اَب مَیں دُعا کروا دیتا ہُوں۔

(الفضل ۲۴، ۲۵ فروری ۱۹۷۲ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خطاب

بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ۱۹۷۰ء

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سُورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

عورتوں میں تھوڑا سا عورت بننا ہی پڑتا ہے اِس لئے مَیں نے آپ کا تحفہ یہ ہار پہن لیا اور یہ ہار پہنے ہوئے آپ کے سامنے کھڑا ہوں کہ شاید اِس طرح آپ میری بات زیادہ توجہ سے سُنیں اور سمجھ سکیں۔ آپ بہنوں کی طرح میرا دِل اور سینہ اور رُوح بھی اپنے ربّ کی حمد سے معمور ہیں۔ ایک مختصر سے وقفہ میں افریقہ کے دَورہ کے دَوران اللہ تعالیٰ نے جن بے شمار رحمتوں اور فضلوں کے جلوے دکھائے اُن کا شمار نہیں اور جس پیار کے ساتھ رہنمائی فرمائی اس کی حمد ممکن نہیں۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں اور اسی کی حمد و ثنا میں اپنی زندگی کے اوقات گذارتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہم ہمیشہ ہی اس کی محبّت اور پیار کے حقدار اور وارث بنے رہیں اور اپنی کسی غفلت کے نتیجہ میں یا کسی کوتاہی اور گناہ کی وجہ سے اُس کی ناراضگی مول لینے والے نہ ہوں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے طفیل اُمّتِ محمدیّہ کی مستورات نے اللہ تعالیٰ کا جو پیار حاصل کیا ہے مَیں اس سِلسلہ میں آپ سے آج کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور پھر آپؐ کی صدی اور پھر بعد میں آنے والی دو صدیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اُن تین صدیوں کی مسلمان مستورات خصوصاً پہلی صدی اور پھر خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مستورات سے اللہ تعالیٰ نے جس قدر محبّت اور شفقت اور پیار اور رضا کا سلوک کیا ہے اس کی اِنسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

اِس میں شک نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اُمّت نے بھی اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کیا۔ اِس میں بھی شک نہیں کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام اور ان کی امتوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کی رضا کے حسین جلوے دیکھے۔ اِس میں بھی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبّت اور پیار کو پانے والے تھے اِسی طرح اُن کی اُمتیں بھی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو پیار حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ سے پایا وہ کِسی اَور انسان نے نہیں پایا اور پھر

آپؐ کے طفیل آپؐ کی اُمّت کے مردوں نے بھی اور آپؐ کی اُمّت کی عورتوں نے بھی جس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے پیار اور اُس کی محبّت اور اس کی شفقت اور اس کے رحم اور اس کی برکت کو حاصل کیا اِس طرح دوسرے انبیاء کی اُمّتوں نے اور دوسرے زمانہ میں رہنے والی مستورات نے وہ پیار اور محبّت اور شفقت اور رحمت اور برکت حاصل کی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

قرونِ اُولیٰ کی مُسلم مستورات نے اللہ تعالیٰ کے اس پیار کو اِس لئے حاصل کیا کہ وہ اپنے ربِّ ودود کی محبّت اور اس کے عشق میں فنا تھیں۔ دُنیا کی طرف اُنہیں نہ کوئی توجہ تھی اور نہ کوئی رغبت تھی۔ کئی دنوں کی بچھڑی ہوئی بیوی اپنے خاوند کو گھر میں گُھسنے نہیں دیتی تھی اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے وہ کہتی تھی جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے تشریف لے جا چکے ہیں تمہیں میری محبّت سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبّت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اپنے اس خاوند کو جس سے ملے ہوئے اُسے کئی دن گذر گئے ہوتے تھے اُسے جنگ کی آگ میں دھکیل دیتی تھی اور نہیں جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ اُس کے خاوند کو شہادت کی خلعت عطا کرے گا یا زندگی کی مسرّتیں۔ وہ ایسا کیوں کرتی تھی؟ اِس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبّت پر کسی اَور کی محبّت کو ترجیح نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس کے دِل میں اللہ ہی اللہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ تو بڑا قدردان ہے۔ وہ ایسی رُوح اور ایسے دِل سے بڑا پیار کرتا تھا۔ اُنہوں نے اپنے ربّ کی محبّت کو اِس لئے پایا کہ وہ ہمیں اِس دُنیا کی مخلوق نہیں نظر آتی تھیں وہ تو آسمانی حُوریں تھیں جو اِس زندگی کے دن گِن گِن کر گذار رہی ہوتی تھیں اِس انتظار میں کہ وہ زیادہ ظاہری طور پر زیادہ کُھلے طور پر اُخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے پیار کے جلوے دیکھیں۔

دمشق کا محاصرہ تھا رومی بادشاہ نے اہلِ دمشق کو مدد پہنچانے کے لئے (تعداد صحیح صحیح یاد نہیں) ۱۵ سے ۲۰ ہزار کی فوج بھجوائی۔ یہ کافی بڑی فوج تھی۔ حضرت خالد بن ولید اِسلامی فوجوں کے سپہ سالار تھے انہوں نے اس فوج کا راستہ روکنے کے لئے ضرار کی سرکردگی میں ایک مختصر سا مسلمانوں کا دستہ بھیجا۔ انہوں نے بجائے راستہ روکنے کے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو اطلاع دینے کے کہ اِس طرح دشمن کی ایک بڑی فوج آرہی ہے خود اُن سے لڑنے لگ پڑے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہُوا اور خود ضرار دشمن کی قید میں آگئے۔ یہ ضرارؓ خدا اور اس کے رسولؐ کے سچے جاں نثار تھے، اُن کے دِل میں اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی اِس قدر محبّت بھری ہوئی تھی کہ وہ اس محبّت میں مَست ہو کر میدانِ جنگ میں جب لڑائی زوروں پر ہوتی تھی اپنے جسم کے اُوپر کے حصّہ کا لباس اُتار کر پھینک دیتے تھے یعنی زرہ پھینک دیتے تھے، خود

پھینک دیتے تھے، پگڑی پھینک دیتے تھے، کُرتا پھینک دیتے تھے یا جس چادر میں لپٹے ہوئے ہوتے تھے اُسے بھی پھینک دیتے تھے۔ اُن کے جسم کے اُوپر کا حصّہ بالکل ننگا ہو جاتا تھا اور اِس حالت میں وہ دشمن سے لڑا کرتے تھے۔ یہ محبت کے اظہار کا ایک بڑا عجیب طریق تھا لیکن وہ محبت میں مَست تھے اور دُنیا کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ جس حُسن کا جلوہ دیکھ کر مَیں مست ہؤا ہوں اس کے بعد مجھے یہ زندگی عزیز نہیں رہی۔

چنانچہ اللہ کے اس پروانہ کی رومیوں پر اتنی دہشت تھی اور اتنا خوف طاری تھا کہ اسی موقع پر جس کا مَیں ذکر کر رہا ہوں وہ سپہ سالار تھے اور اپنے جوش میں آگے بڑھ گئے اور اپنے ساتھیوں کا انتظار نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ رومیوں کے ہاتھوں قید ہو گئے۔ ان کی گرفتاری پر رومیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے لئے دو راستے کھُلے ہیں یا تو ہم انہیں قتل کر دیں اور ان کا سر اپنے بادشاہ کے پاس بھیج دیں وہ بڑا خوش ہو گا یا پھر اسے زندہ ہی بادشاہ کے پاس بھیج دیں۔ اگر ہم انہیں زندہ بادشاہ کے پاس بھیج دیں گے تو وہ زیادہ خوش ہو گا کہ ضرار جیسے بہادر اور نڈر انسان کو زندہ پکڑ کر میرے پاس بھیجا ہے کیونکہ رومی عورتیں اپنے بچّوں کو ڈرانے کے لئے ان کا نام لیا کرتی تھیں۔ ہر جگہ ان کی بہادری کی شہرت تھی۔ دُنیا تو ان کی بے خوفی کو دیکھتی تھی مگر اللہ تعالیٰ اُن کے دِل کے پیار کو دیکھتا تھا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی اور رومیوں کے دل میں ڈالا کہ ان کو مارا نہ جائے بلکہ انہیں زندہ ہی بادشاہ کے پاس بھیج دیا جائے۔

جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو اِس واقعہ کا پتہ لگا تو وہ مزید کمک لے کر وہاں پہنچے۔ یہ جگہ دمشق سے کوئی دس بارہ میل کے فاصلے پر تھی۔ وہ صف آراء ہو کر لڑائی کی تیاری کر رہے تھے کہ اُنہوں نے دیکھا ایک گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہؤا مسلمانوں کی صفوں میں سے نکلا ہے اور اُن کے قریب سے اپنا گھوڑا تیز دوڑاتے ہوئے نکل گیا ہے۔ اُس نے زرہ پہن رکھی تھی۔ اُس کے سر پر پگڑی تھی اور اُس نے ایک بڑی شال اپنے مُنہ پر اِس طرح لپیٹی ہوئی تھی کہ اس کی صرف دو آنکھیں نظر آتی تھیں۔ اس کے سر پر خود نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا نیزہ تھا اور پہلو میں ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ اس سوار کے پاس یہی دو ہتھیار تھے۔ وہ بجلی کی طرح حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس سے گذر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں کی ایک صف میں گھُس گیا اور نیزے کے وار کے ساتھ ایک رومی کو مار گرایا پھر وہ سوار وہاں ٹھہرا نہیں اپنا گھوڑا دوڑاتا ہؤا دوسری طرف نکل گیا اور وہاں بھی اپنے نیزے سے ایک رومی کو گرا دیا۔ ادھر خالد اپنی فوج کی صف آرائی میں مصروف تھے انہوں نے زیادہ توجہ نہیں دی لیکن ان کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہؤا کہ یہ کیسا سوار ہے جس نے میرے حکم کا انتظار نہیں کیا اور

دشمن پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ اتنے میں جب وہ صف آرائی سے فارغ ہوئے تو اس عرصہ میں یہ سوار خدا جانے کتنے رومیوں کو مار چکا تھا۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس سوار کو آواز دی کہ ٹھہر جاؤ لیکن یہ نہیں رُکا چند آدمی اس کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ تمہیں اِس بات کا خیال رکھنا چاہیئے سپہ سالار تمہیں ٹھہرنے کا حکم دے رہا ہے اور تم اس کی طرف توجہ نہیں کر رہے لیکن اُس نے سُنا اَن سُنا کر دیا اور گھوڑے کو ایڑی لگائی اور ایک اَور رومی کو قتل کر دیا اور پھر جیسا کہ اس نے قاعدہ بنایا ہؤا تھا کہ پہلے ایک حصّے پر حملہ آور ہوتا تھا اور پھر دوسرے حصّہ پر۔ چنانچہ جب وہ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس سے گذرتا ہؤا دوسرے حصّے کی طرف بڑھ رہا تھا تو انہوں نے کہا اے سوار ٹھہرو! میرا حکم ہے۔ اُس نے بڑی مشکل سے گھوڑے کی لگامیں کھینچیں اور گھوڑا کھڑا کیا اور واپس آیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ اِس وقت تم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اور ایثار اور فدائیت کا جو شاندار نمونہ دکھایا ہے ہمارے دِل تمہاری قدر سے معمور ہو چکے ہیں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ تم بڑے بہادر ہو، تم بڑے نڈر ہو، تم بڑے فدائی ہو اور تم اسلام کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔ ابھی فوج تیار نہیں ہوئی تھی کہ تم نے جا کر حملہ کر دیا لیکن اب کافی ہو چکا ہے تم ہمارے ساتھ آ ملو اور اپنا چہرہ تو ذرا دکھاؤ۔ تم ہو کون؟ حضرت خالد بن ولیدؓ اُس کا جواب سُن کر حیران رہ گئے۔ اُس سوار نے یہ جواب دیا کہ مَیں اپنا مُنہ ننگا نہیں کر سکتی کیونکہ مَیں ایک مسلمان عورت ہوں میرے اُوپر حیا کی نقاب بھی پڑی ہوئی ہے مَیں نے اپنا سر اِسی لئے باندھا ہؤا ہے اور مَیں ضرار کی بہن ہوں۔ دُنیا نے اس دِل کی قدر کو نہیں پہچانا اور یہ سمجھا کہ اپنے بھائی کی محبّت میں اُس نے اِس طرح مردانہ وار حملہ کیا لیکن حقیقت اِس کے برعکس تھی اُس کے دل میں تو یہ جذبہ پیدا ہؤا کہ میرا بھائی تو قربان تھا اِسلام پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کا ایک خوف طاری تھا رومیوں پر۔ وہ اُس کو پکڑ کر لے گئے ہیں اور انہیں یہ ٹرافی یعنی یہ انعام کے طور پر مل گیا ہے یہ انکے پاس نہیں رہنا چاہیئے یہ ہمیں واپس لینا چاہیئے۔

پس یہ تھی مسلمان عورت جو اللہ تعالیٰ کا بے پناہ پیار لیتی تھی۔ اِسی جنگ میں ایک نوجوان کی شادی ہوئی۔ ابھی اس نوبیاہتا جوڑے کی خوشیوں کے دو تین دن گذرے تھے کہ خاوند جنگ میں شہید ہو گیا بیوی نے اپنے خاوند کا سوگ منانے کے لئے اپنی آہوں کو بلند نہیں کیا بلکہ اپنے خاوند کی جگہ لینے کے لئے کھڑی ہوئی کیونکہ اُسے پتہ تھا کہ مسلمان تعداد میں تھوڑے ہیں اور دشمن تعداد میں کہیں تین گُنا، کہیں چار گُنا، کہیں پانچ گُنا بلکہ کہیں تو چھ گُنا زیادہ تھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر اِسی طرح مسلمان مارے گئے اور ان کی جگہ

لینے والا کوئی نہ ہوا تو کمزوری پیدا ہو جائے گی چنانچہ اُس نے اپنے خاوند کی شہادت پر نوحہ کرنے کی بجائے اور آہ و فغاں کی آواز بلند کرنے کی بجائے تیر کمان اپنے ہاتھ میں پکڑا اور میدانِ جنگ میں اُتر گئی۔ تین دِن کی بیاہتا کم عمر بچی تھی وہ مگر اس کے دل میں ایک جذبہ اور ایک جوش تھا خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محبت تھی۔ وہ وہاں جاکر دعائیں کرتی ہوگی کہ اے خدا! مَیں کمزور اور ابھی کل کی دُلہن ہوں، عمر کے لحاظ سے کم اور جنگ کا مجھے کوئی تجربہ نہیں مَیں نے تیرے لئے تیر اور کمان کو اُٹھایا ہے تُو میرے نشانے میں برکت ڈال۔ یہ تھیں اُس وقت کی دعائیں جس وقت وہ تیر کمان لے کر تیر اندازوں کی صفوں میں شامل ہوئی (تیر اندازوں کی صفیں اَور ہوتی تھیں، ان کا کام ہی اَور تھا جب یہ تیر اندازوں کی صفوں میں شامل ہوئی) تو کسی کو کوئی پتہ ہی نہیں تھا کہ ایک عورت ہمارے اندر آکر شامل ہوگئی ہے کیونکہ اُس وقت جنگ ہو رہی تھی۔

اِس چند دن کی بیاہتا بیوہ کی دلی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے سُنا اور اس کے پیار کو دیکھا تو اس پر بڑا فضل کیا چنانچہ پہلا تیر جو اس نے چلایا وہ اس پادری پر چلایا جو دمشق کی فصیل کے اُوپر بڑی لمبی صلیب لیکر کھڑا تھا اور مسلمانوں کے خلاف رومی سپاہیوں کو جوش دلا رہا تھا چنانچہ اس عورت کا تیر نشانے پر بیٹھا اور وہ پادری صلیب سمیت فصیل پر سے مسلمانوں کی طرف آگرا جس سے رومیوں کے دل بیٹھ گئے کیونکہ صلیب اُن کی گِر گئی پادری اُن کا مارا گیا پھر اُن کا جو سپہ سالار تھا تامَس وہ ایک دِن باہر نکلا اور قریب تھا کہ اس دروازے پر جو مسلمان جرنیل تھا وہ اس پر حملہ کر دے کہ اچانک ایک تیر اس کی آنکھوں میں آکر لگا اور وہ گِر گیا۔ یہ اسی چند دن کی بیاہتا بیوہ کا تیر تھا۔ اسی طرح اُس نے اپنی دعاؤں کے زور سے اپنی محبت کے جوش میں جو اس کے دِل میں سمندر کی طرح موجزن تھی یا اس آگ کے احساس کے نتیجہ میں جو غیر کی محبت کو جُھلس دیتا اور صرف اللہ کی محبت سے انسان کا دل معمور ہو جاتا ہے۔ وہ دعائیں کرتی تھی اللہ تعالیٰ اُس کی دعاؤں کو قبول کرتا تھا اور اس سے پیار کرتا تھا۔

یہ تھی مسلمان عورت۔ دو تین دن کی بیاہتا ہے۔ میدانِ جنگ میں شادی ہوتی ہے خاوند جنگ میں مصروف ہے اور پھر شہید ہو جاتا ہے۔ دُنیا کہہ سکتی ہے کہ اُس نے دُنیا میں اپنی اُمنگوں کو پُورا ہوتے نہیں دیکھا مگر اُس نے تو یہ نہیں کہا، اُس نے تو یہ کہا کہ مَیں نے اپنے بہشت کو پا لیا میرا خاوند خدا کے قول کے مطابق ابدی حیات کی آغوش میں چلا گیا اور مَیں اُس کے پیچھے پیچھے جاؤں گی۔ خاوند بھی خدا اور رسُول ؐ کی محبت میں مست اور بیوی بھی خدا کی محبت میں مست اور عشقِ رسُول ؐ کی آگ میں جل رہی تھی۔ یہ تھی اُس زمانے کی مسلمان عورت جس نے

خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کیا۔ ایسے ہی تو نہیں اللہ تعالیٰ اپنی محبت دیتا کہ جو مرضی کرتے رہو اور پھر بھی تمہیں اسکی محبت حاصل ہو۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِحسان جس طرح مردوں پر تھا اسی طرح عورتوں پر بھی تھا اور جس طرح مردوں نے اِس حقیقت کو پہچانا کہ

"اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" (آل عمران: ۳۲)

کہ اگر اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اِتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضروری ہے۔ اسی طرح اُس وقت کی عورت نے بھی یہی سمجھا کہ خدا تعالیٰ کا پیار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا چنانچہ انہوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کیا اور آپ کے اُسوہ کو اَپنایا اور قرآن کریم کے حکم کے مطابق آپ نے جن چیزوں سے روکا اُن سے وہ رُکیں اور جن چیزوں کے لینے کی تاکید کی اُنہیں لے لیا اور پھر اُنہیں اِتنی مضبوطی سے پکڑا کہ دُنیا کی ساری TEMPTATIONS (ٹیمپٹیشنز) یعنی دُنیا کی طرف جو مَیلان تھا وہ سب کچھ جل کر خاک ہوگیا۔ وہ خدا کی بندیاں بن گئیں۔ وہ آپس میں پیار کرنے والیاں اور راتوں کو اپنے رَبّ کے ذکر میں مشغول رہنے والیاں تھیں۔ اُن کی زبان بھی پاک تھی، اُن کی زبان پر کوئی لڑائی جھگڑا یا گالی گلوچ نہیں تھی۔ اُن کی نگاہیں بھی پاک تھیں۔ اُن کے جسم بھی پاک تھے۔ اُن کے دِل بھی پاک اور مطہّر تھے۔ اس تطہیر کے نتیجہ میں، اِس پاکیزگی کی وجہ سے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیار کو کچھ اِس طرح حاصل کیا کہ جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسی طرح بشارتیں دیتا تھا جس طرح مردوں کو دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن پر اسی طرح نازل ہوتے تھے جس طرح مردوں پر نازل ہوتے تھے۔ جس طرح مرد اور عورت کے دِل میں خدا اور رسُول ؐ کے لئے محبت میں کوئی فرق نہیں تھا اسی طرح اللہ کے پیار میں بھی مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں تھا سارے ہی اُس کے عاشق بندے اور بندیاں تھیں۔ سارے ہی اُس کی محبّت اور رضا کے مستحق اور اُس کی رضا کو پانے اور اُس کی رحمتوں کے جلوے دیکھنے والے تھے۔ جس طرح مردوں کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اسی طرح عورتوں کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔ کیا مخلوق تھی یہ؟ اِنسان سوچتا ہے اور حیران ہوتا ہے۔ مرد بھی ایسے عورتیں بھی ایسی کہ دُنیا نے ہزار کوشش کی مگر ان کی توجّہ کو اپنی طرف نہیں پھیر سکی اِس لئے کہ جس محبت میں وہ مست تھے اُس کو چھوڑنے کے لئے وہ تیار نہیں تھے۔

پس قُرونِ اُولیٰ کی مسلمان مستورات نے اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار اور عشق کے جو

نمونے دکھائے ہیں پہلی اُمتوں میں سے کسی گروہ نے وہ نمونے نہیں دکھائے۔ اس کے نتیجہ میں اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے جس عظیم پیار کو حاصل کیا ہے اِسلام سے پہلے زمانہ کی مستورات کو اللہ تعالیٰ کے فضل نے اس پیار کا مستحق قرار نہیں دیا۔ وہ زمانہ گذر گیا۔ تین صدیاں بیت گئیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق تنزل اور اَبتری کے حالات پیدا ہونے شروع ہوئے اور بحیثیت اُمت کے ایک ہزار سالہ تنزل کا زمانہ گذرا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس وقت افرادِ اُمت کثرت سے اللہ تعالیٰ کے محبوب نہیں رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ اس تنزّل کے زمانہ میں بھی اولیاء اللہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح تھے۔ یہ درست ہے۔ لیکن بحیثیت اُمت ان کا وہ مقام نہیں رہا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور پھر بعد کی تین صدیوں میں تھا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کے وارث نہیں بن سکے۔ مثلاً قرآن کریم نے فرمایا ہے :۔

اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران : ۱۴۰)

غالب تم ہی رہو گے دُنیا کی کوئی طاقت یا دُنیا کی کوئی قوم خواہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو تم پر غالب نہیں آسکے گی لیکن ایک شرط ہے :۔

اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ

اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرو گے خدا تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہو گی۔ تم اس کی گود میں بیٹھے ہو گے۔ شیطان کا کوئی وار تمہارے خلاف کامیاب نہیں ہو گا۔ لیکن اگر اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ کی شرط پُوری نہ ہو۔ اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پُورا نہ کرو۔ اگر تم اپنے نفسوں کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دو ایک شیطان کی نذر کر دو اور ایک خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کی کوشش کرو تو تمہارا وہ حصہ جسے تم خدا کے حضور پیش کرنے کی کوشش کرو گے اُسے ٹھکرا دیا جائے گا، اُسے واپس تمہارے مُنہ پر مارا جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ تمہارے نفس کے آدھے حصہ کو لینا پسند نہیں کرتا۔ جب تمہارا سارا ہی وجود اللہ کا ہے اور انسان اللہ کا بندہ ہے تو اسے اپنا سارا ہی وجود اللہ کے حضور پیش کرنا چاہیئے۔

بہر حال بد قسمتی کا ایک دَور تھا آیا اور بڑا لمبا ہوًا اس زمانے میں اسلام پر، اس زمانے میں خدا تعالیٰ پر، اس زمانے میں محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اس زمانے میں قرآن کریم پر بڑے اعتراض کئے گئے معترضین کی زبان دراز بھی تھی اور آزاد بھی مگر اعتراضات کا جواب دینے والی زبان کسی کے مُنہ میں نہیں تھی۔ یہ

حرکتیں بڑھتی گئیں یہاں تک کہ بعد میں آنے والی نسلوں کے دِلوں میں یہ راسخ کر دیا گیا کہ اسلام کے اندر کوئی ذاتی خُوبی اور حُسن نہیں ہے اور یہ تو پہلے دَور میں صرف تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ عیسائی پادریوں نے اس تخیل کو آنے والی نسلوں میں اِس طرح گاڑ دیا تھا کہ عیسائیّت کو تو انہوں نے چھوڑ دیا لیکن اعتراض کے اِس بندھن سے وہ آزاد نہیں ہوئے۔

۱۹۶۷ء میں دَورۂ یورپ کے ایّام میں آپ کی طرح ایک عورت ہی تھی جس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ یورپ میں اِسلام کو کیسے پھیلائیں گے ؟ مَیں سمجھ گیا کہ وہ کیا پُوچھنا چاہتی ہے مگر اُس نے ادب کی وجہ سے یا کسی اَور لحاظ سے صاف بات نہیں کی۔ مَیں نے یہ سمجھا کہ اِس کا اصل سوال یہ ہے کہ اِسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا تلوار ہم نے آپ کے ہاتھ سے چھین لی ہے آپ اِن حالات میں ہمارے مُلکوں میں اسلام کو کیسے پھیلائیں گے۔ مَیں نے اُسے جواب دیا (کیونکہ اس کی اصل بات مجھے سمجھ آ گئی تھی) تمہارے دِل جیتیں گے اور اِس طرح اسلام کو پھیلائیں گے۔ وہ حیران ہو کر میرا مُنہ دیکھنے لگی کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ اِنسان کہاں سے آ گیا ہے جو کہتا ہے کہ اسلام کے اندر اِس قدر حُسن اور خُوبی ہے کہ اسلام یورپ کے گندے دلوں کو بھی جیت لے گا (گندے تو مَیں کہہ رہا ہوں) حالانکہ وہ تو اپنے آپ کو بڑے عقلمند اور صاحبِ فراست سمجھتے ہیں اُنہوں نے دُنیا میں مادی لحاظ سے بڑی ترقی کی ہے۔ اِسلام جو تلوار سے پھیلا ہے دل کیسے جیتے گا۔

پس اعتراض تو بڑے ہوئے لیکن اس وقت اعتراض کا جواب دینے والا کوئی نہیں پیدا ہوًا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اِسلام کو تمام دُنیا میں غالب کرنے کے لئے حضرت مسیح و مہدی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ سے کہا کہ کھڑے ہو اور اسلام کا دفاع کرو۔ آپ کو کہا کہ اُٹھو اور اسلام کی طرف سے دُنیا پر حملہ آور ہو جاؤ علمی دلائل اور آسمانی نشانوں کے ساتھ۔ یہ دو ہتھیار ہمیں دیئے گئے ہیں۔ خولہ کے پاس ایک نیزہ اور ایک تلوار تھی (وہ ہماری بہن جس کا مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے) ہمارے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو دلائل کی تلوار دی ہے اور دوسرے آسمانی نشانوں کا نیزہ۔ ہمارے پاس یہ دو ہتھیار ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں ملے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں تھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی یہ وعدے کئے ہیں کہ مَیں تیرے اور تیری جماعت کے ذریعہ اسلام کو ساری دُنیا میں غالب کروں گا اور آپؑ سے یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر تیری جماعت میری راہ میں اُسی قسم کی عاشقانہ قربانی، محبّت اور ایثار پیش کرے گی جس قسم کی قربانی، محبّت اور ایثار پہلے زمانہ

ہیں صحابہؓ اور دوسرے مسلمانوں نے پیش کیا تھا تو تیری جماعت بھی اسی قسم کے فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کا وارث ہوگی جس قِسم کے فضل اور رحمتیں اور برکتیں موسلا دھار بارش کی طرح پہلے زمانہ میں صحابہؓ اور دوسرے مسلمانوں پر نازل ہوئی تھیں مگر وہی صحابہؓ والی محبّت اور ایثار چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم نہیں ملا تھا۔ ابھی ایک آدمی بھی احمدی نہیں تھا لیکن دو سَو مخالف مولوی کھڑے ہوگئے اور آپ پر کُفر کا فتویٰ لگا دیا۔ یہ بھی خدا کی شان ہے۔ اب اتنا بڑا ہنگامہ آپؑ کے خلاف اس وقت کھڑا کیا گیا کہ جس وقت جماعتی لحاظ سے ایک آدمی بھی آپؑ کے ساتھ نہیں تھا لیکن آپؑ نے اس کا بڑے پیار سے ذکر فرمایا ہے کہ جب چاروں طرف سے دشمن مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے بڑے پیار سے میرے کان میں کہتا ہے گھبراؤ نہیں مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ یہ آواز خدا تعالیٰ کے مسیح اور مہدی ہی نے نہیں سُنی بلکہ آپ کے زمانہ میں بھی بعض دوسروں نے بھی سُنی اور آپؑ کے خلفاء اور سلسلہ کے بعض بزرگوں کے کان میں بھی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا۔ بے بس اور بے سہارا ہمارے مبلّغ باہر جاتے ہیں۔ جو مبلّغ دُعائیں کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی محبّت میں مست رہتے ہیں اُن کے کان میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی آواز آتی ہے کہ گھبراؤ نہیں مَیں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس جس کے کان میں اللہ تعالیٰ کی یہ آواز پہنچے کہ تم گھبراؤ نہیں مَیں تمہارے ساتھ ہوں وہ بھلا دُنیا کی کسی طاقت سے گھبرا سکتا ہے۔ وہ تو ساری دُنیا کو ایک مُردہ کیڑا سمجھنے لگتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی پیشگوئی بھی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے غلبۂ اسلام کا منصوبہ بھی بنایا گیا ہے اور جس طرح گلاب کی پتّیاں کِھلتی ہیں اور ایک نہایت ہی حسین پھول بن جاتی ہیں۔ جس طرح ایک مضبوط بُنیاد کے اُوپر ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری، تیسری کے بعد چوتھی، چوتھی کے بعد پانچویں، پھر چھٹی پھر ساتویں پھر آٹھویں پھر نویں پھر دسویں اور پھر اسی طرح تیسویں چالیسویں اور پچّاسویں منزلیں بن جاتی ہیں۔ لیکن پچّاس منزلوں کے لئے اُسی نسبت سے مضبوط بُنیاد بنانی پڑتی ہے۔ چنانچہ اسی طرح غلبۂ اِسلام کا یہ منصوبہ تیار ہوُا اور اِس کے لئے بڑی مضبوط بُنیاد رکھی گئی۔ بُنیاد کے لئے جو MATERIAL (میٹیریل) چاہیئے، جن اشیاء کی ضرورت ہے اُن کا حجم پہلی منزل جسے گراؤنڈ فلور کہتے ہیں اس میں جو مادی چیزیں لگی ہیں مثلاً اینٹیں، چُونا یا گارا یا سیمنٹ پھر چھت کا سامان بَلّیاں اور شہتیر یا گارڈر یا اگر لنٹرن کی چھت ہے تو لوہا، ریت اور سیمنٹ وغیرہ (یا دُنیا میں جو بھی ہوتا ہے) اس کے مقابلے میں بُنیاد میں کم چیز لگتی ہے۔ لیکن جس بُنیاد پر بیشمار

منزلیں تعمیر ہونی چاہئیں وہ تو ہونی چاہیئے بڑی مضبوط ورنہ وہ پچّاس یا سَو یا دو سَو منزلوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ اِسی واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تعداد میں تھوڑے تھے لیکن یہ بُنیاد بنے اور ان کے اُوپر جو منزلیں بنیں اور بن رہی ہیں اُن کا بوجھ اُٹھانے کی طاقت ان تھوڑے سے لوگوں میں موجود تھی۔ اُن کے دِل مضبوط تھے، اُن کے ایمان مضبوط تھے، اُن کی عقلیں تیز تھیں، ایسا لگتا تھا کہ فراست ہی فراست ہے۔ انکی کِسی اِستعداد اور خُو میں کوئی نقص یا خرابی یا کمزوری نہیں تھی۔ مَیں نے بڑا غور کیا ہے۔ پہلی صدی میں اسلام کی جو فتوحات ہوئی ہیں اسلام کو مٹانے کے لئے کسریٰ اور قیصر نے اپنی لاکھوں کی فوج کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا تو وہ سمجھتے تھے گِنتی کے چند ہزار آدمی ہیں ہم ان کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ دُنیوی لحاظ سے ان دو زبردست EMPIRES (ایمپائرز) کو کسی نے اگر ختم کیا ہے تو وہ بعد میں آنے والے مسلمان نہیں تھے وہ یہی بُنیاد تھی جو بڑی مضبوط تھی جس کے ساتھ یہ مخالف طاقتیں ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں۔ میرا خیال ہے کہ ان صحابہ رضوان اللہ علیھم کی تعداد آٹھ دس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ آپ خود سوچ لیں (میرا ان صحابہؓ کے متعلق کتاب لکھوانے کا ارادہ ہے) آٹھ دس ہزار آدمیوں نے کسریٰ کی سلطنت کو جس کے پاس کئی لاکھ کی فوج تھی اور اسی طرح قیصر کی سلطنت کو جس کے پاس بھی لاکھوں کی فوج تھی عبرتناک شکست دی۔ یرموک کی جنگ میں کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی فوج تیس چالیس ہزار اور رومیوں کی فوج اڑھائی لاکھ تھی۔ اِس جنگ میں دشمن کو شکستِ فاش ہوئی اور مسلمانوں نے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ کر رکھ دیا مگر ان چالیس ہزار آدمیوں نے نہیں بلکہ ان دو تین ہزار صحابہؓ نے جو اس جنگ میں شامل تھے اور جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی تھی۔ ان دو تین ہزار صحابہؓ میں سے یرموک کی جنگ میں ایک ہزار صحابیؓ شہید ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے خُون سے دوسرے مسلمانوں کو مضبوط کیا اور اُن میں ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کیا جب دوسرے مسلمان دیکھتے تھے کہ وہ بے خطر ہو کر بھیڑ اور بکریوں کی طرح اپنی گردنیں خدا کی راہ میں کٹوا رہے ہیں تو اُن کے دِل میں جو بُزدلیاں پیدا ہوتی تھیں وہ کافور ہو جاتی تھیں۔ بدر کی جنگ میں ۳۱۳ صحابیؓ شامل ہوئے۔ یرموک کی جنگ میں ان بدری صحابہؓ میں سے ایک سَو شہید ہوئے یعنی بدری صحابہؓ کا تیسرا حِصّہ۔ یہ جان تھی، یہ رُوح تھی اُس وقت کی قربانی کرنے والی جماعت کی۔ اِس واسطے کہ یہ بُنیاد تھی اور بنیاد بڑی مضبوط تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں لمبا عرصہ رہی۔

بہر حال اَب غلبۂ اسلام کا زمانہ آگیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے زمانے میں بہت تھوڑے

صحابہ ملے جنہوں نے لمبا عرصہ آپؐ کے ساتھ رہ کر آپؐ کی تربیت پائی ہو۔ بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے باہر سے بیعت کا خط لکھا اور ساری عمر آپؐ کو دیکھا بھی نہیں۔ پوری تربیت تو نہیں حاصل کر سکے لیکن کسی حد تک اُنہوں نے تربیت حاصل کی جیسے مثلاً اخبار پڑھتے ہوں گے۔ لوگوں سے باتیں سُنتے ہوں گے۔ مگر اُن میں وہ رنگ تو نہیں پیدا ہو سکتا تھا جو اس آدمی کا ہؤا جو حضرت ابوہریرہؓ کی طرح ہر وقت ساتھ لگا رہتا تھا۔ غرض آپؐ کے صحابہ کی چھوٹی سی جماعت تھی مگر انہوں نے بڑا کام کیا اور در اصل ہماری جماعت کی ترقی میں ان کا بڑا دخل ہے۔ جس طرح گلاب کے پھول کی پتّیاں ایک جیسی کھِلتی ہیں اسی طرح وہ کھِلیں جس طرح صحابہؓ کے وقت میں کھِلیں۔ ایک پھول بنتا چلا جا رہا ہے۔ گلاب کے پھول کی باہر کی پتّی گلاب کی خوبصورتی میں بھی اضافہ کرتی ہے اور اندر کی پتّیوں کی حفاظت بھی کر رہی ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اِنتہائی قربانی دے کر یا یُوں کہو کہ اللہ تعالیٰ اور محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا اِنتہائی مظاہرہ کر کے اور اس محبّت میں ہر دوسری چیز کو بالکل بے معنی اور گندی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور پھر آگے ان کی تربیت سے ایک اَور نسل اور جماعت پیدا ہوئی۔ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ بُنیاد نہیں تھے وہ پہلی منزل تھے لیکن ان کی تربیت یہ صحابہ کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے اگلوں کی تربیت کی۔ اِس سے ایک تو تربیت کا سبق ملتا ہے لیکن مَیں اِس وقت اس طرف نہیں جانا چاہتا۔ مَیں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں اور یہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ صحابیات کی طرح پیار کرنے کو تیار ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ کیا تم میرے اس پیار کو لینے کے لئے تیار ہو؟ اِس سوال کا جواب جو ہمارا ربِّ کریم ہم سے کر رہا ہے کہ کیا تم مجھ سے اس کو لینے کے لئے تیار ہو۔ آپ نے دینا ہے یا مَیں نے دینا ہے کِسی اَور نے نہیں دینا یا آسمان سے فرشتوں نے آ کر نہیں دینا۔

سوال یہ ہے کہ خدا اور رسُولؐ کے لئے جس عشق اور محبّت کی آگ ان صحابیات کے دِلوں میں جل رہی تھی جس آگ نے دُنیا کی محبّت کو جلا کر راکھ کر دیا تھا کیا وہ آگ تمہارے سینوں میں جل رہی ہے یا ویسی آگ جلانے کے لئے تم تیار ہو؟ اگر جواب یہ ہو کہ ہاں ہم اسی نمونے پر چلنے کو تیار ہیں۔ اگر جواب یہ ہو کہ جس طرح صحابیات کے دِلوں میں محبّتِ الٰہی اور محبّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ اِس رنگ میں جل رہی تھی کہ ہر غیر کی اُلفت کو اُسنے جلا کر راکھ کر دیا تھا اسی قسم کی آگ ہم اپنے سینوں میں جلائیں گی تو اللہ تعالیٰ آپ کو اُٹھائے گا اور اپنے سینے سے لگا لے گا۔ آپ سے بھی وہی محبّت کرے گا جو محبّت اُس نے صحابیات سے کی۔ آپ کا اُسی طرح خیال رکھے گا

جس طرح اُس نے صحابیات کا رکھا۔ آپ کے لئے اِس دُنیا میں بھی اور اُس دُنیا میں بھی اُن نعمتوں کو پیدا کرے گا جو نعمتیں اُس نے صحابیات کے لئے اِس دُنیا میں اور اُس دُنیا میں پیدا کیں لیکن اگر آپ کا جواب یہ ہو کہ ہم دُنیا کے اموال سے عشق رکھتی رہیں گی۔ اگر آپ کا جواب یہ ہو کہ ہم خدا کے لئے تکلیف اُٹھانے کے لئے دُنیا کے آرام چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو آپ کا ربّ کہے گا کہ پھر تم مجھ سے وہ پیار بھی نہیں لو گی جو صحابیات نے لیا۔ جیسا تم بیجو گی ویسا تم کاٹو گی۔ جتنی تم محبّت کرو گی اپنے ربّ سے اسی کے مطابق وہ تم سے محبّت کرے گا۔ اسی کے مطابق مَیں نے اِسلئے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری طرف قدم قدم چل کر آتا ہے مَیں اس کی طرف زیادہ تیزی سے چل کر آتا ہوں۔ ہر حالت میں اس کا احسان ہے۔ آپ کا تو ویسے بھی کچھ نہیں اُس کی عطا تھی۔

اِس وقت مَیں آپ کو ایک تنبیہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے مثلاً ۱۹۴۵ء کا زمانہ لو اُس وقت اُمّتِ محمدیہ کے غلبہ کے لئے اور ایک مضبوط جماعت کو قائم کرنے کے لئے اور دِلوں کے یقین کو پختہ اور مستحکم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے پیار کے جو جلوے جماعتِ احمدیہ کو دکھا رہا تھا وہ زیادہ تر صرف برِّ صغیر پاک و ہند تک محدود تھے شاذ کوئی بیرونی جماعتیں تھیں ان کو بھی دکھاتا تھا لیکن زیادہ تر برِّ صغیر کی جماعتیں تھیں جو اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی رضا کے جلوے دیکھتی تھیں اِس لئے آپ کا مقابلہ کسی سے نہیں تھا اور اگر آپ کو اللہ تعالےٰ کا تھوڑا فضل بھی مِل جاتا تھا تو آپ نہ یہ اندازہ کر سکتی تھیں کہ ہمیں جو ملنا تھا وہ ملا یا نہیں ملا اور بڑی خوش ہو جاتی تھیں۔ آپ غیر کو دیکھتی تھیں اور اس کے مقابلے میں خود کو زیادہ خوش قسمت پاتی تھیں۔ اور جو آپ کو اللہ کا پیار ملا اس سے غیر کو محروم پاتی تھیں تو ایک قسم کا اطمینان ہو جاتا تھا، ایک قسم کی سُستی واقع ہو جاتی تھی، آپ سمجھتیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اِس سے زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اِس میں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کا تھوڑا پیار بھی بہت ہے جسے اللہ تعالیٰ کا تھوڑا سا پیار بھی مِل گیا گویا اُسے ساری دُنیا مل گئی لیکن ہماری فطرت میں تو اللہ تعالیٰ نے کچھ اَور ہی رکھا ہے جو عقلمند ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے پیار کا چسکا پڑ جاتا ہے وہ کہتا ہے مَیں نے تھوڑے پر راضی نہیں ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جنّتیوں میں جب خدا کے نُور سے لذّتیں اور مسرّتیں پیدا ہوں گی (اس کی مختلف شکلیں اور مختلف نام دیئے گئے ہیں کیونکہ رُوحانی چیز ہے ہم یہاں سمجھ نہیں سکتے) بہر حال اور جنّتی جب ان کا ایک جلوہ دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی فطرت کو اُبھارنے کے لئے اپنے حُسن اور نُور کی اس سے بڑھ کر ایک جھلک دکھائے گا۔ پھر وہ کہیں گے کہ اے خدا! ہمیں یہاں کیوں بٹھایا ہؤا ہے ہمیں آگے لے چل۔ یہ کیفیّت دِل میں دو طرح پیدا ہوتی ہے یا تو کسی سے مقابلہ ہو

ہو، یا پھر فطرتِ صحیحہ کا تقاضا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِنسان کو جو استعداد ملی ہے وہ سوئی ہوئی نہ ہو بلکہ جاگ رہی ہو۔

بہرحال شروع میں آپ کا کسی کے ساتھ مقابلہ نہیں تھا یعنی پہلی نسل میں کوئی آپ کے مقابلے پر نہیں تھا دوسری نسل میں کمزوری پیدا ہوگئی۔ اب آپ کو جھنجھوڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے رقیب بڑی کثرت سے پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ افریقہ کی جماعتوں کی عورتیں پیچھے سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئی ہیں ابھی آپ تک نہیں پہنچیں لیکن اگر آپ نے سُستی دُور نہ کی اور اپنے گھوڑوں کو ایڑی نہ لگائی اور انہیں WHIP (وہپ) سے تیز نہ کیا تو وہ آپ سے آگے نکل جائیں گی۔ پہلے آپ کے ساتھ آملیں گی اور پھر آپ سے آگے نکل جائیں گی۔

مَیں اس افریقی بہن کا پہلے ذکر کرچکا ہوں جس نے (مجھے غلطی لگی تھی بعد کی رپورٹوں میں آیا ہے) ۳۰/۳۵ ہزار پونڈ جس کا مطلب یہ ہے کہ چھ سات لاکھ روپیہ خرچ کرکے اجے بُواوڈے میں جامع مسجد تعمیر کروائی ہے ہماری یہ احمدی بہن دیگر چندے بھی دیتی ہے ان کے علاوہ ایک مسجد کے لئے چھ سات لاکھ روپیہ خرچ کر دیا۔ مَیں ذاتی طور پر یہاں ایسی احمدی مستورات کو جانتا ہوں البتہ وہ تھوڑی ہیں، گنتی کی چند ہیں لیکن مَیں جانتا ہوں کہ اگر وہ چاہیں تو اِن میں ایک ایک عورت چھ چھ، سات سات لاکھ روپے چندہ دے سکتی ہے مگر وہ نہیں دے رہیں افریقہ میں عورتوں نے اتنی رقم چندہ میں دینا شروع کر دی ہے۔

اِس میں شک نہیں ہے کہ مجموعی طور پر ابھی ان کی تربیت ایسی نہیں ہوئی کہ جتنی مجموعی طور پر آپ کی ہوچکی ہے لیکن ان کی تربیت ہو رہی ہے اور وہ تربیت قبول کرنے کے لئے آپ سے زیادہ سنجیدہ ہیں یہ ایک حقیقت ہے مَیں اِس سے انکار نہیں کرتا۔ ساڑھے تین سال کی ایک بچّی اس کو پوری عقل نہیں ہے دو تین گھنٹے جلسے میں اِس طرح بیٹھی رہی کہ اس نے اپنی ٹانگ تک نہیں ہلائی۔ اُسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا لیکن اُس کے دِل کے اندر فرشتے نے کہا آرام سے سنجیدگی سے بیٹھو اور برکت حاصل کرو۔ آپ کے دس سال کے بچّے بچیاں کیا اِس طرح سنجیدگی کے ساتھ عام طور پر بیٹھتے یا بیٹھ سکتے ہیں؟ میرے نزدیک جواب نفی میں ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آپ سے آگے نکل گئیں بلکہ اِس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اِنتہائی سنجیدگی سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ وہ آپ سے آگے نکل جائیں۔ جس وقت اللہ کی محبّت کے جوش میں، ایثار اور قربانی میں، خدا کی راہ میں زندگیوں کو فنا کرکے وہ خدا تعالیٰ کے قُرب کے حصول میں اپنے نفوس کے گھوڑوں کو ایڑیاں لگاتے ہوئے خولہؓ کی طرح بجلی کی مانند آپ سے آگے نکل گئیں تو خدا تعالیٰ انہیں آپ سے زیادہ پیار دے گا۔ آپ کی خدا تعالیٰ سے نہ کوئی رشتہ داری ہے اور

نہ اجارہ داری۔ تم جتنی اپنے ربّ سے محبّت کروگی اُتنے فضل اُس سے حاصل کرلوگی۔ جتنی اُس کی راہ میں قربانیاں دوگی اُتنے اُس سے انعام حاصل کرلوگی۔ خدا تعالیٰ تو کسی کا قرض نہیں رکھتا وہ اِس دُنیا میں بھی بہتوں کو دیدیتا ہے بعض کو نہیں بھی دیتا تاکہ دُنیا پر ثابت کرے کہ اس دُنیا کے اِنعامات کے لئے انہوں نے میری راہ میں قربانیاں نہیں دیں۔ میرے اُوپر ان کا ایمان پختہ اور کامل ہے۔ اُخروی زندگی اُن کے لئے اسی طرح ہے جس طرح گذری ہوئی کل جس میں کسی کو انکار ہی نہیں ہوسکتا۔ جس طرح ہم گذری ہوئی کل پر یقین رکھتے ہیں ویسے ہی یقین ہمیں آنے والی زندگی پر ہونا چاہیئے۔

پس جب ان کے اندر یہ حالت پیدا ہوگئی تو وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ انعام حاصل کریں گی اِس دُنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی۔ پھر آپ کو خدا اور اس کے فرشتے کہیں گے کہ تمہیں تو خدا تعالیٰ نے اپنے اِنتہائی پیار کے لئے منتخب کیا تھا، تمہیں تو محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے یکتا محبوب اور رُوحانی فرزند کی غلامی میں آنے کے لئے چُنا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ محبّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کِسی رُوحانی فرزند سے نہیں کی۔ کروڑوں اولیاء اور بزرگانِ اُمّت میں سے آپؐ کو چُنا اور فرمایا کہ اگر تم اس سے ملو تو اسے میرا اسلام پہنچانا۔ کتنا پیار تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے لئے موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہمیں کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم رُوحانی فرزند کی غلامی کے لئے تمہیں چُنا اور تمہارے علاقے اور مُلک میں اسے مبعوث کیا مگر پھر بھی تم نے اس کی غلامی میں اللہ تعالیٰ سے اِنتہائی پیار نہ کیا لیکن وہ جو سات ہزار میل یا پانچ ہزار میل یا تین ہزار میل دُور تھے جنہوں نے خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے مہدی کو دیکھا بھی نہیں تھا جو مرکز سے اتنے دُور تھے کہ پُورے حالات انہیں پہنچتے بھی نہیں تھے اور جو پہنچتے تھے وہ بھی مہینوں بعد جاکر پہنچتے تھے۔ اُن کے دِلوں میں محبّتِ الٰہی کی جو آگ بھڑک اُٹھی تمہارے دِلوں میں وہ آگ کیوں نہیں بھڑکی؟ آپ اِس کا کیا جواب دیں گی؟

پس میری یہ آپ کو تنبیہہ ہے دُنیا اور دُنیا کی لذّات اور اس کی TEMPTATION (ٹیمپٹیشن) اور اس میں جو ایک چمک دار جذب ہے اسے بھُول جاؤ۔ اپنے دِلوں میں ایک ایسی آگ جلاؤ جو اِس دُنیا اور دُنیاداری کے خیالات کو راکھ کر دے اور اللہ تعالیٰ کی محبّت کے لئے میدان صاف کردے۔ ہم نے مادی دُنیا میں بھی ایسی آگیں افریقہ میں جلتی دیکھی ہیں۔ وہاں اتنے درخت اور جھاڑیاں اور گھاس اور جڑی بُوٹیاں ہوتی ہیں کہ جنہیں ہاتھ سے صاف کرنا مُشکل ہوتا ہے۔ جس کسی نے وہاں مکان بنوانا ہو یا کاشت کرنی ہو تو وہ اُس جگہ آگ لگا دیتا

ہے۔ہر چیز جل جاتی ہے۔ وہاں سانپ بڑے ہوتے ہیں وہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ درندے وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔غرض اِس طرح زمین صاف ہو جاتی ہے۔تمہیں بھی اسی طرح اپنے دل کی زمین صاف کرنی پڑے گی پھر جا کر اللہ کے پیار کی عمارت وہاں کھڑی ہو سکے گی ورنہ نہیں۔ اور اگر آپ نے توحید کی یہ عمارت کھڑی نہ کی تو تمہارے پیچھے دوسری بہنیں آرہی ہیں اُن کے نفس اُن پر سوار نہیں ہیں وہ اپنے نفسوں پر سوار ہیں۔اُن کے نفس مُنہ زور گھوڑے کی طرح نہیں کہ سوار جدھر لے جانا چاہے اُدھر نہ چلیں بلکہ اُن کے نفس اُن کے قابو میں ہیں اور محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کی لگام کے ذریعہ اُن کے اشارے کو سمجھتے اور مالک کی مرضی کو جانتے ہیں اور وہ اسی شاہراہ پر دوڑتی ہوئی آرہی ہیں۔اُن کے دِل میں دُو آگیں بھڑک چکی ہیں ایک خدا اور رسُولؐ کی محبّت کی آگ اور ایک آپؐ کی صحابیاتؓ کے اُسوہ کی آگ۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم سے جو پہلے آئی ہیں وہ آگے نکل گئیں ہم کیوں پیچھے رہ جائیں وہ انتہائی زور لگا رہی ہیں اور اپنے گھوڑوں کو دَم نہیں لینے دے رہیں اور آپ سے قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہیں اگر آپ نے اپنی غفلت کو نہ چھوڑا تو وہ آپ کے پاس آئیں گی وہ پیار سے مگر فخر سے آپکی طرف دیکھیں گی اور کہیں گی کہ تم پہلے آئی تھیں اور پیچھے رہ گئیں۔ دیکھو! ہم کِس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دیتے ہوئے تم سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرتی چلی جاتی ہیں۔میری تو یہ خواہش ہے کہ آپ یہ آواز نہ سُنیں کہ پیچھے سے آنے والیاں آپ کے پاس سے گزرتی ہوئی یہ کہہ کر آگے نکل جائیں کہ ہم پیچھے آئیں اور آگے نکل رہی ہیں۔ آپ کی مثال تو وہ ہونی چاہیئے۔مثال تو وہ دُنیا کی ہے لیکن اپنے اُوپر چسپاں کر لیں۔

ایک عرب تھا اُس کے پاس دُو گھوڑے تھے۔ اس علاقے میں جو سب سے زیادہ تیز گھوڑا تھا اُس کا بھی وہ مالک تھا اور جو دوسرے نمبر پر آتا تھا اُس کا بھی۔ ایک دن چور آیا اور جو سب سے زیادہ تیز گھوڑا تھا اُسے اُس نے کھولا اور جب اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا تو مالک کی آنکھ کُھل گئی۔ دوڑ میں جو دوسرے نمبر پر گھوڑا آتا تھا اُس پر یہ سوار ہُوا اور چور کے پیچھے بھاگا اور قریب تھا کہ چور کو پکڑ لیتا۔ اُس وقت اسے خیال آیا کہ جو میرا گھوڑا نمبر ایک مشہور ہے اگر آج نمبر دُو گھوڑے نے اسے پکڑ لیا تو دُنیا کہے گی مَیں جُھوٹا تھا۔چنانچہ وہ پیچھے سے چور کو آواز دیکر کہنے لگا او کم بخت اس قسم کی آواز نکال جسے سُنکر یہ گھوڑا تیز ہوتا ہے۔چور نے جب وہ آواز نکالی تو گھوڑا ہَوا سے باتیں کرنے لگا اور کہیں سے کہیں نکل گیا اور یہ اس کو پکڑ نہ سکا۔

پس آپ اگر پیچھے رہ گئیں تو یاد رکھیں خدا نے آپ کو چُنا تھا نمبر ایک بننے کے لئے اَب بن جائیں گی نمبر ۲۔ آپ کی

بھی بدقسمتی ہے اور مجھے بھی افسوس ہو گا لیکن نہ خدا تعالیٰ کسی کا رشتہ دار ہے اور نہ خلیفۂ وقت کسی کا رشتہ دار ہے وہ تو ساری جماعت کا رُوحانی باپ ہوتا ہے جو رُوحانی میدان میں آگے بڑھے گا وہ اُس کی دُعائیں زیادہ لے گا اس کی طرف زیادہ توجہ کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ پیار کرے گا۔

اِس لئے اپنے نفسوں کو قابو میں رکھو اور ان کو تیز دوڑاؤ تاکہ جب دوسری قریب آئیں تو انہیں پتہ لگے کہ نمبر ایک آنے والا گھوڑا ابھی بیدار ہو گیا ہے اور اس کے سوار نے اس سے وہ سلوک کرنا شروع کر دیا ہے جس سے وہ تیز دوڑتا ہے۔ آپ آگے نکل جائیں خواہش تو یہی ہے لیکن مَیں تو اِس خواہش کو پُورا نہیں کر سکتا اِسے پُورا تو آپ ہی کر سکتی ہیں۔ مَیں نے آپ سے کچھ نہیں لینا نہ یہ خیال میرے دماغ میں آسکتا ہے نہ یہ حقیقت ہے۔میرے لئے تو سارے ہی ایک لحاظ سے مُردہ تھے سب کو اللہ تعالیٰ زندگی عطا کر رہا ہے۔میرے دِل میں آپ کے لئے درد ہے۔ آپ کے لئے دعاؤں کا جذبہ کسی ذاتی غرض کے ماتحت نہیں بلکہ اُس شفقت کے نتیجہ میں ہے جو خلیفۂ وقت کے دِل میں اللہ تعالیٰ جماعت کے لئے پیدا کرتا ہے۔ لیکن اس شفقت کی حقدار صرف آپ ہی نہیں، یہ دعائیں صرف آپ کے لئے وقف نہیں رہ سکتیں وہ جو باہر کے رہنے والے اور بعد میں آنے والے ہیں اگر انہوں نے آپ کی نسبت میرے رب سے زیادہ پیار کیا تو میرا دل آپ کے مقابلے میں اُن سے زیادہ پیار کرے گا اور وہ زیادہ دعائیں لے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے زیادہ وارث بن جائیں گے۔

مرد ہو یا عورت سُنو! کہ یہ دُنیا تو چند روزہ ہے اگلی سانس کا انسان کو پتہ نہیں ہوتا شیطان سر پر سوار رہتا ہے یہ سب کچھ بُھلا دیتا ہے۔ بڑے بڑے صحت مند جوان اور پہلوان قسم کے لوگ جن کے دوست سمجھتے ہونگے کہ انہوں نے سَو سالہ زندگی گذارنی ہے مگر سُورج بعد میں غروب ہوتا ہے اور انہیں موت پہلے آلیتی ہے۔ یہ عارضی زندگی ہے اِس کی خوشیاں اور اِس کی لذّتیں اور اِس کے آرام اور اس کی سہولتیں اور اس کی خوشحالی کوئی چیز نہیں اِس دُنیا میں بھی حقیقی لذّت وہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

مَیں یہ بات بتا چکا ہوں اِس کا دوبارہ اظہار کر دیتا ہوں۔ ایک دن مجھے کیا سُوجھی ایک رُوحانی جنون اور جوش تھا مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ! تُو نے مادی چیزیں پیدا کی ہیں اور انسان ان سے لذّت حاصل کرتا ہے۔ مثلاً دِل پسند، طیّب اور حلال کھانے ہیں ان سے ہمارا جسم بھی خوش ہوتا ہے ہماری زبان بھی لذّت محسوس کرتی ہے، ہماری رُوح بھی خوش ہوتی ہے۔ اِسی طرح اَور بہت سی مادی اشیاء ہیں جو انسان کو خوشی اور مسرّت پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ مگر مَیں نے دُعا کی کہ اے میرے رب! مَیں یہ چاہتا ہوں کہ تُو اِس

مادی دُنیا میں میرے مادی جسم کو مادی تدبیر کے بغیر مسرّت اور خوشی پہنچا۔ اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساری تاریں کھینچی جاتی ہیں چنانچہ خدا کا کرنا یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری رُوح اور اس مادی جسم میں ایسی لذّت اور سرور اور مزہ پیدا کیا کہ مَیں چوبیس گھنٹے اس لذّت سے سرشار رہا ایسی لذّت نہ کسی اچھے کھانے میں ہے نہ آرام دِہ بستر میں ہے۔ نہ ایسی لذّت دوستوں کی مجلس میں ہے نہ اچھے کپڑوں میں ہے نہ لپ سٹک میں ہے نہ غازہ میں ہے نہ اسراف میں ہے۔ اِس دُنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے۔ وہ ایک عجیب لذّت تھی۔ میرا دِل تو بس قربان ہو گیا اللہ تعالیٰ کا یہ پیار دیکھ کر کہ پاگلوں والا ایک سوال تھا۔ ایک مطالبہ تھا جس کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا لیکن خدا اپنی قدرت دکھانا چاہتا تھا مجھ سے سوال کروایا اور مجھے جواب دے دیا شاید یہ بتانے کے لئے کہ مَیں بھی سمجھوں اور یقین کروں اور آپ کو بھی سمجھا سکوں کہ جن لذّتوں کا وعدہ اس ورلی زندگی میں دیا گیا ہے یا خدا تعالیٰ کے فضل سے خوشحالی کے جو سامان اس دُنیا میں پیدا کئے جاتے ہیں اُن کا تعلق ان مادی اشیاء سے نہیں بلکہ محض اللہ کے فضل اور اُس کے رحم سے ہے۔ یہ دُنیا ہے کیا چیز؟ اور اس کے آرام اور اس کی سہولتیں ہیں کیا چیز؟ اس کی خوشحالی کی قیمت کیا ہے؟ پھُوٹی کوڑی سے زیادہ اِس کی قیمت نہیں ہے۔ لیکن خدا آپ سے جو وعدہ کرتا ہے وہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کی دُنیوی لحاظ سے کوئی قیمت ہی نہیں ہوتی۔ ساری دُنیا کے ہیرے اور جواہرات اور سونا چاندی اور دوسری سب چیزیں مل کر بھی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتیں۔ ایک آدمی سے جو وعدے کئے گئے اس کی قیمت بھی یہ دُنیا ادا نہیں کر سکتی۔

پس دُنیا کے اموال تو دُنیا میں بٹے ہوئے ہیں ایک آدمی کے پاس تو نہیں یہ تو دُنیا کی قوموں میں بٹے ہوئے ہیں یا اُن کے افراد میں بٹے ہوئے ہیں، ان کے لیڈروں میں بٹے ہوئے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ غریب آدمی کو بھی کچھ مل رہا ہے لیکن ساری دُنیا کے اموال اور ساری دُنیا کی دولتیں مل کر بھی خدا کے فضلوں کی قیمت نہیں چُکا سکتیں مگر خدا نے تمہیں کہا خدا تمہارے پاس آیا اور تمہارے کان میں پیار سے یہ بات کہی اور پیار کے یہ بول بولے میرے ہو جاؤ سب کچھ تمہارا ہو گا۔ ؎

جے تُوں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

ہمیں حضرت مسیح موعود اور مہدئ معہود علیہ السلام کے ذریعہ یہی پیغام ملا ہے لیکن اگر پھر بھی آپ نے یہ کہا کہ اے ہمارے ربّ! ابدی حیات لینے کی خاطر ہم ان عارضی خوشیوں کو کیسے چھوڑیں۔ اگر یہی جواب ہو اور اسی پر آپ قائم ہوں تو (خدا آپ پر رحم کرے) آپ سے زیادہ بدقسمت پھر کوئی نہیں۔ لیکن نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا ہے کہ خدا آپ کو ایسی جماعت دے گا جو اس کی راہ میں قربانیاں دینے والی ہو گی۔ افراد کٹ سکتے ہیں، افراد خودکشی کر سکتے ہیں۔ یہ رُوحانی طور پر خودکشی ہے کہ اللہ تعالیٰ اِنعام دے اور آپ کہیں نہیں ہم نہیں لیتیں۔ لیکن بحیثیت جماعت آپ اس کی راہ میں قربانیاں دینے والی ہیں۔ اِس حقیقت کو تو مَیں جانتا ہوں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پیچھے آنے والیاں آگے نکلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میرا دل کرتا ہے کہ جس تیزی سے آج وہ رُوحانی میدان میں دوڑ رہی ہیں اس سے بھی زیادہ تیز ہو جائیں لیکن میرا یہ بھی دل کرتا ہے کہ آپ ان سے تیز تر ہو جائیں۔ وہ آپ کی ہَوا کو نہ پہنچ سکیں کیونکہ آپ نے اس ہَوا میں سانس لیا جس ہَوا میں مہدی معہود نے سانس لیا تھا۔ آپ نے اس زمین کی پیداوار بطور غذا کے استعمال کی جس زمین کی پیداوار اور غذا مہدی معہود نے استعمال کی آپ نے ان کھیتوں کی رُوئی کے کپڑے پہنے جن کھیتوں کی رُوئی کے کپڑے مہدی معہود نے پہنے تھے۔ آپ اسی مٹّی کے خمیر سے بنی ہیں جس مٹّی کے خمیر سے مادی لحاظ سے مہدی معہود پیدا ہوئے تھے۔ اِس لئے اور یہاں صرف اِس لئے دِل یہ کرتا ہے کہ آگے آپ ہی رہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ آپ کا خدا پر کوئی حق ہے نہ اجارہ داری ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دیں گی تو محبّت پائیں گی۔ خدا کرے کہ آپ ہمیشہ قربانیاں دیتی رہیں اور خدا کرے کہ آپ ہمیشہ بحیثیت جماعت آگے ہی آگے بڑھتی رہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبّت اور اس کی رضا کی جنّتوں کو اور اُس کے فضلوں اور اس کی رحمتوں اور اس کی نعمتوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرتی رہیں۔ آپ بھی امام ہی بنی رہیں جس طرح جماعتِ احمدیہ بحیثیت جماعت ساری دُنیا کی امام بنائی گئی ہے۔ خدا کرے کہ دِل کی یہ خواہش پُوری ہو۔ خدا کرے کہ آپ کے دِل کی کھڑکیاں کھُلیں اور نُور ان میں داخل ہو اور اندھیرے وہاں سے غائب ہو جائیں۔ اللّٰھمّ آمین۔ اَب دُعا کر لیتے ہیں*

(اس کے بعد یہ نہایت ولولہ انگیز اور پُر اثر تقریر حضور کی دُعا پر اختتام پذیر ہوئی)

مغربی افریقہ کے دَورہ سے واپسی پر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ اور بعض دیگر اداروں کی طرف سے سپاسنامہ کے جواب میں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایمان افروز خطاب

مورخہ ۱۲ر فتح ۱۳۴۹ ہش بمطابق ۱۲۔دسمبر ۱۹۷۰ء بعد نماز عصر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں لجنہ اماء اللہ

مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ ربوہ، ناصرات الاحمدیہ اور سٹاف جامعہ نصرت، نصرت گرلز ہائی سکول، نصرت انڈسٹریل سکول اور فضلِ عمر جونیئر ماڈل سکول ربوہ کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز کے کامیاب و بامراد دَورۂ مغربی افریقہ کے سلسلہ میں دعوتِ عصرانہ کی تقریب میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو ایمان افروز تقریر فرمائی اس کا مکمل متن درج ذیل ہے

فرمایا:۔

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ ربوہ، ناصرات الاحمدیہ، جامعہ نصرت، نصرت گرلز ہائی سکول، نصرت انڈسٹریل سکول اور فضلِ عمر جونیئر ماڈل سکول کی پڑھانے والیوں کی طرف سے جو اِس وقت ایڈریس دیا گیا ہے مجھے ان کی وجہ سے یہ موقع ملا ہے کہ مَیں یہاں اپنے بعض خیالات کا اظہار کر سکوں۔

آپ خوش ہیں اور مَیں بھی خوش ہوں اور ہم دونوں اِس لئے خوش ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکے رحم کے نتیجہ میں ہمیں بھی جو مرد ہیں اور آپ کو بھی جو احمدیت کی مستورات ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا موقع عطا کیا کہ اس کی راہ میں قربانی اور ایثار کے نمونے پیش کریں اور اس نے توفیق دی کہ ہم قربانی اور ایثار کے اِن مواقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں۔ ہم امّید رکھتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ وہ ہماری ان ناچیز کوششوں کو قبول کرے گا اور ہماری سعی سعیٔ مشکور ہو گی۔

دُنیا میں بہت کم دَور ایسے ہوئے ہیں کہ جن اَدوار میں مرد اور عورت کو ایک جیسے عمل کی توفیق ملی۔ اگر آپ تاریخِ انسانی کو غور سے پڑھیں تو آپ کو کہیں بھی سوائے محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی نشأۃِ اولیٰ اور آپؐ کی نشأۃِ ثانیہ کے دَور کے یہ نظر نہیں آتا کہ ایک جیسی قربانی کرنے والی، ایک جیسی ایثار دکھانے والی عورتیں پیدا بھی ہوئی ہوں اور مَردوں سے کسی صُورت میں بھی وہ پیچھے نہ رہی ہوں لیکن انسانیت کا سُورج (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی تمام روشنی کے ساتھ جب انسانیت پر طلوع ہوا اور ایک کامل اور مکمل شریعت انسان کو عطا ہوئی تو ایک کامل انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دُنیا میں ظاہر ہوئی اور دُنیا نے اس کے جلوے دیکھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم جس پہلو سے بھی اُس زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اُس وقت کی فدائی اور ایثار پیشہ بہن اپنے بھائیوں سے پیچھے نہیں تھی۔ اُس وقت کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت اور پیار رکھنے والی اور اللہ تعالیٰ سے محبّتِ ذاتیہ کا تعلق بڑھانیوالی

بیوی اپنے خاوند سے پیچھے نہیں تھی اور نہ ماں اپنے بچّوں سے پیچھے تھی۔ ہر رنگ میں اور ہر طور پر دونوں مل کر ایک مکمل نمونہ انسانیّت کا نظر آتے ہیں۔ مالی قربانی میں وہ پیچھے نہیں تھیں۔ جانی قربانی میں وہ پیچھے نہیں تھیں۔ امن کے زمانہ میں وہ اپنے مرد باپ یا مرد خاوند یا مرد بھائی کے پہلو بہ پہلو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شاہراہ پر بشاشت کے ساتھ آگے ہی آگے قدم بڑھاتی چلی جا رہی تھیں۔

اِس وقت دُنیا دُنیوی لحاظ سے بہت ترقی کر چکی ہے۔ یورپ کے ممالک، امریکہ میں بسنے والے اور پھر روسی اور چینی لوگ جو پیچھے آئے اور آگے بڑھنے کی توقع رکھتے ہیں بہت سے میدانوں میں آگے بڑھ چکے ہیں یہ دُنیا جو متمدّن کہلاتی ہے اس میں بھی عورت کا حِصّہ قومی جدّوجہد میں اور قومی EFFORT (ایفرٹ) میں وہ نہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متّبعین میں یا آج آپؐ کے ایک عظیم رُوحانی فرزند کے متّبعین میں ہمیں نظر آتا ہے مثلاً یہی لے لو کہ ایک ذمّہ داری مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر آئندہ نسل کی تربیت کی ہے۔ آج اگر آپ یورپ، اس متمدّن یورپ، اس ترقی یافتہ یورپ، اس مغرور یورپ، اس متکبّر یورپ کی دُنیا میں جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ماں کو توجّہ نہیں اور اِس وقت بھی پرواہ نہیں۔ ہمارے وہاں کئی ملنے والے تھے اس وقت بھی ماں باپ کے خیالات اَور اور ان کی آئندہ نوجوان نسل کے خیالات اَور ہیں۔ ماں کو بھی شکوہ اور باپ کو بھی شکوہ۔ ماں بھی بے بس اور باپ بھی بے بس یہ نظارہ ہمیں نظر آتا ہے۔ اپنی خِفّت مٹانے کے لئے یہ دُنیا اب یہ کہتی ہے کہ اگلی نسل اپنا مقصود بھی خود بنائے اور اس کے لئے کوشش بھی خود کرے۔ جہاں تک دوسرے حِصّہ کا سوال ہے یہ تو درست ہے کہ ہر فرد نے اور ہر نسل نے اپنی بھلائی کے لئے خود ہی کوشش کرنی ہے اور اپنے عمل کے مطابق جزاء کو پانا ہے یہ درست ہے لیکن یہ کہ کوئی مقصود سامنے نہیں ہے اور نہ کوئی مطمحِ نظر ہے جو کہ ان کو سکھایا جا سکے اس میں وہ گُم کردہ راہ ہے۔ اِسلام کے آنے کے بعد قرآنِ عظیم کے نزول کے بعد مسلمان کے لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہماری منزلِ مقصود کیا ہے؟ کِس راہ پر ہم چل رہے ہیں اور کہاں ہم نے پہنچنا ہے؟ یہ چیز کھول کر اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔

ہماری منزل اور ہماری پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا اور اس کی محبّت میں فنا کے لبادہ کو اوڑھنا ہے۔ پہلی نسل تھی یا دوسری یا بیسیوں نسلوں کے بعد آج ہماری نسل اور ہمارے سامنے جو نوجوان احمدی مرد و عورت کی نسل ہے ان سب کا مطمحِ نظر اور ان کا مقصود یہی ہے کہ خدا سے پیار کرنا، اِس حد تک پیار کرنا کہ وہ قادر و توانا ہستی جس کے مقابلہ میں ساری مخلوق کی قیمت اس ذرّہ سے بھی کم ہے جو اس وقت

میری اور آپ کی جُوتی کے تلے شاید ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لگے ہوئے ہیں۔ہم ذرّہ ہائے ناچیز سے پیار کرنے لگے۔ اپنے اندر کچھ ایسا تغیّر پیدا کرنا اپنی زندگی پر کچھ ایسا رنگ چڑھانا کہ وہ قادر و توانا ہم جیسے عاجزوں سے پیار کرنے لگے۔ یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ہم سے پہلوں کی زندگیوں کا مقصد بھی یہی تھا اور آنے والی نسلوں کا بھی یہی ہے۔ اور جو دوسرا حصّہ ہے اس کا ایک بوجھ تو آنے والوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھانا ہے نہ مَیں ان کا بوجھ اُٹھا سکتا ہوں نہ آپ ان کا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔عمل انہوں نے ہی کرنا ہے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی انہوں نے ہی دینی ہے۔لیکن ان کے ذہنوں کی تربیت اس رنگ میں کر دینا کہ وہ اس عظیم تعلیم کو سمجھنے لگیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ ہمارا کام ہے پہلی نسل کا کام دوسری کی تربیت اس رنگ میں کرنا ہے۔لیکن آج متمدّن دُنیا کی عورت بے بس نظر آتی ہے۔ وہ خود کہتی ہے کہ پتہ نہیں ہماری آئندہ نوجوان نسل کو کیا ہو گیا ہے کہ ہماری باتیں نہیں سُنتے۔ وہ بات اِس لئے نہیں سُنتے کہ نہ تو تمہیں پتہ لگا کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے ؟ نہ تم اِس قابل ہو کہ انہیں ہی سمجھ سکو کہ ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔ یہ تو مَیں نے اِس بات کی ایک مثال دی ہے کہ اگرچہ بعض پہلوؤں سے دُنیوی رنگ میں یہ اقوام بڑی آگے نکل گئی ہیں لیکن اس وقت بھی ان ملکوں میں اور ان اقوام میں دُنیوی لحاظ سے جو عظیم جدّوجہد جاری ہے اس میں مرد اور عورت کا ایک جیسا حصّہ نہیں ہے۔ایک پہلو عورت کا بڑا کمزور نظر آتا ہے۔مرد کہتا ہے کہ مَیں فیکٹری میں جا کر کام کرتا ہوں نیز دوسری جگہ کام کر رہا ہوں اور دل کو تسلّی دیتا ہے کہ یہ مَیں قوم کی خیر خواہی کے لئے کر رہا ہوں صرف اپنے لئے پیسے نہیں کما رہا۔ اگرچہ وہاں عورتیں بھی مردوں کی طرح کمانے کی فکر میں لگی ہوئی ہیں لیکن مردوں کی نسبت عورت کی اکثریت گھر میں رہ کر اپنی ذمّہ داری کو نباہ لیتی ہے۔عورتوں کی آبادی کی اکثریت اپنے وقت کا زیادہ حصّہ گھروں میں رہتی ہیں یا پھر دونوں میاں بیوی مِل کر کام کرتے ہیں یا سینماؤں، ناچ گھروں اور شراب خانوں میں جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

بہرحال عورت تربیت کے لحاظ سے مرد سے پیچھے ہے۔ مرد تو بچّوں پر غصّے بھی ہو جاتا ہے لیکن ماں آج بالکل بے بس نظر آ رہی ہے۔اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور پھر آج بھی نظر آتا ہے کہ ماں اپنے بچّے کا مر جانا پسند کرتی ہے لیکن یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ خدا اور رسولؐ سے بے وفائی کرے۔ یہ استثناء کہ ہر قوم میں اور ہر الٰہی سِلسلہ میں کمزور ایمان والے بھی ہوتے ہیں، منافق بھی ہوتے ہیں اپنی جگہ درست ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک بہت بھاری اکثریت ایسے مردوں

اور ایسی عورتوں کی ہے کہ جو پہلو بہ پہلو اپنی ذمّہ داریوں کو نباہتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے ہیں اور حکم اکثریت پر ہی لگایا جاتا ہے۔ اکثریت کو دیکھ کر ہی فیصلہ کیا جاتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ کی یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جس کی نظیر آج کی دُنیا میں نہیں ملتی اور اُمّتِ مُسلمہ کی یہ ایسی خصوصیّت ہے کہ جب وہ بیدار ہوا اور اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھنے والی ہو جیسا کہ پہلی تین صدیوں میں ہُوا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ذریعے اب یہ شروع ہو چکا ہے یہ اُمّتِ محمدیہ کی ایسی خصوصیّت ہے جس میں دوسری اقوام نے آدم سے لے کر آج تک اُمّتِ محمدیہ کا مقابلہ نہیں کیا اور نہ کر سکتے ہیں وہ یہ کہ عورت مردوں سے پیچھے نہیں اور مرد عورتوں سے پیچھے نہیں۔

یرموک کے میدان میں حضرت ابو عبیدہؓ جو اُس وقت مسلمانوں کے جرنیل اور سپہ سالار تھے انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا کہ تم مردوں کی صفیں درست کرو مَیں عورتوں کو جا کر نصیحت کرتا ہوں۔ اُس وقت عورت مرد دونوں میدانِ جنگ میں جاتے تھے چنانچہ حضرت خالدؓ اپنے کام میں لگے ہوئے تھے اور سپہ سالارؓ رات کا قریباً سارا وقت مختلف فوجی گروہوں کے پیچھے خیموں میں پھرتے رہے جن میں عورتیں قیام پذیر تھیں۔ انہوں نے عورتوں کو یہ بات سمجھائی کہ دیکھو تم خیموں میں ہو جنگ ہو گی ہماری تعداد تھوڑی ہے اور قیصر کی فوجوں کی تعداد بہت زیادہ ہے (تاریخ کی کُتب میں اختلاف ہے لیکن) عام اندازہ یہ ہے کہ اڑھائی لاکھ فوج قیصر کی تھی اور قریباً چالیس ہزار کی فوج مسلمانوں کی تھی اُنھوں نے اپنی بہنوں سے کہا کہ مسلمان بھاگے گا تو نہیں یہ تو مجھے پتہ ہے لیکن جو تعداد کا فرق ہے وہ ان کو دباتے ہوئے اور دھکیلتے ہوئے پیچھے لے آئے گا۔ پس جس وقت وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے تمہارے خیموں کے پاس پہنچیں تو اپنے خیموں کے ڈنڈے پکڑ لینا۔ اگر گھوڑ سوار مسلمان ہوں تو اُن کے گھوڑوں کے مُنہ پر جا کے مارو اور اگر پیدل فوج کے سپاہی ہوں تو تم ان کو ڈنڈے مارو اور کہو کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم پیچھے آ گئے ہو۔

اگلے دِنوں میں وہی ہُوا جو ان کا خیال تھا۔ پہلے دائیں طرف سے اور پھر بائیں طرف سے پھر درمیان سے اور پھر ایک دِن قیصرِ روم کی فوجوں نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ سارے محاذ پر پیچھے ہٹتے رہے اور تین چار دن یہ واقعہ ہوتا رہا۔ پہلے جب دائیں طرف سے پیچھے ہٹے تو مسلمان عورتیں خیموں کے ڈنڈے اُٹھا کر ان پر جا پڑیں اور کہا کہ تم بے غیرت ہو کیوں پیچھے ہٹ رہے ہو۔ یہی حال بائیں طرف کی فوج سے ہُوا اور یہی درمیان کی فوج سے ہُوا اور پھر آخری دن اتنا زبردست حملہ تھا کہ ساری فوج پیچھے ہٹ رہی تھی۔ یہی حال ان کے

ساتھ ہوُا۔

ہندہ جو ایک وقت میں مسلمانوں کی بڑی دشمن تھی آگے بڑھی اور اُس نے ابوسفیان کے سر پر ڈنڈا مارا اور کہا کہ مسلمانوں کے خلاف تو بہادر بنے ہوئے تھے لیکن آج جبکہ تمہارا سینہ نُورِ اسلام سے منوّر ہو گیا ہے تم پیچھے ہٹ رہے ہو۔ ان کو یہ سکھایا گیا تھا کہ جب پیچھے ہٹنے والے ابھی دُور رہی ہوں تو ان کے اُوپر پتّھر مارنا، پھر اس کے بعد ان کو خیموں کے ڈنڈے مارنا۔ پس وہ ان کو مار مار کر واپس کر دیتیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک مسلمان نے کہا کہ رومیوں کے سامنے آنا اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا اپنی عورتوں کا سامنا کرنا ہے۔ پھر جبکہ ایک وقت میں بائیں طرف مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو بڑی ابتری پیدا ہوئی۔ اس وقت کوئی خیموں کے ڈنڈے لیکر کوئی تلواریں لے کر غرض جو کسی کے ہاتھ میں آیا وہ مردوں کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہو گئیں اور لڑنا شروع کیا۔ اِس موقع پر خولہؓ کو دشمن کی تلوار لگی (جن کا ذکر مَیں پہلے آپ کے ایک اجتماع میں کر چکا ہوں) اور اللہ نے فضل کیا مری نہیں بلکہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ لوگ سمجھے کہ شہید ہو گئی ہیں۔ اُن کے بھائی ضرارؓ کو پتہ لگا اور جب ذرا فوج سنبھلی تو وہ وہاں آئے اور دیکھا کہ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی ہیں اُس وقت اُن کو ہوش آ گئی تھی انہوں نے کہا تم جا کر اپنا کام کرو ہم اپنا کام کر رہی ہیں۔

یہ تو مَیں نے ایک مثال دی ہے جس پہلو سے بھی آپ دیکھیں مسلمان عورت مسلمان مرد سے پیچھے نظر نہیں آتی پہلو بہ پہلو کھڑی ہے۔ اِسی وجہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث مسلمان مرد بنے وہاں اسلام میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہماری بہنیں، ہماری مائیں اور ہماری بیویاں بھی بنیں۔ یہ تین رشتے ہماری دوسری صنف کے ساتھ زیادہ ہیں۔

وہی زمانہ اب آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ ولا فخر، کبر اور غرور تو دِل میں پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ ہمارے پیارے اللہ کو یہ پسند نہیں ہے لیکن اس کے فضلوں پر حمد کرنا ہمارا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی ادائیگی کے لئے ہی مَیں یہ بات کر رہا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہر وقت پڑھنا چاہیئے اور شُکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضلوں سے ہمیں یہ مواقع بہم پہنچائے ہیں اور توفیق عطا کی ہے کہ ہم اسکی راہ میں قربانی کے بعد قربانی دیتے چلے جائیں۔

میرا دَورہ جو آج وجہ اجتماع ہے اس میں ایک تو منصورہ بیگم میرے ساتھ تھیں اگر یہ میرے ساتھ نہ ہوتیں تو مَیں بغیر کسی مبالغہ کے کہہ سکتا ہوں کہ میرا کام ادھورا رہ جاتا۔ مَیں تو عورت سے مصافحہ نہیں کرتا اور ابھی اُنکی

تربیت اتنی نہیں ہوئی کہ ساری کی ساری کو یہ پتہ ہو کہ مردوں سے مصافحہ نہیں کرنا۔ کچھ تربیت کی کمی کی وجہ سے کر لیتی ہیں اِخلاص کی کمی کی وجہ سے نہیں اور کچھ نہیں بھی کرتیں۔ اگر مَیں اکیلا ہوتا تو ہماری افریقہ کی بہنوں کی پیاس نہ بُجھتی، سیری نہ ہوتی۔ ان کی سیری کا اللہ تعالیٰ نے یہ سامان کیا کہ منصورہ بیگم کو یہ توفیق دی کہ گھنٹوں ان میں بیٹھ کر ہزاروں سے ایک وقت میں مصافحہ کیا۔ بچّوں کو پیار کیا۔ نصیحتیں کیں۔ یہ تو ہمارے اس حصّہ کا ذکر ہے۔

وہاں کی جو احمدی عورت ہے وہ اپنے مردوں سے کم نہیں بلکہ بعض پہلوؤں سے تو شاید مردوں سے آگے نکل گئی ہو۔ مالی قربانی میں وہاں مجموعی طور پر شاید عورت آگے ہو ویسے انفرادی طور پر تو کوئی آگے ہے اور کوئی پیچھے ہے۔ مثلاً میرے علم میں وہاں کوئی ایسا فرد نہیں ہے جس اکیلے نے پچیس تیس ہزار پونڈ احمدیت کے لئے ایک وقت دے دیئے ہوں لیکن میرے علم میں ایسی افریقن (دُنیا نے جس کو نفرت اور حقارت سے دیکھا) احمدی بہن ہے جس نے ایک وقت میں پچیس تیس ہزار پونڈ یعنی چھ لاکھ روپیہ جماعت کے لئے دے دیا۔ انہی کو مَیں نے کہا تھا کہ ہمارا ارادہ افریقہ میں براڈ کاسٹنگ سٹیشن لگانے کا ہے اور میرا اندازہ ہے کہ اس پر ایک لاکھ پاؤنڈ خرچ آئے گا (اُس وقت تو اندازہ ہی تھا بعد میں جب معلومات حاصل کی ہیں تو قریباً وہی درست نکلا ہے کچھ دو چار ہزار پاؤنڈ کم ہے لیکن ایک لاکھ پاؤنڈ کے قریب خرچ آ جائے گا) مَیں نے انہیں کہا کہ مَیں اس کی جماعت میں اپیل نہیں کروں گا۔ مَیں عورتوں میں اپیل کروں گا یعنی نائیجیریا کی عورتوں میں اور آپ بہنیں اِس کام کے لئے تیار رہیں اور پیسے اکٹھے کریں تاکہ ہم براڈ کاسٹنگ اسٹیشن لگانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اُس نے بڑی بشاشت سے کہا کہ ہاں جو ہم سے ہو سکا ہم کریں گی۔ ہم اِس تحریک اور منصوبہ میں پُوری قربانی دیں گی اور اِسے کامیاب کریں گی۔

اُن میں اِس قدر شوق اور جذبہ ہے (جتنی تربیت ہم اُن کو دے سکے ہیں اتنی تربیت انہوں نے حاصل کی ہے) لیکن جو جذبہ ان میں تربیت حاصل کرنے کا ہے اس میں شاید آپ بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتی ہوں اوُ اسی وجہ سے مَیں نے اس خطرے کا اظہار کیا کہ آپ کو مواقع بھی ہیں آپ کو تربیت بھی ملتی رہتی ہے اور ہر طرف سے آپ کے کان میں نیکی کی باتیں پڑتی ہیں اور جذبہ بھی ہے۔ یہ تو درست ہے انہیں تربیت کا موقع نہیں ملا لیکن جہاں تک جذبے کا سوال ہے وہ آپ سے پیچھے نہیں، آپ کے برابر نہیں بلکہ آپ سے آگے ہیں۔ جُوں جُوں اور جب بھی ان کو تربیت کا موقع ملا وہ آپ سے آگے نکل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ تو کسی کے ساتھ رشتہ داری نہیں رکھتا جو آگے نکلیں گی وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ پیار کو حاصل کریں گی۔ آئیں گی بعد میں اور رلے جائیں گی زیادہ، یہ تو شرم کی بات۔ ان کو آگے نہیں نکلنے دینا چاہیئے۔ میرے لئے آپ اور وہ سارے برابر ہیں۔ میری

رُوحانی بچیاں ہیں وہ بھی اور آپ بھی اور میرا دِل یہ نہیں کرتا کہ کوئی کسی سے پیچھے رہ جائے۔لیکن جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے وہ مقام ایسا نہیں کہ جو پیچھے رہ جائے اُس بچی سے مَیں زیادہ پیار کروں اور جو خدا کی راہ میں آگے نکل جائے اُس بچی سے مَیں تھوڑا پیار کروں۔جو بچی یا بچہ اِس معنی میں اچھا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ پیار کرنے والی اور زیادہ پیار کرنے والا اور زیادہ اس کی راہ میں قربانی دینے والی اور اس کی راہ میں قربانی دینے والا وہ بہرحال میری توجہ کو اور میرے دل کو اپنی طرف کھینچے گا مجھ سے زیادہ دعائیں لے گا اور مَیں اللہ تعالیٰ سے اُس کے لئے زیادہ رحمت اور زیادہ برکت اور زیادہ مغفرت اور زیادہ رضا کے لئے دعائیں کروں گا۔مَیں اپنے علم کے مطابق ہی خدا سے کہوں گا کہ اے میرے ربّ! مجھے پتہ نہیں کہ ان کے دِل میں کیا ہے لیکن جو میری آنکھ دیکھتی ہے کہ دوسروں سے آگے نکل گئے اور دوسروں سے آگے نکل گئی ہیں اگر تیرا علم کامل یہی کہتا ہے جو میرا علم ناقص مجھے کہہ رہا ہے تو اپنے علمِ کامل کے نتیجہ میں تُو اس کے مطابق ان سے معاملہ کر۔

بہرحال میری دُعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔یہ تو ایک ضمنی چیز تھی اصل چیز مَیں یہ بتا رہا ہوں کہ بحیثیت جماعت یہی ایک جماعت دُنیا میں ہے کہ جس میں نہ مرد عورت سے پیچھے ہے نہ عورت مرد سے پیچھے ہے۔اِس پاک جماعتِ احمدیہ کی یہ عجیب خصوصیت ہے جو کہیں اَور نظر نہیں آتی۔اپنے ملک میں تو کیا غیر ملک جو بڑے ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں اُن میں بھی یہ بات نظر نہیں آتی کہ عورتیں مردوں کے برابر چل رہی ہوں۔یہ ٹھیک ہے جس وقت ڈانس کے لئے جانا ہوتا ہے وہ مرد کے پہلو بہ پہلو ہوتی ہے۔جس وقت شراب خانے جانا ہوتا ہے وہ مرد کے پہلو بہ پہلو ہوتی ہے۔جس وقت کِسی اَور تفریح کے لئے وہ جا رہے ہوتے ہیں وہ مرد کے پہلو بہ پہلو ہوتی ہے ہمارے بعض علاقوں کے رواج کے مطابق مرد سے دس قدم پیچھے نہیں چل رہی ہوتی لیکن جہاں تک خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی دینے کا سوال ہے تو کوئی بھی نہیں دے رہا اِلّا ماشاء اللہ جو مسلمان ہو رہے ہیں جہاں تک ملک کے لئے یا اس سے بھی پہلے مجھے یہ کہنا چاہیئے انسانیّت کے لئے قربانی دینے کا سوال ہے مرد آگے ہے اور عورت پیچھے ہے۔یہ نظارہ ہمیں وہاں نظر آتا ہے۔

دُنیا میں انسانیت کی تاریخ میں صرف محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی زندگی اور ابدی حیات کے دَور میں ہمیں دو دفعہ یہ نظر آیا ایک نشأۃِ اولیٰ کے موقع پر اور اب دوسری بار نشأۃِ ثانیہ کے موقع پر کہ نہ مرد عورت سے پیچھے نہ عورت مرد سے پیچھے، دونوں بظاہر ایک جیسے مستحق۔دِلوں کا حال اللہ جانے بظاہر دونوں ایک جیسے مستحق اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا اور اس کی رحمت پانے والے۔

یہ بڑا ہی حسین نظارہ ہے کہ ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پیار لینے کا اور اس کی رضاء کے حصول کا جہاں تک تعلق ہے مرد و زن میں کوئی فرق نہیں۔ایک مثال مَیں نے آپ کو دی ہے۔ اگلی نسل کا جہاں تک سوال ہے امریکہ بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یورپ بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، رُوس اور چین بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔چین کو بھی کلچرل اور ریوولیوشن کے ذریعہ یہ ثابت کرنا پڑا کہ چین کی ماں تربیت میں ناکام ہو گئی ہے۔ کلچرل ریوولیوشن اِس بات کا ثبوت ہے کہ عورت اپنے مشن میں ناکام ہوئی۔ہمیں کسی کلچرل ریوولیوشن کی ضرورت نہیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے (اللہ تعالیٰ توفیق بھی دے اور رحم بھی کرے استثناء تو ہوتے ہی ہیں) یہ توفیق دی ہے کہ ہم اپنی اگلی نسلوں کو سنواریں۔

ہر وقت ایک جدّوجہد جاری ہے کام بڑا مشکل ہے۔یہ صحیح ہے کہ نئی پیدائش ہے ابھی جماعت چھوٹی ہے اِس میں نئے نئے لوگ باہر سے آ کر داخل ہو رہے ہیں۔جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں عذاب کے رنگ میں آسمان سے بھی بارش نازل ہوئی اور زمین سے بھی پھُوٹی۔اب رحمت کے طور پر اللہ تعالیٰ ہماری تعداد میں وسعت پیدا کر رہا ہے۔نیچے سے بھی اور چاروں طرف سے بھی پانی ہمارے اندر آ کر مِل رہا ہے۔پیدائشی بھی اور باہر سے بھی لوگ آ کر مِل رہے ہیں اِس لئے ہماری ذمّہ داری بڑھ جاتی ہے، ہمارا کام اَور مشکل ہو گیا۔ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم "کِس کِس کو سنبھالیں" ہم نے ہر ایک کو سنبھالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھ بھی دی ہے اور ہمارے اندر جذبہ بھی پیدا کیا ہے۔پس مَیں اور آپ اِس بات پر بھی خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم بھی اس گروہ میں جا شامل ہوئے جس پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی بارش اِس کثرت سے ہوئی کہ دُنیا نے وہ نظارہ کہیں اَور نہیں دیکھا۔ہم اس گروہ میں شامل ہو گئے جس میں مرد اور عورت ہر دو اللہ تعالیٰ کے پیار کو ایک جیسا حاصل کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ آئندہ بھی ہمیں اور ہماری نسلوں کو بڑے لمبے عرصے تک یہ توفیق دیتا چلا جائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ اور تربیت کے نتیجہ میں ایک مجوبہ جو ظاہر ہُوا ہے یہ ایک بے مثال چیز جو ظاہر ہوئی ہے کہ ایک ایسی قوم تیار ہو گئی کہ جس کے مرد اور جس کی عورتیں اللہ تعالیٰ سے ایک جیسا پیار حاصل کرنے والے ہیں۔یہ پیار مرد و زن حاصل کرتے چلے جائیں۔خدا کرے کہ ہم بھی اور قیامت تک آنے والی نسلیں بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے والی ہوں۔آمین

(الفضل ۲۰-۲۲-۲۳ر فروری ۱۹۷۲ء)

جلسہ سالانہ ۱۹۷۰ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا خواتین سے روح پرور خطاب

تشہد وتعوّذ اور سُورہ فاتحہ کے بعد حضور نے سُورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (توبة : ۲۴)

پھر فرمایا:۔

عورت کی ایک تصویر تو انسان کی آنکھ میں وہ تھی جس تصویر کو آپ نے ابھی ایک نظم[1] کی صورت میں (جو ابھی پڑھی گئی ہے) دیکھا اور سُنا۔ مرد کی دھتکاری ہوئی انسانیت اس کی طرف جُھکتی بھی تھی اور اس سے بیزار بھی تھی مذہب اس کی حفاظت کے لئے عملاً تیار نہ تھا بُتوں پر اکثر وہی قربان بھی کی جاتی تھی۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے لئے ایک مُحسن کی حیثیت میں دُنیا کی طرف مبعوث ہوئے اور اس بھدّی اور بدصورت اور بھیانک شکل اور تصویر کو بدل دیا اور اس فریم میں سے اس کو نکال کر باہر پھینکا جہاں وہ جُڑی ہوئی تھی۔ اور اس کی جگہ خدا کی پیدا کردہ عورت کو اس شکل میں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا تھا ایک نئی شکل میں رکھا اور فریم کیا۔

جو آیت مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے اس میں وہ عورت جس نے اپنے پیدا کرنے والے ربّ سے پیار کیا اور جس نے اپنے ربِّ کریم کے پیار کو حاصل کیا اس کی تصویر بیان ہوئی ہے اور مختلف زاویوں سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہر زاویہ سے ہمیں وہ اللہ کی نگاہ میں حسین اور اس کی محبوب نظر آتی ہے اگر وہ اپنی پاکیزگی سے

---

[1] حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی معروف نظم ؎

رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی (مرتب)

خود کو ایسا ثابت کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورت کے دِل میں بھی اور اس کی فطرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی محبّت کو پیدا کیا ہے اور اسلام کے ذریعہ یہ محبّت شعلہ زن ہوگی اور ہر دوسری چیز کو جلا کر رکھ دے گی۔ باپ کو خدا اور اس محمدؐ کے مقابلہ میں کچھ نہ سمجھا جائے گا۔ اس مقدّس عورت کے نزدیک بھائی کو پیار بعد میں ملے گا اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیار پہلے ملے گا۔ خاوند کی ذمّہ داریاں ادا کرتے ہوئے بھی ان ذمّہ داریوں کو نہیں بُھلایا جائے گا جو اللہ اور اُس کے رسولؐ نے خدا کی محبوبہ پر عاید کی ہیں۔ بیٹوں سے پیار کوئی قیمت نہیں رکھے گا اگر ان کی قربانی کی ضرورت پڑے گی تو خدا اور اس کے رسولؐ کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اپنے بچّوں کو قربان کر دیا جائے گا۔ مال و دولت سے دُنیا محبّت کرتی ہے لیکن خدا نے عورت کو جس فطرتِ صحیحہ پہ مرد کے پہلو بہ پہلو پیدا کیا اور کھڑا کیا ہے وہ فطرت جب روشن ہوگی اور منوّر ہوگی تو مال و دولت کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے پرے کر دے گی اور خدا اور رسُولؐ کے مقابلے میں مال کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی۔

عورت کو مرد کی نسبت اپنے گھر سے زیادہ پیار ہوتا ہے لیکن وہ عورت جو اپنے گھر کی مالکہ بھی ہے اور اپنے گھر کو نہایت خوبصورت بنانے کے لئے کوشاں بھی رہتی ہے۔ اِس تمام بات کے باوجود جب اللہ کی آواز اس کے کان میں پڑے گی تو اپنا گھر بار چھوڑ دے گی اور وہاں پر جائے گی جہاں خدا اُسے کہے گا کہ جاؤ اور میری خاطر جا کر وہاں تم کام کرو۔

پھر فرمایا کچھ مُنکر بھی ہیں، کچھ باغی بھی ہیں، کچھ فاسق بھی ہیں انہیں بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا نے آسمانوں پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دُنیا کے حقیقی بادشاہ ہیں اور حقیقی بادشاہ بنیں گے اور خدا کی یہ تقدیر اس دُنیا میں جلوہ گر ہوگی اور اِسلام کی حسین اور پیاری اور پیار کرنے والی تعلیم کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہوگی۔ تم اپنے شک یا اپنے انکار کی وجہ سے آج انکار کر سکتے ہو اور انتظار میں پڑ جاؤ گے کہ وعدے تو عظیم کئے گئے ہیں دیکھیں وہ پورے بھی ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر پُورے ہوتے ہیں تو کِس رنگ میں پُورے ہوتے ہیں۔ وعدے پورے ہوں گے لیکن فاسق جو قریب تو آیا لیکن اس کی آنکھ نے اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن کو نہیں دیکھا وہ ناکام بھی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گِر بھی جائے گا۔

یہ تصویر ہے جو عورت کے مُحسنِ اعظمؐ نے دُنیا کے سامنے عورت کی پیش کی۔ وہ اپنے فرائض کو تو ادا کرتی ہے لیکن باپ سے بھی زیادہ، بھائی سے بھی زیادہ، بیٹے سے بھی زیادہ اور اپنے خاوند سے بھی زیادہ اللہ

اور اُس کے رسُول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ اِس دُنیا میں اُسے مالِ کثیر دیتا ہے تو وہ سمجھتی ہے میرا امتحان ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ جو مال اُس نے مجھے دے کر میرا اِمتحان لینا چاہا آیا مَیں اس امتحان میں پاس ہوتی ہوں یا نہیں، اس ابتلاء میں پوری اُترتی ہوں یا نہیں۔

گھر سے اسے محبّت ہے لیکن جب کسریٰ اور قیصر جیسی عظیم دُنیوی حکومتیں اور سلطنتیں یہ منصُوبہ بنا رہی تھیں کہ اسلام کو دُنیا سے مٹا دیا جائے اُس وقت مسلمان عورت کے دل میں اپنے گھر کی محبّت نہیں مچل رہی تھی، وہ گھر بار چھوڑ کر اپنے رشتہ داروں سے دُور، اس ماحول سے دُور، اس فضا سے دُور جہاں اُس نے پہلا سانس لیا اور پرورش پائی سرحدوں پر پہنچ گئی۔ اکیلی نہیں پہنچی بسا اوقات وہ اپنے بیٹوں کو لے کر گئی اور وہاں آگ میں اُنہیں جھونک دیا اور کہا خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤ تم سے زیادہ مَیں اپنے ربّ سے پیار کرنے والی ہوں۔ وہ اکیلی نہیں گئی وہ اپنے خاوندوں کو ساتھ لے کر گئی اور اُن کو کہا کہ میرا تمہارے ساتھ جو تعلق ہے اس سے کہیں زیادہ میرا پختہ تعلق میرے رَبّ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جاؤ اور جنگ میں حصّہ لو اور اگر وہاں شہید ہو جاؤ تو میری خوشی کا باعث ہو گے۔ وہ اپنے باپوں کو لے کر گئی۔ وہ اپنے بھائیوں کو لے کر گئی۔ وہ اپنے خاوندوں کو سرحدوں پر لے کر گئی۔ وہ اپنے بیٹوں کو لے کر گئی اور سب کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔

یہ افشاں ہے مسلمان عورت کی مانگ میں جو محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی۔ سب کچھ قربان کرنے کے بعد اس نے اپنے ہونٹوں پر الحمدللہ کی لِپ سٹک لگائی اور اس کے ہونٹ ہر وقت خدا کی حمد میں ہی مصروف رہے۔ اس کے دِل میں ماحول کی تاریکی کا کوئی گذر نہیں تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی قدرتوں اور اس کی رحمتوں کو دیکھتی اور اپنے دِل کو ان سے منوّر کرتی۔ یہ مختلف پہلو ہمیں عورت کی اُس تصویر کے نظر آتے ہیں جو تصویر کہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی اِس عظیم پیدائش یعنی عورت کی دُنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ اِس کی چند مثالیں مَیں اِس وقت آپ کے سامنے رکھوں گا۔ خدا اور اس کے رسول ؐ سے پیار، اِتنا پیار کرتی تھی ایک مُسلمہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اِس زمانہ میں بھی محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اِنسان حیران ہوتا ہے کہ یہ کونسی مخلوق ہے جس کے دِل میں دُنیا کی کسی چیز کا پیار نہیں اگر پیار ہے تو صرف خدا اور اس کے رسُول ؐ کا ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مختلف مہمات پر مدینہ سے باہر جاتے تھے تو مدینہ کی عورتیں بے چین ہو جاتی تھیں۔ ان کا سکون، ان کا آرام اور ان کی راحت ان سے چِھن جاتی تھی۔ جب تک آپؐ باہر رہتے مدینہ کی مسلمان عورت دُعا میں مشغول رہتی، وہ صدقات دیتی، نذریں مانتی، اپنی اپنی سمجھ اور ہمّت اور توفیق کے مطابق وہ نذریں مانتی تھی۔ کوئی کہتی ہو گی کہ آپؐ صحیح سلامت واپس آئیں مَیں اُونٹ ذبح کروں گی کوئی کہتی ہو گی مَیں اِتنے دُنبے ذبح کروں گی۔ ایک بے چاری غریب کے پاس شاید کچھ نہ تھا اُس نے ایک موقع پر یہ نذر مانی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کے فضل سے صحیح سلامت مدینہ واپس آئیں گے تو مَیں آپؐ کے سامنے دف بجا بجا کر گیت گاؤں گی۔ پیار کا ایک جلوہ اور مظاہرہ ہے جو اس نے جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر رکھا۔ جب آپؐ اللہ کے فضل سے صحیح سلامت واپس آئے تو یہ غریب مسلمان عورت (جس کے پاس نذر ماننے کے لئے اَور کچھ نہیں تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور کہنے لگی مَیں نے اپنی خوشی کے اظہار کے لئے اس وقت جب آپؐ صحیح سلامت واپس آجائیں گے یہ نذر مانی تھی۔ آپؐ نے محبّت کے اِس تحفہ کو قبول کیا اور اس کی آرزُو کو پُورا کیا۔

غزوۂ تبوک پر جب آپؐ تشریف لے گئے تو ایک صحابی رضؓ کہیں مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کچھ ایک منزل یا غالباً دو منزل چلے گئے ہوں گے اُس وقت وہ صحابی رضؓ لمبے عرصہ کے بعد مدینہ اپنے گھر واپس آئے گھر میں داخل ہوئے اور بیوی کی طرف پیار سے آگے بڑھے لیکن اس کے تیور بدلے ہوئے تھے وہ غصّے سے آگے بڑھی پیار کے لئے نہیں بلکہ دونوں ہاتھوں سے اُس نے اپنے خاوند کو دھکّا دیا اور کہا کہ تم میری طرف اِس طرح کیوں آرہے ہو تمہیں پتہ نہیں کہ خدا کا رسُول ؐ اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے مدینہ سے روانہ ہو چکا ہے جاؤ اور اپنا فرض ادا کرو اور اگر زندہ بچ گئے اور شہادت تمہیں نصیب نہ ہوئی پھر اپنے گھر خوشی خوشی آجانا اور مَیں بھی خوشی خوشی تمہاری خدمت کے لئے یہاں حاضر ہوں گی لیکن اِس وقت نہیں۔ اللہ کا رسول ؐ مدینہ سے روانہ ہو چکا ہے اور تم دو منٹ، ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کی محبّت کیلئے میرے پاس آئے ہو اور اُمید رکھتے ہو کہ تمہیں وہ مِل جائے گی یہ تو نہیں ہو گا دھکّے دے کر انہیں باہر نکال دیا وہ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور تین دن کی مسافت یعنی تین منزلوں پر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ پس خاوند کا پیار خدا اور رسول ؐ کے پیار کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں تھا۔ یہ تھا ایک مسلمہ عورت کا حُسن۔ وہ حُسن جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اُس کو پیدا کیا تھا۔ اس کا حُسن اِس طرح اُجاگر ہوا کہ اللہ کی محبّت کے مقابلہ

میں خاوند کی محبت کوئی حیثیت رکھتی تھی نہ کوئی قیمت۔

جنگِ اُحد کے موقع پر مسلمانوں نے (جیسا کہ آپ جانتی ہوں گی اکثر ذکر ہوتا ہے) پہلے فتح پائی اور پھر فوج کے ایک حصہ کی غلط فہمی کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا۔ مشہور ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ اُحد میں شہید ہوگئے ہیں۔ مدینہ میں بنو دینار ایک قبیلہ تھا اس کی ایک عورت بھی باقیوں کے ساتھ پاگلوں کی طرح اُحد کی طرف بھاگی (اُحد مدینہ سے قریب ہی ہے) جنون کی کیفیت اُس پر سوار تھی اور مجنونانہ حالت میں اُحد کی طرف بھاگی جا رہی تھی اور اسی جنون میں سب سے آگے نکل کر اُحد کے قریب پہنچ چکی تھی۔ یہ وہ عورت تھی جس کا باپ بھی شہید ہوُا تھا جس کا خاوند بھی شہید ہوُا تھا، جس کا بھائی بھی شہید ہوُا تھا، اور کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ جس کا ایک بیٹا بھی شہید ہوُا تھا یعنی جن کا ذکر اِس آیتِ کریمہ میں ہے وہ سب رشتہ دار اس کے شہید ہوئے تھے۔ بھاگی جا رہی تھی اور کہتی تھی کہ یا رسُول اللہ! آپؐ نے یہ کیا کیا؟ (محبت کا جملہ ہے) آپؐ ہمارے پیارے، آپؐ ہمارے محبوب، آپؐ ہماری جانوں کی بھی جان، ہماری رُوح کی بھی رُوح، آپؐ ہم سے جُدا ہوکر کہاں چلے گئے اور کیوں چلے گئے؟ یا رسُول اللہ! آپؐ نے کیا کیا! وہ یہی کہتی جا رہی تھی۔ راستے میں اُسے واقف لوگ ملے تو انہوں نے کہا کہ مائی تیرا خاوند مارا گیا، تیرا باپ مارا گیا، تیرا بھائی مارا گیا، تیرا بیٹا مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو شہادت نصیب کی۔ وہ یہ فقرے سُننے کے لئے بھی تیار نہیں تھی۔ اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ ایک جنون تھا محبت کا، ایک شعلہ تھا پیار کا جس نے اس کے وجود میں اور اس کے سینہ میں آگ لگائی ہوئی تھی اور وہ آگے بڑھتی چلی گئی لوگوں نے سمجھا کہ یہ تو خدا اور رسُولؐ کے عشق میں مست ہے تب انہوں نے کہا کہ فکر نہ کر جن کے لئے فکر مند ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن کی حفاظت کی ہے اور وہ خیر سے ہیں۔ اُس نے کہا کہاں ہیں؟ جب بتایا گیا اور وہ آگے بڑھی تو دوڑ کر آپؐ تک پہنچی اور آپؐ کے دامن کو پکڑ کر بولی یا رسُول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ قربان تو ہوگئے تھے مطلب یہ ہے کہ اگر خدا مجھے پھر ماں باپ دے تو میں چاہوں گی کہ وہ دوبارہ قربان ہو جائیں جب آپؐ سلامت ہیں تو کوئی مَرے مجھے پرواہ نہیں۔

غزوۂ اُحد کا ہی ایک اَور واقعہ ہے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ مدینہ کے رؤسا میں سے ایک بہت بڑے رئیس تھے اُن کے ایک بھائی عمر بن معاذؓ تھے۔ یہ سب اُحد کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ عمر بن معاذؓ نے وہاں شہادت پائی۔ واپسی پر سعد بن معاذؓ نے انصار کو یہ بتانے کے لئے اور دُنیا پر ثابت کرنے کے لئے مہاجر اور

انصار اللہ اور اس کے رسولؐ کے سچے فدائی ہیں۔ انصار نے اپنی ذمہ داری کو اپنی جانیں دے کر نباہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آنچ نہیں آنے دی۔ سواری کی باگ آپ نے پکڑی ہوئی تھی۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ان کی والدہ جن کا بچہ عمر بن معاذؓ شہید ہوُا تھا آگے بڑھی۔ سعد بن معاذؓ نے جب دُور سے دیکھا کہ انکی والدہ آ رہی ہیں تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ! میری والدہ آ رہی ہیں جب وہ قریب آئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ افسوس کیا اور کہا کہ تمہارے بچے نے شہادت حاصل کی ہے صبر سے کام لو۔ اُنہوں نے جواب دیا یا رسُول اللہ! اگر میرا بچہ آپؐ کی خاطر مَر گیا ہے تو میں اسلئے آگے نہیں آئی کہ آپؐ مجھے تسلّی دیں آپؐ کو دیکھ کر تسلّی ہوگئی ہے جب آپؐ سلامت ہیں تو دُنیا یہ سمجھ لے کہ میرے بچّے کی شہادت   احساس تعلق باللہ و بالرسول پر کوئی   نہیں لگائی جائے گی کہ ہم لوگ تو آپؐ کے فدائی ہیں (یعنی خدا اور محمدؐ کے جانثار ہیں) ہم تو اِس قسم کے دُکھوں کو بھُون کر کھا جاتے ہیں جس طرح شکاری شکار کرتا ہے اور بھُون کر شکار کو کھاتا ہے اور بڑا لُطف اُٹھاتا ہے۔ اُس نے کہا یہ تو ہمارے لذیذ کھانے ہیں یہ ہمارے لئے دُکھ کا باعث نہیں ہیں۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا آپؐ کی سلامتی ہی چاہیئے تھی۔ انتہائی جذبے کا احساس ہے کہ ہم تو اِن چیزوں کو بھُون کر کھا جائیں گے۔

یہ رُوح تھی مسلمان مرد اور عورت میں کہ جب خالدؓ بن ولید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم کے ماتحت کسریٰ جیسی عظیم سلطنت کے مقابلہ میں ایران میں داخل ہوئے کیونکہ وہ اسلام کے خلاف منصُوبے بنا رہے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت کے مطابق پہلا خط اور پھر ہمیشہ خطوں میں انہوں نے یہ لکھا مسلمان جنگ کو شوق سے اور پیار سے قبول نہیں کرتا وہ تو دنیا کی اِصلاح چاہتا ہے، دُنیا میں امن چاہتا ہے وہ دُنیا کی محبت میں دُنیا کی خدمت کرنا چاہتا ہے لیکن جب اس پر کوئی حملہ آور ہو تو مجبور ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کسریٰ کے جرنیل کو خط لکھا کہ لڑنے کا فائدہ نہیں تمہارے پاس ہم سلامتی کا پیغام لے کر آئے ہیں، ہم تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا پیغام لے کر آئے ہیں، محبت کا پیغام ہے، مساوات کا پیغام ہے تم مسلمان ہو جاؤ یا ہماری پناہ میں آ جاؤ۔ چونکہ کسریٰ کے جرنیل بڑے مغرور تھے یہ جرنیل جس کو پہلا خط لکھا گیا ہے اُس کی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ دِرھم تھی ہیرے اس کے اُوپر لگے ہوئے تھے اور بڑے غرور سے وہ زندگی گذار رہا تھا۔ ان کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے خط کے آخر میں یہ لکھا کہ ایک بات یاد رکھنا جو لوگ میرے ساتھ آئے ہیں (ان میں مرد بھی تھے اور مسلمان بہنیں بھی تھیں) ان کو موت سے اتنا ہی پیار ہے جتنا تم لوگوں کو زندگی سے

پیارہے اِس واسطے ہمارے مقابلے پر آنے سے پہلے سوچ لینا۔

مسلمان اٹھارہ ہزار کی فوج لے کر گئے تھے اور ایک عرصہ انہوں نے وہاں جنگ لڑی ہے لیکن جو فوج مسلمانوں کے مقابلے میں آئی ہے ان کی مجموعی تعداد میرے خیال میں کم از کم پانچ لاکھ ہوگی۔ پانچ لاکھ کی فوج کے مقابلے میں مسلمان اٹھارہ ہزار کی تعداد لے کر آئے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ ساری فوج بیک وقت میدان میں نہیں اُتاری گئی۔ اُن کو یہ خیال تھا کہ اٹھارہ ہزار کے مقابلے میں ستّر اسّی ہزار بڑے کافی ہیں ان کو بھون کر رکھ دینگے یہ پتہ نہیں تھا کہ جو آرہے ہیں وہ تو سارے غموں اور سارے خطروں کو کھا جانے والی قوم ہے حتیٰ کہ موت کو بھی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو لکھا یہ حالات ہیں مجھے کُمک بھجوائیں۔ آپؓ نے ایک آدمی قعقاعؓ کی کمک بھیج دی۔ لاکھوں کی فوج کے مقابلہ میں اٹھارہ ہزار کی فوج لے کر جا رہے ہیں اور کمک ایک شخص واحد بھجوائی جا رہی ہے۔ مدینہ میں جو صحابہؓ تھے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ حالات نازک ہیں اور ایک آدمی کی کمک بھیج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک کافی ہیں کیونکہ جس فوج میں قعقاعؓ جیسے آدمی ہوں وہ شکست نہیں کھایا کرتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کی بھی عجیب شان ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے ایک ہی آدمی کی کمک بھجوا دی۔

ایک موقع پر کسریٰ کے ایک جرنیل نے غدّاری کی اور تمام اصولِ جنگ کے خلاف اُس نے پانچ سات آدمیوں کو تیار کیا کہ مَیں خالد بن ولیدؓ کو DUAL (ڈویل یعنی ایک ایک کی لڑائی) لڑنے کے لئے بُلاؤں گا اور مَیں اس کو پکڑ لوں گا پھر تم آکر اسے قتل کر دینا۔ اس وقت وہ قعقاعؓ جو ایک آدمی کی کمک آئی تھی انہوں نے یہ پہچان لیا کہ کیا چال کھیلی جا رہی ہے گھوڑے کو ایڑ لگائی وہاں پہنچے اور جو چار پانچ آدمی حضرت خالد بن ولیدؓ کے قتل کے لئے آئے تھے اُن سب کو قتل کیا لیکن جرنیل کو نہیں مارا وہ جو غدّاری کر کے آرہے تھے صرف ان کو قتل کیا اور واپس آگئے پھر اُن کو کہا تمہاری لڑائی ہے تم لڑو۔ تب خالد بن ولیدؓ نے اُس جرنیل کو قتل کر دیا۔

واقعہ میں مسلمان مرد اور مسلمان عورت کے دل کی یہ حالت تھی کہ ان کو خدا اور رسُولؐ کی محبت میں زندگی کی نسبت موت سے زیادہ پیار تھا اور خدا اِس قدر پیار کرنے والا ہے کہ ساری دُنیا کی دولت کسریٰ کے خزانے بھی اور قیصر کے خزانے بھی جو ساری دُنیا سے لُوٹ لاٹ کے سمیٹے ہوئے تھے وہ سب فقیر مسلمانوں کے قدموں پہ لا کے رکھ دیئے۔ پھر اس مال سے جو انہوں نے کیا اس کے متعلق مَیں ابھی آپ کو بتاؤں گا۔ یہ چند مثالیں

مَیں نے یہ بتانے کے لئے دی ہیں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ عورت کو جس رُوحانی حُسن میں مَیں نے پیدا کیا ہے اس کی ایک جھلک یہ ہے کہ وہ دُنیا اور دُنیا داروں اور دُنیا کے اموال اور دُنیا کے رشتوں کی محبت کے مقابلہ میں مجھ سے اور میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیار کرنے والی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نبی اکرمؐ کے خلفاء نبی متبوع کے ہی جسم کے حصّے ہیں وہ اسی وجود کے مختلف ٹکڑے ہیں اور یہ خلافت کا سلسلہ آیتِ استخلاف کی رُو سے قیامت تک چل رہا ہے جو دل اللہ اور محمدؐ سے پیار کرنے والا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء سے بھی پیار کرنے والا ہے اور محبت اور عقیدت کا تعلق رکھتا ہے۔ ایک ہی مثال مَیں اِس وقت دوں گا وہ اتنی عظیم مثال ہے کہ مَیں نے بار بار سوچا اور بار بار میری عقل حیران ہوئی کہ کوئی عورت خدا کے نام پر اس کے رسولؐ اور رسول کی محبت کے نتیجہ میں اسکے خلفاء سے اِس قسم کی محبت اور عقیدت رکھ سکتی ہے اور یہ اُسوہ بھی ازواجِ مطہّرات میں سے ایک نے آپکے سامنے پیش کیا اور وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہؤا تو ایک کمرے میں آپؐ کی قبر تھی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہؤا تو ایک پہلو میں آپ کو دفنایا گیا ایک پہلو خالی تھا۔ حضرت عائشہؓ کا وہ گھر تھا اور اس پیار کی وجہ سے اور اسی پیار کے نتیجہ میں جو تمام ازواجِ مطہّرات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور ملا تھا حضرت عائشہؓ کو یہ خیال پیدا ہؤا اور شدید خواہش تھی کہ مرنے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں میری قبر بنے اور وہاں مَیں دفنائی جاؤں۔ ان کا اپنا گھر تھا اور ان کا حق تھا اگر وہ چاہتیں تو ایسا کر لیتیں لیکن خدا کا کرنا کیا ہؤا کہ آپ کی ہی زندگی میں اُس وقت کے خلیفہ ثانی شہید ہوگئے۔ کسی فاسق ظالم نے حملہ کیا اور ان کو نظر آرہا تھا کہ میری موت کا وقت قریب ہے تب حضرت عمرؓ نے جن کے دل میں بھی یہ خواہش تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پہلو میں حضرت ابوبکرؓ ہیں تو دوسرے پہلو میں مجھے اجازت مِل جائے۔ دونوں طرف سے محبت کی ایک آگ لگی ہوئی تھی لیکن ایک کی موت کا وقت قریب آگیا تھا اور دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے ابھی لمبی زندگی دینی تھی۔ انہوں نے اس محبت سے مجبور ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میری وفات کے بعد مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفنا دیا جائے۔ حضرت عائشہؓ کے سینہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت تھی وہ اس محبت سے کم نہ تھی جو حضرت عمرؓ کے سینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی بلکہ کئی پہلو ایسے تھے کہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی نسبت ان پہلوؤں کے لحاظ سے ان کی محبت زیادہ تھی۔ بیوی کا تعلق ہے وہ خاوند جو عورت کا مُحسنِ اعظم ہی نہیں؛ وہ خاوند جو اُمّتِ مسلمہ کا

محسنِ اعظم ہی نہیں بلکہ وہ خاوند ہے جس نے اپنی بیویوں سے بھی انتہائی طور پر حُسنِ سلوک کیا اور ان کو اس حد تک اپنا گرویدہ بنا دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے یہ پیش کیا کہ اگر دُنیا کے اموال اور متاع لینا چاہتی ہو تو دے دیئے جائیں گے تم طلاق لے لو اور کہیں اَور جا کر آباد ہو جاؤ تو انہوں نے کہا ہمیں دُنیا اور دُنیا کی دولت اور اس کی محبّتیں اور عزّتیں نہیں چاہئیں ہمیں خدا اور اس کا رسولؐ چاہیئے۔ اس سینہ میں بھی محبّت کی آگ تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بوجہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کی عقیدت اور محبّت کی ایک اَور آگ بھڑک رہی تھی۔ دو محبّتوں کا تصادم ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور آپؐ کے خلفاءؓ سے جو محبّت اور عقیدت تھی اس نے دوسری محبّت پر فتح حاصل کی۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفنایا جاؤں۔ آپؓ نے فرمایا مَیں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن آج مَیں آپ کو اپنے اُوپر ترجیح دیتی ہوں۔ اِنتہائی حسین مظاہرہ ہے اللہ اور اللہ کے رسُولؐ اور اُس کے خلفاءؓ سے محبّت کا کیونکہ خلفاء رسُول متبوع کے وجود کے ہی حصّے ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ایک پہلو یہ بھی ہے اِس پہلو سے بھی میری اس حسین رُوحانی تصویر کو دیکھنا کہ وہ اموال سے اور دولت سے پیار نہیں کرے گی وہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والی ہوگی۔ اِتنی بے رغبتی دولتِ دُنیا سے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حضرت عائشہؓ کے متعلق حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اِن سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم آپ کو بھجوائے غالباً صبح کے وقت پہنچے تو آپؓ نے اُسی وقت ترازو منگوایا لاکھ درہم کون گنتا تول تول کر مستحقین کو تقسیم کرنے شروع کئے اور وہاں سے ہلی نہیں اور کوئی کام نہیں کیا جب آخری درہم تقسیم ہو چکا تو ہاتھ جھاڑ کے کھڑی ہو گئیں بڑی خوش کہ آج اللہ تعالیٰ کے حضور اس چیز کو پیش کرنے کا مجھے موقع ملا۔ خدا کو تو ایک لاکھ، دس لاکھ یا کروڑ درہم کی ضرورت نہیں وہ انسان کے دل میں پیار چاہتا ہے جو اس کے لئے ہو۔ انہوں نے کہا آج سب کچھ اسکے حضور پیش کر دیں اور یہ بتا دیں کہ خدایا تُو نے کہا تھا کہ ایک حسین رُوحانی حُسن رکھنے والی عورت اُمّتِ محمدیہ کی جو فرد ہوگی وہ اموال و دولت سے پیار نہیں کرے گی وہ اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرے گی ایک لاکھ درہم آیا اور تقسیم کر دیا۔ دماغ میں کچھ اَور تھا ہی نہیں یہی تھا کہ دوسروں کے گھروں میں پہنچ جائے۔

جب سب تقسیم کر چکیں تو خادمہ نے کہا آج آپ کا روزہ ہے اور روزہ کی افطاری کے لئے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے یہ بھی خیال نہیں رہا کہ روزہ کِس چیز سے کھولیں گے۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ کوئی عورت

آئی کہنے لگی مجھے ضرورت ہے۔ آپ نے اپنی خادمہ کو کہا جو ہے اِس کو دے دو تھوڑا یا بہت جتنا بھی ہے دیدو اس نے کہا (اس دن بھی آپ کا روزہ تھا) کہ روزہ کشائی کِس چیز سے ہوگی۔ فرمایا مَیں جو کہتی ہوں دے دو جو کچھ کھانے کے لئے گھر میں تھا وہ سارا مستحق کو دے دیا جس وقت روزہ کُھلنے کا وقت آیا تو کِسی نے بُھنا ہوا گوشت یا شوربہ گوشت کا بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کر دیئے پھر ہنس کر اپنی خادمہ کو کہا کہ جو روٹی تُو میری روزہ کشائی کے لئے رکھنا چاہتی تھی اس سے بہتر روزہ کشائی کیا خدا نے مجھے نہیں دی؟ یہ آپ ہی نہیں تھیں بلکہ ایک رِیت اور ایک روایت تھی جو قائم کر دی گئی۔

ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف حضرت اُمّ المؤمنین اُمِّ سلمہؓ کے پاس آئے۔ کہنے لگے والدہ! میرے پاس مال بڑا جمع ہو گیا ہے اور مجھے ڈر آتا ہے کہ کہیں یہ مال میری تباہی کا باعث نہ بن جائے۔ آپ نے کہا بیٹے! کیا سوچ رہے ہو ابھی جا کر سارا مال تقسیم کر دو اس سے وہ تمہاری تباہی کا سامان نہیں رہے گا۔ مسلمان عورتیں جہاد میں ہوشیاری سے شامل ہو جاتی تھیں۔ بعض جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی نہیں ہوتا تھا اور پہنچ جاتی تھیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ غزوۂ خیبر میں بعض صحابیات جنگ میں شریک ہو گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا۔ گویا علم کے بغیر ہی شامل ہو گئیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ ناراض ہوئے اور آپؐ نے پوچھا کہ کس کی اجازت سے یہاں آگئی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اجازت تو نہیں لی غلطی ہو گئی ہے لیکن ہم نے سوچا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کا سامان لیں اور ساتھ ہو لیں لہذا ہم نے زخمیوں کے علاج کے لئے مرہم پٹی کے لئے دوائیں لی ہیں اور ساتھ آگئی ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم اپنے سپاہیوں کو تیر بھی تو اُٹھا اُٹھا کر دیا کریں گی اور ان کو سَتُّو گھول گھول کر پلایا کریں گی جو اُس وقت کی مرغوب غذا تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورتوں کا یہ جواب سُنا تو آپؐ بڑے خوش ہوئے آپؐ نے فرمایا تو پھر تم ہمارے ساتھ رہو اور اس کے بعد تو مسلمان عورت ہمیشہ ہی جہاد میں ساتھ رہتی تھی۔ وقت چونکہ زیادہ ہو گیا ہے مَیں یہیں مختصراً ختم کر دوں گا بعض رُخ آپ کے رُوحانی حُسن کے ایسے رہ گئے ہیں جن پر مَیں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے مَیں کہہ نہیں سکتا کیونکہ ابھی مَیں نے دوسری تقریر کے لئے باہر جانا ہے)

صرف ایک حسین مثال مَیں دے دیتا ہوں بڑی عجیب مثال۔ یرموک میں ایک عورت کے خاوند شہید ہو گئے جب اُن کی عدّت ختم ہوئی اور ان سے ایک اَور مجاہد نے شادی کرنی چاہی (اب تو لوگ گھبراتے ہیں لیکن اس ماحول میں تو ضروری تھا کہ بیوہ جلدی شادی کرے) اُنہوں نے کہا سامنے دشمن کی فوج پڑی ہے تم اس کا تو

انتظار کرو پہلے جنگ میں جا کر شریک ہو جاؤ شادی پھر بعد میں دیکھی جائے گی۔ اُنہوں نے جواب میں کہا نہیں میرے دِل میں یہ ہے کہ مَیں اِس جنگ سے پہلے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ شادی ہوئی ایک رات ساتھ رہے اگلے دن جنگ ہو گئی اور شہید ہو گئے۔

دوسری دفعہ بیوہ ہونے والی عورت جس کے خاوند کو شہید ہوئے ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گذرے تھے اُس نے خدا سے کوئی شکوہ نہ کیا کیونکہ اس کی شان ہی کچھ اَور تھی۔ ایک مسلمان کی شان کے مطابق یہ نہیں ہے کہ اللہ سے شکوہ کرے نہ اس نے دُنیا کی کوئی پرواہ کی۔ اِدھر ان کے خاوند شہید ہوئے اُدھر انہوں نے اپنے کپڑے درست کئے اَور کچھ نہیں ملا تو خیمے کا بانس اُکھیڑا اور کئی رومیوں کو انہوں نے اس ڈنڈے کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ اِتنا پیار ہے مسلمان عورت کے دل میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا بیوہ ہوتی ہے میدانِ جنگ میں دوسری شادی کرتی ہے میدانِ جنگ میں کیونکہ خدا کا حکم ہے کہ بیوہ جتنی جلدی ہو سکے شادی کرے اور یہ سمجھتے ہوئے کرتی ہے کہ جس سے مَیں شادی کر رہی ہوں اُس کے دل میں ہے کہ مَیں پہلے معرکے میں شہید ہو جاؤں گا ایک دن کی دوسری دفعہ بیاہتا بیوہ وہ ایک دن کی بیوہ ہے کیونکہ ایک دن ہی اُس نے خاوند کے ساتھ گذارا، اسے کوئی پرواہ نہیں دوسرا خاوند مارا گیا ہے اور آپ شہید ہونے کے لئے چلی گئی ہے۔ جب تک آپ کا حُسنِ رُوحانی یہ تصویر نہیں بناتا اُس وقت تک آپ خدا اور رسولؐ کی محبوبہ نہیں بن سکتیں۔

دُنیا کی دولت بھی عارضی اور دُنیا کی محبت بھی عارضی۔ جوان بیٹا حادثہ میں مَر جاتا ہے ایک غیر مُسلم ماں ساری عمر اس کے لئے روتی رہتی ہے اور ایک مسلمان ماں اُسی وقت خدا کے حضور سجدہ کرتی ہے اور مُسکراتی ہوئی سجدہ سے کھڑی بھی ہو جاتی ہے، الحمد للہ پڑھتی ہے۔

ایک اَور مثال میں نے حمنہ بنت جحشؓ کی لی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیزہ تھیں۔ ان کو جب کہا گیا کہ تمہارا بھائی مارا گیا کہا الحمد للہ، تمہارا خاوند شہید ہو گیا کہا الحمد للہ۔ یہ محبت ہر حقیقی مسلمان اور ہر احمدی عورت کے دل میں اپنے ربِ کریم اور اپنے مُحسنِ اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیدا ہونی چاہیئے ورنہ جس طرح سؤر اور گدھے اور کُتّے اِس دُنیا میں کھاتے پیتے ہیں اور اپنے رنگ میں اور اپنی طبیعت کے مطابق آرام کرتے اور اِس دُنیا سے چلے جاتے ہیں اسی طرح وہ عورت چلی جائے گی۔ لیکن کُتّا مرتا ہے تو تکلیف میں نہیں پڑتا۔ ایک سُؤر جب جان دیتا ہے تو اس کے لئے جہنّم تیار نہیں ہے۔ ایک گدھا مرتا ہے اگر تکلیف کی حالت میں اسے مارا جاتا ہے۔ بعض دفعہ SHOOT (شُوٹ) بھی کیا جاتا ہے تو اس کی ہلاکت کے ساتھ ہی اس کی تکلیف

بھی ختم ہو گئی لیکن جو عورت کُتّے اور سُؤر کی طرح زندگی گذار کر اِس دُنیا کو چھوڑتی ہے اس کے آگے جہنّم کے دروازے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنّم کے سات دروازے اور جنّت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان آٹھ دروازوں میں سے کوئی ایک دروازہ اس کے لئے نہیں کھولا جاتا بلکہ جہنّم کے ساتوں دروازے اس کے لئے کُھلے ہوتے ہیں اور خدا کہتا ہے کہ جس میں سے مرضی ہے داخل ہو جا تُو نے اب ایسی ہی زندگی گذارنی ہے۔

ان عارضی محبّتوں اور ان جھوٹے پیاروں اور ان بیوفا دولتوں کی طرف نہ دیکھو بلکہ جیسا کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے کہا ہے ایک آگ اپنے دِل میں لگاؤ محبت کا ایک شعلہ فروزاں کرو وہ شعلہ جو تمہارے جسم اور تمہارے دل اور تمہارے سینے اور تمہاری رُوح کو منوّر کر دے۔ وہ آگ جو غیر اللہ کو بھسم کر دے اس کو راکھ کر دے اور اس کی راکھ کو پھر تمہاری دعاؤں کی ہوائیں اُڑا کر لے جائیں اور ان کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے تاکہ جس طرح آج چودہ سَو سال گذرنے کے بعد بھی ہم اللہ اور محمدؐ سے پیار کرنے والی اپنی بزرگ بہنوں اور ماؤں کا عزّت اور احترام اور محبت سے ذکر کرتے ہیں اسی طرح آنے والی نسلیں آپ کا محبت اور احترام اور عزّت کے ساتھ ذکر کریں ورنہ آنے والی نسلیں کہیں گی کہ ہماری ماؤں اور دادیوں اور نانیوں کو کیا ہو گیا تھا کہ خدا نے جنّت کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے اور انہوں نے جنّت کے دروازوں کے مقابلے میں جہنّم کے دروازوں کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں بھی اور آپ کو بھی محفوظ رکھے اور حقیقی معنی میں اور سچّے طور پر جس رنگ سے وہ پیار کرتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے ویسا رنگ وہ آپ پر اور ہم پر چڑھا دے اور جیسا دل ہمارے سینوں میں وہ دھڑکتا دیکھنا چاہتا ہے ویسا دِل ہمارے سینوں میں دھڑکنے لگے۔

اللہ کے فضل کے بغیر کچھ ہوتا نہیں اور دُعا اور تدبیر کے بغیر اللہ کے فضل کم ہی نازل ہوتے ہیں۔ ہوتے تو ہیں اس میں شک نہیں لیکن عام طور پہ خدا یہی کہتا ہے کہ تدبیر کرو (دعا بھی تدبیر ہے) اور مجھ سے مانگو اور میرے ہو جاؤ۔ میرے سوائے کِسی پر توکّل اور بھروسہ نہ کرو۔ میرے علاوہ کسی سے ڈرو نہیں۔ دُنیا کی ساری طاقتیں اکٹھی ہو کر بھی تمہارے اُوپر حملہ آور ہوں تو کوئی پرواہ نہ کرو۔ میری پناہ میں آجاؤ مَیں تمہاری حفاظت کروں گا۔ کیا آپ میں سے آنکھیں رکھنے والی اور سُوجھ بُوجھ کی جو مالکہ ہیں انہوں نے ابھی پچھلے چند مہینوں میں خدا کی قدرتوں کو ایک عظیم مُعجزہ نہیں دیکھا، ایک نشان نہیں دیکھا۔ سارے اکٹھے ہو گئے تھے۔ شمال سے بھی پیغام آ رہے تھے اور جنوب سے بھی مجھے پیغام آ رہے تھے۔ مشرق سے بھی مجھے پیغام آ رہے تھے اور مغرب سے بھی پیغام آ رہے تھے کہ سات تاریخ تک جی لو بعد میں ہم ایک ایک کو قتل کر دیں گے تب اللہ تعالیٰ نے

آسمان کے فرشتوں کو اُتارا اور ان کو کہا کہ جا کر ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دو۔ جب دُنیا ہمیں ڈرانے کے لئے ہمارے کانوں میں یہ پھُونک رہی تھی اس وقت خدا پیارے ہمیں کہہ رہا تھا کہ ان کی بکواس سے مت ڈرو مَیں تمہارے ساتھ ہوں اور دُنیا کی کوئی طاقت تمہیں ہلاک نہیں کر سکتی تمہیں زندہ رکھنے کے لئے مَیں نے پَیدا کیا ہے تمہیں ہلاک کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ خدا جو سچے وعدوں والا ہے اُس نے اپنے وعدوں کو پُورا کیا۔ اِس دُنیا کو چھوڑو یہ تو حقیر سی چیز ہے خدا کی ہو رہو سب کچھ آپ کا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اِس کی توفیق دے۔

اب عاجزانہ دعا کر لیں۔ عاجزانہ مَیں اِس لئے کہتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں پناہ دیتا ہے، ہماری حفاظت کرتا ہے، ہمارے ذہنوں میں برکت ڈالتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ مجھے تو وہ قوم ملے گی کہ جس چیز کو وہ ہاتھ لگائیں گے اللہ تعالیٰ اُس میں برکت ڈال دے گا۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کوئی فخر کا مقام نہیں کوئی غرور کا اور تکبّر کا مقام نہیں کبھی تکبّر اور غرور اور فخر کو اپنے دل میں پیدا نہ کرنا ہمیشہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا اور عاجزانہ ہی اس کے حضور جُھکے رہنا۔ دُنیا ہزار تمہارے ساتھ دشمنی کرے تم کِسی کے دشمن نہیں ہو ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو، پیار کرو اور ہمدردی کرو۔ اپنے حُسنِ سلوک کے ساتھ ساری دُنیا کے دِل آپ نے جیتنے ہیں اس کے لئے کوشش کرو۔ اِس وقت بھی ہم عاجزانہ طور پر اللہ کے حضور جُھکتے اور اس سے مدد مانگتے اور اس کی رحمت کے طالب ہوتے اور اس کی رضا چاہتے ہوئے اس کی برکتوں کا اس سے سوال کرتے ہیں۔ وہ ہم سے خوش ہو جائے ہمیں اَور کیا چاہیئے ؕ

(الفضل ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۴؍ مارچ ۱۹۷۲ء)

لجنہ اماء اللہ مرکزیّہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۱ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا روح پرور خطاب

سُورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:۔

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (التغابن: ۱۴)

اِس کے بعد فرمایا:۔

آپ جانتی ہیں کہ ایک لمبا عرصہ بیماری کے بعد اُٹھا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے ہڈی پر جو ضرب آئی تھی وہ بھی اسی کے فضل سے ٹھیک ہو گئی اور جو عوارض ایک لمبا عرصہ تک بستر پر لیٹے رہنے کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے وہ بھی قریباً قریباً دُور ہو گئے۔ ابھی گھٹنے کی سختی میں پورا فرق نہیں پڑا جس طرح ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں اس طرح اب مَیں بیٹھوں تو ایڑی جسم کے ساتھ لگ جاتی ہے لیکن شدید درد کے ساتھ۔ اِس لئے ابھی مَیں التحیات میں پوری طرح نہیں بیٹھ سکتا۔ پہلے تو کوئی دو تین فٹ کا فرق رہتا تھا یعنی گھٹنوں میں سختی آ گئی تھی جسے انگریزی میں STIFNESS (سٹیفنس) کہتے ہیں۔ اب فرق پڑ رہا ہے۔

بعض ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ ممکن ہے یہ مستقل نقص بیٹھ گیا ہو لیکن خدا تعالیٰ جو بڑا پیار کرنے والا ہے اُس نے مجھے اِسلام آباد سے چلنے سے دو دن پہلے (خواب میں) یہ بتایا کہ گھٹنے بالکل ٹھیک ہو جائیں گے اِسلئے مَیں مطمئن ہوں خدا تعالیٰ فضل فرمائے گا اپنے وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جاؤں گا آپ بھی دعا کریں میرے لئے بھی اور میرے کاموں کے لئے بھی۔ کاموں کے لئے زیادہ اور میرے لئے کم کیونکہ ہمارے کام بڑے اہم ہیں اور ہماری طاقتیں اور وسائل بہت تھوڑے ہیں ہمیں محض اپنے اُوپر بھروسہ کرتے ہوئے ان کاموں میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں پیدا ہوتی اِس لئے کِسی اَور کے سہارے کی ضرورت مَیں بھی اور میرا ہر احمدی بھائی اور بہن بھی یہ محسوس کرتے ہیں۔ ساری دُنیا کو حلقہ بگوشِ اسلام کرنا اور تمام بنی نوعِ اِنسان کے دِل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور عظمت پیدا کرنا اور خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت پیدا کرنا اور خدا میں ہو کر فنا کا جُبّہ پہننے کے لئے ہر انسان کو تیار کرنا اور اس مہم میں جو رکاوٹیں مخالفینِ اسلام کی طرف سے، اسلام کے غلبہ کی راہ میں حائل ہیں ان سے نپٹنا اور ان کے مقابلے میں کامیاب ہونا یہ ایسا پروگرام نہیں کہ اگر ہم عقل رکھتے ہوں اور ہمارے ذہنوں میں فراست ہو تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی ہم یہ سمجھ سکیں کہ اپنے زور سے یا اپنے وسائل کے ذریعہ یا اپنی ہمّت سے ان ذمہ داریوں سے (جن کا مَیں نے مختصر ذکر کیا ہے) ہم عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سہارے کے بغیر یہ ہو نہیں سکتا اور ہم ایک سیکنڈ کے لئے بھی ایسا سوچ نہیں سکتے۔ دراصل سہارے کی ضرورت دو وجہ سے پیدا ہوتی ہے ایک اِس لئے کہ جو کام سپرد کیا گیا ہو وہ انسان کی اپنی طاقت سے باہر ہو تو پھر وہ کِسی غیر کا سہارا ڈھونڈتا ہے دوسرے یہ کہ انسان کے راستے میں جو رکاوٹیں ہوں ان کو دُور کرنے کی ہمّت یا وسیلہ نہ ہو تو پھر بھی اپنے علاوہ کِسی اَور کے سہارے کی اسے ضرورت محسوس ہوتی ہے کامیاب ہونے کے لئے بھی اور کامیابی کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں انہیں دُور کرنے کے لئے

بھی اگر دل میں یہ احساس ہو کہ ہم خود ایسا نہیں کر سکتے نہ اپنے زورِ بازو سے کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ اپنی ہمت سے دشمن کی ساری روکیں جو اسلام کے غلبہ کی راہ میں آج وہ کھڑی کر رہا ہے دُور کر سکتے ہیں تو پھر انسان خود کو کسی سہارے کا محتاج محسوس کرتا اور پاتا ہے۔ دُنیا دار لوگ جو اپنے پیدا کرنے والے ربّ کو پہچانتے نہیں وہ سائنسی علوم کا سہارا ڈھونڈتے ہیں وہ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے اکٹھی کی ہوئی دولت اور اموال کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ وہ اپنے جتھوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ وہ اپنے سمجھوتوں اور معاہدوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ بعض قومیں مل کر ایک گروپ بنا لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ اس طرح انہیں سہارا مل گیا لیکن یہ چیزیں سہارے کے لائق نہیں ہیں ہم ان پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہمارا دل تسلی نہیں پاتا کہ ان سہاروں سے فائدہ اُٹھا کر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ساری دُنیا کی طاقتیں مل کر بھی وہ کام نہیں کر سکتیں جو ہمارے سپرد ہے لیکن دُنیا کی طاقتیں ہمیں نہیں ملیں اور ساری دُنیا کے اموال بھی وہ کام نہیں کر سکتے جو ہمارے سپرد کئے گئے ہیں اور دُنیا کے اموال بھی ہمیں نہیں ملے اور یہ اتنا عظیم کام ہے کہ انسان کے تخیّل سے بھی بالا ہے۔

جس طرح نشأۃِ اُولیٰ کے مسلمان یہ بات دماغ میں بھی نہیں لا سکتے تھے وہ سوچتے ہوں گے تو دماغ چکرا جاتا ہوگا۔ ان کے دماغ میں بھی نہیں آتا تھا کہ چند مُٹھی بھر لوگ اِسلام کو غالب کیسے کریں گے۔ سردارانِ مکّہ کے ساتھ جو پہلی جنگ ہوئی ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سَو اور کچھ مسلمان میدانِ جنگ میں گئے تھے یعنی اسلام کے لئے جانیں قربان کرنے کے لئے اس وقت ساری دُنیا میں صرف تین سَو اور کچھ مسلمان تھے اور سارا عرب ان کا مخالف تھا۔ وہ سوچتے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے وعدے تو بڑے کئے ہیں مگر ہم چیونٹی کے برابر بھی نہیں یہ اگر ہمیں اپنے پاؤں تلے مسلیں تو ہمارا کچھ بھی باقی نہ رہے۔ منافق بھی اعتراض کر دیتا تھا کہ بڑے وعدے کئے گئے ہیں لیکن سامان نہیں دیئے گئے۔ منافق کی آنکھ ظاہر کو دیکھ رہی تھی مومن کی آنکھ باطن پر پڑ رہی تھی۔ وہ اپنے اللہ کی قدرتوں کو دیکھتا اور اس کی حسنات کو پہچانتا تھا۔ اس کی قدرتوں پر بھروسہ رکھتا تھا اسی طرح آج پھر ہم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اسلام کو تمام اَدیان پر غالب کیا جائے گا اور دُنیا کی سب قومیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے لگیں گی اور خدائے واحد ویگانہ کی پرستش ملک ملک، شہر شہر اور قریہ قریہ ہونے لگے گی۔ دہریت بھی مٹا دی جائے گی اور شرک کو بھی دُنیا سے نابُود کر دیا جائے گا۔ البتہ جس طرح عجائب گھر میں چیزیں رکھی جاتی ہیں اسی طرح کچھ انسان ایسے بھی رہیں گے جو دہریہ

ہوں گے اور کچھ انسان ایسے بھی رہیں گے جو مُشرک ہوں گے مگر ان کی حیثیت ویسی ہی ہو گی جو عجائب گھر میں نمونہ کے طور پر رکھی جانے والی چیزوں کی ہوتی ہے۔ اِنسان بحیثیتِ مجموعی اپنے پیدا کرنے والے رَبّ کی طرف واپس آئے گا اور اس کی حمد کے ترانے گانے لگے گا۔

یہ وعدہ ہے جو ہم سے کیا گیا ہے لیکن جب ہم غور کرتے ہیں تو اس عظیم بشارت کے نتیجہ میں جس قربانی کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ چیز ہمیں اپنے پاس نظر نہیں آتی نہ وہ طاقت ہے اور نہ وہ جتّھہ ہے اور نہ وہ مال ہے اور نہ وہ وسیلہ ہے یہی ذرائع ہیں جن کی بناء پر اِنسانی عقل آج ظاہری طور پر یہ سمجھتی ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گی مگر یہ ذرائع ہمیں نہیں دیئے گئے۔ دُنیا کے یہ اموال ہمیں نہیں دیئے گئے دُنیا کا اقتدار ہمیں نہیں دیا گیا نہ اس اقتدار کے لئے ہمارے دلوں میں کوئی محبّت اور پیار پیدا کیا گیا ہے۔ ہمارے مخالف کو یہ سب کچھ دیدیا مثلاً عیسائی پادریوں کے پاس اتنی دولت ہے اور اتنے سامان ہیں اور اسی طرح دہریہ کمیونسٹوں کے پاس اور ان سے مقابلے کا حکم اور ان پر غالب آنے کی ہمیں بشارت۔ لیکن سامان ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اپنے ذرائع کو دیکھیں، اپنی عقل کو دیکھیں، اپنے علم کو دیکھیں تب بھی مُشکل نظر آتا ہے۔ اِسلام کا جو دشمن ہے اس کے ذرائع کو دیکھیں۔ ان کے جذبے کو دیکھیں کہ لاکھوں پادری اور لاکھوں ننز (عورتیں جنہوں نے باطل کے لئے زندگیاں وقف کی ہوئی ہیں) ساری دُنیا میں پھیل کر اسلام کے خلاف دجل پھیلا رہی ہیں اور ہمارے پاس نہ اتنے آدمی ہیں اور نہ اتنے وسائل اور جو ہمیں کام کرنا ہے وہ عظیم الشّان ہے۔

مثلاً قرآن کریم کی اشاعت ہے۔ یورَپ میں اور افریقہ میں بھی قریباً سارے ملکوں میں (شاید مسلمان ملکوں کے علاوہ) ہر ملک میں ہر ہوٹل کے ہر کمرے میں بائیبل کا ایک نسخہ موجود ہے اگر ہم ہر ہوٹل کے ہر کمرے میں قرآن مترجم کا ایک نسخہ رکھنا چاہیں تو اس کے لئے شاید اربوں روپے کی ضرورت ہو یہ اَور بات ہے کہ اگر ایک ہزار یا دس ہزار آدمی اس قسم کے کمروں میں ٹھہریں اور ان میں سے شاید ایک آدمی ایسا ہو جسے بائیبل سے دلچسپی ہو لیکن جس آدمی کو دلچسپی ہے اور وہ پڑھنا چاہتا ہے اس کے لئے بائیبل اس کمرے میں موجود ہے۔

مَیں یہ کہتا ہوں کہ اگر بیس ہزار میں سے ایک شخص ایسا ہو کہ جسے قرآن کریم کے علوم پڑھنے یا انہیں دیکھنے میں دلچسپی ہو اور کسی ہوٹل میں ٹھہرا ہُوا ہو تو اس کے لئے قرآن کریم کے نسخے کا وہاں موجود نہ ہونا بڑے شرم

کی بات ہے لیکن ہمارے وسائل نہیں اور ہمارے وسائل سے باہر کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہم پر نہیں ڈالی البتہ اس نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ جتنا ہم نے تمہیں دیا ہے طاقت کے لحاظ سے، ہمّت کے لحاظ سے، عزم کے لحاظ سے، جُرأت کے لحاظ سے، مال کے لحاظ سے، وسائل کے لحاظ سے اتنی تم کوشش کر لو۔ اُس کوشش اور اِس کوشش میں جو فرق رہ جائے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مَیں پُورا کر دوں گا۔ اور اُس کوشش سے مُراد وہ کوشش ہے جو کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے اور اِس کوشش سے مُراد یہ ہے کہ جو تمہاری طاقت ہے اتنی کوشش کر دیکھ۔

اِنسان کی یہ بدقسمتی ہے کہ جو اصل سہارا ہے انسان اسے بھُول جاتا ہے اور جو حقیقی سہارا نہیں ہے اس کی طرف وہ متوجہ ہوتا اور اس پر توکّل کرنے لگتا ہے چنانچہ اِس آیہ کریمہ میں جو مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ

کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ہستی اور وجود ایسا نہیں جو تمام صفاتِ حسنہ کاملہ رکھتا ہو اور ہر قسم کے عیب اور بُرائی اور کمزوری اور نقص سے پاک ہو۔ یہ صرف ایک ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ قرآن کریم کے محاورہ میں (جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے) اللہ سے مراد وہ وجود ہے جس کی صفات کا ذکر قرآن کریم نے بیان کیا ہے وہ خالق ہے، وہ ربّ العٰلمین ہے، وہ رحمٰن ہے، وہ رحیم ہے، وہ مالکِ یوم الدّین ہے۔ لَہُ المُلک یعنی اس کے ہاتھ میں ہر قسم کی طاقت ہے اصل بادشاہ وہی ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی ہر قِسم کا غلبہ رکھنے والا ہے اور عزّت کا سرچشمہ بھی وہی ہے۔ الحکم لِلّٰہ حکم اسی کا جاری ہوتا ہے۔ احمق ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ خدا کے مقابلے میں میرا حکم جاری ہوگا۔ غرض فرمایا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ تمام طاقتوں کا منبع اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسکے علاوہ اَور کوئی نہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ دو چیزوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ایسا وجود نہیں جس کا سہارا لے کر انسان (اگر وہ عقل رکھتے ہوں) مطمئن ہو جائیں اور دوسرے یہ کہ جب ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں تو ہمیں اطمینان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ پر یہ بھروسہ اُن لوگوں نے رکھا تھا جنہوں نے سرداران مکّہ کے ہاتھوں ہر قسم کے ظلم سہے تھے۔ گرمیوں کے دنوں میں انہیں تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیا جاتا تھا یا وہ گرم پتّھروں پر

رکھ دیئے جاتے تھے۔ کوڑے ان کو لگائے جاتے تھے۔ ان میں سے بعض کی ٹانگیں چیر دی گئیں۔ غرض اسلام کے مقابلے میں کفر سے جو کچھ بن آیا وہ اس نے کیا۔

لیکن مسلمانوں کا دِل تھا کہ خدا کے بھروسے اور توکّل سے بھرا ہوُا اور خدا کے نُور سے منوّر اور خدا کا پیار تھا کہ جو دِلوں کے اندر سمندر کی طرح موجزن تھا۔ اپنے پیدا کرنے والے ربّ سے ان کا جو تعلق قائم ہو چکا تھا اس میں ان کے لئے ایک سرور تھا اور اس سرور کے مقابلے میں انہیں کوئی تکلیف تکلیف معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اِس واسطے اِس لذّت اور سرور کی خاطر (جسے خدا کے پیار کے سرچشمہ سے وہ حاصل کرتے تھے) وہ اِن تکالیف کو برداشت کرتے تھے کیونکہ اس کے مقابلے میں تمام تکالیف ہیچ تھیں۔ اس تکلیف میں بھی اللہ تعالیٰ ایک لذّت پیدا کر دیتا تھا۔ ایک حقیقی مومن کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو اس میں بھی اسے لذّت پہنچ رہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پر توکّل کرنے والوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی ایک مثال حضرت بلال رضؓ کی ہے۔ یہ وہی بلال رضؓ تھے جو قوم کے دھتکارے ہوئے تھے اور جسے دُنیا ذلیل سمجھتی تھی (ابھی تک یہ عیسائی ملک ان کی قوم کے لوگوں کو امریکہ اور دوسرے ملکوں میں غلام بنا کر لے جاتے رہے ہیں) وہ غلام تھے کفّارِ مکّہ انہیں کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے دِل پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی تجلّیاں ڈالیں، ان سے پیار کیا، ان کے دِل کو اپنے پیار سے بھر دیا چنانچہ فتح مکّہ کے دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفّار سے فرمایا دیکھو! اسلام پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ سے پیار کر کے اور میری صُحبت میں رہ کر انسان کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ یہ وہی بلال رضؓ ہے جسے تم ہر لحاظ سے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اب دیکھو یہ کتنا اُونچا ہو گیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا یہ بلال رضؓ کا جھنڈا گاڑ دیا گیا ہے تم میں سے جو شخص اپنی عزّت اور جان کی حفاظت چاہتا ہے اس کے لئے ایک یہ بھی جگہ ہے وہ بلال رضؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے۔

اِس واقعہ میں صرف حضرت بلال رضؓ کی عزّت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کو جو حضرت بلال رضؓ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے ان کو یہ سبق دیا گیا کہ اسلام پر ایمان لانے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت میں اس جیسا دھتکارا ہوُا اور دُنیا کی نگاہوں میں ذلیل انسان آسمانوں کی رفعتوں تک پہنچتا ہے۔ پس حضرت بلال رضؓ کی عزّت اور عظمت خدا کی نگاہ میں قائم ہوئی کیونکہ خدا سے اُس نے بے انتہا پیار کیا اور خدا کے عشق میں اس نے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور جو خدا کے بندے ہیں ان کی نگاہ میں بھی

اس کی عظمت قائم ہوئی۔ فرمایا یہ اس کے نام کا جھنڈا ہے اپنی جان بچانی ہے تو اسکے نیچے آجاؤ۔ پس عزّت کا سرچشمہ تو وہی اللہ ہے جو تمام قدرتوں کا مالک اور تمام صفاتِ حسنہ سے متّصف ہے جس کے اندر کمزوری کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ فرماتا ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ ایسا وجود، ایسی ہستی اس عالمین میں، اس یونیورس میں صرف ایک ہے اور وہ اللہ ہے۔ جب اللہ ایسی ہستی ہے تو پھر وَعَلَى اللّٰہِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوں اور اس کی ان صفات کی معرفت رکھتے ہوں (جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں) وہ تو پھر اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کریں گے کسی اَور پر توکل نہیں کریں گے۔ توکل دراصل پہلا انعام ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کی معرفت کے نتیجہ میں انسان کو ملتا ہے۔ ویسے تفاصیل مختلف ہو جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کے نقطہ نگاہ سے پہلا انعام جو معرفت کے نتیجہ میں اِنسان کو ملتا ہے وہ مقامِ توکل ہے۔

اب مثلاً ہم احمدی ہیں۔ مَیں سوچتا ہوں آپ میں سے بھی اکثر سوچتی ہوں گی کہ اتنا بڑا کام کیسے ہو گا جس وقت ایمان میں کمزوری پیدا ہوتی ہے تو پھر مثلاً آپ اپنی بچیوں کے لئے اَور سہارے ڈھونڈنے لگ جاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ان کو تہذیبِ نَو سکھا دی جائے پھر ان کی عزّت قائم ہو جائے گی حالانکہ عزّت دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی تہذیب وغیرہ کسی کو عزّت نہیں دیا کرتی۔ آخر ایران کی تہذیب آج کی تہذیب سے کم نہیں تھی۔ اپنے وقت کے لحاظ سے رومی اور ایرانی دُنیا کی دُو زبردست تہذیب یافتہ اقوام تھیں اور وہ غیر کو سمجھتی ہی کچھ نہ تھیں۔ آدمی یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ توکل کے نتیجے کس طرح نکلتے ہیں۔ جب کسریٰ (ایران) نے مسلمانوں کی سرحدوں پر شرارتیں شروع کیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں جن لوگوں نے نفاق اور ارتداد کا فتنہ کھڑا کیا تھا ایران نے ان کو شہ دی اور اس طرح وہ ملوّث ہوُا اور پھر اس نے سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نفاق کے فتنے کو فرو کیا گیا اور پھر اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا گیا کہ تم اپنی سرحدوں کو مضبوط کرو اور ایرانیوں کو شکست دو۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیصرِ روم کے مقابلے پر جانے سے پہلے جو آٹھ دس جنگیں ایران کی سرحدوں پر لڑی ہیں ان میں سے ہر جنگ میں ایک نئے جرنیل کے ماتحت چالیس اور اسی ہزار کے درمیان فوج حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابلے پر آتی رہی ہے۔ گویا ہر جنگ میں نئی فوج اور نیا جرنیل اور تعداد ان کی چالیس اور اسی ہزار کے درمیان اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس وہی فوج جس میں اٹھارہ ہزار مسلمان تھے اور ہر لڑائی میں وہی لڑتے رہے حالانکہ ان کے مقابلے پر ہر لڑائی میں ایک نئی اور تازہ دَم فوج آتی تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ

کو حالات لکھے۔ کسریٰ کی طاقت بتائی۔ اس کے بڑے RESSURCES (رسورسز) یعنی ذرائع بتائے اور بتایا کہ ان کے جرنیل جو ہیں (جنہیں آج کی زبان میں کمانڈر کہنا چاہیئے) ہر جرنیل کے ماتحت چالیس ہزار کی فوج ہوتی ہے۔ بہت سارے ایسے جرنیل تھے جو اپنے عہدے کے لحاظ سے اور عام دستور کے مطابق ایک لاکھ درہم کی ٹوپی پہنتے تھے۔ ایسے جرنیل کی یہ یونیفارم ہوتی تھی یعنی اس پہ اتنے ہیرے اور جواہرات لگے ہوتے تھے کہ اس ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور ایسے ایک لاکھ کی ٹوپی پہننے والے جرنیل بھی بہت سے مقابلے پر آئے تھے۔

بہر حال حضرت خالد بن ولیدؓ نے حالات لکھے کہ بڑا امیر ملک ہے۔ اس کے پاس بڑی فوجیں ہیں اور ہر دفعہ نئی فوج مقابلے پر آتی ہے اِس لئے بھی کہ مسلمان پہلی فوج کا ایک دن کی جنگ میں کچومر نکال دیتے تھے اور یہ صرف اٹھارہ ہزار اور ساری جنگوں میں لڑتے رہے۔ اٹھارہ ہزار میں سے کم ہوتے جاتے تھے کیونکہ کچھ شہید ہوتے جاتے تھے اور کچھ زخمی ہو جاتے تھے اِس لئے اٹھارہ ہزار بھی نہیں رہے ہر جنگ میں کم ہوتے گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کا اللہ تعالیٰ پر توکل اور حضرت خالد بن ولیدؓ پر یہ حُسنِ ظنّ کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ پہ توکل رکھنے والا ہے اور دُنیا کے سہاروں کو نہیں دیکھتا۔ جب ان کا خط پہنچا کہ مجھے کُمک بھیجو تو اس وقت آپ مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اور کئی بڑے صحابہؓ بھی وہاں موجود تھے آپ نے ایک آدمی کو بُلا کر فرمایا خالد بن ولیدؓ کو امداد اور کمک کی ضرورت ہے تم ان کے پاس چلے جاؤ چنانچہ ایک آدمی کی کمک بھیج دی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا حضرت! یہ آپ کیا کر رہے ہیں اِن حالات میں ایک آدمی کی کمک کیا ہو گی۔ اِس پر انہوں نے بڑا حسین جواب دیا آپ نے فرمایا جس فوج میں اِس جیسا آدمی ہو وہ شکست نہیں کھایا کرتی۔ کس جیسا آدمی؟ سوال یہ ہے۔ مگر ان صحابہؓ کو یہ بات سمجھ آگئی کیونکہ وہ سب اسی پانی کی مچھلیاں تھیں لیکن آپ کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے مجھے بتانا پڑے گا۔

انہوں نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ پر اتنا توکل رکھتا ہو وہ دُنیا کی طاقت سے شکست نہیں کھایا کرتا اور پھر انہوں نے (یعنی اس ایک آدمی نے جسے کمک کے طور پر بھجوایا گیا تھا) ان لڑائیوں میں صدقِ ابوبکرؓ کو ثابت کیا۔ مَیں اِس وقت اِس تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔

غرض اللہ تعالیٰ پر توکل کا یہ عجیب حال ہے کہ اٹھارہ ہزار کی فوج لے کر ایران جیسی بڑی سلطنت سے جنگ لڑی اور لڑتے چلے گئے اور ہر دفعہ ساٹھ ستّر ہزار تازہ دَم فوج نئے جرنیل کی ماتحتی میں مقابلے پر آتی کبھی دوسرے دِن کبھی چوتھے دن کبھی دسویں دن آگے پیچھے یہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ یہ اٹھارہ ہزار تھے اور کم ہوتے جا رہے

تھے گو اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا تھا شہید کم ہوتے تھے اور زخمی بھی کم ہوتے تھے اور جو زخمی ہوتے تھے وہ بھی بڑی جلدی RECOVER (ری کور) کر جاتے تھے۔ یہ اپنی جگہ درست ہے اور خدا کا بڑا فضل ہے لیکن یہ سب کچھ توکّل کا نتیجہ تھا۔ آخر وہ کونسی چیز تھی جس پر خالد بن ولیدؓ کا بھروسہ تھا۔ یہ سوائے اللہ تعالیٰ کی طاقتوں کے اَور کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر حضرت خالد بن ولیدؓ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو اللہ تعالیٰ کی طاقتوں پر بھروسہ نہیں تھا تو پھر دُنیا یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگی کہ یہ دونوں پاگل تھے کیونکہ دُنیا کی عقل کے لحاظ سے کوئی شخص اِس طرح اتنی بڑی طاقت کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتا۔ ان ساری جنگوں کا مجموعہ اگر آٹھ جنگیں اور ہر جنگ میں ساٹھ ہزار آدمی اَوسطاً سمجھے جائیں تو چار لاکھ اسّی ہزار کا مقابلہ دراصل ان اٹھارہ ہزار نے کیا ہے اور کامیاب مقابلہ کیا ہے اور کوئی پرواہ نہیں کی۔ ایک موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اٹھارہ ہزار میں سے چار ہزار فوج ایک مصلحت کے ماتحت نکالی اور ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے میں صرف دس بارہ ہزار فوج رہنے دی۔ کسریٰ کی فوج کا جو جرنیل تھا وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا (پچھلی جنگوں کے شکست خوردہ کچھ افسر بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور جنہوں نے کہا تھا کہ ان کے اندازے کے مطابق خالد بن ولیدؓ کے ساتھ اٹھارہ ہزار فوج ہے) جو شکست کھاتے ہیں وہ مبالغہ کیا ہی کرتے ہیں۔ ہمارے پاس جو افسر آتے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے لیکن میری نظر تو اپنے سامنے صرف دس بارہ ہزار مسلمان دیکھ رہی ہے۔ ان کی رپورٹ بھی صحیح تھی اور اس کی عقل نے بھی درست اندازہ لگایا تھا۔ اس اٹھارہ ہزار میں سے بھی چار ہزار کو نکال لیا کیوں نکالا؟ کیسے جرأت کی؟ یہ خدا تعالیٰ پر توکّل کا نتیجہ تھا۔ ان کو یہ پتہ تھا کہ میرا ہر ساتھی اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھنے والا اور کسی دُنیوی طاقت سے ڈرنے والا نہیں۔ اور ان کی چال یہ تھی کہ کچھ شہید تو ہوں گے کیونکہ ساٹھ ہزار کا وزن ہی فوج کو دھکیل کر رکھ دیتا ہے۔ پیچھے ہٹیں گے اور لڑتے لڑتے خود کو پیچھے ہٹانا چاہتے تھے اور جب پیچھے ہٹیں گے تو ان میں سے ایک بھی واپس نہیں دوڑے گا کسی کی پیٹھ پر زخم نہیں آئے گا۔ چنانچہ جس وقت نصف میل کے قریب پیچھے ہٹے تو پیچھے سے چار ہزار گھوڑ سوار فوج سے حملہ کروا دیا اور کسریٰ کی فوج کے پرخچے اُڑا دیئے۔ یہ دو گھنٹے کی لڑائی میں جو خطرہ مول لیا دُنیوی لحاظ سے تو بڑا خطرہ ہے۔ یہ کیوں مول لیا؟ اس لئے کہ حضرت خالدؓ اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھتے تھے۔ وہ یہ حُسنِ ظن رکھتے تھے کہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی میدانِ جنگ سے دوڑے گا نہیں۔

کیا مَیں بھی آپ میں سے ہر ایک پر یہ حُسنِ ظن رکھوں کہ آج اِسلام کی جنگ میں آپ پیٹھ نہیں دکھائیں گی اور دُنیا کی لالچ اور دُنیا کی زینت آپ کو خدا تعالیٰ سے دُور نہیں لے جائے گی۔ اگر مَیں اس حُسنِ ظن میں صداقت پر ہوں تو جو نتائج اس قوم کی حقیر کوششوں نے نکالے تھے آج کی دُنیا بھی وہی نتائج اس حقیر قوم کی کوششوں کے دیکھے گی، انشاء اللہ۔

پس آپ کسی اَور کی طرف نگاہ نہ کریں محض اللہ اور اللہ ہی ہے جس پر توکّل کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس پر ہم اسی کے فضل سے توکّل کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ اپنے فضل اور رحمت اور اپنی قدرتوں کے نتیجہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہر دل میں گاڑ نہیں دیتا اور ہر زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے نہیں گائے جاتے۔

اب ہم دعا کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے جو کام لینا چاہتا ہے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ جیسا چاہتا ہے ہم ویسا بن جائیں اور وہ ہم پر جو فضل کرنا چاہے ہم اس کی نگاہ میں ان فضلوں کے حقدار اور سزاوار ٹھہریں۔ آمین

(الفضل ۳، ۴، ۵، فروری ۱۹۷۲ء صہ)

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر پچاس سال پُورے ہونے کی تقریبِ سعید پر

لجنہ کے پندرھویں سالانہ مرکزی اجتماع میں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

لجنہ اماء اللہ کا یہ قافلہ پچاس سال تک مجاہدانہ عزم اور عمل کے ساتھ اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ آج اپنا پچاس سالہ جشن منانے کے قابل ہو گیا، فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

اللہ تعالیٰ کی ان رحمتوں کو دیکھ کر جو اس نے جماعت پر نازل کی ہیں ہمارے دل اس کی حمد سے معمور ہیں اور رُوحانی بشاشت اور مسرّت سے ہمارے چہرے دمک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کے بعد ہی

انسان کو حقیقی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

ہم احمدی مسلمانوں کا جشن، ہماری عید اور ہماری خوشی کا دن، حمد و ثناء اور متضرعانہ دعاؤں کا ایک حسین اِمتزاج ہے۔ یہ ہے حقیقت ہمارے جشن اور ہماری خوشی کی۔ تاہم حمد و ثناء بھی اپنے اندر دو پہلو لئے ہوئے ہے اور متضرعانہ دعا بھی دو جہت کی طرف اشارہ کر کے ربِّ کریم کے حضور ہماری رُوح کو اور ہمارے جسم کے ذرّہ ذرّہ کو جُھکاتی ہے۔ ہمارے دِل اپنے ربّ کی حمد سے اِس لئے بھی معمور ہیں اور ہماری زبانوں پر اس کی حمد کے ترانے اِس لئے بھی جاری ہیں کہ اس نے ہم عاجز بندوں اور عاجز بندیوں کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم اس ابتلاء اور امتحان کی دُنیا میں رہتے ہوئے بھی دُنیا سے نگاہ موڑ کر اس ربِّ کریم کی طرف متوجہ رہیں اور نہایت عاجزی کے ساتھ اور تکبّر سے انتہائی طور پر نفرت کرتے ہوئے اس کی عطا میں سے کچھ اس کے حضور پیش کریں۔ حمد کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بحیثیت جماعت بھی اور لجنہ اماء اللہ کو بحیثیت لجنہ بھی اپنی قربانیوں میں تسلسل قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائی کیونکہ اگر تسلسل قائم نہ رہے تو نتیجہ اچھا نکلنے کا امکان باقی نہیں رہتا (مَیں یہ نہیں کہتا کہ نتیجہ اچھا نہیں نکلتا کیونکہ اس کا بُنیادی طور پر انحصار ایک اَور بات پر ہے جو مَیں آگے چل کر بیان کروں گا) ایک موٹی مثال ہے جسے ہر چھوٹا بڑا اور عالم اور عالمہ بھی سمجھ جائے گی کہ ہم پھول کے بیج لگاتے ہیں (آج کل پھول کے بیج لگانے کا موسم ہے) تو گملے میں پنیری تیار کرتے ہیں اور اس کے لئے پہلے بیج ڈالتے ہیں اور اس کے اُوپر ایک پتلی سی تہ مٹی کی ڈالتے ہیں اور پھر اس کو پانی دیتے ہیں۔ اب اگر بیج نے نشو و نما حاصل کر کے ایک صحت مند پَودا بننا ہے جسے نہایت خوبصورت اور دِل موہ لینے والے پھول لگنے ہیں تو پانی دینے میں تسلسل کا قائم رہنا ضروری ہے۔ ہر روز وقت پر اس گملے میں پانی ڈالنا چاہیئے۔ پھر جب ان کو (TRANSPLANT) ٹرانس پلانٹ کیا جاتا ہے تو جس جگہ پَودے لگائے جائیں وہاں بھی ان کو پانی ملنا چاہیئے۔ اگر پانچ سات دن پانی نہ ملے تو یا تو پَودے مَر جائیں گے یا کمزور ہو جائیں گے یا ان کو پھُول لگیں گے ہی نہیں اور یا اگر لگیں گے بھی تو خوبصورت پھُول نہیں لگیں گے بلکہ مُرجھائے ہوئے نیم مُردہ سے پھُول آجائیں تو آجائیں ورنہ وہ خوبصورتی اور وہ حُسن جو اللہ تعالیٰ پھُولوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پانی کے دینے میں تسلسل نہ ہونے کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتا گویا اِس طرح انسانی کوشِش ناکام ہو جاتی ہے۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کے ممنون ہیں۔ اُس نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ پچاس سال تک لگا تار اور پُورے تسلسل کے ساتھ اس نے لجنات کو ان کی بساط کے مطابق اس کے حضور قربانیاں پیش کرنے کی توفیق بخشی۔ گویا لجنات

نے اپنی کمزوریوں کے باوجود، دُنیا کی اس کشش کے باوجود جو اپنی طرف کھینچ رہی تھی اپنی اجتماعی زندگی میں قربانیوں کے تسلسل کو قائم رکھا اور یہ اسی تسلسل کا نتیجہ ہے کہ آج آپ لجنہ کی حیثیت میں (اور چونکہ لجنہ بھی جماعت کا ایک حصّہ ہے اِس لئے مَیں کہوں گا جماعت جماعت کی حیثیت میں) وہاں کھڑی ہے جہاں وہ آج کھڑی ہمیں نظر آ رہی ہے۔ اگر یہ تسلسل نہ ہوتا۔ اگر لجنہ دس سال روشنی میں رہتی اور پھر چند سال اندھیروں کے آتے اور پھر روشنی اور بشاشت اور جذبۂ ایثار جوش مارتا اور یہی حال جماعت کا ہوتا۔ روشنی۔ اندھیرا۔ روشنی، تو نہ جماعت اس مقام پر ہوتی اور نہ لجنہ اس مقام پر ہوتی جس پر آپ اسے آج دیکھ رہی ہیں۔

پس ہم نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء اِس لئے کرنی ہے۔ اس کی تسبیح و تحمید اِس لئے کرنی ہے۔ اور اپنے قول اور فعل میں اس کے شکر گزار بندے اور بندیاں اِس لئے بننا ہے کہ نہ صرف اس نے اپنی راہ میں ہمیں قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ اس نے ہمیں یہ توفیق بھی عطا فرمائی کہ ہم تسلسل کے ساتھ اس کی راہ میں قربانیاں دیتے اور دیتی چلی جائیں۔

پس ہمارے جشن کا ایک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے۔ کیونکہ ایک مسلمان جب بھی خوشی مناتا ہے اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء جاری ہوتی ہے کیونکہ وہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اللہ نے بڑا فضل کیا اور بڑا احسان کیا۔ اس نے رحمانیت کے جلوے بھی دکھائے اور وہاں ہماری اُنگلی پکڑی اور اپنی رحمانیت کے جلووں سے ہماری راہنمائی فرمائی۔ جہاں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اس نے ہمیں اپنی رحیمیت کے جلوے بھی دکھائے کہ جہاں ہماری کوششیں تو تھیں مگر وہ بڑی کمزوریوں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے محبت کرنے والے ہاتھوں اور پیار کرنے والی قادرانہ اُنگلیوں کے ساتھ ان غفلتوں، سُستیوں اور کوتاہیوں اور کمزوریوں کے پَردوں کو ہٹا کر ہماری کوشِش میں جو اپنی ذات میں ایک بڑی ہی حقیر کوشش تھی، برکت ڈال دی۔ اور اس برکت نے ہماری اس کوشِش کو اتنا بڑھا دیا اور اس کے ایسے اچھے نتیجے نکلے کہ دُنیا حیران رہ گئی۔

مَیں نے شاید پہلے بھی بیان کیا ہے ایک دفعہ مَیں ربوہ سے ریل میں سوار ہُوا۔ ڈبہ میں کچھ اَور مسافر بھی تھے۔ جب اُنہوں نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ربوہ کے ماحول پر نظر ڈالی سکول دیکھا، کالج دیکھا اور لجنہ کا ہال دیکھا تو کہنے لگے بڑی امیر جماعت ہے دیکھو کس طرح کالج بنا لیا ہے۔ یہ بنا لیا ہے اور وہ بنا لیا ہے۔ مَیں پہلے تو ان کی باتیں سُنتا رہا لیکن جب انہوں نے ہماری عمارتوں کا بہت زور شور سے ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا

تو مَیں نے کہا ہاں ہم امیر ہیں لیکن مادّی دولت کے بغیر۔ ہم خدا کے فضلوں کی وجہ سے امیر ہیں۔ ہم اِس لئے امیر ہیں کہ ہمارے ایک پیسے میں وہ برکت ہے جو برکت دوسروں کے ہزار روپے میں نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کے ایسے نتائج نکالتا ہے کہ ہم بھی حیران ہوتے ہیں اور ہمارا مخالف یا جو ہم میں سے نہیں اور ہمارا مخالف بھی نہیں لیکن وہ جماعت کے حالات کو نہیں جانتا وہ بھی حیران ہو جاتا ہے کہ یہ کیسے ہو گیا پس اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کو دیکھ کر ہمارے دل اس کے شُکر سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ہمارا خدا بڑا ہی احسان کرنے والا اور بڑا ہی پیار کرنے والا خدا ہے۔

پچّاس سال پیچھے آپ نظر کریں۔ کچھ مختصراً اس مجلّہ میں بھی ذکر ہے (جو آپ نے اِس موقع پر شائع کیا ہے) کہ کِس طرح ایک بیج بویا گیا تھا اور پھر کِس طرح اس بیج کو پنپنے اور اس میں سے روئیدگی نکلنے اور اس کو نشوونما پانے کا موقع ملا۔ شروع میں صرف چودہ ۱۴ مستورات کی ضرورت تھی۔ چودہ ۱۴ ممبرات تھیں جن کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا۔ گو اُس وقت تھوڑا کام تھا لیکن آہستہ آہستہ یہ پَودا درخت بن گیا اب یہ خوبصورت درخت اِتنا بڑھ چکا ہے، اتنا بلند ہو چکا ہے، اتنا حسین ہو چکا ہے، اتنی شاخیں نکال چکا ہے، اتنے خوبصورت پتّے نکال چکا ہے کہ اِس عظیم درخت کی ایک ایک ٹہنی کی ایک پتلی سی شاخ کے پتّے بھی چودہ ۱۴ سے زیادہ نظر آتے ہیں تاہم وہ چودہ ۱۴ ممبرات جن سے لجنہ کی تنظیم کی ابتداء ہوئی تھی وہ پھر چودہ سے چودہ درجن بنی ہوں گی، پھر چودہ درجن سے چودہ سینکڑے بنی ہوں گی۔ پہلے وہ قادیان میں محدود تھیں پھر وہ باہر نکلیں پنجاب میں پھیلیں یعنی اِس درخت کی شاخیں پھیل کر انہوں نے پنجاب کے اُوپر سایہ دینا شروع کیا پھر سارے ہندوستان پر سایہ دینا شروع کیا پھر اب دُنیا کے سارے ممالک پر اس درخت کی شاخیں پھیل گئی ہیں اور اس کی برکت سے مُلک مُلک اور قوم قوم حِصّہ لے رہی ہے۔

پس ہمارے دِل آج خدا تعالیٰ کی حمد سے معمور ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہماری متضرّعانہ دعائیں بھی اسکے حضور پیش ہیں اور اس کے دو۲ پہلو ہیں۔ ایک پہلو یہ ہے کہ اے خدا! ہم نے جو کوشش کی سو کی لیکن نتیجہ تیری رحمت اور فضل کے بغیر نہیں نکل سکتا۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے ہر احمدی مرد اور ہر احمدی عورت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کوشش خواہ وہ بظاہر انتہائی کوشش ہی کیوں نہ ہو وہ بار آور نہیں ہو سکتی جبتک اللہ تعالیٰ کا فضل آسمانوں سے نازل ہو کر اسے پھل اور ثمر عطا نہ کرے۔ ہمارا یہ آئے دن کا مشاہدہ ہے۔ آپ میری بہنیں اور بزرگ خواتین بھی جانتی ہیں۔ آپ نے اپنی زندگیوں میں کئی بار دیکھا ہو گا کہ ایک عورت

نو۹ مہینے سخت تکلیف اور دردوں اور دُکھوں کو اُٹھا کر اور ہر قسم کی پرہیز کر کے اپنے پیٹ میں بچّہ پالتی ہے اس کا خاوند اس کے لئے سہولت کے سامان اور دواؤں کا اِنتظام کر رہا ہوتا ہے۔ وہ خود ہر دُکھ اُٹھا رہی ہوتی ہے ڈاکٹر کہتا ہے یہ کھانا ہے وہ نہیں کھانا۔ دیکھنا کہیں غلط جگہ پاؤں نہ پڑ جائے۔ اُونچی ایڑی والی جُوتی نہیں پہننی۔ یہ نہیں کرنا وہ نہیں کرنا۔ غرض ہزار قسم کی احتیاطیں ہیں جو اِس موقع پر برتی جاتی ہیں، ہزار بندھن ہیں جن میں حاملہ عورت کو باندھا جاتا ہے، ہزار پابندیاں ہیں جو اس پر لگائی جاتی ہیں۔ اور پھر جس وقت بچّے کی پیدائش کا وقت آتا ہے تو اُس وقت وہ عورت بھی یعنی ہماری جوان احمدی عورت بھی جانتی ہے اور دوسروں کو بھی جاننا چاہیئے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کو ساری کوشش کا پھل بھی ملے گا یا نہیں۔ ہمارے اپنے گھر کا مشاہدہ ہے میری بڑی بیٹی نے اِسی طرح نو مہینے کی تکلیف کاٹی۔ یہ تکلیف طبعاً عورت کے ساتھ لگی ہوئی ہے اِس لئے اسنے بھی یہ تکلیف گذاری۔ لاہور میں زچگی ہوئی۔ اِتنا صحت مند اور خوبصورت بچّہ پیدا ہوُا کہ مَیں نے اپنی ساری عمر میں اِتنا صحت مند اور خوبصورت بچّہ نہیں دیکھا تھا لیکن اُس نے ایک سانس بھی نہیں لیا تھا وہ مُردہ تھا پس اگر ہماری کوئی بہن یہ سمجھتی ہے کہ نو ماہ کی کوشش اور احتیاط اور پابندیوں کے اُٹھا لینے کے بعد وہ ایک زندہ اور صحت مند اور عُمر پانے والا بچّہ جنے گی تو وہ احمق ہے معلوم ہوُا جب تک آسمان سے پھل لگنے کا حکم نہ آئے زمین وہ پھل پیدا نہیں کیا کرتی۔ جب تک خدا تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال نہ ہو انسانی کوششیں ناکام اور اس کی محنتیں اکارت اور اس کی احتیاطیں اور اس کی تدبیریں رائیگاں جاتی ہیں۔

پس ہماری دعا کا ایک پہلو یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ کریم! اے ہمارے پیار کرنے والے خالق! ہم نے اپنی بساط کے مطابق تیرے حضور کچھ پیش کیا اور ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ یہ تحفہ تیری ذات کے حضور پیش کرنے کے لائق تو نہیں تھا۔ تیری عظیم ہستی ہے تُو سارے جہان کو پیدا کرنے والا اور ان کا مالک ہے۔ ان پر تیرے حکم کا تصرّف ہے۔ ان چیزوں کی تجھے ضرورت نہیں تھی لیکن اے ہمارے پیارے خدا ہمیں تو تیرے فضل اور تیرے پیار کی ضرورت ہے اس پیار اور رضا کے حصول کے لئے ہم نے یہ تحفہ پیش کیا اگر تُو قبول کرے گا تو نتیجہ نکلے گا اگر تُو اسے رَدّ کر دے گا، اگر تُو ہماری قربانیوں کو ہمارے مُنہ پر دے مارے گا تو ہماری ساری کوششیں بے نتیجہ اور بے سُود ثابت ہوں گی۔

پس ہماری پہلی دُعا یہ ہے کہ اے ہمارے ربِّ کریم تُو ہماری کوششوں کو قبول فرما اور ان کے وہ نتائج نکال جو ہماری خواہش اور تیری مرضی نکالنا چاہتی ہے۔ آخر اِس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے کسی کام کے لئے پیدا

کیاہے اور مہدیٔ معہودؑ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ پیارا رُوحانی فرزند تھا اسے ایک خاص مقصد کے پیشِ نظر مبعوث کیا ہے۔ پس خدا کی یہ بھی مرضی ہے کہ ہم اس کی راہ میں قربانیاں دیں اور ان میں کوئی ایسی ملاوٹ نہ کریں کہ ہماری قربانیاں رَدّ کر دی جائیں۔ ہماری اپنی بھی یہی خواہش ہے کہ ہم قربانیاں دیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ اِس قابل بھی ہیں کہ وہ مقبول ہوجائیں لیکن ہمارا رب جب چاہے ان قربانیوں کو بھی قبول کر لیا کرتا ہے جو قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ اس کی رحمت جوش میں آتی ہے تو

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

کی رُو سے ہر چیز پر وہ حاوی ہوجاتی ہے۔ جب اس کی بخشش جوش میں آتی ہے تو

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا

کی رُو سے ہر قسم کے گناہ اور غفلتوں اور سُستیوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے لیکن انسان اپنے زور سے کسی کام کا نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ اِس اصول، اِس حقیقت اور اِس صداقت کو آپ ہمیشہ یاد رکھیں۔

پس اِس موقع پر احمدی مستورات کی پہلی دُعا یہی ہے کہ اے ہمارے ربّ! تُو نے ہمیں پچاس سال تک مسلسل یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم تیری راہ میں قربانیاں دیتی چلی جائیں اب ہم پر یہ فضل فرما کہ ہماری یہ قربانیاں تیرے حضور قبول ہوجائیں اور ہماری کوششیں ثمر آور ہوجائیں۔

پھر ہماری دُعا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ ہم نے تیرے ہی فضل اور تیری ہی توفیق سے گذشتہ پچاس سال تک تیرے حضور حقیر قربانیاں پیش کرنے کی توفیق پائی اب تُو ایسے سامان پیدا کر کہ لجنہ اماء اللہ اگلے پچاس سال بھی اپنی اجتماعی زندگی میں تیرے حضور زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کرتی چلی جائے تاکہ جب صد سالہ جشن منایا جائے تو اُس وقت کی لجنات یا لجنہ کی ممبرات کو یہ نظر آئے کہ پہلے پچاس سالہ جشن کے بعد بھی کوئی وقفہ پیدا نہیں ہؤا بلکہ ایک تسلسل جاری رہا۔ یہ تسلسل ہی ہے جو ہر آن انسانی کوشش میں وسعت اور بڑھوتی پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو اس کی رحمتوں کو زیادہ جذب کرتا ہے۔

پس دُعا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے تیرے حضور کچھ پیش کیا اور ہم تیرے اُوپر پُورا توکل رکھتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ تُو ہماری اِن حقیر قربانیوں کو قبول کر کے ان کا نتیجہ پیدا کرے گا۔ ان کا ایک پھل پیدا کرے گا۔ اے خدا تُو ایسا ہی کر اور اے خدا تُو آئندہ بھی ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم پہلے سے زیادہ اور پہلے سے زیادہ پیار کے ساتھ تیرے حضور قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں۔ اور اے خدا تُو ایسے حالات پیدا کر کہ تُو ان کو

قبول بھی فرمائے اور ہماری کوششوں میں کوئی گند اور کوئی ملاوٹ نہ ہو جس سے ہمارے اعمال اور ہماری کوششیں اور ہمارے مجاہدے اور ہماری قربانیاں اور ایثار رَدّ ہوجائیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کی حمد جو دو پہلوؤں پر مشتمل ہے اور متضرعانہ دُعا بھی جو دو پہلوؤں پر مشتمل ہے ان کا حسین اِمتزاج عید کو اور خوشی کے دن کو اور جشن کے موقع کو پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر جشن کیسا وہ تو میلہ ہوگیا۔ جاؤ کچھ پکوڑے کھاؤ، کچھ سڑی ہوئی مٹھائی خرید لو، بچوں کے لئے غبارے لے لو۔ غرض اُوٹ پٹانگ چیزوں پر پیسے خرچ کرو اور ہاہا۔ ہُوہُو کر کے بے مقصد کاموں میں وقت ضائع کر کے اپنے گھروں کو واپس آجاؤ۔ ہمارا جشن اور ہماری خوشی کا دن کوئی دُنیوی میلہ نہیں ہے بلکہ ہم اِس لئے خوش ہوتے ہیں کہ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہم سے خوش ہؤا اور اس کی رضا کو ہم نے حاصل کیا اور خوش ہیں کہ اس کے حضور ہم نے حقیر قربانیاں پیش کرنے کی توفیق پائی اور وہ مقبول قربانیاں تھیں۔ اور ہم خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم اس کے حضور ہر دو قسم کی دعائیں کریں۔ ایک دُعا تو وہ ہے جو پہلی کوششوں کو مقبول بنا دیتی ہے اور ایک دُعا وہ ہے کہ قبول ہوجائے تو آئندہ کوششوں کی توفیق ملتی ہے اور ان کی مقبولیت کے سامان پیدا کرتی ہے۔

یہ حمد و ثناء اور متضرعانہ دعا کا حسین امتزاج ہی دراصل ہمارا جشن ہے، یہی ہماری عید ہے یہی ہمارا خوشی کا دن ہے اس دن ہم خوشیوں کی بُنیادوں کو اَور زیادہ مضبوط کرتے ہیں۔ ہم اپنی کوششوں کے سامانوں کو اَور وسیع کرتے ہیں۔ ہم نہ صرف اپنی مسرت بلکہ آنے والی نسلوں کی مسرتوں کے سامان پیدا کرتے ہیں۔ پس آج کا دن خوشی کا دن ہے آپ بھی خوش ہیں اور مَیں بھی خوش ہوں اور مَیں اتنا خوش ہوں کہ باوجود تکلیف کے مَیں یہاں آگیا ہوں۔ صُبح سے میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اور بعض اوقات تو مجھے یہ شُبہ ہوتا تھا کہ شاید مَیں آپ کے اجتماع میں نہیں آسکوں گا لیکن خُون کے دباؤ میں کمی اور جسمانی کمزوری کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کے پیار کی حرارت نے دُور کر دیا اور اس کے فضل سے مجھے یہاں آنے کی توفیق مل گئی۔

دوسری بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پچاس سالہ جشن ہماری راہ کا ایک موڑ ہے۔ ایک اچھا موٹر ڈرائیور اپنی لین (LANE) میں رہتا ہے۔ سڑک کے بائیں طرف بڑی احتیاط سے موٹر چلاتا ہے۔ بڑا محتاط ہے۔ جہاں تیز کرنا ہوتا ہے وہاں تیز کر دیتا ہے اور جہاں آہستہ کرنا ہوتا ہے وہاں پُوری احتیاط سے آہستہ کر دیتا ہے اور سڑک سیدھی ہو تو سیدھا چلا جارہا ہوتا ہے۔ اسی طرح گذشتہ پچاس سال کے عرصہ کو آپ یُوں سمجھ لیں کہ ایک سیدھی سڑک تھی جس پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ڈرائیور نے آپ کو سیدھی راہ پر رکھا اور آپ اپنی کوششوں کو

صراطِ مستقیم پر مسلسل قائم رکھتی چلی گئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی یہ کوشش بالآخر ثمر آور ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ہم نے اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کیا اور ہم بڑے خوش ہیں۔ لیکن یہی ڈرائیور جب پچاس میل چلنے کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچتا ہے جہاں سے سڑک دائیں جانب کو مڑتی ہے تو وہ اُس وقت دائیں جانب کو مُڑ جاتا ہے ایسے وقت میں ڈرائیور اچھا نہیں ہوگا اگر وہ دائیں نہ مڑے اور کہے مَیں تو سیدھا چلوں گا۔ ایسا ڈرائیور خود بھی مرے گا اور اپنے ساتھیوں کو بھی مارے گا۔ لیکن اچھا ڈرائیور سڑک کے دائیں طرف مڑنے کے ساتھ خود بھی دائیں طرف مُڑ جاتا ہے۔

پس لجنہ کی تاریخ کے پچاس سال گذر گئے۔ اِس عرصہ میں کچھ موڑ بھی آئے کچھ ٹیڑھا ترچھا راستہ بھی تھا کچھ تکالیف بھی پیش آئیں لیکن ایک بُنیادی حقیقت تھی جو قائم رہی بدلی نہیں اور وہ تھی تمہاری قربانیاں اور وہ تھا سیدھا راستہ اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والوں اور استقامت دکھانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت کا نزول۔

چنانچہ پچاس سال کے بعد آج جس دُنیا میں ہم خود کو پاتے ہیں وہ دُنیا اُس دُنیا سے مختلف ہے جسے ۲۵۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کو لجنات کی چوُدہ ممبرات نے دیکھا تھا۔ دُنیا بدل گئی ہر لحاظ سے بدل گئی۔ اُس وقت لجنہ کے کام کو چلانے کے لئے چوُدہ ممبرات کافی تھیں مگر اب آپ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ۵۴۶ لجنات کی مجالس صرف پاکستان میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کو چلا رہی ہیں اگر ہر مجلس کی تین عُہدیدار سمجھی جائیں (بعض جگہ زیادہ بھی ہوں گی)، لیکن اگر اَوسطاً تین عُہدیدار بھی سمجھ لی جائیں تو آج چوُدہ کی ضرورت نہیں بلکہ چوُدہ سَو سے زیادہ کی ضرورت ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ ہیں یعنی ہر مجلس کی چھ عہدیدار ہیں تو اٹھائیس سَو کی ضرورت ہے۔ گویا دُنیا بدل گئی۔ ہم یُوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو ہم نے اپنے ابتدائی ارتقائی دَوَر میں دیکھا۔ ارتقاء تو ایک مسلسل عمل ہے جو انسانی عمل اور اس کی ذہنی تربیت میں رُونما ہوتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک مختلف ہے اسی طرح اجتماعی زندگی میں ہر روز اللہ تعالیٰ کا سلوک مختلف ہوتا ہے۔

پس آج کی دُنیا وہ دُنیا نہیں رہی جس میں لجنہ کی تنظیم قائم ہوئی تھی۔ ۱۹۲۲ء میں مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے کیونکہ اس وقت میری عمر ۱۳ سال تھی اور امّاں جان حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی مَیں لگا رہتا تھا۔ ویسے تو بعض بچے آٹھ سال کی عمر میں بھی آزاد ہو جاتے ہیں لیکن مَیں آزاد نہیں ہوُا تھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی

حکمت تھی۔ ۱۹۲۴ء کا زمانہ جس میں میری والدہ محترمہ امۃ الحی صاحبہ کی وفات ہوئی گو ان کے آخری لمحات کے کچھ حصے میرے ذہن نے محفوظ رکھے ہوئے ہیں لیکن زیادہ علم نہیں ہے۔ اس وقت اور اس کے چند سال بعد جس وقت ہم مدرسہ احمدیہ میں پڑھا کرتے تھے (ہم سے مُراد میرے دوست اور ساتھی ہیں) یعنی ۲۸-۱۹۲۷ء میں قادیان کا جو ماحول تھا اور اس کے جو حالات تھے جنہیں ایک بچّہ ذہن نے یاد رکھا ہے وہ آج کے حالات سے کم از کم ایک ہزار گُنا مختلف ہیں۔ پھر خلافتِ ثانیہ کی جوبلی آئی وہ بھی در اصل جماعت کا ایک موڑ تھا کیونکہ ۱۹۳۹ء کے جلسہ سالانہ پر یک دم دس یا پندرہ ہزار افراد کی زیادتی ہو گئی۔ مجھے وہ جلسے بھی یاد ہیں جن میں سارے جلسہ کے مہمان جو کھانا کھانے والے تھے ان کی تعداد بارہ تیرہ ہزار ہُوا کرتی تھی مگر اب خدا کے فضل سے کھانا کھانے والوں کی تعداد ستر ہزار تک اور مہمانوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اب کچھ مہمان باہر بھی کھانا کھاتے ہیں لیکن اس زمانہ میں قریبًا سارے مہمان لنگر کا کھانا کھایا کرتے تھے۔ پس اُس وقت مہمانوں کی وہ صحیح تعداد سمجھی جائے گی جو کھانے کی پرچی کے لحاظ سے تھی۔ اور مہمانوں کی صحیح تعداد آج وہ نہیں جو آج کھانے کی پرچی ہے۔ اُس وقت بارہ تیرہ ہزار کی تعداد میں مہمان ہوتے تھے۔ آج کل کا بیس سالہ جوان کہے گا بھلا بارہ تیرہ ہزار کو کھانا کھلانا یہ بھی کوئی انتظام ہے اور اُس وقت خود مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرے ذہن نے یاد رکھا کہ بعض دفعہ رات کے گیارہ بج جاتے تھے اور ہم مہمانوں کو کھانا کھلانے کے قابل نہیں ہوتے تھے۔ مگر انتظام آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے۔ انسان کو درجہ بدرجہ تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ ارتقائی اَدوار میں سے گذر کر ہی انتظامیہ میں کسی واضح لائحۂ عمل کو اختیار کر پاتا ہے چنانچہ آج سے کوئی آٹھ نو سال پہلے جس وقت کوئی پچاس ساٹھ ہزار مہمانوں کو ہم کھانا کھلاتے تھے اور مَیں افسر جلسہ سالانہ تھا تو لائل پور کی ایک جماعت نے ٹھیک آٹھ بجے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں میری یہ شکایت لکھی کہ آٹھ بج گئے ہیں اور ہمیں ابھی تک کھانا نہیں ملا۔ مَیں بڑا خوش ہُوا۔ میرے سامنے وہ پُرانے واقعات آ گئے کہ گجا وہ زمانہ کہ رات کے گیارہ بج جاتے تھے اور ہم کھانا کھلانے سے فارغ نہیں ہو سکتے تھے یا اب خدا کے فضل سے یہ زمانہ آ گیا کہ اُس سے پانچ چھ گُنا زیادہ کھانا کھانے والوں کی تعداد ہے اور آٹھ بجے ہی مہمانوں کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ ہماری تنظیم کے اندر کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمیں کھانا نہیں ملا حالانکہ اُس وقت رات کے گیارہ بج جاتے تھے اور مہمانوں کو یہ احساس پیدا نہیں ہوتا تھا کہ دیر ہو گئی ہے۔ عجیب ہنگامہ تھا اور لُطف آتا تھا جو آج کے جلسہ سالانہ کے کارکن کو نہیں آتا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے نظّارے دیکھنے میں آتے ہیں۔ چنانچہ زمانہ بدل گیا اُس وقت آپ (عورتوں) کا چھوٹا سا سکول تھا اور اسی رپورٹ میں ہے کہ ۱۹۲۸ء

میں اِس سکول کی نگرانی لجنہ اماء اللہ کے سپرد کی گئی جس میں چند ایک اُستانیوں کی ضرورت تھی مگر اب آپ نے دُنیا میں گھر گھر سکول کھول دیئے۔ کوئی سکول رجسٹرڈ ہے۔ کسی میں آپ نے تعلیم القرآن کلاس کھول رکھی ہے۔ کہیں تعلیمِ بالغان کی مہم جاری ہے۔ غرض آپ نے بہت سے سکول کھول دیئے۔ بہت ساری جگہوں پر کُھل گئے ہیں اور بہت ساری جگہوں پر کھولنے چاہئیں۔ مگر اُس وقت یہ حال تھا اور شوریٰ میں ہونے والی بحث مجھے ابھی تک یاد ہے کہ جی تین تین مہینے کارکنان کو تنخواہیں نہیں ملتیں حالانکہ اُس وقت تھوڑے سے کارکن ہُوا کرتے تھے۔ مالی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اتنا فرق ڈال دیا ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ میری ہوش میں ایسا زمانہ تھا کہ ساری انجمن کے کارکنان کا بِل اس سے کم ہی بنتا ہوگا جتنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم مرکز میں خاص موقعوں پر بطور مدد تقسیم کر دیتے ہیں۔ مثلاً پچھلے مہینے میں ربوہ میں کارکنان کو ان کے گذاروں کے علاوہ (ہم ان کو تنخواہ تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ بڑے اخلاص کے ساتھ وقف کیا ہُوا ہے جنہوں نے وقف نہیں کیا وہ بھی ایک لحاظ سے واقفین ہی ہیں) ان کو ان کے گذاروں کے علاوہ ایک لاکھ سے اُوپر رقم تقسیم کر دی اور ہمیں پتہ بھی نہیں لگا اور کُجا وہ زمانہ کہ شوریٰ میں یہ بحث ہو رہی ہے کہ کارکنان کو تنخواہ دیر سے ملنے کی وجہ یہ ہے کہ احباب چندہ نہیں دیتے یا چندے وصول ہوتے ہیں تو جلد مرکز میں نہیں آتے اِس لئے تین تین مہینے گذر جاتے ہیں اور کارکنان کو تنخواہیں نہیں ملتیں۔ اب مثلاً مَیں نے پچھلے جمعہ میں کہا تھا کہ گو حکومت نے اُستانیوں کو تو تنخواہیں دے دی ہیں لیکن سکول کے اساتذہ کو ابھی تک تنخواہیں نہیں ملیں مَیں اسے اِعتراض کے رنگ میں نہیں لیتا بلکہ ایک واقعہ بتا رہا ہوں۔ ابھی حکومت کا یہ نیا نیا انتظام ہے اِس لئے مَیں یہ کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے بہت بڑا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اس کے سنبھلنے میں کچھ دیر تو ضرور لگے گی۔ بہرحال ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ وہ اِس کام کو جلد سنبھال لیں یا ربوہ میں جو ہمارے سکول اور کالج ہیں وہ ہمیں واپس دیدیں باقی کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ وہی سنبھال لیں۔

پس زمانہ بدل گیا۔ اُس زمانہ میں جس میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم ہوئی یعنی ۱۹۲۲ء میں میرے خیال میں قادیان میں شاید گنتی کی دسں عورتیں ہوں گی جو لپ اسٹک (LIPSTICK) لگاتی ہوں گی اور آج یہ حال ہے کہ گنتی کی عورتیں ہوں گی جو لپ اسٹک نہیں لگاتی ہوں گی۔ غرض وہ زمانہ کچھ اَور تھا اب کچھ اَور زمانہ آگیا ہے۔ پہلے مثلاً بے پردگی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا مگر اب ایسے خاندان ہیں جن کی عورتیں پَردہ نہیں کرتیں۔ گو ہیں تو چند گنتی کے خاندان لیکن اِتنے ہو گئے ہیں کہ جماعتیں اُن کے خلاف تادیبی کارروائی کا مطالبہ کرتی ہیں۔ مَیں ایک دفعہ کراچی گیا ہُوا تھا دوستوں نے کہا کہ بڑی تباہی آگئی ہے مَیں نے پُوچھا کیا تباہی آگئی ہے کہنے لگے عورتیں بے پَردہ ہو گئی

ہیں۔ مَیں نے سمجھا کہ ان کو کوئی دلیل دی تو ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی۔ مَیں نے ان سے کہا کہ تم ایسی عورتوں کی فہرست بنا کر دو جو بے پردہ ہوئی ہیں۔ فہرست بن کر آئی تو اس میں دس بارہ عورتوں سے زیادہ نہیں تھیں لیکن مَیں بڑا خوش ہُوا کہ ہماری جماعت ایک چھوٹا سا غلط کام بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ ہمیں ایسا ہونا چاہیئے۔ آپ کا یعنی لجنہ کا جو پچھلے سال اجتماع ہُوا تھا مَیں اُس وقت سے سوچ رہا ہوں اور دعائیں کر رہا ہوں کہ جو پندرہ بیس یا سو دو سَو ایسے خاندان ہیں جو اسلامی احکام کی پابندی نہیں کرتے خواہ کوئی ہو۔ بڑا ہو یا چھوٹا اُن کو جماعت سے خارج کر دیا جائے لیکن اس کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ ہی سے ہدایت طلب کرتا ہے۔ اِس کے لئے بڑے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے ہم ایسے خاندان کے اخراج کا فیصلہ کریں جن کو بغیر اخراج کے سنبھالا جا سکتا ہو۔ ہماری پہلی کوشش تو سنبھالنے کی ہونی چاہیئے اور اصلاح کرنیکی ہونی چاہیئے کسی کے ساتھ ہماری کوئی دشمنی ہے نہ کِسی کے خلاف غصہ ہے۔ پہلے ان کی اصلاح کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس آج مَیں نے ہنسی ہنسی میں آپ کو متنبّہ کر دیا ہے تاکہ کل آپ کو یہ شکایت نہ ہو کہ آپ ہمیں کہتے تو ہم اپنی اصلاح کر لیتیں۔ تم پردہ کرو۔ اور اس کے لئے مَیں تم سے یہ نہیں کہتا کہ بُرقع پہنو کیونکہ قرآن کریم نے بُرقع پہننے کا حکم نہیں دیا لیکن مَیں یہ کہتا ہوں کہ پردہ کرو۔ تم جو زینت اپنے باپ اور خُسر کے سامنے ظاہر کر سکتی ہو وہ غیر مرد کے سامنے ظاہر نہ کرو۔ لوگوں نے ایک عجیب احمقانہ مسئلہ بنا لیا ہے کہ 'چہرے کا پردہ ہے یا نہیں؟' قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ جو زینت تم اپنے محرم کے سامنے ظاہر کرتی ہو وہ غیر محرم کے سامنے ظاہر نہ کرو۔ محرموں میں مثلاً باپ ہے اور خُسر ہے (ویسے تو قرآن کریم نے محرم رشتہ داروں کی لمبی فہرست دی ہے لیکن مَیں آپ کو سمجھانے کے لئے صرف دُو کو لیتا ہوں) اب کون سی جوان عورت ہے جو اپنے باپ اور خُسر کے سامنے بے حیائی سے بیٹھ جاتی ہے؟ تم اپنے باپ اور خُسر کے سامنے کیا ظاہر کرتی ہو ظاہر ہے تم اُن کے سامنے اپنا چہرہ ہی ننگا رکھتی ہو۔ پس اگر باپ اور خُسر کے سامنے صرف چہرہ ہی ظاہر کرتی ہو یا بغیر دستانوں کے اُن کے سامنے آتی ہو تو عقل بھی یہی کہتی ہے کہ غیر محرم کے سامنے چہرہ ڈھانپنا پڑے گا۔ یہ ایک بڑی واضح بات ہے بڑی کُھلی بات ہے اِس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے یہ کوئی اُلجھا ہُوا مسئلہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ وہ زینت جو تم اپنے محرموں مثلاً باپ اور خُسر کے سامنے ظاہر کرتی ہو وہ تم نے غیر محرم کے سامنے ظاہر نہیں کرنی۔ یہ قرآن کریم کا حکم ہے تمہیں اِس کی پابندی کرنی چاہیئے۔ کیا تم غیر ممالک میں بسنے والے اُن لوگوں کی نقل کرتی ہو جنہوں نے پاکستان میں عورتوں کی مجموعی آبادی سے زیادہ ناجائز بچے جنے ہیں؟ پاکستان کی باعصمت آبادی ہے یہ اللہ تعالیٰ

کا فضل ہے۔ گو ہر جگہ کوئی نہ کوئی گند ہوتا ہے لیکن پاکستان میں وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ مگر پاکستان میں عورتوں کی جتنی تعداد ہے پچھلے دس سال میں امریکہ میں اس سے زیادہ ناجائز بچے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر تم نے اپنی عصمت اور عزّت کی ویسی حفاظت کرنی ہے جو خدا کی نگاہ میں اور اس کے رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اور اس کے بندوں کی نگاہ میں ہے تو پھر تمہیں قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا پڑے گا۔ اگر تم نے کُتّے بِلّیوں کی طرح زندگی گذارنی ہے تو پھر تمہاری مرضی۔ لیکن اگر تم نے اِس دُنیا میں اِنسان بن کر رہنا ہے اور یقیناً اِنسان بن کر رہنا ہے تو پھر تمہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ چمٹ کر زندگی گذارنی پڑے گی۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے اب ہم اپنی حرکت میں جو حصولِ مقصد یعنی اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے جاری ہے اس میں ہم ایک لمحہ کے لئے بھی رُک نہیں سکتے۔ تاہم جو مقصد ہوتا ہے اس کی منازل ہی انسان کو ملتی ہیں وہ آخری منزل پر تو کبھی نہیں پہنچ پاتا کیونکہ بندہ اور خدا کے درمیان بڑے فاصلے ہیں۔ مرنے کے بعد بھی ترقی کی راہیں تو ہیں لیکن امتحان کے لئے وہاں ہال نہیں بنائے گئے۔ غرض گذشتہ پچاس سال میں ہم نے جو منزلیں طے کرنی تھیں وہ طے کرلیں اب بدلے ہوئے حالات میں ہمیں نیا پروگرام سوچنا پڑے گا کچھ باتیں اِس وقت مَیں اشارةً بتادوں گا اور کچھ باتیں بعد میں سامنے آتی رہیں گی۔ کچھ لجنہ خود سوچے اور اپنی تجاویز میرے پاس بھجوائے۔ چونکہ حالات بدل گئے ہیں اِس لئے بُنیادی طور پر جس بات کے متعلق ہمیں سوچنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ پہلے ہمارا مقابلہ اس معاندِ اسلام کے ساتھ تھا جو اہلِ کتاب تھا یعنی مذہب کا پابند تھا یا کم از کم اس پر مذہب کا لیبل لگا ہوُا تھا۔ گو اس میں بعض دہریہ بھی تھے لیکن وہ چُھپے ہوئے تھے۔ صرف ظاہراً مذہب کا نام لیتے۔ گویا وہ دہریہ تھے مگر عیسائی کہلاتے تھے۔ وہ دہریہ تھے مگر یہودی کہلاتے تھے۔ جب ان سے بات کی جاتی تو کہتے تمہیں کس نے کہا ہے کہ ہم خدا کو نہیں مانتے۔ غرض ان کے ساتھ ہمارا مقابلہ تھا اور ہماری APPROACH اور ہمارا طریقِ کار اور ہمارا پیغام دینی معقول اور مبنی بر صداقت تھا مثلاً ہم ان کو دلیل یوُں دیتے تھے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی کتاب کے ان حصّوں سے جن میں عیسائی اور یہودی ابھی تک تحریف اور تبدیلی کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے (اللہ تعالیٰ نے بائیبل کے ایسے حصّے محفوظ رکھے ہیں جو ہمارے کام آتے ہیں) غرض ہم ان کو مذہبی رنگ کی دلیلیں دیتے تھے اور جو شخص چُھپا ہوُا دہریہ ہوتا تھا اس کو بھی ہم بظاہر قائل کر سکتے تھے لیکن اب صُورتِ حال یہ ہے کہ دُنیا کا نصف سے زیادہ حِصّہ عملاً دہریہ ہو چکا ہے اور نہ صرف دہریہ ہوُا ہے بلکہ کُھلّم کُھلّا خدا کی ہستی کا انکار کرتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ خدا کا انکار کرتا ہے بلکہ یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ ہم ایسی فوج تیار کریں گے جو خدا کے نام کو اِس کُرّۂ ارض سے اور اس کے وجود کو آسمان سے مٹا دے گی۔ گویا اس قسم کی فوج کے قیام سے انہوں نے خدا سے باقاعدہ لڑائی کا اعلان کر دیا ہے۔ ان کو دُنیا کے ایک حصّہ پر سیاسی اقتدار مل گیا۔ ان کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ دُنیوی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے طبعی قوانین کے مطابق انہوں نے ترقّی کی اور اب ہمارا ان کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اِس لئے اب ہمیں ان لوگوں تک اسلام کی تبلیغ پہنچانے کے لئے نئی راہیں اختیار کرنی پڑیں گی اور مؤثر دلائل کا ایک نیا ذخیرہ اکٹھا کرنا پڑے گا۔ ان میں سے ایک راہ یہ ہے کہ ہم نے عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو پاکر اور اللہ تعالیٰ ہی کی تائید سے آسمانی نشانوں کے ہتھیار کے ساتھ ایک بڑا زبردست مجاہدہ کرنا ہے کیونکہ دہریّت کے مقابلہ میں عقلی دلیل اِس لئے کامیاب نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو ایسی عقل دی ہے کہ وہ غلط بات کے لئے بھی تسلّی پالینے والی دلیلیں ایجاد کرلیتا ہے۔ وہ کہتا ہے دیکھو یہ دلیل ہے وہ دلیل ہے وہ اسے بزعمِ خود تسلّی کا ذریعہ بنالیتا ہے لیکن دُنیا کی کوئی عقل مُعجزہ کو جھوٹا ثابت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ ایک دفعہ ربوہ میں ایک بڑا ڈاکٹر دہریہ رُوسی سائنسدان آیا تھا۔ مَیں نے آہستہ آہستہ اپنے رنگ میں اس کے کان میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو ابھی لینن کے دماغ میں یہ سکیم نہیں آئی تھی کہ وہ رُوس میں ایک اشتراکی انقلاب بپا کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتا دیا تھا کہ زارِ رُوس کی حکومت بدل جائے گی اور اس کی جگہ دوسری حکومت قائم ہوگی چنانچہ لینن کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سَر جوڑنے اور مشورہ کرنے سے چند ہفتے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ

زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار

اِس ضمن میں بعض اَور باتیں بھی مَیں اس کے کان میں ڈالتا رہا اور اُس پر بہت اثر ہوُا۔ مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر بے احتیاطی سے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوئی بات اس کے مُنہ سے نکلی تو وہ تکلیف میں پڑ جائے گا۔ اور بعض قرائن بتاتے ہیں کہ یہاں سے جانے کے بعد اُس پر سختی کی گئی کیونکہ بعد میں اُس کا ذکر سُننے میں نہیں آیا۔ پس خدا تعالیٰ کا آسمانی نشان عقلی دلائل سے مدھم نہیں کیا جاسکتا، اس کی روشنی کو کم نہیں کیا جاسکتا اور تائیدِ آسمانی کے حصول کے لئے آپ نے کوشش کرنی ہے۔ دُعاؤں میں زیادہ اِنہماک اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ پیار کی ضرورت ہے۔ آپ اس کے پیار کے جلوے دیکھیں گی تو اپنے نفسوں میں یہ محسوس کریں گی کہ یہ کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔ اِس دُنیا کی خوشیاں بالکل عارضی ہیں آپ ان کی طرف توجّہ نہ کریں۔ قرآن کریم کی دائمی صداقت کو مضبوطی سے پکڑیں تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا حاصل ہو اور آپ دائمی جنّت کو پالیں۔

وہ جنّت جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے وہ اِسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی اُدھار کا سَودا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی جنّتوں کی اِسی دُنیا میں تسلّی دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ مَیں نے تکیہ پر سَر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ تسلّی دینی شروع کی اور صُبح تک جب تک کہ مَیں نے سَر نہیں اُٹھایا خدا تعالیٰ مجھے تسلّیاں دیتا رہا کہ تُو اپنے مقصد یعنی احیائے شریعت اور غلبۂ اسلام میں کامیاب ہوگا۔ کیا کبھی ماں نے اپنے بچّے سے ایسا پیار کیا ہے یا باپ نے اپنے بچّے کو ایسی محبّت دی ہے۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ایک بیمار بچّہ اگر ایک گھنٹہ بھر بھی چیں چیں کرتا رہے تو ماں اسے جھڑکنا شروع کر دیتی ہے۔ وہ بچّے کے درد کی وجہ سے رونے پر کہہ دیتی ہے کہ یہ کیا مصیبت ڈال دی ہے شور مچائے جا رہا ہے، روئے جا رہا ہے۔ مگر ہمارا خدا ماں باپ سے زیادہ پیار کرنے والا خدا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بارہا خوف کے وقت اور ابتلاٗ کے وقت اور امتحان کے وقت ساری رات خدا نے مجھے یہ تسلّی دی کہ تُو کیوں فکر کرتا ہے مَیں تیرے ساتھ ہوں مَیں تجھے غلبہ دوں گا مَیں تجھے کامیاب کروں گا۔ اب جس کے کان میں ساری رات خدا تعالیٰ کی اتنی پیاری اور ایسی میٹھی آواز پڑتی رہے تم بتاؤ دُنیا کا کوئی مزہ اس کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ دُنیا کی ہر لذّت اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عاشقانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ پیش کیا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو پایا۔ آپ بھی مخلصانہ زندگی اختیار کریں اور مخلصانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کچھ پیش کریں گی تو اس کی رضا کو پالیں گی۔ حصولِ ثواب کے دروازے آپ پر بند نہیں ہیں۔ قرآن کریم کی ایک یہ بھی خوبی ہے کہ وہ دوسرے بگڑے ہوئے مذاہب کی طرح یہ نہیں کہتا کہ مرد ہی سب کچھ ہے اور عورت کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مَرد نیکی کرے گا وہ اس کی جزاء پائے گا اور اگر کوئی عورت نیکی کرے گی تو وہ بھی جزاء پالے گی۔ گویا خدا کے پیار کو اسی پیارے رنگ میں آپ بھی حاصل کر سکتی ہیں جس طرح مَرد حاصل کرتے ہیں۔ اِس کی مثال مَیں پہلے دے چکا ہوں۔ اَور بھی بیسیوں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے دیکھنے میں عورتیں برابر کی شریک تھیں۔ ہماری اجتماعی زندگی میں جس میں مَرد اور عورت سارے شامل ہیں ہر سال ہزارہا معجزے جماعت دیکھتی ہے جو مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں مثلاً خدا تعالیٰ دعاؤں کے نتیجہ میں ایک عورت کو بیس، بائیس سال شادی کے بعد بچّہ عطا کر دیتا ہے بیماریاں کو دُور کر دیتا ہے۔ ایک سِکھ نے مشرقی افریقہ سے مجھے لکھنا شروع کیا کہ مجھے ایک ایسی بیماری ہے جسے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ مجھے پتہ لگا ہے (کوئی احمدی اس کا دوست تھا) کہ آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس کے حق میں دُعا قبول ہوئی۔ ویسے قبولیّتِ دُعا کی شرائط ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے ہم تو عاجز بندے ہیں۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زبردستی تو کوئی چیز نہیں منوا سکتا۔ مَیں نے سُنا ہے کہ ربوہ میں بھی دو تین عورتیں کہتی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ زبردست ہیں اور وہ نعوذ باللہ ہمارے دروازہ پر حاضر رہتا ہے جب چاہا اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ہمارا کام کرو۔ اِس قسم کے خیالات شیطانی وساوس ہیں میرے نزدیک ایسی عورت احمدی نہیں ہے۔ بزرگی تو علیحدہ رہی وہ احمدی ہی نہیں ہے۔ وہ خدائے واحد ویگانہ کی ماننے والی اور حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق گردن میں ڈالنے والی نہیں ہے۔ وہ شیطان کی سہیلی ہے وہ شیطان کے پاس جائے وہ ربوہ میں کیا کر رہی ہے۔ ہمیں "ایسے بزرگ" مرد اور "ایسی بزرگ" عورتیں نہیں چاہئیں ہمیں تو وہ مَرد اور عورت چاہئیں جو عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے آستانے پر گرے رہیں اور یہ سمجھیں کہ ان کا کوئی حق اپنے معبود، اپنے خالق اور اپنے ربّ پر نہیں ہے۔ دُعا کو قبول کرنا اس کا احسان ہے جب وہ احسان کرنا چاہے احسان کر دے تم اس پر کیا حق جتاؤ گی۔ کون سی چیز ہے جو خدا نے پیدا نہیں کی اور تم اس کے حضور پیش کر دو گی۔ اگر کوئی چیز ہے تو تم اس کا نام لو۔ اگر وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے تو مالک کے سامنے اس کی چیز پیش کر دینا اس پر کوئی احسان نہیں ہے۔ پس اللہ پر تمہارا کوئی حق نہیں میرا بھی کوئی حق نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ میرا بھی اللہ پر کوئی حق نہیں، چنانچہ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! میری نجات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ یہ اُس عظیم انسان کا قول ہے کہ جس سے بڑھ کر نہ کوئی پیدا ہؤا اور نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے اُس کا تو یہ ارشاد ہے مگر آپ (میں سے جو بزرگ بن بیٹھی ہیں یا بن بیٹھے ہیں) کہتے ہیں کہ خدا کی اُنگلیاں ہمارے ہاتھ میں ہیں جب چاہیں گے پکڑیں گے اور اس سے اپنے مطلب کی بات لکھوا لیں گے اور غیب کا علم حاصل کریں گے حالانکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحیِ رسالت کی ابتداء میں ہی ایک لمبا وقفہ آیا جو آپؐ کے لئے کئی لحاظ سے پریشانی کا موجب تھا۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے لیکن آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے زبردستی تو نہیں کی اور نہ کی جا سکتی ہے۔ جو چیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کر سکے وہ خود کو دُعا گو ظاہر کرنے والی کنیزہ کیسے کر سکتی ہے۔ پس ایسی عورتیں اور ایسے مرد بھی عقل سے کام لیں اور مذہب کو مذاق اور تمسخر کا نشانہ نہ بنائیں۔

غرض اِن اقوام (یعنی کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں) کو معجزات دکھانے کے لئے تمہیں اپنے اُوپر فنا کا جبّہ پہننا پڑے گا۔ تمہیں فنا کی چادر اوڑھنی پڑے گی تب جا کر اللہ تعالیٰ تمہارے وجود میں اپنے نُور کے جلوے ظاہر کرے گا۔ تمہیں فخر اور کبر و غرور کی ضرورت نہیں۔ غرض جب اللہ تعالیٰ کے تائیدی نشانات ہمارے شاملِ حال ہونگے

تب ان قوموں کو ہم تبلیغ کر سکیں گے۔

پس ایک تو مَیں آپ کو ہدایت کرتا ہوں کہ آپ تہجد کی نماز کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ لجنات کی تاریخ کے اِس نئے موڑ پر ایک تو یہ پروگرام ہے۔ پھر اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی تشریح میں مَیں نے کل انصار اللہ کے اجتماع میں اپنے بزرگوں بھائیوں اور بچوں کو یہ کہا تھا کہ اِس آیۂ کریمہ میں آپ کو ایک عظیم پیغام دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری زندگیوں کی ہر قسم کی کوشش اور مجاہدات کا دائرہ بنی نوع انسان یا عوام النّاس کی حدود تک پہنچنا چاہیئے اس سے ورے نہیں رہنا چاہیئے۔ ایک احمدی مسلمان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ صرف اس کا اپنا نفس نہیں، صرف اس کا خاندان اور بیوی بچے نہیں یا دوسرے رشتہ دار نہیں یا دوست نہیں یا قبیلہ ہی نہیں یا شہر یا ملک ہی نہیں بلکہ اس کی جو کوشش اور محنت ہے اور خدمت کے لئے اس کی جو جدّ وجہد ہے اور نیکی پھیلانے کے لئے اس کی جو تڑپ ہے اس کی حدود عوام النّاس کی سرحدوں تک پہنچنی چاہئیں یعنی امریکی عوام تک بھی، افریقن عوام تک بھی، فجی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور دوسرے جزائر کے عوام النّاس تک کی ضروریات اور حوائج کی حدود تک بھی۔ انڈونیشیا یعنی جاوا، سماٹرا اور ملائشیا، فلپائن کے عوام النّاس ہیں ان کی ضرورتوں اور حاجتوں تک بھی آپ نے اپنی کوششوں کا دائرہ بڑھانا ہے اِس لئے آپ اپنے رُوحانی اثر و رُسوخ، اپنی خدمت کا حلقہ وسیع کرنے کی کوشش کریں۔

گذشتہ پچاس سال میں گو بُنیاد تو قائم ہو چکی ہے لیکن بُنیاد خواہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اگر اس کے اُوپر پہلی، پھر دوسری، پھر تیسری منزل نہ بنے گی تو بعض دفعہ اِس قسم کی بُنیاد کی تو آوارہ لوگ اینٹیں اُکھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ پس بُنیادیں قائم ہو جانے کے بعد آپ آرام سے نہیں بیٹھ سکتیں آپ نے اس بُنیاد پر منزل پر منزل بناتے چلے جانا ہے یہاں تک کہ آپ کی کوششیں آسمانی رفعتوں کا دامن پکڑ لیں۔

پس موجودہ حالات کا تقاضہ یہ ہے آپ آرام سے نہ بیٹھیں۔ تنظیمی لحاظ سے جو مضبُوط بُنیاد قائم ہو گئی ہے اس بُنیاد کے اُٹھانے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذاتی اثر اور رہنمائی کا بہت بڑا حِصّہ ہے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اِس کام پر لگایا۔ پھر آپ نے اپنی بیویوں کو اور خاندان کی دوسری مستورات کو تنظیمی ذمّہ داریاں سونپیں۔ ایک کے بعد دوسری صدر اور سیکرٹری لجنہ اماء اللہ بنتی رہیں۔ بہرحال صدر تو خاندان کی کوئی نہ کوئی عورت بنتی رہی اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ آپ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ہدایات دینا چاہتے تھے اور اِس غرض کے لئے وہی صدر ہونی چاہیئے تھی جو ہر وقت آپ کی ہدایات حاصل کر سکے اور آپ کی رہنمائی میں اِس تنظیم کو چلا سکے۔

پس بُنیاد تو بڑی مضبوط بن گئی مگر اس کے اُوپر نئی منازل بنائے بغیر ہم اِس بنیاد کو قائم و دائم نہیں رکھ سکتے۔ اگر اس کے اُوپر نئی منازل نہ بنیں تو بڑا ظلم ہوگا۔ پھر تو گویا پچاس سالہ کوششوں کے بعد آپ کا اپنا عمل اس کو برباد کرنے اور مٹی میں ملانے کا باعث ہوگا۔ اِس بُنیاد کی جو رُوح ہے وہ بلندی کے لئے تڑپ رہی ہے پس رُوح کی اِس تڑپ کے پیشِ نظر آپ کو پہلے ایک منزل بنانی پڑے گی پھر دوسری منزل بنانی پڑے گی پھر تیسری منزل بنانی پڑیگی علیٰ ہذا القیاس۔ ان منازل کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔

دوسرے لجنہ کی جو پچھلی تاریخ ہے اس میں بعض باتیں نمایاں ہو کر سامنے آئی ہیں۔ اِس وقت چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اِس لئے مَیں تفصیل میں نہیں جا سکتا صرف چند مثالیں دینے پر اکتفار کروں گا۔ اگرچہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں مجالس لجنہ اماء اللہ کی تعداد ۵۴۶ ہے لیکن کل کی رپورٹ کے مطابق صرف ۱۲۳ مجالس اِس اجتماع میں شامل ہوئی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ۴۲۳ مجالس ایسی ہیں جن کی کوئی نمائندہ اِجتماع میں شامل نہیں ہوئی جس سے مَیں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ جہاں بعض لجنات بہت اچھا کام کر رہی ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) وہاں بعض لجنات ایسی ہیں جو عورتوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں اچھا کام نہیں کر رہیں اور اپنے عمل سے خود کو نیم مُردہ ثابت کر رہی ہیں (مَیں مُردہ اِس لئے نہیں کہتا کہ جماعتِ احمدیہ کی کوئی تنظیم مُردہ نہیں ہُوا کرتی وہ نیم مُردہ ہیں) ان کے اندر زندگی کی نئی رُوح دوڑانا اور ان کو بیدار کرنا، ان کے اندر کام کرنے کا شوق پیدا کرنا یہ ہمارا (یعنی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا) کام ہے۔

چنانچہ ایک وقت میں خدام الاحمدیہ کی تنظیم کا بھی یہی حال تھا مگر گذشتہ مہینے ان کا جو اجتماع ہُوا ہے اس میں ۵۲۷ مجالس کی نمائندگی تھی۔ اس کے مقابلہ میں لجنہ کی نمائندگی صرف ۱۲۳ مجالس کی ہے۔ کل سے انصار اللہ کا اِجتماع بھی شروع ہے ابتدائی رپورٹ میں ۴۹۰ مجالس کی شمولیت بتائی گئی ہے لیکن یہ آخری رپورٹ نہیں آج صحیح پتہ لگے گا۔

پس یہ کیفیت کہ لجنہ کی بعض مجالس تو بڑی ACTIVE (ایکٹو) یعنی بہت کام کرنے والی اور بڑے اخلاص سے کام کرنے والی ہیں۔ انہوں نے قُربانیاں دے کر نہ صرف اپنی تنظیم کو زندہ رکھا بلکہ اس کو آگے سے آگے بڑھایا ہے مگر لجنہ کی بعض مجالس ایسی بھی ہیں جو کچھ کام تو کرتی ہیں لیکن اتنا کام نہیں کرتیں کہ ان کو تھرڈ ڈویژن میں بھی پاس ہونے کے قابل سمجھا جا سکے۔ اِس لئے ان کو بیدار کرنا اور ان کے اندر زندگی کی رُوح پیدا کرنا بڑا ضروری ہے۔ اور جہاں جہاں بھی جماعتِ احمدیہ قائم ہے وہاں لجنہ اماء اللہ کی مجلس بھی قائم ہونی چاہیئے۔ گو جتنی جگہوں پر

جماعت قائم ہوئی ہے وہ بھی کافی نہیں لیکن جہاں جہاں اِس وقت تک جماعت قائم ہو چکی ہے وہاں لجنہ اماء اللہ ضرور قائم ہونی چاہیئے۔

دوسرے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے ہمیں اپنے دائرۂ خدمت کو وسیع کرنا ہے۔ مردوں کو تو مَیں نے کہا ہے اپنے اپنے حلقہ میں دس دس دوست بناؤ۔ عورتوں کے حالات مردوں سے مختلف ہیں مثلاً مردوں پر نماز باجماعت فرض ہے عورتوں پر فرض نہیں ہے۔ دائرۂ کار کے اِس اختلاف کا ہمیں خیال رکھنا چاہیئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ عورت کے مختلف حالات ہیں اِس لئے ہم آپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ مردوں کی طرح دوسروں کے گھر میں دندناتی چلی جاؤ اور وہاں جا کر خدمت کے کام کرو۔ لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے اور آپ کیلئے ایسا کرنا ممکن ہے کہ آپ کسی نہ کسی طرح عورتوں میں اپنے پیار اور دوستی کا حلقہ بڑھائیں اور اپنے گھروں میں دوسری عورتوں کو بُلائیں اور بڑے پیار سے ان کو سمجھائیں کہ تمہارے بچے قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتے ہم ان کو قرآن کریم پڑھانے کے لئے تیار ہیں۔ آپ ان کو قرآن کریم پڑھائیں۔ پھر ان کو دین کی باتیں بتائیں۔ ان کو بتائیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِبتدائی زندگی میں مخالفت کس قسم کی تھی۔ کس طرح آپؐ کو دُکھ دیئے گئے۔ پھر ان کو یہ بتائیں (خود اپنی بات نہ بتائیں بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بتائیں) کہ معاند کس طرح آپؐ کے خلاف تدابیر کیا کرتا تھا۔ آپؐ کے خلاف مکر کیا کرتا تھا اور آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو دُکھ اور اذیّت پہنچاتا تھا۔ وہ اُن کو دُو اڑھائی سال تک تنگ گھاٹیوں میں بند کر دیتا تھا۔ رَسد کے سارے دروازے آپ پر بند کر دیئے جاتے تھے۔ جو ملتا تھا وہ کھاتے تھے حتّٰی کہ وہ سُوکھے ہوئے چمڑے اُبال اُبال کر کھاتے تھے۔ ابتداء میں اِس قسم کی تنگیاں تھیں جن میں سے مسلمان گذرے لیکن اس تنگی اور تکلیف میں بھی خدا نے ان کو یہی کہا تھا کہ مَیں تمہیں دُنیا میں غالب کروں گا اِس لئے اس تنگی اور تکلیف کی حالت میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس الٰہی وعدہ پر ان کے دِل میں شک پیدا نہیں ہُوا کہ خدا کا یہ وعدہ پُورا بھی ہوگا یا نہیں۔ انہوں نے کہا اپنے وقت پر خدا کا یہ وعدہ پُورا ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ بڑا وفادار ہے اور اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ وہ ہمارا امتحان لے رہا ہے ہمیں امتحان میں پُورا اُترنا چاہیئے۔ جتنی تنگی اور تُرشی، اذیّت اور تکالیف وہ برداشت کرتے تھے اتنی ہی زیادہ حمد کے ترانے ان کی زبان سے نکلتے تھے۔ پھر خدا نے فرمایا کہ یہ میرے بندے ہیں دُنیا میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ یہ میرے وہ بندے ہیں جن کے لئے مَیں نے دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ پھر وہ عرب سے باہر نکلے۔ ایک طرف سپین تک جا پہنچے پھر وہ فرانس میں داخل ہوگئے۔ پولینڈ میں چلے گئے۔ دوسری طرف چین کی سرحدوں کو

کھٹکھٹایا اور دیوارِ چین ان کی راہ میں روک نہ بن سکی انہوں نے اس کو بھی پھلانگا۔ کوہ ہمالیہ کو کُود گئے۔ صرف راستے کی تکالیف اتنی ہیں کہ آج کوئی آدمی ان کو برداشت نہیں کر سکتا۔ گو ایسی جگہوں پر ہمارے مبلّغ ابھی تک نہیں پہنچ سکے۔ ہمارا زمانہ ابھی برزخ کا زمانہ ہے نہ ابھی اتنی تنگیاں ہیں نہ ابھی آخری فتوحات کے دن آئے ہیں لیکن غلبۂ اسلام کے دِن قریب تر آ رہے ہیں۔ غلبۂ اسلام کا سُورج طلوع ہو چکا ہے وہ آہستہ آہستہ بلند ہو کر نصف النہار تک پہنچے گا۔ کیونکہ جس طرح یہ مادی سُورج جب نکل آئے تو دُنیا کی کوئی طاقت اس کو نصف النّہار تک پہنچنے سے روک نہیں سکتی اسی طرح اِسلام کا جو سُورج طلوع ہو چکا ہے اور جو مادی سُورج سے زیادہ عظیم اور زیادہ حسین ہے اور بنی نوعِ اِنسان کے لئے زیادہ ضروری ہے وہ بھی انشاء اللہ نصف النّہار تک پہنچ کر رہے گا۔ اب کون ہے؟ کیا روس ہے یا امریکہ ہے یا چین ہے یا انگلستان ہے یا یورپ ہے اور دوسرے ملکوں کی کوئی اَور طاقت ہے جو اسلام کے اس سُورج کو نصف النّہار تک پہنچنے سے روک سکے؟ اِسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ لیکن یہ اَور سُورج ہے یہ مادی سُورج نہیں ہے۔ اس کو نصف النّہار تک پہنچانے کے لئے آپ کو قربانیاں دینی پڑیں گی۔ یہ خدا تعالیٰ کے دوسری قسم کے ستون ہیں جن پر سہارا لے کر یہ سُورج نصف النہار تک بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سُورج کو نصف النّہار تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو ستون بنائے ہیں ان میں مسلمان نے اپنے خُون سے گارا بنایا تھا اس میں پانی استعمال نہیں کیا تھا۔ یا جب خدا نے فرمایا کہ مَیں خُون نہیں لیتا تو انہوں نے اپنے پسینے، اپنے حواس، اپنی عقلیں اور اپنا مال و دولت سب کچھ نثار کر دیا تھا تا کہ یہ ستون بلند ہوں اور اسلام کا سُورج آسمان کی بلندیوں کو چُھونے لگے۔ غرض مسلمانوں کی یہ قربانیاں ہی تھیں جن سے (اللہ تعالیٰ کے فضل سے) یہ ستون تیار ہوئے۔ ظاہری آنکھوں کو وہ ستون بھی نظر نہیں آتے۔ وہ قربانیاں بھی نظر نہیں آتیں۔ خدا تعالیٰ نے دُنیا میں اُصول اور قوانین مقرر کر رکھے ہیں جن کے مطابق ہر کام طے پاتا ہے ورنہ اگر وہ اپنی قدرتوں کے جلوے بالکل نمایاں کر کے ہمارے سامنے لے آئے تو پھر یہ امتحان کیسا اور جزاء و سزا کیسی۔ یہ دُنیا تو تدبیر کی دُنیا ہے۔ اِس دُنیا میں خدا کی ذات اور صفات پردوں کے پیچھے چُھپی ہوئی ہیں خدا کی قدرتیں بالکل نمایاں ہو کر اور عیاں ہو کر بالعموم سامنے نہیں آیا کرتیں۔

پس یہ ستون ہیں جن پر بلند ہوتے ہوتے رُوحانی سُورج نصف النّہار تک پہنچتا ہے۔ پہلوں نے قربانیاں دیں اب تمہیں بھی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ میری بہنیں اور بھائی قربانیاں دینے سے بچ نہیں سکتے۔ لیکن یہ قربانیاں دینے میں بھی بڑا مزہ ہے اور ان کا ثواب حاصل کرنے میں بھی کہیں زیادہ لذّت و سرور ہے۔

غرض اِسلام کے غلبہ کے لئے آپ کو قربانیاں دینی پڑیں گی اور اِس کے لئے مَیں اِس وقت یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنا دائرۂ خدمت وسیع کریں مثلاً شروع میں آپ ایسا کریں کہ اگلے سال ایک ہزار یا پانچ سَو یا تین سَو (جتنا بھی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ مناسب سمجھے مجھے رپورٹ کر دے مَیں اس کا اعلان کر دوں گا) ایسی ممبراتِ لجنہ ہوں گی جو دائرۂ خدمت کو وسیع کریں گی اور دائرۂ خدمت وسیع کرنے میں ایک بہن ایسی بھی ہو سکتی ہے جو کہے کہ میری خواہش ہے مَیں وقت دینے کے لئے تیار ہوں۔ مَیں قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں کہ مثلاً پانچ غریبوں کو گھر پر بُلا کر مَیں ان سے پیار کروں، مَیں ان کے کپڑے دھوؤں، مَیں ان کی تکالیف پُوچھوں، ان کو کھانے کی ضرورت ہو تو اس کا انتظام کروں وغیرہ وغیرہ لیکن میری مالی طاقت ایسی نہیں ہے کہ اپنی اِس خواہش کو پُورا کر سکوں۔ مَیں کہتا ہوں جماعت موجود ہے مَیں اس مالی بوجھ کو اُٹھاؤں گا تم کام کرنے والی بنو۔ گو ایک وقت میں اللہ تعالیٰ نے پیسے کی تنگی دے کر بھی امتحان لیا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیسے کی کمی ہمارے راستے میں روک نہیں بن سکتی اب بھی اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے لیکن اب مالی تنگی نہیں ڈالتا اب وہ کہتا ہے مَیں تمہیں مال دیتا ہوں تم کام کرو۔ وہ کبھی مال دینے سے رُک جاتا اور امتحان لیتا ہے۔ کبھی وہ دولت دیتا ہے اور امتحان لیتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے امتحان تو انسانی زندگی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولت عطا فرمائی ہے اور وہ ہمارا امتحان لے رہا ہے۔ پس تم اپنے دائرۂ خدمت کو وسیع کرو کیونکہ بنی نوع اِنسان کی مخلصانہ خدمت کے بڑے اچھے نتائج نکلتے ہیں۔

مَیں نے مردوں میں یہ کام شروع کروا دیا ہے۔ اِس سلسلہ میں یہ کہوں گا کہ اس کا ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کسی انسان سے ہمیں جزاء نہیں لینی اور جس سے ہم نے جزاء لینی ہے اُسے بغیر بتائے کے علم ہے کیونکہ اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوُا ہے۔ ابھی اِس کام کی ابتداء ہے۔ راولپنڈی کی جماعت سے مَیں نے کہا تھا کہ آپ کچھ غریب خاندان لے لیں جو اکٹھے آباد ہوں اور ان سے کہیں کہ ایک تو ہم نے انشاء اللہ تمہیں بھُوکا نہیں رہنے دینا اور دوسرے ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم گندے رہو۔ جہاں تک گندے نہ رہنے کا تعلق ہے ان کو بھی مَیں نے ہدایت دی تھی آپ کو بھی بتا دیتا ہوں آپ بھی اس تفصیل کو سُن لیں اور یاد رکھیں۔ مَیں نے کہا تھا کہ اپنی امارت جتانے کے لئے ایسا نہیں کرنا بلکہ خدمت کے جذبہ سے یہ کام کرنا ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں کہ اپنے کپڑوں کو ہفتہ میں ایک دُو بار دھو سکیں تو آپ کہیں لاؤ ہم دھو دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان کے کپڑے لانڈری سے دُھلوا کر نہیں دینے اس غریب کے کپڑے آپ کو خود اپنے ہاتھ سے

دھونے پڑیں گے۔ خواہ آپ کو دس ہزار روپے مہینے کی آمد ہی کیوں نہ ہوتی ہو آپ نے اپنی دولت کا رُعب نہیں جمانا اور تکبّر کا اظہار نہیں کرنا بلکہ خدمت، خدمت، للّٰہی خدمت کرنی ہے۔ خدا کے لئے جو خدمت کی جاتی ہے اس کا تقاضا یہ نہیں ہوتا کہ آپ پیسے خرچ کر کے لانڈری سے کپڑے دُھلوا کر دیں اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ ان کے کپڑے گھر میں لے آئیں اور آپ کی بیوی اور بچیاں خود اپنے ہاتھ سے کپڑے دھوئیں، اپنے ہاتھ سے استری کریں اور واپس دے کر آئیں۔ چنانچہ اِس ہدایت پر عمل ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ جن کی اِس رنگ میں خدمت کی جا رہی ہے ان کے امیر رشتہ دار (جو پہلے ان کو کبھی پُوچھتے تک نہیں تھے) آ گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ مرزائی کافر ہیں ان کا کھانا کھانا کُفر ہے۔ مرزائیوں کا صابن کافر ہے اس کو استعمال نہ کرو۔ کافر گندم کی روٹی یا صابن کی ٹکیہ ہو یا نہ ہو لیکن وہ ’کافر پیٹ‘ کا کیا کرے جو بھُوکا ہے اور اس کے اندر زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ایندھن پڑنا چاہیئے لیکن پہلے تو انہوں نے غریب رشتہ داروں کا کوئی خیال نہ کیا اور پھر خدمت کی راہ میں روک بنے لیکن جب ہماری طرف سے ان کی خدمت ہونے لگی تو وہی لوگ جو ہمارے آدمیوں پر آوازے کستے تھے اور دُکھ دیتے تھے ان غرباء کو اب ہمارے سامنے آ کر سلام کرنے لگے ہیں۔

ہمیں ان کے سلام کرنے کی کوئی ضرورت اور خواہش نہیں ہے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں سلام کریں لیکن بہرحال انسان اندر سے شریف ہے ان کی انسانی شرافت بیدار ہوئی اور انہوں نے سمجھا کہ تمسخر اور اِستہزاء کے نعرے لگا کر غلطی کی ہے۔

غرض یہ کام وہاں شروع ہے اور ہم یہ کام تبلیغ کی غرض سے نہیں کرتے تبلیغ ایک الگ مسئلہ ہے یہ کام ہم خالصتہً خدمت کی غرض سے کرتے ہیں تبلیغ والے آپ ہی تبلیغ کریں گے۔ ان کے دل میں جب خیال پیدا ہوگا کہ جو لوگ ہماری خدمت کرتے ہیں ساری دُنیا ان کو بُرا بھلا کہتی ہے اور ان کی طرف مختلف باتیں منسُوب کرتی ہے دیکھنا تو چاہیئے کہ احمدی ہوتے کیسے ہیں، ان کے خیالات کیسے ہیں، ان کی کتابیں کیسی ہیں۔ جب وہ ہماری کتابیں پڑھیں گے اور ان پر احمدیت کی صداقت کُھل جائے گی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور ان کی آنکھوں کے سامنے چمکے گا تو وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کر لیں گے۔ وہ مسلمان کہلاتے ہیں لیکن جب مَیں کہتا ہوں احمدیت اور اسلام کو قبول کر لیں تو میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ احمدیت کو قبول کر کے اسلام اور اس کے نُور کو سمجھنے کے بعد اور اس کے حُسن و احسان کے عرفان کے بعد اسلام کو قبول کریں گے۔ اِس وقت وہ فقط نام کے مسلمان ہیں ان پر صرف اسلام کا لیبل لگا ہوُا ہے پھر محض لیبل نہیں رہے گا وہ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی بلند شان کو پہچاننے لگ جائیں گے اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت کی توفیق عطا ہو گی پھر وہ خدا کے نیک بندے بن جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو اسی طرح حاصل کریں گے جس طرح آج ہم حاصل کر رہے ہیں۔

پس ایک تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ دُعاؤں پر زور دیں۔ دوسرے یہ کہ اپنی تنظیم کو فعال بنائیں تیسرے یہ کہ ایک خاص تعداد میں لجنہ کی ممبرات اپنے دائرۂ خدمت کو وسیع کریں اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ان کی مدد کرے اور اگر ان کے بس کی بات نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ سامان پیدا کرے گا لیکن ان کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے خلوصِ نیّت کے ساتھ بنی نوعِ اِنسان کے ایک حصّے یعنی عورتوں کی خدمت کا دائرہ وسیع کریں۔ اگر آپ اپنے ہاتھ سے غریبوں کے کپڑے دھوئیں گی تو اس کا اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بڑا اجر دے گا۔ جو احمدی بہنیں غریب ہیں ان کو تو اِس طرح کپڑے دھو کر دینے میں کوئی احساس اور تامّل نہیں ہوگا لیکن جو عورت امیر ہے اور خود اپنے گندے کپڑے کو بھی دھونے کے لئے تیار نہیں وہ اگر اپنی غریب بہن کے گندے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر، ان کو دھو کر اور صاف کر کے دے گی تو بہرحال انسانی سرشت پر ایک روشن نشان چھوڑے گی۔ اِس لئے آپ خدمت کے رنگ میں سعید دِلوں پر نُور کے یہ نقطے لگائیں پھر جب بہت سے نقطے لگ جائیں گے تو اندھیرا خود بخود دُور ہو جائے گا۔ مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ بنی نوعِ انسان کی خدمت کا دائرہ وسیع کریں۔ دائرۂ خدمت میں وسعت پیدا کرنے کے لئے جن چیزوں کی آپ کو ضرورت ہے ان میں سرِفہرست دعاؤں پر زور دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معجزانہ نشانات حاصل کرو تاکہ دہریوں کو بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل کر سکو۔ خدا تعالیٰ سے پیار اور اس کی رضا کو حاصل کرو تاکہ اس کی مخلوق کی خدمت کر سکو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو قرآن کریم اور اس کا ترجمہ آتا ہو۔ ہم اِس سلسلہ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد کام شروع کرتے ہیں۔ کچھ کام ہوتا ہے پھر بند ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کی طرف از سرِ نَو توجہ دینی چاہیئے۔ تعلیمِ بالغاں یعنی جو بڑی عمر کی عورتیں ہیں، اپنی بھی اور جو احمدی نہیں ہیں ہم نے ان کو بھی پڑھانا ہے۔ جب تک وہ پڑھیں گی نہیں اُس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اشعار پڑھ کر کس طرح محظوظ ہُوا کریں گی۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم پڑھی گئی ہے آپ کو مزہ آیا یا نہیں؟ یقیناً آیا ہے۔ پس آپ ان عورتوں کو جو پڑھی ہوئی نہیں اِس لذّت سے کیوں محروم کر رہی ہیں۔ یہاں تو انہوں نے ابھی آنا نہیں ایک دن انشاء اللہ ضرور آئیں گی لیکن آج تو نہیں آئیں اور حال یہ ہے کہ وہ خود کتاب پڑھ نہیں سکتیں اِس لئے اگر آپ ان کو پڑھنا نہیں

سکھائیں تو آپ اِس لحاظ سے بڑی ظالم ہیں کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کی لذت سے محروم کر رہی ہیں اِس لئے آپ تعلیمِ بالغاں شروع کریں اور ناخواندہ عورتوں کو پڑھائیں پھر ان کو سلسلہ کا لٹریچر یا دوسری کہانیوں کی کتابیں دیں۔ چاہے ان کی عمر تیس سال ہی کیوں نہ ہو وہ پڑھنے کے لحاظ سے بچے ہی متصوّر ہوں گی پہلے آپ ان کو قاعدہ پڑھائیں پھر چھوٹے چھوٹے رسالے پڑھائیں پھر جنّوں بھُوتوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھائیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے بزرگ انبیاء کے قصّے جو قصص انبیاء کہلاتے ہیں وہ پڑھائیں۔ قرآن کریم میں بہت سے حسین واقعات بیان ہوئے ہیں جو پہلے انبیاء سے تعلق رکھتے ہیں وہ کتابی صُورت میں خود بھی تیار کریں اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ مردوں سے بھی تیار کروائے۔ پھر آپ ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک انسان کے اُوپر فضل نازل کرتا چلا آ رہا ہے۔ یہ ساری باتیں کہانیوں کے رنگ میں بیان ہو سکتی ہیں۔ ان قصص کا سلسلہ آج کے زمانہ تک لے آئیں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی زندگی کے واقعات تک۔ یہ سارے واقعات ایک کہانی کی شکل میں بھی بیان ہو سکتے ہیں یعنی سادہ زبان میں جس کو ایک عام تھوڑی پڑھی ہوئی عورت بھی سمجھ سکے وہ اُن کو پڑھائیں پھر ان کو شوق پیدا ہوگا۔ پھر وہ اَور کتابیں پڑھیں گی۔ غرض آپ ان کو اپنی جسمانی اور ذہنی اور اخلاقی اور رُوحانی طاقتوں سے فائدہ اُٹھانے کے قابل بنا دیں اور بس۔ آپ اُونچا ہاتھ نہ ماریں یعنی ان سے رُوحانیت کی باتیں نہ کرنے لگ جائیں۔ جب تک آپ ان کی جسمانی ضرورتوں کو پُورا نہیں کریں گی اس وقت تک ان کی ذہنی ضرورتیں پُوری نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح پھر ان کی اخلاقی ضرورتیں پُوری ہوں گی۔ پھر ان کی رُوحانی ضرورتیں پُوری ہوں گی۔ پھر وہ آپ کی ساتھی بن جائیں گی۔ پھر اُن میں سے ہر ایک عورت خدا تعالیٰ کی فوج کی ایک مجاہدہ بن جائے گی۔ پھر وہ مردوں کے شانہ بشانہ میدانِ عمل میں نکلے گی۔ اور جب مرد اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ دیکھ مَیں اپنا خون خدا کے قدموں میں ڈالنے کے لئے باہر نکل رہا ہوں اور تُو پیچھے ہے تو وہ کہے گی چل پرے ہٹ! صرف تُو ہی خدا کی راہ میں خُون قربان نہیں کر رہا مَیں بھی جاؤں گی اور خدا کی راہ میں اپنی جان دے دوں گی۔ یہی مقابلہ پہلوں میں ہوتا رہا ہے اور یہی مقابلہ اب بھی ہونا چاہیئے اور ایک حصّۂ جماعت میں اب بھی ہو رہا ہے یہی وہ طریق ہے جس پر چل کر کسی جماعت یا سِلسلہ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کے حصول کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ خدا کرے کہ جس مقصد کے حصول کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے وہ پُورا ہو اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کی آپ وارث بنیں۔ اللّٰھمّ آمین

کچھ کام جو قواعد کی رُو سے میرے تو نہیں تھے لیکن بعض دفعہ مجھے کرنے پڑ جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے اپنی ممبرات کو سنداتِ خوشنودی دی ہیں آپ کی صدر صاحبہ اگر چاہتیں تو یہ بھی سوچ لیتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ

کہ تجھ پر تیرے نفس کا بھی حق ہے۔ اور اپنی سند اپنے ایک ہاتھ سے دے کر دوسرے ہاتھ سے وصول کر لیتیں۔ مگر شاید انہوں نے خلافت کی محبت سے مجبور ہو کر یہ بہانہ تراشا کہ مَیں خود اپنے آپ کو سند کیسے دوں یہ تو خلافت کا کام ہے کہ صدر لجنہ اماء اللہ کو سندِ خوشنودی دیا کرے آئندہ بھی ملتی رہیں گی۔ ٹھیک ہے ہم خادم ہیں۔"

اِس موقع پر حضور نے حضرت سیّدہ اُمِّ متین صاحبہ مدظلہا العالی صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کو اپنے دستِ مبارک سے سندِ خوشنودی مرحمت فرمائی اور مصافحہ کیا تو فرمایا:۔

"یہ میری ماں ہیں اِس لئے مَیں نے اِن سے مصافحہ کیا ہے آپ یہ دیکھ کر مردوں سے مصافحہ نہ شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اب دعا کر لیتے ہیں۔"

اِجتماعی دُعا کے بعد فرمایا:۔

"خدا کرے ماضی کی طرح آپ کی آج کی متضرّعانہ اور عاجزانہ دُعائیں آپ کے حال کو بھی اس کی برکات سے معمور کر دیں اور آپ کے مُستقبل کے لئے بھی برکات کا سامان پیدا کر رہی ہوں۔"

جماعتِ احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۷۲ء کے موقع پر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا احمدی خواتین سے روح پرور خطاب

فرمودہ ۲۷؍ فتح ہش ۱۳۵۱ مطابق ۲۷؍ دسمبر ۱۹۷۲ء

تشہد و تعوذ اور سُورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل سُورۃ کی تلاوت فرمائی:۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

اور پھر فرمایا:۔

تین چار روز پہلے مجھ پر انفلوئنزا کا شدید حملہ ہُوا تھا جس کی تکلیف ابھی تک چل رہی ہے۔ پہلے تو میرا ارادہ تھا کہ مَیں اپنی یہ تقریر صرف مختصر ہی نہ کروں بلکہ اسے ملتوی کر دوں اور یہاں نہ آؤں کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج اور کل بھی اِنشاء اللہ جو تقریریں کرنے کی توفیق ملے گی انہیں ہماری بہنیں اور بزرگ خواتین بھی سُن لیں گی لیکن پھر مَیں نے سوچا کہ ایسے دینی اجتماعات میں تقریر کرنا علم کے حصول کا بھی ایک ذریعہ ہوتا ہے اِس لئے چند منٹ کے لئے یہاں آجاؤں۔ کچھ سیکھوں اور کچھ بتاؤں۔ کچھ مبارکباد اور دُعائیں دوں اور پھر السلام علیکم کہہ کر آپ سے رخصت ہو جاؤں۔

مَیں نے یہاں آکر جو کچھ سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ جلسہ گاہ آپ کے لئے بہت چھوٹی ہو گئی ہے اِس لئے آئندہ سال منتظمات کو جلسہ گاہ کا کسی اَور جگہ انتظام کرنا ہو گا لیکن اِس کی پیمائش لے کر اور رقبہ نکال کر اور دوسری جگہ جو منتخب کی جائے اس کی پیمائش لے کر اور رقبہ نکال کر یہ دیکھ لیا جائے کہ کم از کم اِس سے دوگنا بڑی جلسہ گاہ ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔

دوسرے مَیں نے یہ سیکھا کہ بعض دفعہ لجنہ اماء اللہ احمدی بہنوں پر ایسا حُسنِ ظنّ کر لیتی ہیں جو درست نہیں ہوتا مثلاً مجھے یہ بتایا گیا کہ مردوں کے جلسہ میں زنانہ جلسہ گاہ کی نسبت زیادہ شور ہوتا ہے۔ یہ ان کی ایک ایسی حُسن ظنّی ہے جس کی میرے کانوں نے توثیق اور تصدیق نہیں کی۔

تیسرے مَیں نے یہاں آکر یہ سبق لیا کہ جب ہماری بہنیں کُھلی جگہ میں بیٹھی ہوں تو شور کم کرتی ہیں اور جب جگہ تنگ ہو جائے تو شور زیادہ کرنے لگ جاتی ہیں۔ خدا کرے کہ میری یہ محض حُسن ظنّی ہی نہ ہو بلکہ حقیقت پر مبنی ہو اور ان کے لئے ایک وسیع جلسہ گاہ کا انتظام ہو جائے۔

مَیں اِس وقت جو بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں نے ہماری زمین اور ہمارے آسمان کی فضاء کو ہمارے لئے اپنی رحمت سے معمور کر دیا ہے اور اِس قدر کثرت کے ساتھ اور شدّت کے ساتھ برکاتِ سماویہ جماعتِ احمدیہ پر نازل ہو رہی ہیں کہ ہماری زبانیں اللہ تعالیٰ کا کما حقّہٗ شُکر ادا نہیں کر سکتیں۔ مَیں نے شروع میں جو مختصر سی سُورۃ تلاوت کی ہے اس میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوں اور صداقت کے دلائل مخالفین کے دِلوں کو موہ لینے لگیں اور اُن پر اثر انداز ہونے لگیں اور لوگ کثرت سے

صداقت کو قبول کرنے لگیں تو اس وقت مومنین مخلصین کی جماعت پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا کہ وہ سچے وعدوں والا ہے اس نے اپنے وعدوں کو سچا کر دکھایا اور اپنی بشارتوں کو پورا کیا اور وہ اِس طرح پر کہ ہمارے ساتھ جو اس کا حُسنِ سلوک ہے وہ اس ابدی صداقت کا ایک نشان بن گیا جو اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے پیدا کرنے والے ربّ یعنی خالقِ واحد و یگانہ میں کوئی کمزوری اور ضعف نہیں ہے وہ قادرِ مطلق ہے اور ہر قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ گو اس کثرت سے تو ہم سُبحان اللہ نہیں پڑھ سکتے جس کثرت سے اللہ تعالیٰ کے آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں لیکن اپنی بساط اور ہمّت اور طاقت اور توفیق کے مطابق جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتوں نے ہماری فضاؤں کو معمور کر دیا ہے اسی طرح اُس کے شکر اور حمد میں اس کی تسبیح و تحمید کے ساتھ اپنی فضا کو معمور رکھیں۔ دوسرے جب بشارتیں نازل ہوتی ہیں اور الٰہی جماعتوں کو ترقی ملتی ہے تو ساتھ ہی ان پر تربیت کی بہت بھاری ذمہ داری بھی عائد ہو جاتی ہے۔ آئندہ نسل، ہماری کم عمر نسل، اِس واسطے بھی کم عمر کہ بعد میں پیدا ہوئے پھر بڑھے اور پھر شعور کو پہنچے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُن کی تربیت کی توفیق دی تو اُنہوں نے احمدیت کی صداقت اور اہمیّت کو سمجھا اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا اور اپنے آپ کو اِس بات کا اہل بنایا کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اس کے حضور اپنی خدمات کو پیش کر سکیں۔ اِس نسل کا نچلا حصہ کم عمر نسل کہلائیگا اور ایک وہ نوجوان نسل ہے جو عمر کے لحاظ سے تو بڑی ہے لیکن احمدیت کے لحاظ سے وہ بچے ہیں ان کی تربیت بھی ضروری ہے۔ پس جب کثرت سے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور لوگ باہر سے آکر الٰہی سلسلوں میں شامل ہو جاتے ہیں تو اس وقت جماعت کے بڑے بوڑھوں پر ایسی ذمہ داریاں آپڑتی ہیں کہ ایک عقلمند انسان جو اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کی معرفت رکھتا ہے وہ گھبرا جاتا اور سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ وہ یہ ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نباہ نہیں سکتا اِس واسطے وہ کثرت سے استغفار میں لگ جاتا ہے کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کی استمداد اور اس کی مدد کے حصول کا ایک زبردست ذریعہ اور ہتھیار ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں دیا ہے اس ذریعہ سے وہ اپنے ربِّ کریم سے مدد چاہتا ہے تاکہ اسے ہر قسم کی نئی ذمہ داریوں کو نباہنے کی توفیق عطا ہو۔

غرض مَیں اپنی بہنوں سے یہ بھی کہوں گا کہ وہ استغفار کی اہمیّت اور ضرورت کو کبھی نہ بھولیں۔ نئی ذمہ داریاں عائد ہو رہی ہیں اُن آسمانی برکات اور آسمانی رحمتوں کے نتیجہ میں جو ہم پر نازل ہو چکی ہیں اور نئی ذمہ داریوں کی بنیاد رکھی جا رہی ہے اُن برکاتِ سماویہ کے نزول کے سامان پیدا کرنے کی وجہ سے جو ہماری قربانیوں کے نتیجہ میں پیدا ہوں گے۔ پس کثرت سے تسبیح اور تحمید اور استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ہم پر نازل ہوئی ہیں

ان میں سے ایک حصہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اِنشاء اللہ مردانہ جلسہ گاہ میں آج کی تقریر میں کچھ بیان کروں گا اس تقریر کو غور سے سُنیں اور آئندہ کی ذمہ داریوں کے متعلق مَیں اِنشاء اللہ کل کی تقریر میں کچھ کہوں گا۔ اِس لئے آج صُبح جو حُسنِ ظن غلط ثابت ہو گیا آج بعد دوپہر اور کل بھی وہ حُسنِ ظن حقیقت بن جائے اور آپ خاموشی سے سُنیں تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ پھر تو ہمارے لئے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سُننے، سمجھنے اور اس عزم کے کرنے کی توفیق عطا فرمائی کہ آپ اپنی ذمہ داریوں کو اِس رنگ میں نباہیں گی کہ آپ کا پیدا کرنے والا ربّ آپ سے خوش ہو جائے اور اپنی رضا کی جنّتوں میں آپ کو داخل کرے۔

لجنہ اماء اللہ جو ہماری احمدی مستورات کی بنیادی تنظیم ہے اس نے اِس سال پچاس سالہ جشن منایا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو یہ تقریب مبارک کرے اور اجرِ احسن عطا فرمائے اُن پچاس سالہ کوششوں پر جو آپ نے اس کے حضور قربانی اور ایثار کے رنگ میں پیش کیں تاہم انسان چونکہ کمزور ہے اِس لئے ان کوششوں میں جو کمزوری رہ گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کی چادر میں اسے ڈھانپ لے اور آپ کو احسن جزاء عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس جلسہ کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حُکم سے تائیدِ حق پر رکھی تھی۔ پس اس جلسہ کو جس کے متعلق آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس جلسہ کی بنیادی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور جس کے متعلق بڑی بشارتیں ہیں اور جس کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو بھی اور ہمیں بھی اِن چند دنوں کے اِس اجتماع سے تعلق رکھنے والی جس قدر بھی بشارتیں ہیں ان میں بھی حصہ دار بنائے۔ بعض ایسی بشارتیں بھی ہیں جن کا تعلق سالہا سال یعنی صدیوں سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کا بھی وارث بنائے لیکن ان ایّام میں خصوصاً جو بشارتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب رُوحانی فرزند مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں دی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قربانیوں اور ایثار کے نمونے دکھانے کی وجہ سے وہ بشارتیں ہماری زندگیوں میں ہمارے حق میں اور ہماری نسلوں کے حق میں پوری ہوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی برکات آپ پر نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی آپ وارث بنیں۔ اللہ تعالےٰ کے پیار کو آپ حاصل کریں۔ خدا کی رضا کی خاطر اِس دُنیا کو کوئی چیز نہ سمجھنے والی ہوں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کی مظہر بننے والی ہوں۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق کی سچی خدمت کرنے والی ہوں۔ خدا تعالیٰ کے پیارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کہ کسی ماں نے آپ جیسا بچہ جنا نہ کبھی جن سکتی ہے) کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

اب مَیں دُعا کرا دیتا ہوں اور پھر رخصت چاہوں گا۔ آؤ دُعا کر لیں :۔

(الفضل ۲۴ ۔اپریل ۱۹۷۶ء)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سولہویں مرکزی سالانہ اجتماع کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب

فرمودہ ۳۔ نبوت ۱۳۵۲ ہش مطابق ۳۔ نومبر ۱۹۷۳ء

تشہّد و تعوّذ اور سُورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی :۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل آیت ۹۸)

اور پھر فرمایا :۔

اِسلامی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حصول صرف مَردوں ہی کے لئے مقدر نہیں کیا گیا۔ اُس کا پیار صرف مَرد ہی حاصل نہیں کرتے۔ اُس کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ایک موسلا دھار بارش کی طرح صرف مردوں ہی پر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیار کے حصول کے جو دروازے کُھلے ہیں ان میں داخلہ کی اجازت مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی دی جاتی ہے اور مرد و زن کو اُسی وقت یہ اجازت ملتی ہے جب وہ انتہائی قربانیاں اور ایثار دکھا کر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا کی چادر اوڑھ کر بے نفس ہو جائیں اور اپنی ساری خواہشات اور مرضات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کرنے والیاں ہوں۔ ابتدائے اسلام سے ہی مسلم مرد اور مسلم عورت۔ مومن مرد اور مومن عورت اِس حقیقت سے آگاہ تھے اور قربانیوں کے ہر میدان اور ایثار کے ہر مقام پر عورت مرد کے پہلو بہ پہلو کھڑی نظر آتی ہے۔ بسا اوقات مرد سے آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرتی نظر آتی ہے اور بسا اوقات وہ بہت سے مردوں پر سبقت بھی لے جاتی ہے۔ اِس وقت ہم جس زمانہ میں داخل ہو چکے ہیں یہ بڑا ہی اہم زمانہ ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں جو ایک اہم ترین واقعہ ظہور پذیر ہو چکا جس سے زیادہ اہم کوئی اَور واقعہ انسانی تصوّر میں نہیں آسکتا وہ مہدئ معہودؑ کی بعثت ہے۔ مہدیؑ آگئے۔ مسیح علیہ السلام مبعوث ہو گئے۔ یہ اِس زمانہ کا اتنا اہم واقعہ ہے

کہ اس کے مقابلہ میں کوئی اَور واقعہ پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مہدی کی بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کے ماتحت اُس انقلابِ عظیم کا اعلان تھا جو اسلام کے ذریعہ دُنیا میں بپا ہونا تھا اور جس کے نتیجہ میں ساری دُنیا کی تمام نوعِ انسانی نے ایک خاندان کی حیثیت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا تھا اور ایک خاندان کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کے پیار سے سرشار ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانے تھے۔ یہ عظیم انقلاب جو اسلام کا انقلاب ہے اور جو اسلام کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتا تھا جیسا کہ بشارات میں بتایا گیا تھا اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی حقیقی غرض و غایت تھی کہ ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر مُلک اور ہر خطّہ اور ہر نسل اور ہر خاندان کو ایک کر کے اُمّتِ واحدہ بنا دیا جائے اور وہ سب ایک خاندان کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔ اس عظیم بشارت کے پُورے ہونے کے دن کا اعلان مہدئ معہودؑ کی بعثت سے کیا گیا اور اس زمانہ کے لحاظ سے بھی یہ بہت ہی عظیم واقعہ ہے۔ یہ واقعہ اِس لحاظ سے بھی عظیم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی انتہائی غرض اور مقصد جو آپؐ کی بعثت سے دُنیا میں اللہ تعالیٰ پُورا فرمانا چاہتا تھا اُس کے پُورا ہونے کا وقت آیا۔ دُنیا اِنتہائی طور پر بہک چکی تھی اور اسلام سے کوسوں دُور جا پڑی تھی۔ قریباً ۱۸۸۵ء سے لے کر بعثتِ مہدی علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں اتنی زبردست اور خطرناک یلغار اسلام کے خلاف ہوئی کہ اس کا اندازہ اُس زمانہ میں بھی نہیں ہو سکتا تھا آج تو ہم اور آپ ان حالات کو بھول گئے کہ وہ کیسے حالات تھے۔ ہر طرف سے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اتنے نئے اعتراضات اسلام پر ہوئے کہ اُس زمانہ میں جب ساری کتب کا قادیان جیسے گاؤں میں مہیا ہونا بھی ممکن نہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ مَیں نے صرف عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر کئے جانے والے نئے اعتراضات اکٹھے کئے ہیں ان کی تعداد تین ہزار بنتی ہے اور یہ تعداد اُن سارے اعتراضات کی نہیں جو مجموعی طور پر دُشمنانِ اسلام کی طرف سے اِسلام کے خلاف کئے گئے۔ اسلام پر یہودیوں کی طرف سے اعتراضات ہو رہے تھے۔ اسلام پر ہندوؤں کی طرف سے اعتراضات ہو رہے تھے۔ پھر دہریوں اور مُشرکوں کی طرف سے اعتراضات ہو رہے تھے اور عیسائیوں کی طرف سے اعتراضات ہو رہے تھے ان تمام اعتراضات میں سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تھوڑے سے اکٹھے کئے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ الٰہی حکمت کے مطابق گو یہ تعداد میں کم تھے لیکن بنیادی حیثیت رکھتے تھے جن کے جوابات کی وجہ سے اُن اعتراضات کا رَدّ بھی ہمارے لئے ممکن ہو گیا جو اَب ہمارے سامنے آئے اور اُس وقت تک سامنے نہیں آئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن اعتراضات کا رَدّ کرنے کے لئے اتنا مواد معلّمِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے قرآن کریم

کی نئی تفاسیر سیکھ کر اور نئے بطون جن کا علم آپ کو دیا گیا وہ دُنیا پر ظاہر کر کے ان سارے اعتراضات کے جواب دیئے۔ بہر حال یہ اس کا دوسرا پہلو ہے لیکن اصل پہلو یہ ہے جو مَیں اِس وقت بیان کر رہا ہوں کہ اسلام پر اتنا زبردست حملہ ہوُا تھا کہ مخالف و معاندِ اسلام کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ اسلام کو دُنیا سے نابود کرنے میں کامیاب ہو جائے گا چنانچہ مسلمانوں ہی میں سے ایک "حضرت مولانا" عماد الدین صاحب تھے اُنہوں نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی اور وہ بعد میں پادری عماد الدین کے نام سے مشہور ہوئے اور انہوں نے عیسائیت کی طرف سے اسلام کے خلاف بہت سی کتب لکھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے طفیل اُنہوں نے ظاہری علم حاصل کیا تھا اُس نے آپؐ کے خلاف زبان درازی کی۔ ان دُشمنانِ اسلام نے تو یہ یقین کر لیا تھا کہ اسلام دُنیا سے نابُود ہو جائے گا جہاں تک مُلکِ ہند کا تعلق ہے وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مُلکِ ہند کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے کہ اُس زمانہ میں اگر اس ملک میں کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کسی مسلمان کو دیکھے تو اُس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی کیونکہ مُلکِ ہند میں ایک بھی مسلمان باقی نہیں رہے گا۔ وہ اس یقین سے پُر ہو گئے تھے اِس لئے کہ خدا کی طاقتوں کو یہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔ نہ قرآنی بشارتوں پر وہ ایمان لاتے تھے۔ اسلام کے خلاف اِتنی زبردست مہم جاری کی گئی تھی کہ ظاہری حالات میں یہ نتیجہ نکالنا کہ مُلکِ ہند میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہے گا نامعقول نتیجہ نہیں تھا بلکہ بالکل (ظاہری حالات کے لحاظ سے) معقول نتیجہ تھا۔ اُن کو اسلام کے مٹنے کا اتنا یقین ہوُا کہ ہمارے پاس اُن کی کتابیں ہیں جن میں یہ لکھا ہوُا ہے کہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب برِّ اعظم افریقہ خداوند یسوع مسیح کی جھولی میں ہوگا۔ اور جب خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر لہرائے گا۔ اُن کو اِس قدر اپنے غلبے اور اسلام کے مٹنے کا یقین ہو گیا تھا تب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُس باغ کو تباہ ہونے سے بچانے کی خاطر جسے اِستبازوں کے خون نے سینچا تھا مہدئ معہودؑ کی بعثت کے ساتھ ایک جماعت پیدا کی اور مہدئ معہود علیہ السلام کو اُن تمام ہتھیاروں سے لیس کیا اور ان علوم سے نوازا جن کی ایک طرف اِسلام کے دفاع کے لئے اور دوسری طرف نوعِ انسانی اپنی بدلی ہوئی انقلابی تبدیلیوں کے نتیجہ میں جن مختلف اُلجھنوں میں گرفتار ہو گئے تھے اُن اُلجھنوں کو اسلام کی حسین تعلیمات کی روشنی میں سُلجھانے کے لئے ضرورت تھی۔ دُنیاوی طور پر دُو قسم کے علوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُس معلّمِ حقیقی نے جو قدرتوں اور حکمتوں اور علموں اور نُوروں کا مالک اور ان کا خالق ہے اُس نے قرآن کریم سے بطون اور پوشیدہ پہلو اور یہ رموز و اسرارِ قرآنی یہ روحانیت کو سیر کرنے والی اُس کی نشوونما کرنے والی، اُسے بڑھانے والی اور اُسے کامیاب کرنے والی اور اُس کے مقابلے میں ہر چیز کو اپنے نُور اور وسعت سے

مغلوب کرنے والی تعلیم کے پہلو سکھائے، رُوحانی اسلحہ دیا دفاع کا بھی اور جارحانہ حملہ کے لئے جس اسلحہ کی ضرورت تھی وہ بھی عطا کیا۔ اسلام تلوار کا محتاج نہیں نہ اسے ایٹم بموں کی ضرورت ہے اسلام تو دل پہ وار کرتا اور پیار سے دلوں کو جیتتا ہے پہلے بھی جیتتا تھا اور آج بھی جیت رہا ہے اور اسی پیار کے ہتھیار سے ہی اُس نے ساری دُنیا کو جیتنا ہے۔ نوعِ انسانی کی خدمت کر کے، اُن کے دُکھوں کو دُور کر کے، اُن کے مسائل کو حل کر کے، اُن کی اُلجھنوں کو سُلجھا کر، اُن پر احسان کر کے، اُن کی بے لَوث خدمت کر کے، اُن کے ساتھ ہمدردی سے پیش آ کر، اُن کو اپنے نمونہ سے یہ بتا کر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم اور اپنے اعمال کے لحاظ سے دُنیا کے مُحسنِ اعظم تھے اس طرح ان کے دِلوں کو جیتنا ہے۔ اور دلوں کو جیتنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ اس زمانہ کے ہاتھ میں اللہ تعالےٰ نے مہدئ معہودؑ کے ذریعہ اپنی رحمت سے دی ہے۔ ایک طرف اِنتہائی خطرناک قسم کی یلغار اور دُنیا کی طاقتوں کا اسلام کے خلاف جمع ہو جانا اور پھر دُنیا کی دولتوں کا اُن خزانوں کو بھر دینا جو اِسلام کے خلاف استعمال ہونیوالے تھے جس کے نتیجہ میں معاندینِ اسلام نے جیسا کہ مَیں نے بتایا یہ یقین کر لیا کہ اسلام اب مٹ گیا دُنیا کی کوئی طاقت ہمارے حملوں سے اسے بچا نہیں سکتی۔ یہ اُنیسویں صدی کی ایک حقیقت ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس صدی میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق کو مہدئ معہود و مسیح موعود کی شکل میں دُنیا کی طرف مبعوث کر کے ان تمام منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت تھی وہ دی۔ اُن تمام حملوں کو روکنے کے لئے جن ہتھیاروں کی ضرورت تھی وہ عطا کئے اور پلٹ کر ایسا وار کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی یعنی پیار کی؛ اسلام کے نُور کی اُس کو روشن تر کر کے مہدئ معہودؑ کے ہاتھ میں جو قمر ہو کر آئے تاکہ وہ سُورج کے اُس نور کو اس دُنیا میں پھیلائیں اُن کو وہ عطا ہوُا۔ اس زمانہ کی دُو چیزیں ہمارے سامنے ایسی ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ اگر آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو نباہنا ہے تو یہ چیزیں آپ کے ذہن میں سے کبھی کسی لمحہ نکلنی نہیں چاہئیں۔ اس کے نتیجہ میں آپ پر یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ آپ اِن حسین، غیر مادی، حقیقی، رُوحانی، اخلاقی، ذہنی، جذباتی ہتھیاروں کے ذریعہ دُنیا کے دلوں کو موہ لیں۔ اور اگر جماعتِ احمدیہ نے اس آیت کی رُو سے جو مَیں نے ابتداء میں تلاوت کی ہے مرد اور عورت ہر دو پر عاید ہونے والی ایک سی ذمہ داری سچے طور پر اور حقیقی معنی میں نباہنا ہے تو وہ مفلوج ہو کر نہیں رہ سکتی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مرد تو ایمان کی لذّت سے معمور ہوں اور اُن کی عورتیں دُنیا کے نشے میں مدہوش اور مفلوج کی حیثیت میں ہوں اور دین کی راہ میں اُن کے لئے حرکت کرنا مشکل ہو جائے۔ اس فالج زدہ کیفیت

ہیں کہ مَرد قربانیاں دینے والے ہوں اور عورت ایک ناکارہ ٹکڑے کی طرح ایک طرف بیٹھی ہوئی ہو جماعتِ احمدیہ اپنی ذمّہ داریوں کو نہیں نباہ سکتی۔ اِس لئے ہمارے مردوں کو (گو مَیں اِس وقت مخاطب تو آپ بہنوں سے ہوں لیکن مَیں اپنے مردوں سے کہوں گا کہ اُنہیں بھی یہ) جان لینا چاہیئے اور اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر اُنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے سپاہی بن کر اُس مقصد کو حاصل کرنا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت ابتدائے زمانہ سے تھا اور زمانہ کے لحاظ سے اُس زمانہ سے اس کا تعلق ہے یعنی اسلام کی وہ آخری فتح جس کے بعد اسلام کی وہ جنگیں جو غیروں کو جیتنے کے لئے ہیں ختم ہو جائیں گی۔ اِسلام کی جنگ دُو محاذوں پر لڑی جاتی ہے ایک اس کا محاذ غیر کے مقابل ہے جو غیر مسلم ہے اسے اسلامی روشنی سے منوّر کرنا اور اسلامی حُسن کا گرویدہ بناکر اور اُس کے دل کو جیت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے آنا یہ ہمارا بَیرونی محاذ ہے۔ اور ایک ہمارا اندرونی محاذ ہے یعنی تربیت کا محاذ۔ ذَکِّرْ۔ خدا نے فرمایا ایک دوسرے کو یاددہانی کرواتے رہو تاکہ تمہارے اندر کوئی کمزوری پیدا نہ ہو جائے۔ ایک نسل کے بعد دوسری نسل آتی ہے اُس نسل کو اُسی رنگ میں رنگین کرنا جو رنگ پہلوں نے بڑے مجاہدہ کے بعد اپنے اُوپر چڑھایا۔ نئی نسل کے دِل میں خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار پیدا کرنا۔ نئی نسل کو یہ ذہن نشین کروانا کہ اسلامی تعلیم سے باہر دُنیا کے سارے نعرے کھوکھلے اور تمام دعاوی بے حقیقت ہیں۔ یہ ایک جنگ ہے جو قیامت تک لڑی جائے گی۔ لیکن جہاں تک بَیرونی محاذ کا تعلق ہے اس زمانہ میں وہ آخری جنگ لڑی جائے گی اور اس کے بعد پھر اسلام کو بَیرونی جنگ نہیں لڑنی پڑے گی۔ یہ بڑی زبردست بشارت ہے۔ پس مَردوں کی یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو پیچھے نہ رہنے دیں بلکہ ہر خاوند اپنی بیوی کو اپنے پہلو بہ پہلو چلائے۔ ہر باپ اور ماں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو اپنے ساتھ لگائے رکھے۔ جس تیزی کے ساتھ بڑوں کے قدم غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر حرکت میں ہیں اُسی تیزی کے ساتھ اُن کی نسل کے قدم غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر حرکت میں آنے چاہئیں ورنہ وہ بچھڑ جائیں گے اور آج مَیں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ اگر وہ اِس دُنیا میں آپ سے بچھڑ گئے اور اس جنگ میں شامل نہ ہوئے تو پھر نہ معلوم ہزاروں لاکھوں بلکہ اربوں سالوں کے بعد اپنی اصلاح کے بعد وہ جنّت میں آپ کے پاس آئیں اور اس سارے عرصہ میں آپ اُن کے متعلق فکرمند رہیں گی پس آج اُن کی فکر کرو یہ زندگی یہاں ختم نہیں ہو جاتی اور جس ماں نے، جس باپ نے جنّت میں پہلے دن سے اپنے بچّوں کو اپنے پاس رکھنے کی خواہش پُوری کرنی ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی تربیت کرے اور انہیں جنّت کے قابل بنائے۔

اور پھر مجھے یہ بھی محسوس ہوُا ہے کہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم میں کہیں کمزوری پیدا ہوئی ہے اور مَیں آپ کے متعلق بہت فکرمند ہوں۔ اور کمزوری کا ایک نشان یہ ہے کہ ۱۹۷۰ء میں ۱۴۷ مجالس میں سے ۱۰۳۲ ممبراتِ لجنہ بیرونِ ربوہ سے یہاں اپنے اِس اجتماع کی برکات کے حصول کے لئے آئی تھیں۔ اس سے اگلے سال یعنی ۱۹۷۱ء میں یہ تعداد گِر گئی اور ۱۴۷ مجالس کی بجائے صرف ۱۳۶ مجالس شامل ہوئیں اور ۱۰۳۲ نمائندگان کی بجائے ۸۸۶ نمائندہ ممبرات شامل ہوئیں۔ ۱۹۷۲ء میں عارضی طور پر کچھ سنبھالا لیا اور ۱۴۷ مجالس سے اُوپر تو نہیں گئے جو ۱۹۷۰ء کی تعداد ہے لیکن اس کے قریب قریب یہ تعداد ہے اور ۱۳۶ کے مقابلہ میں ۱۴۶ مجالس کی ۸۸۶ کے مقابلہ میں ۱۰۰۱ نمائندہ ممبراتِ لجنہ اس اجتماع میں شامل ہوئیں۔ ۱۹۷۰ء کے مقام کو باوجود ترقّی کے ۱۹۷۲ء میں بھی حاصل نہیں کیا گیا اور اب اِس سال ۱۹۷۳ء میں ۱۹۷۰ء کی ۱۴۷ مجالس کے مقابلہ میں اور ۱۹۷۱ء کی ۱۳۶ مجالس کے مقابلہ میں اور ۱۹۷۲ء کی ۱۴۶ مجالس کے مقابلہ میں صرف ۱۰۸ مجالس کی نمائندہ یہاں آئیں اور شامل ہونے والی ممبرات کی تعداد ۹۳۷ ہے یعنی پچھلے سال سے ۶۴ ممبرات کم آئیں (اجتماع کے آخری دن تعداد ۱۴۹ لجنات کی طرف سے ۱۰۳۳ نمائندگان و ناصرات ہوگئی تھیں۔ خاکسار مریم صدیقہ صدر لجنہ مرکزیہ) اور بھی بعض کمزوریاں ہیں جن کا مجھے علم ہوتا رہتا ہے اور خصوصًا ربوہ کی ممبرات کا ایک حصّہ کچھ کمزور نظر آتا ہے شاید اِس لئے کہ بچیوں میں سے کچھ لجنہ کی ممبر بنیں اور ان کی پوری تربیت نہیں ہوئی تھی یا شاید اِس لئے کہ نئی احمدی ہونے والی یہاں آباد ہوئیں یا شاید اِس لئے کہ کچھ خاندان اگرچہ پُرانے احمدی ہیں لیکن ربوہ سے باہر پُوری تربیت اُنہیں حاصل نہیں ہوئی جو بھی وجہ ہو بہرحال ہم اِس فالج زدہ کیفیت کو ایک دِن بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں یہ آپ بھی سُن لیں اور جو آپ سے تعلق رکھنے والے مَرد ہیں ــ خاوند ہیں، باپ، دادا، بیٹے یا بھائی ہیں یا دوسرے عزیز ہیں وہ بھی سُن لیں یہ حالت برداشت نہیں کی جائے گی۔

اپنے اِس عاجز بندے کو خدا تعالیٰ نے مہدئ معہودؑ کا خلیفہ بنایا ہے اور آپؑ نے یہ کہا کہ جس کے پاؤں کمزور ہیں وہ میرے ساتھ چلنے کی تکلیف کیوں کرتا ہے؟ کیونکہ مَیں تو بڑا تیز قدم چلنے والا ہوں میرے سپرد بڑا کام کیا گیا ہے اور اُنہی کے الفاظ میں مَیں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ جس کے پاؤں کمزور ہوں اُس کو ہمیں تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے نکل جائے جماعت سے اور اپنے لئے کوئی دوسری دُنیا آباد کرے۔ اگر آپ نے جماعتِ احمدیہ میں شامل رہ کر دُنیا کو یہ بتانا ہے کہ آپ اُس جماعت سے تعلق رکھتی ہیں جس نے اسلام کے خلاف کی گئی اِس قدر زبردست یلغار کا مقابلہ کرنا ہے اور اپنے گھروں میں بیٹھ کر یہ کہنا ہے کہ ہم دُنیا کی خاطر دین کی یہ ذمّہ داریاں نہیں اُٹھا سکتے۔ یہ منافقانہ زندگی جماعت میں نہیں چلے گی۔ یا آپ احمدی بن کے رہیں اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار برکتیں نازل کرے۔ یا آپ

احمدیت سے باہر نکلیں اور منافقانہ زندگی چھوڑ دیں جن کے متعلق قرآن مجید میں یہ وعید آئی ہے اِنَّ المُنَافِقِين فِی الدَّرْکِ الاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ یہ مفلوج حالت کہ ہمارے مَرد کے مقابلہ میں ہماری عورت اتنی قربانی کرنے والی نہ ہو جتنی مرد کر رہے ہیں یہ برداشت نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہماری عقلیں ہمارا تجربہ قرآن کریم کی تعلیم اللہ تعالیٰ کی منشاء جو مہدیٔ معہود پر ظاہر ہوئی ہے اُس سے ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہمارے مَردوں اور ہماری عورتوں اور ہمارے بڑوں اور ہمارے چھوٹوں میں، ہماری لجنہ اور ہماری ناصرات، ہمارے انصار اور ہمارے خدام اور ہمارے اطفال، ہماری اندرونِ مُلک کی جماعتیں اور بیرونِ مُلک کی جماعتیں سب نے ایک ہو کر نوعِ اِنسان کو اُمّتِ واحدہ بنانے کی کوشش کرنی ہے اور اس مقابلہ میں ہماری صفوں میں کہیں، کسی جگہ بھی کوئی کمزوری نہیں پائی جانی چاہیئے کہ دُشمن اُس کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے اندر گھسے اور (کامیابی تو بہر حال اسلام کو ہوگی کیونکہ خدا نے یہ مقدر کر دیا ہے لیکن) ہمارے لئے ایک فتنہ اور تکلیف کا باعث ہماری مہم کو کمزور کرنے اور غلبۂ اسلام کے دنوں کو دُور لے جانے کا باعث بن جائے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری زندگیوں میں آخری غلبۂ اسلام ہو جائے۔ پَو تو پھوٹ چکی صُبحِ صادق کا ظہور تو ہو چکا لیکن اس سُورج نے اس نصف النّہار تک پہنچنا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں، ہماری دعائیں ہیں ہماری خواہش ہے، ہمارے دل میں یہ تڑپ ہے ہم اس کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں اگر سُورج کے نصف النّہار تک پہنچنے کا نظارہ نہیں تو اُس کے قریب تر پہنچنے کا نظارہ ہمیں دکھائے۔ جس کے دِل میں یہ خواہش نہیں وہ ہمارے ساتھ کیوں چمٹا ہؤا ہے وہ جا کر اپنی علیحدہ دُنیا بسائے احمدیت کی دُنیا میں اُس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ پس مختصراً یہ کہ اسلام پر وہ آخری یلغار ناکام ہوئی کیونکہ کہا گیا تھا کہ شیطان کے ساتھ وہ آخری جنگ ہوگی۔ یہ پہلی بشارتوں میں موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت میں بھی اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی بشارات میں بھی موجود ہے۔ پس شیطان کا یہ آخری حملہ ہے جو آدمؑ سے لے کر اس وقت تک شیطان کو جو ناکامیاں دیکھنی پڑیں۔ آخر شیطان کو خدا تعالیٰ نے دُنیوی لحاظ سے شیطنت کی سمجھ تو دی ہے اُس نے جائزہ لیا کہ اُس کی ناکامی کی وجہ کیا ہے۔ آخر اُس نے قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ سے مُہلت لی ہوئی تھی اور پھر اُس نے سوچا کہ ایک بھر پُور حملہ کر کے خدا تعالیٰ کے دین کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور کو اِس دُنیا سے نابُود کر دے جو ہو نہیں سکتا۔ لیکن بہر حال اُس نے یہ منصوبہ بنا لیا اور ایک اِنتہائی شدید حملہ اس آخری جنگ کا اُس نے شروع کیا۔ اُس کا زوُر ٹوٹ چکا ہے لیکن جنگ کا اختتام نہیں ہؤا ابھی یہ لڑائی لڑی جارہی ہے۔ اُس کا زور میرے نزدیک اِس لئے ٹوٹ چکا ہے کہ جب حملہ ہؤا تو یہ اچانک حملہ تھا اُمّتِ مسلمہ اُس کے لئے تیار نہ تھی۔ مہدیٔ معہود کی بعثت ابھی نہیں ہوئی

تھی اور جن ہتھیاروں سے اس حملہ کو ناکام بنایا جا سکتا تھا وہ ہتھیار ابھی مسلمان کے ہاتھ میں نہیں تھے مسلمانوں میں کوئی ایسی جماعت پیدا نہیں ہوئی تھی جو خدا تعالیٰ کے اس شیر دل جرنیل کے پیچھے کھڑی ہو کر اسلام کی جنگ لڑتی۔ اچانک حملہ ہؤا تھا اِس لئے مسلمان گھبرا گئے۔ عماد الدّین جیسے پڑھے لکھے آدمی، علمِ ظاہری رکھنے والے نمعلوم کتنی مرتبہ حدیثیں پڑھیں اور قرآن کریم کی تفاسیر کا مطالعہ کیا عیسائی ہونے پر مجبور ہوئے کیونکہ بڑا سخت حملہ تھا اور دُنیا کی آنکھ بہ مادی اور ظاہر بین آنکھ یہ دیکھ رہی تھی کہ اسلام آج مِٹا کہ کل مِٹا۔ وہ اتنا شدید اور اتنا شدید اور اتنا اچانک حملہ تھا۔ پھر مہدیٔ معہود کی بعثت ہوئی پھر ایک جماعت جماعتِ احمدیہ کے نام سے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے کھڑی کی اور اسے برکت دی۔ اپنے کلمات سے اسے بشارتیں دیں تمثیلی زبان میں یوں کہا جائے گا کہ اس جماعت کی پیٹھ پر اپنا تائیدی ہاتھ رکھا اور کہا کہ شیطانی طاقتیں ساری کی ساری جمع ہو کر تمہارے خلاف حملہ آور ہو گئی ہیں لیکن ڈرنا نہیں کیونکہ مَیں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ چھوٹی سی جماعت کس مپرسی کی حالت میں نہ سیاسی اقتدار نہ دُنیا کے خزانے ان کے پاس تھے لیکن ان کے کانوں میں خدا کے پیار کی آواز گونج رہی تھی۔ تمام دُنیا کی اجتماعی اور اکٹھی ہونے والی مجتمع طاقت کے مقابلہ میں یہ جماعت کھڑی ہو گئی ان ہتھیاروں کو لے کر جو رُوحانی ہتھیار ہیں اور مہدیٔ معہودؑ کے ذریعہ اِس جماعت میں تقسیم کئے گئے۔ پھر وہ دُشمن اس وقت پسپا ہو رہے ہیں۔ اِس میں کوئی شک نہیں وہ زور ٹوٹ چکا ہے لیکن ابھی وہ لڑائی ختم نہیں ہوئی۔ اب دُشمن حملہ آور نہیں۔ لیکن ہمیں صرف یہ نہیں کہا گیا، خدا کا صرف یہ حکم نہیں کہ جس وقت دُشمن پیچھے ہٹنے لگے اور جنگ کا زور ٹوٹ جائے تو تم چُپ ہو کر بیٹھ جانا ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ شیطانی طاقتیں اکٹھی ہو کر اسلام پر حملہ آور ہوئی ہیں تم نے اُس وقت تک چین نہیں لینا جب تک ان تمام طاغوتی اور شیطانی اور ظلماتی طاقتوں کو دُنیا سے مٹا کر ساری دُنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور نہ پھیلا دو، جب تک توحیدِ خالص کا جھنڈا ہر دل میں نہ گاڑ دو۔ پس مَیں کہتا ہوں کہ جو نقشہ میرا ذہن اپنے تصوّر میں لاتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس حملہ کا جو مجموعی طور پر اسلام پر کیا گیا تھا زور ٹوٹ چکا ہے لیکن ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی بڑی زبر دست لڑائیاں ہم نے ابھی لڑنی ہیں۔ وہ علاقے، وہ دلوں کے میدان، وہ رُوحانی مملکتیں جن کا تعلق انسانی ذہن اور اُس کے دِل سے ہے وہ تو ایک کے بعد دوسری ہم نے فتح کرتے چلے جانا ہے یہاں تک کہ دُنیا میں کوئی ایسی مملکت نہ رہے، کوئی ایسا مُلک اور خطّہ نہ رہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت نہ ہو، جس میں قرآنی شریعت کا راج نہ ہو۔ اِس وقت بڑی سخت لڑائی لڑی جا رہی ہے۔ باوجود اِس کے کہ دُشمن کا وہ زور جو حملہ آور ہو کر ہمیں پیچھے دھکیل رہا تھا وہ تو ٹوٹ گیا۔

جماعتِ احمدیہ تو خدا کے فضل سے بیدار رہی ہی لیکن اب خدا کے فضل سے دوسرے مسلمانوں میں بھی کچھ بیداری پیدا ہوئی ہے اس کثرت سے وہ مرتد نہیں ہوتے اِکا دُکا اب بھی ہوتے ہیں لیکن اُس وقت تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس کثرت سے عیسائی ہو رہے تھے کہ اُن کو غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی کہ ہندوستان میں ایک بھی مسلمان باقی نہیں رہے گا۔ وہ زور ٹوٹ چکا لیکن سوال یہ نہیں کہ پہلے مسلمانوں میں سے اگر سال میں بیس ہزار افراد عیسائی ہوتے تھے تو اب صرف پانچ ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پہلے اگر ایک عیسائی بھی مسلمان نہیں ہوتا تھا تو اب بیس ہزار نہیں بیس لاکھ غیر مسلم اسلام میں داخل ہوگا تب ہماری جنگ کامیابی کے ساتھ آگے بڑھے گی۔ ہم نے ساری دُنیا کے ساتھ دُنیا کے اموال کے ساتھ دُنیا کی دولتوں اور ذہنوں اور سازشوں کے ساتھ دُنیا کے منصوبوں کے خلاف دُنیا کے حربوں کے خلاف بڑی عظیم جنگیں لڑنی ہیں ہم نے دین کی جنگیں لڑنی ہیں اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ آج یہ فیصلہ کر کے اُٹھیں کہ آپ نے اُس جنگ میں ایک مفلوج کی حیثیت سے ہمیں کمزور کرنے کے لئے ہم سے چمٹے رہنا ہے یا اس سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ علیحدہ ہو جائیں اور اچھا طریق تو یہ ہے کہ آپ صحابیاتؓ کی طرح خدا اور اسکے رسولؐ سے یہ کہیں کہ جس طرح مرد تیرے آگے اور پیچھے لڑیں گے اسی طرح ہم عورتیں بھی تیرے آگے اور پیچھے لڑیں گی اور اس وقت تک دَم نہیں لیں گی اور چین سے نہیں بیٹھیں گی جب تک کہ اِسلام کو وہ آخری فتح نصیب ہو جس کے بعد بیرونی محاذ پر اسلام کی ساری رُوحانی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اندرونی جنگیں جن کا تعلق تربیت کے ساتھ ہے وہ تو قیامت تک جاری رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عقل دے، سمجھ دے، مجھے آپ کو ہمیشہ جھنجھوڑنے کی توفیق عطا کرتا رہے۔ مَیں آپ کو چین سے نہیں بیٹھنے دوں گا کیونکہ ہم نے ایک موڑ مُڑ لیا۔ ابتدائی تیاریاں ہو گئیں کسی وقت بہت بڑی قربانیوں کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

مجھ سے یورپ کے اِس حالیہ دَورہ میں ایک مُلک میں پریس کانفرنس کے دَوران یہ پُوچھا گیا کہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ اسلام کو ہمارے سارے ملک میں پھیلا دیں گے۔ ایک جگہ مجھ سے یہ پُوچھا گیا کہ سارے یورپ کے عیسائیوں کو آپ مسلمان بنانا چاہتے ہیں۔ جرمنی میں پُوچھا گیا کہ آپ کی خواہش ہے کہ سارے جرمن مسلمان ہو جائیں انہوں نے کہا کہ آپ کی خواہش اور دعویٰ یہ ہے کہ یورپ کے سب ممالک کو آپ مسلمان بنالیں گے اور اس دعویٰ کے ساتھ یہ ایک چھوٹا سا مِشن ہاؤس اور ایک مسجد تو مطابقت نہیں کھاتی اِس کے لئے تو بڑی کوشش کی ضرورت ہے اور وہ آپ کر نہیں رہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ جتنا کام کرنا چاہیئے ہم نہیں کر رہے کیونکہ ہمیں ابھی اللہ تعالیٰ نے وسائل نہیں دیئے جتنے اللہ تعالیٰ دیتا جاتا ہے ہم کوششیں تیز کرتے جاتے ہیں لیکن بعض دفعہ ہنگامی حالات

پیدا ہو جاتے ہیں اور ہنگامی حالات کے مطابق جو ردِّ عمل جماعت کا ہونا چاہیئے اس کے مدِّ نظر مَیں نے انہیں جواب دیا۔ مَیں نے کہا ہمارے یہ مِشن ہاؤس فوج کی یہ OBSERVATION POSTS (ابزرویشن پوسٹ) کی طرح دیکھ بھال کی چوکیاں ہیں جہاں ایک دُوربین والا ہر وقت چوکنا رہتا ہے اور محاذ پر نگاہ رکھتا ہے۔ اِن چوکیوں کے ذریعہ ہم تمہارا جائزہ لے رہے ہیں۔ ہمیں یہ علم ہو رہا ہے کہ تمہارے خیالات میں مذہبی اور غیر مذہبی اور تمہارے معاشرہ میں اور تمہاری زندگی کے جو مختلف پہلو ہیں ان میں کِس قسم کی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں اور جس دن امام جماعتِ احمدیہ کو یہ اُمید بندھی کہ اب اگر ہم پُوری طاقت سے رُوحانی حملہ کریں تو ہم اِس ملک میں جماعت کو پھیلا دیں گے تو مَیں نے کہا کہ اگر میرے زمانہ میں یہ نوبت آئی تو مَیں جماعت کو کہوں گا کہ ایک ہزار مبلّغ سوئٹزرلینڈ میں تبلیغ کیلئے مجھے چاہئیں تو مجھے یقین ہے کہ ایک ہزار آدمی وہاں آجائے گا پس اُس وقت کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ تمہارے اندر تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں بہت سی نیک تبدیلیاں ہیں بہت سی ایسی تبدیلیاں ہیں جو بظاہر اسلام سے دُور لے جانے والی ہیں لیکن حقیقتاً بالآخر تمہیں اِس طرف متوجّہ کرنے والی ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے سوا زندگی میں ترقی کرنے کا اَور کوئی راستہ نہیں ہے۔ پس ان ہنگامی حالات کے لئے جماعت کو تیار رہنا چاہیئے۔ اگر آدھی جماعت مفلوج ہو تو ہم کیسے یہ کام کر سکیں گے۔ ہم اپنی اِس مہم کے ایک بڑے نازک دَور میں داخل ہو چکے ہیں۔ پہلا کام دشمن کے حملے کو پسپا کرنا تھا محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہر محاذ پر وہ حملہ پسپا ہو چکا لیکن جنگ ختم نہیں ہوئی اب ہمارا کام ہے کہ آگے بڑھیں اور ساری دُنیا میں پھیل جائیں دُنیا کی سب اقوام کو اِسلام کی حسین تعلیمات سے متعارف کروائیں اور اُن کے دلوں کو جیتیں اور رضاکارانہ طور پر اُن کو مجبور کریں۔ اِنسان کو اپنے دل کی خواہش بھی تو مجبور کرتی ہے اِنسان کو اُس کی عقل مجبور کر رہی ہے اُس کے پیار کے جذبات مجبور کر رہے ہوتے ہیں جس طرح بچّہ جب رو رہا ہو تو کیا ماں اپنے پیار کے نتیجہ میں مجبور نہیں ہو جاتی! ایک جبر ہے "اِکراہ" کا اور ایک جبر ہے رضاکارانہ۔ پس ایسی کوشش کرو کہ وہ لوگ رضاکارانہ طور پر مجبور ہو جائیں کہ وہ اِس حسین تعلیم سے دُور نہ رہیں اور اسے قبول کریں۔ اور یہ ساری اقوام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والی ہو جائیں۔ پھر تربیت کے میدانوں میں ہم کام کرتے رہیں گے لیکن دُنیا کے کسی خطّہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خدا کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھے گی۔ خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے اور خدا کرے کہ آپ اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھنے اور انہیں نباہنے کی توفیق پائیں۔

اِس کے بعد حضور نے دعا کرائی :

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے موقع پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا احمدی مستورات سے بصیرت افروز خطاب

فرمودہ ۲۶ فتح ۱۳۵۲ ہش مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ تلاوت فرمائیں:۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(آل عمران آیت ۱۴۰)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (الانفال آیت ۲)

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران آیت ۱۷۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (الانفال آیت ۳۰)

اور پھر فرمایا:۔

اے میری خوش بخت اور خوش نصیب بہنو! اور بچیو!! ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اللہ تعالیٰ کا تم پر سلام ہو۔ مَیں نے اِس وقت تمہیں جو خوش بخت اور خوش نصیب کہا اس کی ایک وجہ ہے اور وہ وجہ نہایت ہی اہم اور بنیادی ہے اور وہ یہ کہ جب سے انسان پیدا ہوا اور اُس وقت سے کہ انسان کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہونی شروع ہوئی اُس وقت سے لے کر آج تک کوئی ایسی قوم پیدا نہیں ہوئی اور کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جس میں وہ مستورات پیدا ہوئی ہوں اور رہتی ہوں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عظیم بشارت ملی ہو جو عظیم بشارت کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ میں آپ کو ملی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ملی تھی کہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ہمیشہ تم ہی دُنیا میں ہر لحاظ اور ہر جہت سے غالب رہوگے۔ دُنیا کی کوئی طاقت، دُنیا کی کوئی دولت، دُنیا کا کوئی جتھہ، دُنیا کا کوئی منصوبہ، دُنیا کا کوئی ہتھیار تمہیں مغلوب نہیں کرسکے گا لیکن ایک شرط ہے اور وہ شرط یہ ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرنے والے اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرنے والیاں ہو تو پھر کوئی دوسری طاقت یا دولت یا جتھہ یا تعداد یا اعداء کا اکٹھے ہو جانا تمہیں مغلوب نہیں کرسکے گا۔

اس بشارت کا تعلق اُمتِ محمدیہ سے اُس روز سے ہے جس روز کہ عرب کے صحراؤں سے ہمارے محبوب ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیاری اور عظیم آواز اُٹھی جو حُسن و احسان میں بے نظیر تھی۔ اسلام کے آخری زمانے میں عالمگیر غلبہ کا وقت پہلے دن سے مقدر تھا اِس لئے کہ یہ غلبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کارناموں میں سے ایک تھا۔ آپؐ کا آخری کام اور آپؐ کا آخری غلبہ نوعِ انسانی پر بحیثیت نوع کے آخری زمانہ میں مقدر تھا۔ آپؐ کا یہ احسانِ عظیم تھا کہ آپؐ کے حُسن و احسان کے جلوے مغرب اور مشرق، شمال اور جنوب میں سب کے سب بسنے والوں نے آخری زمانہ میں دیکھنے تھے۔ اس آخری زمانہ میں اسلام کی مخالفت کی تیاری شیطانی طاقتوں نے اپنے رنگ میں کی چنانچہ جس آخری اور عالمگیر غلبہ کی بشارت دی گئی تھی اس کی راہ میں روکیں ڈالنے کے لئے شیطان نے ایک آخری زور لگانا چاہا۔ تیرھویں صدی ہجری میں اسلام کی مخالفت بہت زور پکڑ گئی۔ اُس وقت شیطانی طاقتوں نے اکٹھے ہو کر اور اسلام کو کمزور پا کر اور اسلام کے حُسن اور خوبیوں سے ناواقفیت کے نتیجہ میں اور یہ دیکھ کر کہ اسلام کا عالمگیر دفاع کرنے والا کوئی نہیں یعنی اسلام کی طرف سے جارحانہ حرکت کا قائد اور سپہ سالار بوجہ اندرونی انتشار کے اِس وقت مفقود ہے۔ شیطان نے اسلام کے اِس آخری غلبہ کے وقت خدا کے کلام اور رسولِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور ہدایت کے خلاف ایک یلغار کی۔ قرآن اور حدیث اور صلحائے اُمت کی پیشگوئیوں کے ذریعہ ہمیں اس کی خبر دی گئی تھی۔ یلغار بڑی سخت تھی اور دفاع نہ ہونے کے برابر تھا۔ دفاع تھا تو سہی لیکن نہ ہونے کے برابر تھا اور اسلام کے حق میں جارحانہ حرکت تو ہمیں بالکل ہی کہیں نظر نہیں آتی یعنی دوسروں کو اسلام کے حُسن اور اس کے احسان سے گھائل کرنے کی حرکت ہمیں نظر نہیں آتی اور اسلام کے خلاف تیاری اِتنی زبردست تھی اور یہ حملہ اتنا بھیانک تھا کہ شیطانی طاقتوں نے اس وقت یہ اعلان کیا کہ اسلام بس اب دُنیا سے مٹا ہی چاہتا ہے وہ بڑی غلط فہمی میں تھے وہ خوشی سے بغلیں بجا رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے کہ ہم نے اسلام کو جو کہ خدا تعالیٰ کی آواز ہے اور نوعِ انسانی کی بہتری کے لئے ہے مٹانے کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ شیطانی طاقتوں نے جتنا ان کو سوچنا چاہیئے تھا سوچا اور ظلماتی طاقتوں نے جس طرح عمل کے منصوبے بنانے چاہے بنائے لیکن اس وقت جب کہ دُنیا میں اندھیرا پھیل چکا تھا اور اسلام اپنے اِنتہائی تنزل کے زمانہ میں تھا جب اُمتِ مُسلمہ میں

ہمیں کوئی عالمگیر حیثیت کا جرنیل نظر نہیں آتا اس وقت انہوں نے ایک بھرپور اور اپنے زُعم میں ایک کامیاب حملہ کیا اور ظلمات اپنی انتہاء کو پہنچ گئیں تب خدا نے شیطان سے کہا کہ تُو نے مجھ سے اجازت لی تھی اور مَیں نے تجھے اجازت دی تھی، تُو نے ہزاروں سال اس آخری حملہ کے لئے تیاری کی اور مَیں نے تجھے کُھلی چُھٹی دے رکھی تھی اب تُو نے طاقت اکٹھی کر لی۔ دُنیا کی دولتیں تُو نے سمیٹ لیں۔ دُنیا کے ظاہری علوم تیری جھولی میں پڑ گئے۔ سائنس، فلسفہ، معاشیات سیاسیات وغیرہ نئے سے نئے علوم نکل آئے، نئی سے نئی ایجادات ہوئیں، نئی سے نئی DISCOVERIES (ڈِسکوریز) ہوئیں، جو چیزیں پہلے موجود تو تھیں لیکن اِنسانی علم میں نہیں تھیں وہ اِنسانی علم میں آنے لگیں۔ اللہ نے کہا مَیں نے تجھے اس کی اجازت دی جو انتہائی مکر اور فریب اور دجل اسلام کے خلاف انسان سوچ سکتا تھا اس کے حالات تجھے میسّر کر دئے اور وہ سامان تجھے دے دئے اور اب مَیں تجھے کہتا ہوں کہ مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک محبوب فرزند کو اسلام کا سپہ سالار بنا کر تیرے مقابل پر کھڑا کروں گا۔ وہ اکیلا ہوگا۔ پھر ایک کمزور جماعت اسے دی جائے گی لیکن میرے وہ فدائی اور محمد رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشّاق تیرے مقابلہ پر آئیں گے اور اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود تجھ پر فتح پائیں گے۔

پس تم اے میری بہنو اور بچیو! اِس جماعت کی طرف منسُوب ہوتی ہو اور خدا کی اس بشارت کی حامل ہو کہ آخری غلبہ جو اسلام کے لئے مقدّر ہے وہ تمہارے ذریعہ سے خدا اِس دُنیا میں لائے گا۔ اتنی عظیم بشارت اور عظیم بشارت کا ایک انتہائی جلوہ اِس زمانہ کے لئے مقدّر تھا جس میں تم زندہ ہو اور جس میں تم پیدا کی گئی ہو اور تمہاری آئندہ نسلیں اِس کوشش اور جہاد میں حصّہ لینے والی ہیں۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی بشارت اگرچہ اُمّتِ محمدیہ کو پہلے روز سے ہی ملی تھی لیکن اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کا حسین تر اور غالب تر اور مؤثر ترین جلوہ اگر انسان نے دیکھنا تھا تو وہ آج کے زمانہ میں اس نے دیکھنا تھا۔ چونکہ تم اس زمانہ میں پیدا ہوئیں۔ چونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ میں پیدا کیا یا اسے قبول کرنے کی توفیق دی اِسلئے مَیں نے کہا کہ اے میری خوش بخت اور خوش نصیب بہنو اور بچیو! ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم خدا کا تم پر سلام ہو لیکن اِس وعدہ کے ساتھ ایک شرط بھی ہے اور وعدہ کی وہ شرط تم نے پوری کرنی ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرو گی تو تم اللہ تعالیٰ کی اس عظیم ترین بشارت کے عظیم ترین جلوے کی حق دار بنو گی لیکن اگر تم نے غفلت برتی، اگر تم نے سُستی دکھائی، اگر تم نے خدا کے حضور قربانی پیش نہ کی، اگر تم نے ایثار کی راہوں کو اختیار نہ کیا، اگر دُنیا نے تمہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور تم نے دُنیا کی اصلاح کی

کوشش نہ کی تو پھر تم اس وعدہ کی اور اس بشارت کی حق دار نہیں بنو گی۔ وعدہ تو پُورا ہوگا کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے جس کے منصُوبے ناکام نہیں بنائے جا سکتے لیکن ایک اَور قوم آئے گی ایک اَور نسل پیدا ہوگی۔ کچھ اَور جماعتیں احمدیت کو قبول کریں گی جو اُس معیارِ قربانی اور ایثار تک پہنچیں گی جس معیار پر پہنچنے کے بعد اِس وعدہ اور بشارت نے پُورا ہونا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی شرط قرآنِ عظیم نے لگائی ہے۔ قرآن کریم اپنی آیات کی خود تفسیر کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو کسی دوسرے کا محتاج نہیں بننے دیتا سوائے ان ہستیوں کے جو قرآن مجید کی تفسیر اور اسرارِ رُوحانی اور اس کے معانی خود خدا تعالیٰ سے سیکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کلام میں انہیں مطہّرین کا گروہ قرار دیا گیا ہے۔ اِس نقطۂ نگاہ سے جب ہم قرآنِ عظیم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں درجنوں بلکہ سینکڑوں ایسی آیات ملتی ہیں جو ہمیں بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی جو شرط لگائی ہے تو ایمان سے کیا مُراد ہے اور ایمان کے کیا تقاضے ہیں۔ اِس وقت مَیں تھوڑے سے وقت کے لئے آپ سے گفتگو کروں گا زیادہ لمبی تفصیل میں مَیں نہیں جا سکتا چنانچہ ایک دو آیات مَیں نے اِس مضمون کے لئے منتخب کی ہیں۔ ایمان کا جو بُنیادی تقاضا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سُورہ انفال میں اِن الفاظ میں بیان کیا ہے وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی شرط تب پُوری ہوتی ہے جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اِس طرح کرو جس طرح اس کی اطاعت کرنی چاہیئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اِس طرح اپناؤ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین اُسوہ کو اپنایا جانا چاہیئے۔ پس اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسولؐ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی دو بنیادی شرائط ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے متعلق قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر بھی قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اِس کی تفصیل میں اِس وقت مَیں نہیں جانا چاہتا صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اِس عظیم بشارت کے عظیم تر جلوے کی آپ تب وارث ہو سکتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ایسی ہو جیسی ہونی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ تو اپنی کامل اطاعت چاہتا ہے۔ مثلاً اس کا کہنا ہے کہ ہر چیز کا مالک مَیں ہوں اِس لئے بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی اگر تم ضرورت محسوس کرو تو پہلے میری طرف رجوع کرو اور پھر میری بتائی ہوئی تدبیر پر عمل کرو۔ تدبیر بھی اللہ تعالیٰ خود ہی بتاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا یہ پہلو کہ وہ مالک ہے اور وہی دیالو ہے یعنی دینے والا ہے اور یہ حکم کہ کسی اَور کی طرف ہماری نگاہ نہ اُٹھے اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر کسی مرد یا کسی عورت کی جُوتی کا ایک تسمہ بھی

ٹوٹ جائے، ایک تسمہ جو بالکل چھوٹی سی چیز ہے اگر وہ بھی ٹوٹ جائے تو اس وقت اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ میری جیب میں پیسے ہیں اور دکاندار کے شوکیس میں تسمہ پڑا ہے میں خود جاکر اس سے خرید سکتا ہوں اور خرید لوں گا۔ یہ خیال نہیں پیدا ہونا چاہیئے ورنہ اطاعت نہیں ہوگی۔ حکم یہ ہے کہ اگر تمہیں دُنیوی لحاظ سے بظاہر حقیر چیز کی بھی ضرورت پڑے تو اپنے خدا سے رجوع کرو اور تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے کہ یہ تسمہ بھی مجھے سوائے اللہ کے اَور کوئی نہیں دے سکتا اور یہ حقیقت ہے۔ دُنیا کی تاریخ کی آنکھ نے اِس قسم کے سینکڑوں واقعات مشاہدہ کئے کہ ایک شخص تسمہ لینے کے لئے گھر سے روانہ ہوُا اور راستے میں اس کی جان نکل گئی وہ دکان تک نہیں پہنچ سکا یا دکان سے تسمہ تو لے لیا لیکن واپس گھر آتے ہوئے خدا تعالیٰ نے اس کی رُوح قبض کر لی اور وہ اس تسمہ کے استعمال کے قابل ہی نہیں ہو سکا۔ پس قادر اور مالک اور اپنے قادرانہ تصرّف کے ساتھ اِس دُنیا پر حکومت کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہمیں جو اس کے خلاف نظر آتا ہے جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا کہ شیطانی طاقتیں اُبھریں اور انہوں نے اسلام کو مٹانا چاہا یہ اِس لئے نہیں کہ خدا انہیں روک نہیں سکتا تھا بلکہ اِس لئے ہے کہ خدا چاہتا تھا کہ انہیں اجازت دے اور پھر اپنے قادرانہ تصرّف کے معجزات دُنیا کو دکھائے اور اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں اور پیار کرنے والوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مستانہ نعرے لگانے والوں پر اپنی محبّت اور پیار اور اپنی رضا کا اِس طرح اظہار کرے کہ دُنیا حیران رہ جائے۔

پس اللہ کی اطاعت اور اُسوۂ رسولؐ کی اطاعت اور پیروی ایمان کی بُنیادی شرطیں ہیں۔ جو مرد یا جو عورت یا جو بڑا یا جو چھوٹا خدا تعالیٰ کی اطاعت اس رنگ میں نہیں کرنا چاہتا جس طرح خدا تعالیٰ نے مطالبہ کیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی اس شکل میں اور اس حد تک نہیں کرنا چاہتا جس کا تقاضا اطاعتِ رسولؐ کرتی ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عظیم بشارت کہ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اس کے حق میں پوری ہوگی وہ اپنے دل سے یہ خیال نکال دے جیسا کہ ہماری چودہ سَو سالہ تاریخ شاہد ہے چودہ سَو سال کا عرصہ اُمّتِ محمدیہ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور اس زمانہ میں وہ افراد، وہ خاندان، وہ گروہ، وہ خطے، وہ مُلک اور وہ صاحبِ اقتدار حکومتیں جنہوں نے خدا کی اور اس کے رسُولؐ کی اطاعت نہ کی اور اپنی صفات پر خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ نہ چڑھایا اور خود کو اُسوۂ نبویؐ کے رنگ میں نہیں رنگا ان پر خدا تعالیٰ کے قہر کے وہ طمانچے پڑے کہ آج بھی جب ہم ان حالات کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ واقعات ہمارے علم میں آتے ہیں تو ہمارے رونگٹے

کھڑے ہو جاتے ہیں تو صرف اِس وجہ سے کہ قرآن نے کہا تھا کہ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ کوئی غیر تم پر غالب نہیں آسکتا وہ غلبہ کے مستحق اور حقدار نہیں ٹھہرے اور یہ بشارت ان کے حق میں پوری نہیں ہوئی اِس لئے کہ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ کی شرط انہوں نے پُوری نہیں کی۔

اطاعتِ رسولؐ اور اطاعتِ قادر و توانا باری تعالیٰ کو ایک اَور رنگ میں بھی قرآن کریم نے پیش کیا ہے اور وہ اِس اطاعت کے اظہار کے لئے ہمارا یہ محاورہ ہے کہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرو۔ تقویٰ کے نتیجہ میں ہی انسان کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ تقویٰ کے معنٰی ہیں اللہ تعالیٰ کو اپنے لئے ڈھال بنا لینا یعنی اپنی زندگی کو کچھ اِس طرح سنوارنا کہ جب اس زندگی پر جسے خدا کی پیاری نگاہ میں کوئی مقام حاصل ہو کوئی وار ہو تو خدا تعالیٰ کہے کہ یہ میرا بندہ ہے مَیں اس وار کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا یہ تقویٰ کے معنٰی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو ایمان کے بُنیادی تقاضے یعنی اللہ کی اطاعت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو تم پُورا کرنے والے بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اِس بُنیادی تقاضا کو پُورا کرو گے تو تمہیں دو انعام ملیں گے اور دونوں انعام ایسے ہیں جو اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ کی تفسیر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ انفال میں فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّ یُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ
سَیِّاٰتِکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ۝

(الانفال آیت ۳۰)

کہ اے ایمان والو اور اے وہ لوگو جو ایمان کے تقاضے پُورا کرنا چاہتے ہو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ تقاضے تم کِس طرح پُورا کر سکتے ہو۔ وہ اِس طرح کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی اپنی زندگیوں کو اِس طرح پاکیزہ اور مطہّر اور بنی نوعِ انسان کی ہمدرد اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرنے والی بنا دو کہ خدا تعالیٰ یہ جان لے کہ میرے اِن بندوں نے یہ کوشش کی ہے کہ خود کو اِس قابل بنا دیں کہ مَیں ان کے لئے ہمیشہ بطور ڈھال بن جاؤں اور ان کی حفاظت کروں۔ ڈھال کا استعمال ظاہری طور پر ظاہری جنگوں میں ہوتا ہے اور باطنی طور پر اُن یلغاروں کے لئے ہوتا ہے جو شیطان اندرونی فتنوں اور اپنے چھپے ہوئے مکروں کے ذریعہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو دو چیزیں تمہیں ملیں گی یعنی اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ کے مطابق تم اِس رنگ میں اعلیٰ ہو گے کہ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا تمہیں ایک بڑا امتیاز دیا جائے گا جو غیر کو تم سے جُدا کرنے والا اور تمہیں غیر

سے جُدا کرنے والا ہوگا اِس لئے وہ ناسمجھ اور جاہل احمدی عورتیں جو اپنے فرائض کو نہیں پہچانتیں اور اُن وعدوں کو نہیں جانتیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے ہیں۔ اگر وہ اُن لوگوں کی نقل کرتی ہیں جو دُنیا میں آگے نکل گئے اور شیطان کی گود میں جا پڑے تو پھر کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا جس کا مطلب ہے کہ تقویٰ کی راہ اختیار نہیں کی گئی تھی حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں چاہتا ہوں تمہارے اور غیر کے درمیان ایک بڑا امتیاز اور فرق پیدا کروں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب تم تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرو گے یا کرو گی تو اللہ تعالیٰ یہ امتیاز پیدا کر دے گا۔ ایک احمدی مرد اور ایک احمدی عورت کے ایمان کی خوشبو تو غیر کو میلوں سے آ جاتی ہے۔ جب بھی کسی احمدی پر نظر پڑتی ہے تو لوگ کہتے ہیں اس کے اندر کوئی نُور ہے، اس کے اندر کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ ہم میں سے معلوم نہیں ہوتا یا ہم میں سے معلوم نہیں ہوتی۔ پس یہ جذبہ جو آپ کے دِل میں پیدا ہوتا ہے کہ آپ اپنے پیدا کرنے والے ربّ پر فدا ہو جائیں، آپ کا یہ عزم کہ ہمارے محبوب خدا نے جو مخلوق پیدا کی ہے ہم اس کے دُکھوں کو برداشت نہیں کریں گے بلکہ ان کے دُور کرنے کی پُوری کوشش کریں گے۔ یہ ایک امتیاز پیدا ہو جاتا ہے جو دوسروں سے آپ کو نمایاں کر دیتا ہے۔ اِس لئے ہر وہ چیز جو آپ کے اندر غیر کی مشابہت پیدا کرتی ہے وہ اس امتیاز کے خلاف ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اِس امتیاز کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایک دُنیا دار اور ایک دیندار میں بُنیادی فرق یہ ہے کہ جو لوگ دُنیا دار ہوتے ہیں اُن پر اِس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی رُوحانی نعمتوں کا نزول نہیں ہوتا۔ دُنیا تو جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے بسا اوقات لوگوں کو مل جاتی ہے لیکن بعض دفعہ نہیں بھی ملتی۔ کبھی مل بھی جاتی ہے لیکن یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو دُنیا دار ہے اور خدا تعالیٰ سے تقویٰ کا تعلق نہیں رکھتا اس سے اللہ تعالیٰ پیار کرے اور پیار بھی اِس رنگ میں کرے کہ اِس دُنیا میں ہی وہ اپنی رضا اور پیار کے جلوے اسے دکھانے شروع کر دے۔ یہ رُوحانی طور پر پہلا امتیاز ہے کہ جو احمدی ایمان لائے اور انہوں نے ایمان کی شرائط کو پُورا کیا اور دِل و جان سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کی اور تقویٰ اختیار کیا اور اپنی زندگیوں کو اِس طرح صاف کیا اور دھوڈالا جیسا کہ آسمان سے گِرنے والی برف بے داغ اور سفید ہوتی ہے تو اُن پر خدا تعالیٰ اِس دُنیا میں رُوحانی برکات اور فیوض نازل کرتا ہے اور یہ دوسرا امتیاز ہے جو ایک مومن بندہ کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسروں پر یہ فیوض نازل نہیں ہوتے۔ چنانچہ اِس دُنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے حق میں غیر کے مقابلے میں بتدریج ایک تسلسل کے ساتھ ترقی اور کامیابی کے سامان پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ اللہ

تعالیٰ مومنوں کو ہر طرف سے اکٹھا کر کے بڑھاتا چلا جا رہا ہے یعنی ایک تدریجی ترقی کا دَور نصیب ہوتا ہے۔ اِس سے دُنیا کو یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ خدا اپنے مومن بندوں کے ساتھ ہے اور وہی غالب آئیں گے۔ چنانچہ فرمایا:۔

اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

(الانبیاء آیت ۴۵)

کہ زمین کے کناروں سے کچھ ذرّے یہاں سے کچھ ذرّے وہاں سے اُٹھا کر ہم ایک جماعت بنا رہے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو اِس جلسہ میں میری تحریک پر غیر مُلکی وفود آ گئے۔ جب مَیں نے یہ تحریک کی تو تھوڑا وقت جلسہ میں باقی تھا اِس لئے وہ سب تو نہیں آ سکے جو آنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن میرا خیال ہے ۱۳ ملکوں کے وفود آئے ہیں۔ ان میں ایسے مرد اور عورتیں بھی ہیں جنہوں نے خواب میں بھی اِس قسم کی سردی نہیں دیکھی تھی بلکہ ہم میں سے بھی بہت کم لوگوں نے اِس قسم کی سردی دیکھی ہوگی۔ اِس دفعہ اِس علاقے میں بڑی سخت سردی پڑی ہے۔ پھر دُھند ہے۔ ہَوا میں نمی ہے۔ نائیجیریا سے ہمارے دو پُرانے بزرگ بڑی عمر کے احمدیوں کا وفد یہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہؤا کہ پہلے دن وہ مجد میں نماز کے دَوران سارا وقت سردی سے کانپتے رہے۔ اُن کو یہ خیال بھی نہیں تھا کہ اتنی سردی ہوگی اِس لئے وہ اپنے ساتھ اِس موسم کے مطابق کپڑے بھی نہیں لائے تھے۔ پھر ہماری بعض بہنوں نے میرے کہنے پر ان کے لئے رُوئی کی صدریاں تیار کیں اور اِس طرح ان کے لئے سردی سے بچاؤ کا انتظام کیا لیکن وہ دیوانہ وار کھنچے چلے آئے اِس لئے نہیں کہ آپ کے اندر کوئی ایسی خُوبی تھی کہ آپ کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے وہ اِس لئے آئے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے دِلوں میں مہدیٔ معہود و مسیح موعود علیہ السلام کی محبت پیدا کی تھی چنانچہ جب انکو مہدیٔ معہود اور مسیح موعودؑ کے مرکز کی طرف بُلایا گیا تو وہ اپنی ساری تکالیف کو نظر انداز کرتے ہوئے مرکز میں پہنچ گئے۔ اِس دفعہ ۱۳ مُلکوں کے وفود آئے ہیں۔ یہ ابتداء ہے اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کی انتہاء بھی جلد ہو گی جبکہ دُنیا کے ہر مُلک کا وفد اِس جلسہ سالانہ میں شامل ہؤا کرے گا تب قرآن کریم کی یہ آیت اپنی پُوری شان کے ساتھ دُنیا کو ملزم قرار دے گی کہ:۔

اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

کہ کس طرح ہم دُنیا کے کونے کونے سے ذرّے اکٹھے کر کے ایک جماعت بنا رہے ہیں تو کیا

اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ط

اس کے بعد بھی تم سمجھتے ہو کہ تم اسلام کے مقابل غالب آ جاؤ گے۔

پس ایک عظمت، ایک رُوح، ایک تدریجی ترقی کا پیدا ہونا یہ ایک ایسا امتیاز ہے جس کا کوئی دوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ گو مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ساری جماعت ایسی نہیں لیکن جماعت کی اکثریت ایسی ہے بہت بھاری اکثریت مردوں کی بھی اور عورتوں کی بھی جنہوں نے کوشش کی ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پُورا کریں اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصُول کے لئے ہر قربانی اُس کے حضور پیش کر دیں کہ اس کے بعد کسی اَور چیز کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ غرض ایک طرف وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رُوحانی نعمتیں نازل نہیں ہوتیں اور دوسری طرف وہ جماعت ہے جو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور نعمتوں کی وارث ہے اور یہی چیز اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔

پس ایک تو یہ امتیاز ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم واقعہ میں اللہ کی اطاعت اور رسول ؐ کی اطاعت میں تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرو گے تو ہم تمہیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ تم میں جو بشری کمزوریاں ہیں اُن کے بداثرات سے ہم تمہیں محفوظ رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتوں کو نازل کرے گا جو تمہارے دلوں اور تمہارے خیالات کی اصلاح کریں گے۔ وہ تمہارے ذہنوں اور عادات اور جذبات کی اصلاح کریں گے اور وہ بشری کمزوریاں جو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اُن کے اور تمہارے پاک نفسوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دیں گے پھر تم سے وہ بشری کمزوریاں سرزد ہونے کا امکان باقی نہیں رہے گا۔

پس یہ تقویٰ کے نتائج ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ مطالبہ کر رہی تھی اور جماعتِ احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اکثریت ان مطالبات کو پُورا کر رہی ہے۔

احمدیت کی تاریخ میں ہم آج ایک نہایت ہی اہم موڑ پر کھڑے ہیں۔ ہم نے آئندہ سالوں میں (جن کی تعیین میں انشاء اللہ پرسوں کی تقریر میں کروں گا) بڑی قربانیاں دینی ہیں۔ بڑے کام ہیں جو کرنے والے ہیں ظلمات پر ہم نے بڑی کاری ضربیں لگانی ہیں۔ بے شمار دل ہیں جن کی فطرت پکار رہی ہے کہ ہمارے پاس آؤ اور ہماری اصلاح کرو لیکن ہم اپنی غفلت کے نتیجہ میں یا کم مائیگی کی وجہ سے آج تک اُن کے پاس نہیں پہنچ سکے۔ وہ ہمیں بُلا رہے ہیں۔ ہمیں ان کے پاس جانا ہے۔ اس کے لئے کچھ منصوبے ہیں جن کا ذکر مَیں پرسوں کروں گا لیکن اُن کو بتائے بغیر مَیں آج آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ سے بڑھ کر خوش قسمت عورتوں کا اَور کوئی گروہ اِس زمانہ میں پیدا نہیں ہؤا کیونکہ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ کی جو بشارت تھی اس کا حسین تر جلوہ اسلام کی آخری جنگ میں فتح کی صُورت میں نمودار ہوگا اور اسلام کو عالمگیر غلبہ نصیب ہوگا اور پھر اس کے بعد سوائے چوہڑوں اور چماروں کے کوئی بھی

اِسلام سے باہر نہیں رہے گا۔ یہ اتنا بڑا غلبہ ہوگا کہ اس کے بعد ساری ملّتیں اور مذاہب مٹا دیئے جائیں گے۔ یہ وہ غلبہ ہے جب یہودی یہ تسلیم کرے گا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء نے پُرانے وقتوں میں نیکیاں تو سکھائیں، نیکی کی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بنے اور تورات کے ماننے والوں نے بھی خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے ظرف کے مطابق حِصّہ پایا لیکن اُن کا زمانہ ختم ہو گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض سے وہ اپنی بدقسمتی کے نتیجہ میں محروم رہے لیکن اب ہم اور ہماری نسلیں اس سے محروم نہیں رہیں گی۔ اب وہ وقت آنے والا ہے جب عیسائی اپنے بدخیالات کو چھوڑ کر اور غلط عقائد سے توبہ کر کے اپنی نجات کے لئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھامیں گے۔ جب دوسری ساری ملّتیں اور مذاہب ختم ہو جائیں گے اس معنی میں کہ خدا تعالیٰ اُن کی خوش قسمتی کے سامان پیدا کر کے اپنی عظیم رحمت کے دائرہ میں اُن کو لے آئے گا۔ یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے ہم خدا کے حضور قربانیاں دیتے ہیں۔ مَیں بھی اور آپ بھی، ہمارے مرد بھی اور ہماری عورتیں بھی؛ ہمارے بڑے بھی اور ہمارے بچے بھی سب اپنی عمر کے لحاظ سے اپنی تربیت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ سے قربانیاں دینے کی توفیق پاتے ہیں۔ سب اپنی دعاؤں اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں اپنے اپنے لحاظ سے قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور یہی وہ زمانہ ہے جو پہلی بار انسان نے دیکھا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اسلام کا آخری اور عالمگیر غلبہ مقدّر ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں جماعتِ احمدیہ کے غریب، کم مایہ اور کم علم افرادِ اِسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمتوں کو حاصل کر رہے ہیں۔ خدا کہتا ہے ہر انسان کے دِل میں فضل کے حصول کی خواہش رکھی گئی ہے۔ ہر انسان اپنے لئے جس چیز کو بہتر سمجھتا ہے اس کے پانے کی خواہش رکھتا ہے۔ ایک بھُوکا آدمی روٹی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ ایک پیاسا پانی کیلئے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ سردی میں ٹھٹھرنے والا کپڑوں کی تلاش میں ہوتا ہے۔ ایک بے چین رُوح اپنے خدا کی تلاش میں ہوتی ہے۔ خدا کہتا ہے تم اِدھر بھی ہاتھ مارتے ہو تم اُدھر بھی ہاتھ مارتے ہو، تم اِدھر بھی دیکھتے ہو اور اُدھر بھی دیکھتے ہو، کبھی زمین کی طرف نگاہ کرتے ہو اور کبھی آسمان کی طرف اپنی نگاہوں کو اُٹھاتے ہو لیکن تمہیں پتہ نہیں کہ فضل ورحمت اور علم و برکت کا منبع کون ہے۔ اگر تمہیں پتہ ہوتا کہ فضل ورحمت اور رُوحانی وجسمانی نعمتوں اور برکتوں کا منبع اور سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ہے تو تم ان فضاؤں کو ان آوازوں سے بھر دیتے جو ذکرِ الٰہی پر مشتمل ہوتیں۔ ایسا فضلِ عظیم جس سے بڑھ کر کوئی فضل تصوّر میں بھی نہیں آسکتا اس کا منبع اور سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہم احمدی مرد اور احمدی عورتیں خدا تعالیٰ سے یہ اُمید رکھتے ہیں ہاں ہاں

اس خدا سے جو ہمارا محبوب اور ہمارا خدا ہے اور جو ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم ہے جس کے فضل سے بڑھ کر کوئی فضل نہیں کہ وہ اپنی رحمت سے اور اپنے پیار سے اور اپنی برکت سے ہمیں نوازے ہم غریب ہیں۔ گناہ گار ہیں، کمزور ہیں، کم علم ہیں، کم مایہ ہیں، ہم صاحبِ اقتدار نہیں اور نہ اقتدار اور سیاست سے ہمیں کوئی دلچسپی ہے، ہم دولت مند نہیں اور نہ ہی دُنیوی دولت سے ہمیں کوئی رغبت ہے۔ ہمیں دلچسپی ہے تو اِس بات میں ہے کہ خدا اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دُنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے اور اسلام ساری دُنیا میں غالب آجائے۔

پس ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا کرے کہ وہ عظیم بشارت جو اسلام کے آخری غلبہ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی ہے یعنی وہ عظیم بشارت جس کا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کے حسین جلوہ کی صورت میں اس زمانہ میں ظاہر ہونا مقدر ہے۔ خدا کرے کہ اِس جہاد میں ہماری کوششیں قبول ہوں اور اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں وہ دن دکھا دے کہ ساری دُنیا میں اسلام پھیل جائے اور ملک ملک اور گھر گھر میں خدائے واحد و یگانہ کی حمد کے ترانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے گیت گائے جانے لگیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اب ہم دعا کرتے ہیں ؛

جماعتِ احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۷۵ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا احمدی خواتین سے ایمان افروز خطاب

فرمودہ ۲۷ فتح ۱۳۵۴ھش مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۷۵ء

سُورہ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی :-

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۖ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (۱۶ : ۹۷، ۹۸)

اور پھر فرمایا :-

میرا گلا تو کل سے بیٹھا ہُوا ہے مگر اِس شور کی وجہ سے یُوں لگتا ہے آپ کے گلے ضرورت سے زیادہ کھُلے ہوئے ہیں۔ دوسری عورتوں کو چُپ کرانے والی بہنیں خود بھی چُپ کر جائیں جنہوں نے بولنا ہے ان کو بولنے دیں کسی کو چُپ نہ کرائیں انشاء اللہ خود ہی خاموش ہو جائیں گی۔ کچھ جگہ بھی تنگ ہے۔ مجھے خیال نہیں تھا کہ اگر مَیں ایک سال بھی جلسہ سالانہ میں آپ سے خطاب نہ کروں تو آپ کو بولنے کی عادت پڑ جائے گی۔ ۱۹۷۳ء کے جلسہ میں تو یہاں اتنی خاموشی تھی کہ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ ہماری مستورات مَردوں سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن میرا یہ خیال غلط تھا۔ ہماری بہنیں آگے نکلنے کی کوشش نہیں کر رہی ہیں بلکہ ہمیں ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنی پڑے گی۔

اِس وقت مَیں نے جو دو آیات پڑھی ہیں ان میں سے ایک میں تو یہ مضمون بیان ہُوا ہے :-

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

یعنی تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ تمہارے پاس نہیں رہتا لیکن اللہ تعالیٰ جو خالق اور مالک ہے اس کے ہاتھ سے تو کوئی چیز نہیں نکلتی۔ ہم نے اِس دُنیا میں امیروں کو غریب ہوتے دیکھا اور غریبوں کو امیر ہوتے پایا۔ اور دوسری دُنیا میں تو یہ مال ساتھ نہیں جائیں گے۔ ہر انسان جب یہ دُنیا چھوڑتا ہے تو دُنیا کی ساری دولتیں بھی اور دُنیا کے سارے رشتے بھی اور دُنیا کے سارے تعلقات بھی یہیں چھوڑ کر اِس دُنیا سے خالی ہاتھ کُوچ کر جاتا ہے اگر اس کا پیار کرنے والا ربّ اُسے کچھ نہ دے تو اُس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس پہلی آیت میں فرمایا بعض دفعہ قربانیاں لی جاتی ہیں۔ مال کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے اور جان کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے اور جذبات کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے اور تعلقات اور رشتوں کی قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں اور خدا کے لئے دُنیوی رشتوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بندوں پر اِس قسم کے اِبتلاء آتے ہیں تو وہ صبر سے کام لیتے ہیں۔ فرماتا ہے مَیں اُن کے سب سے اچھے اعمال کے مطابق ان کے سارے اعمال کی جزاء دونگا کیونکہ مَیں مالک ہوں۔ اور یہی نہیں کہ اُس نے کسی یونیورسٹی کے ممتحن کی طرح یہ دیکھنا ہے کہ اگر نصف سوال درست کیا ہے تو وہ نصف نمبر ہی دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر کسی آدمی نے اس امتحان میں جو مَیں لیتا ہوں سارے نمبر لینے والا کوئی ایک سوال حل کیا ہے تو مَیں اس کے پرچے کے سارے نمبر دے دوں گا۔ گویا اِس آیت میں صبر کرنے والوں کے لئے اجر کا اعلان کیا گیا۔ صبر کرنے والوں میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اُمّتِ محمدیہ میں چودہ سَو سال تک خدا تعالیٰ کے ایسے نیک بندے پیدا ہوتے رہے اور

نیک بندیاں پیدا ہوتی رہیں جو خدا کے لئے اپنی زندگیوں کو گذارنے والی تھیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے امتحان آتے تو وہ خدا کی رضا کے حصول کے لئے صبر سے کام لینے والے اور لینے والیاں تھیں اور صبر و دُعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو جذب کرنے والے اور کرنے والیاں تھیں۔

اب بھی بعض ایسے مہذب ممالک دُنیا میں پائے جاتے ہیں جہاں مرد اور عورت میں فرق کیا جاتا ہے۔ اُن کا اپنا ماحول ہے لیکن مَیں اِس وقت اس ماحول کی بات کر رہا ہوں جسے اِسلام پیش کرتا ہے۔ اسلام کا اپنا ایک رُوحانی ماحول ہے جس کے حق میں خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں لیکن اسلام نے جب دُنیا کے سامنے یہ عظیم اعلان کیا تھا:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔

یعنی مَرد ہو یا عورت جو بھی خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اعمالِ صالحہ بجالائے گا اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حیاتِ طیبہ یعنی پاکیزہ زندگی عطا کی جائے گی تو اِس عظیم اعلان کو دُنیا کے کان نے پہلی دفعہ سُنا۔ اِسلام سے پہلے کِسی مذہب نے یہ اعلان نہیں کیا تھا۔ یہ درحقیقت اِنسانیت کے ایسے نصف حصّہ کے اندر جو نیم مُردہ حالت میں پڑا ہؤا تھا زندگی کی رُوح ڈالنے والا تھا۔ حیاتِ طیّبہ دونوں زندگیوں کے متعلق بولا گیا ہے اِس دُنیا کی زندگی کے متعلق بھی اور جو بعد میں آنے والی زندگی ہے اس کے متعلق بھی۔ اِس دُنیا میں خدا تعالیٰ کی اس مخلوق میں صرف وہی لوگ امن اور تسکین، ہنسی اور خوشحالی کی زندگی حاصل کرتے ہیں جن کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار کی آواز بالواسطہ اور بلاواسطہ اُن کے کانوں میں پڑتی ہے۔ جب ایک شخص کی خوشیاں اسے خدا تعالیٰ سے مل رہی ہوں تو دُنیا کی طاقتیں اُس ماحول میں افسردگیاں نہیں پیدا کر سکتیں جیسا کہ دُنیا کے اِس خطّہ میں جس میں ہم بستے ہیں دُنیا نے ۱۹۷۴ء میں یہ نظارہ دیکھا کہ احمدیوں کو ہر قسم کا دُکھ دیا گیا۔ بعض احمدیوں کو قتل کیا گیا۔ انکی جائیدادیں تباہ کی گئیں۔ مکانوں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ دُکانیں لُوٹی اور جلائی گئیں۔ غرضیکہ کونسا دُکھ تھا جو احمدیوں کو نہیں دیا گیا۔ زبان سے بھی ایذاء دیا گیا اور ہاتھ سے بھی لیکن اُس وقت دُنیا کی نگاہ میں جو حیران کرنے والی بات تھی وہ یہ نہیں تھی کہ احمدیوں کو دُکھ دیا جا رہا ہے بلکہ وہ یہ تھی کہ ان تمام حالات کے باوجود اُن کی مُسکراہٹوں کو کوئی نہیں چھین سکا اور مَیں اُن دِنوں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو بڑی وضاحت سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تمہاری مُسکراہٹیں کِسی دُنیوی منبع سے حاصل کردہ ہوتیں اور وہ منبع خشک ہو جاتا تو تمہاری مُسکراہٹیں چھینی جا سکتی تھیں لیکن تمہاری خوشیاں اور تمہاری مُسکراہٹیں تو تمہارے ربِّ کریم اور تمہارے پیدا کرنے والے خدا نے تمہیں دی ہیں

اور جو مُسکراہٹیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی ہوں اُن کا چشمہ تو خشک نہیں ہؤا کرتا۔ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہیں اُن کو تو دُنیا نہیں چھین سکتی۔

پس بڑا عظیم تھا یہ واقعہ جو انسانوں کی اِس دُنیا میں ۱۹۷۴ء میں رُونما ہؤا۔ لوگوں نے کہا ہم نے احمدیوں کو مارا پیٹا، ہم نے ان کے مکانوں کو جَلا کر راکھ کر دیا، ہم نے ان کے مکانوں کو لُوٹا مگر یہ کِس قِسم کی قوم ہے کہ یہ سب کچھ ہو جانے کے باوجود ہم ان کے سکون کو اور ان کی راحت کو، ان کی بشاشت کو اور ان کے چہروں کی مُسکراہٹ کو نہیں چھین سکے۔

غرض دُنیا نے یہ جو عظیم نظارہ دیکھا اور احمدیوں کو بحیثیتِ مجموعی جس بلند مقام پر پایا وہ یہ نہیں تھا کہ اُن کے مکان جَل گئے اور اُن کی دُکانیں لُٹ گئیں بلکہ وہ یہ تھا کہ اُن کی مُسکراہٹیں نہیں چھینی جا سکیں۔ پس حیاتِ طیّبہ کا وارث صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جسے خدا حیاتِ طیّبہ کا وارث بنائے۔ ساری دُنیا کی طاقتیں مل کر اور ساری دُنیا کی دولتیں جمع ہو کر کسی ایک شخص کو بھی حیاتِ طیّبہ نہیں دے سکتیں۔ ہم نے بڑے بڑے امیروں کو دیکھا خدا تعالیٰ نے اُن کو دولت دے دی مگر اُن کا نظامِ ہضم خراب ہو گیا اب وہ کھاتے کچھ نہیں۔ پرہیزی غذا بے نمک اور بے مرچ۔ یہ چیز نہیں کھانی وہ چیز نہیں کھانی۔ ایسے شخص نے دولت کو لے کر کیا پایا۔ اسی طرح ہم نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ وہ دُنیا کے سب سے مہنگے کپڑے پہن سکتے تھے لیکن خدا تعالیٰ کی شان اُن کے جسم ایسی بیماری میں مُبتلا ہو گئے کہ گویا اُن کے جسموں سے آگ نکل رہی ہے۔ اُن کو مجبوراً بالکل نرم اور سادہ قسم کے کپڑے پہننے پڑے۔ غرض حیاتِ طیّبہ صرف خدا دیتا ہے محض دُنیا کی دولتیں کسی کو حیاتِ طیّبہ عطا نہیں کرتیں۔ نہ امریکہ حیاتِ طیّبہ دے سکتا ہے اور نہ انگلستان دے سکتا ہے۔ نہ یورپ دے سکتا ہے اور نہ رُوس دے سکتا ہے۔ نہ چین دے سکتا ہے اور نہ کوئی اَور طاقت دے سکتی ہے یہ صرف خدا تعالیٰ ہی ہے جو اِنسان کو حیاتِ طیّبہ عطا کر سکتا ہے اور عطا کرتا ہے چنانچہ اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ جماعتِ احمدیہ کو حیاتِ طیّبہ ملے۔ مگر یہ زندگی اسکے اُن افراد کو مل سکتی ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اعمالِ صالحہ بجا لائیں اور جب اللہ تعالیٰ امتحان لے تو وہ صبر کا ایک اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔ دُنیا کی ساری طاقتیں مل کر خدا تعالیٰ کے دامن سے انہیں کھینچ کر پَرے پھینکنا چاہیں تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے دامن کو اس مضبوطی سے پکڑے رہیں کہ کوئی طاقت اُن کو خدا تعالیٰ سے جُدا نہ کر سکے۔

یہ ایک حقیقت ہے اور سب کو نظر آ رہی ہے کہ اِس وقت ساری دُنیا کی حرکت ہلاکت اور تباہی کی طرف ہے اور نوعِ اِنسانی کو بچانے کی توفیق صرف جماعتِ احمدیہ کو ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کام کے لئے جماعتِ احمدیہ ہی

کو منتخب فرمایا ہے اور اب ہم جماعتِ احمدیہ کی زندگی میں ایک ایسے نازک دَور میں داخل ہو چکے ہیں کہ جس کی عظیم ذمہ داریوں کے پیشِ نظر ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم کیا کھا رہے ہیں اور کیا پہن رہے ہیں۔ سوچو! اتنی بڑی ذمہ داری ہے اور تم مُٹھی بھر تو ہو۔ تمہارے پاس نہ دُنیا کی کوئی طاقت ہے نہ تمہیں دُنیا کے اقتدار سے کوئی دلچسپی ہے، نہ تمہارے پاس دُنیا کے اموال ہیں نہ تمہارے دِلوں میں دُنیا کے اموال کی کوئی حرص ہے۔ ہر شخص جس کو یہ احساس ہو کہ اُسے کوئی سیاسی اقتدار حاصل ہے تو وہ اپنے اقتدار کو ظاہر کرنے کے لئے احمدیوں کو ستانے لگ جاتا ہے۔ کبھی وہ زبان سے ایذاء دیتا ہے اور کبھی ہاتھ سے۔ اور مَیں پاکستان کی بات نہیں کر رہا بلکہ ساری دُنیا کا یہی حال ہے۔ پس یہ جماعت جو دُنیا کی نگاہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی اِس جماعت کو خدا نے کہا کہ تمہارے ذریعہ سے مَیں دُنیا کو ہلاکت اور تباہی سے بچاؤں گا۔ آج دُنیا نہ تو اِس حقیقت کو پہچانتی ہے اور نہ تمہاری شُکر گذار بن سکتی ہے لیکن وہ ہستی جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور ہمارا وہ پیارا خدا جس نے یہ کہا ہے کہ مَیں تمہارے ذریعہ سے، احمدی کے ذریعہ سے انسان کی حیاتِ طیّبہ کا سامان اِس دُنیا میں پیدا کروں گا۔ اسلامی تعلیم کو دُنیا اپنی تمام اقتصادی، معاشرتی اور انسانی زندگی کے سارے دوسرے شعبوں میں بھی اپنائے گی اور اخلاقی اور رُوحانی بیماریوں سے شفا پائے گی۔ یہ وہ عظیم کام ہے جو جماعتِ احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے گویا دُنیا کی حیاتِ طیّبہ کے سامان پیدا کرنے کے لئے جماعت کو قائم کیا گیا ہے۔ اِس کے باوجود ہم میں سے پھر وہ پیدا ہو جاتے ہیں یا پیدا ہو جاتی ہیں جو دوسروں کی نقلیں کرنے لگ جاتی ہیں۔ کوئی کہتی ہے ہم نے پردہ نہیں کرنا۔ اگر تم نے پردہ نہیں کرنا تو پھر کیوں تم ہمارے اندر رہ کر جماعت کو بدنام کر رہی ہو۔ اگر تم نے اِسلامی احکام پر عمل نہیں کرنا تو جاؤ اپنے گھر میں بیٹھو اور جس ہلاکت کی طرف دُنیا جا رہی ہے اسی کی طرف تم بھی اپنے بچّوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ یاد رکھو! خدا کو تمہاری ضرورت نہیں ہے تمہیں خدا کی ضرورت ہے۔ ناشکری کی یہ اِنتہاء ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں کہتا ہے میری طرف آؤ مَیں نہ صرف تمہارے لئے حیاتِ طیّبہ کے سامان پیدا کروں گا بلکہ دُنیا کے لئے تمہارے ذریعہ سے حیاتِ طیّبہ کے سامان پیدا کروں گا لیکن تم اپنے ربّ کی طرف پیٹھ پھیر لینے کی جُرأت کرتی ہو پھر وہ تم کو پکڑتا ہے اور تم کو سزائیں دیتا ہے اور جو اُخروی سزا ہے یعنی خدا کے غضب اور قہر کی سزا ہے۔ اگر تم میں سے کسی کے بھیجے میں عقل ہے تو وہ اِس نتیجہ پر پہنچے گی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی خدا تعالیٰ کے غضب اور قہر کو برداشت کرنا آسان نہیں ہے لیکن وہ زمانہ جس کے متعلق خٰلِدِیْنَ فِیْھَا کہا گیا ہے اور جو بڑا لمبا زمانہ ہے اور جسے اس کی DURATION (ڈیوریشن) یعنی امتداد کے لحاظ سے ایک نہ ختم ہونے والا

زمانہ کہہ سکتے ہیں اس میں خدا تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مورد بننے کے لئے تم تیار ہو جاتی ہو تمہیں عقل سے کام لینا چاہیئے اِس لئے بھی کہ تمہیں خدا کے مسیح نے پکارا اور مہدی کی زبان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تمہارے کانوں میں پڑی وہ آواز جو خالص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی اور وہ مضمون جو خالص اسلامی احکام پر مشتمل تھے وہ تمہارے سامنے رکھے گئے جن سے بدعات اور لغو چیزیں نکال کر باہر پھینک دی گئی تھیں۔ گویا اسلام کی ایک نہایت ہی حسین تعلیم تمہارے سامنے رکھی گئی اور تم اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہو۔ مَیں ساری مستورات کو نہیں کہہ رہا لیکن اگر ایک احمدی عورت بھی ایسی ہے یا اگر ایک بھی احمدی مرد ایسا ہے تو جماعت کو اُسے برداشت نہیں کرنا چاہیئے بالخصوص اس زمانہ میں جب کہ ہم اپنے رُوحانی مجاہدہ کے آخری دَور میں داخل ہو چکے ہیں جب ہمیں نظر آرہا ہے کہ یا تو یہ دُنیا۔ دُنیا سے محبّت کرنے والی دُنیا۔ دُنیا کے لئے زندہ رہنے والی دُنیا۔ اپنے خدا کو بھول جانے والی دُنیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شناخت نہ کرنے والی دُنیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو اہمیّت نہ دینے والی دُنیا ہلاک ہو جائے گی یا وہ اس تعلیم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور کو قبول کرے گی اس دَور میں یہ سستیاں اور یہ غفلتیں اور یہ لاپرواہیاں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دُوری اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ٹھکرانا یہ تو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

پس آج مَیں باوجود بیماری کے یہاں آیا ہوں۔ میرے گلے میں بھی تکلیف ہے۔ ویسے بھی مجھے ضعف کی شکایت ہے لیکن مَیں یہاں آیا ہوں تمہیں اِنتباہ کرنے کے لئے کہ اپنے آپ کو درست کرو۔ اگر خدا تمہارے ساتھ (تمہارا اِنقطاع اِلی اللہ دیکھ کر) اِس طرح کا سلوک کرتا ہے جس طرح وہ اپنے پیاروں کے ساتھ کرتا ہے تو وہ (اِنتہائی ضلالت کی وجہ سے) غضب اور قہر بھی نازل کر سکتا ہے (معاذ اللہ) کیونکہ تمہاری اس سے کوئی رشتہ داری تو نہیں۔ تم نے اس سے کوئی ٹھیکہ تو نہیں لیا ہؤا کہ تم جو مرضی کرتی رہو یا کرتے رہو (مَرد بھی میرے مخاطب ہیں) اور وہ پھر بھی تم سے پیار کرتا رہے گا۔ جب تک احمدی مرد اور احمدی مستورات خدا کے ہو کر خدا میں زندگی گذارنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اُس وقت تک وہ خدا کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتے۔ پس تم خدا کا پیار حاصل کرو تاکہ تمہیں اِس دُنیا میں بھی اور دوسری دُنیا میں بھی حیاتِ طیّبہ ملے اور تمہاری آئندہ نسلیں تم پر لعنتیں بھیجنے والی نہ ہوں کہ کیوں تم نے اُن کے لئے بھلائی اور خوشحالی کے سامان پیدا نہیں کئے۔ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو تم پر ڈالی گئی ہے لیکن اِس ذمہ داری کے مقابلہ میں ایک بہت بڑا اِنعام ہے جس کی تمہیں بشارت دی گئی ہے اور جس کا عِلم حاصل کر کے انسان کا سَر خدا تعالیٰ کے شکر میں اُس کے آستانہ پر اِنتہائی طور پر جھک جاتا ہے کہ

اس سے زیادہ جُھکنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا۔ جیسے انسان سجدہ کرتے ہوئے اپنا ماتھا زمین پر ٹکا دیتا ہے جس سے نیچے تو وہ جا نہیں سکتا جیسا کہ مَیں نے اپنی کل کی افتتاحی تقریر میں بتایا تھا جس کا کچھ حصّہ آپ نے سُنا اور کچھ نہیں سُنا (بوجہ لاؤڈ سپیکر کی خرابی کے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم ہستی جو خدا کی بے حد محبوب اور پیاری ہستی تھی آپؐ اِنسانیّت کی طرف ایک ہمیشہ قائم رہنے والی شریعت لے کر آئے تھے ایسی شریعت جو نوعِ انسانی کو ہر زمانہ میں حتیٰ کہ قیامت تک کے مسئلوں کو سُلجھانے والی تھی۔ آپؐ کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ آپؐ سواری پر کہیں جا رہے تھے تو دیکھنے والوں نے یہ نظارہ دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے آپؐ کی جبیں عاجزانہ طور پر جُھکنی شروع ہوئی اور جُھکتی چلی گئی یہاں تک وہ زین (کاٹھی) کے ساتھ لگ گئی۔ مَیں نے کہا تھا کہ اس انتہائی عاجزی کے بعد کوئی اَور چیز نہیں ہے ورنہ مَیں تمہیں یہ کہتا کہ جتنی عاجزی محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائی اس سے زیادہ تم دکھاؤ۔ پس اگرچہ تم اپنے ماتھے کو جُھکانے میں زمین کے نیچے نہیں جا سکتے اور نہ جا سکتی ہو لیکن تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شُکر ادا کرنے میں اُس عاجزی کا اظہار کر سکتی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائی۔ اِس لئے خدا تعالیٰ کا شُکر کرتے ہوئے اور اُس کی حَمد کرتے ہوئے محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن قدر عاجزانہ راہوں کو اختیار کیا اور خدا تعالیٰ کی دُوری کو ایک لحظہ کے لئے برداشت نہیں کیا اسی قدر تمہیں چاہیئے کہ اگر تم نے حیاتِ طیّبہ کا وارث بننا ہے تو اس نقشِ قدم پر چلو جس کا حسین نمونہ تمہارے سامنے رکھا گیا ہے اور ایک حسین تعلیم تمہیں دی گئی ہے اس تعلیم کے حُسن کو از سرِ نَو ظاہر کرنے کے لئے مہدیؑ تمہارے اندر آ گیا اور اُس نے تمہیں آواز دی اور تم کہتی ہو کہ ہم نے مہدیؑ کی آواز پر لبّیک کہا اور اُس کو پہچانا اور جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام بھیجا تھا تم کہتی ہو کہ ہم بھی اس کو سلام بھیجتی ہیں لیکن وہ سلام جو تمہاری زبانوں سے نیچے نہیں اُترتا اور تمہاری رُوح کو گرماتا نہیں اُس سلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رُوحانی فرزند مہدیؑ نے لیکر کیا کرنا ہے اور اس سلام کے نتیجہ میں تمہیں حیاتِ طیّبہ کیسے مِل جائے گی۔

پس مَیں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنی اِصلاح کی کوشش کرو اور دُعائیں کرو تمہارے اُوپر دعائیں کرنیکی بڑی ذمّہ داری ہے کیونکہ تم دُنیا میں دعا کئے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ساری دُنیا کی اصلاح کی ذمّہ داری احمدی مَردوں اور عورتوں پر ہے۔ پس تم خدا کے حضور یہ دُعائیں کرو کہ اے خدا! جتنی طاقت تُو نے ہمیں دی ہے وہ ہم تیرے حضور پیش کرتے ہیں لیکن جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ ہماری طاقت سے بالا ہے، وہ ہماری استعداد سے زیادہ ہے۔ اے خدا! جیسا کہ تیرا وعدہ ہے اور تیری بشارتیں ہیں تُو خود اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے یہ کام

کروا دے اور اس کا ثواب ہمیں عطا فرما۔ مَیں تو ہر وقت دعا کرتا ہوں اور اَب بھی دعا کروں گا اللہ تعالیٰ آپ سب کو بھی جو بڑی عمر کی ہیں ان کو بھی اور جو جوانی کی عمر میں ہیں اُن کو بھی اور جو بچیاں ہیں انہیں بھی اور جو بعد میں آنیوالی نسلیں ہیں انہیں بھی اس مقام پر کھڑا کرے جس مقام پر کھڑے ہونا مہدی کے لئے خوشی کا باعث ہے اور یہی وہ گروہ ہے جسے محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی اُمّت میں دیکھنا انتہائی خوشی کا باعث ہے اور اسی گروہ کے لئے بشارتیں دی گئی ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بشارتیں دی ہیں اور بتایا ہے کہ اس آخری زمانے میں اسلام ساری دُنیا پر غالب آئے گا مگر یہ کام کون کرے گا کیا آسمان سے فرشتے آکر کریں گے؟ ظاہر ہے ایک پاک جماعت نے آکر کرنا ہے جس کی بشارت دی گئی تھی اور جو مہدی کو ملنی تھی اور یہی وہ جماعت ہے جس نے دُنیا میں ایک رُوحانی انقلاب بپا کرنا تھا، جس نے دُنیا کی دولتوں میں کوئی دلچسپی نہیں لینی تھی، جس نے سیاسی اقتدار میں کوئی دلچسپی نہیں لینی تھی اور نہ ساری دُنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا انحصار اپنے جتھے یا اپنی عزّتوں پر کرنا تھا بلکہ محض خدا کا ہو کر اور خدا میں زندہ رہ کر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کر کے عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے اس مقصد کو حاصل کرنا تھا۔ یہی وہ طریق ہے جس کو اختیار کرتے ہوئے اِس مقصد کو حاصل کرنا تھا۔ یہی وہ طریق ہے جس کو اختیار کرنے سے ساری دُنیا ہلاکت سے بچ سکتی ہے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ خدا کرے آپ کو دعا کرنے کی توفیق ملے اور خدا کرے میری اور آپ کی دعائیں قبول ہوں اور وہ نتیجہ نکلے جس کی ہم آرزو رکھتے ہیں اور جس کی ہم تمنا رکھتے ہیں۔ آؤ دعا کر لیں۔

اِس کے بعد حضور نے سب حاضرات سمیت ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی ؁

جلسہ سالانہ ۱۹۷۶ء کے موقع پر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا احمدی مستورات سے بصیرت افروز خطاب

فرمودہ ۱۱ فتح ۱۳۵۵ ہش بمطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۷۶ء

تشہد و تعوّذ اور سُورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سِلسلہ عالیہ احمدیہ کی بُنیادی اینٹ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی اور اس سے غرض یہ تھی کہ مہدی

علیہ السلام کے ذریعہ مَرد وزن پر مشتمل ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے جو دُنیا میں اسلام کو غالب کرے ، جو توحیدِ خالص کو انسان کے دل میں گاڑنے کی کامیاب کوشش کرے اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انسان کے دِل میں ایک ایسا پیار پیدا کرے کہ اس پیار کی دھڑکنیں ان تمام دھڑکنوں سے بڑھ کر ہوں جو کسی پیار کے نتیجہ میں کسی انسان کے دل میں کبھی پیدا ہوئیں۔

یہ کام جو اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کے سپرد کیا اور جس غرض کے لئے کہ اس نے مہدی علیہ السلام کے ذریعے جماعت کو قائم کیا یہ کام گذشتہ چھیاسی سال سے ہو رہا ہے۔ پہلے ایک مضبوط بنیاد قائم کی گئی پہلے چند انسان جن کے اندر بڑی استعدادیں اور قابلیتیں تھیں انہیں اللہ تعالیٰ نے مہدی علیہ السلام کے گرد جمع کر دیا پھر اس میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا ہونی شروع ہوئی آہستہ آہستہ قادیان سے یہ جماعت پنجاب میں نکلی پھر ہندوستان میں پھیلی پھر ہندوستان سے باہر نکلی۔ بعد میں پاکستان بنا یہاں کی کچھ جماعتیں تو پُرانی ہیں اور کچھ نئی ہیں۔ سب جگہ یہی حال ہے۔ بہرحال جب ہندوستان تقسیم ہوُا تو جماعت ہائے احمدیہ بھی تقسیم ہو گئیں کچھ وہاں رہ گئیں کچھ یہاں آ گئیں اور کچھ یہاں پہلے سے قائم تھیں۔ تربیت وہدایت کا یہ کام جاری رہا اور ایک ایسی مخلص جماعت اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے لئے پیدا کر دی جنہوں نے اپنا آرام اور سُکھ خدا اور رسُولؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام پر قربان کیا جنہوں نے اپنے بچّوں کو وقف کر کے دینِ اسلام کی اشاعت کے لئے پیش کیا، جنہوں نے اپنی دُنیوی ضرورتوں کو پسِ پُشت ڈال کر خدا کی راہ میں اپنے اموال پیش کئے، جنہوں نے دن رات نوعِ انسانی کی بھلائی اور بہبود کے لئے خدا کے حضور عاجزانہ جُھک کر دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول کیا اور الٰہی تدبیر کے مطابق الٰہی منصُوبہ کے اجراء کو اِس طرح UNFOLD کرنا شروع کیا جس طرح کہ گلاب کِھلتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا واقعہ، ایک ملک کے بعد دوسرے ملک میں اِسلام کی حقیقی روشنی احمدیت کے ذریعے پھیلنی شروع ہوئی۔ پھر ایک برّاعظم کے بعد دوسرے برّاعظم میں پھیلنی شروع ہوئی اور اب شاید ہی دُنیا کا کوئی ملک ایسا ہو جہاں تک ابھی احمدیت نہ پہنچی ہو۔ جہاں احمدیت پہنچی وہاں بھی پہلے چند احمدی ہوئے پھر چند سینکڑے پھر چند ہزار اور بعض ملکوں میں پھر چند لاکھ تک ان کی نوبت پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا خدا کی حمد سے اپنے اوقات کو معمور رکھیں میری بہنیں۔ مثلاً خدا نے یہ فضل کیا کہ مغربی افریقہ میں کئی لاکھ عیسائی اور بد مذہب اور دہریہ اپنے باطل خیالات کو چھوڑ کر اسلام کی صداقت کے قائل ہوئے اور محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار میں ان کے سینوں میں دل دھڑکنے لگے اور وہ لوگ بڑے پیار کرنیوالے

اور قربانی کرنے والے ہیں۔ دو چار، سَو یا ہزار نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مغربی افریقہ میں عیسائیوں سے اور بد مذہبوں سے اور بد عقائد لوگوں سے احمدیت کی حقیر کوشش کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ برکتوں کی وجہ سے یہ لوگ اِسلام کی طرف آئے اور یہ کام جاری ہے اور اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ ساری دُنیا، دُنیا کے ہر خطہ میں بسنے والا انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع نہیں ہو جاتا۔ لیکن یہ کام آسان نہیں یہ بڑا مشکل کام ہے۔ جو باتیں اسلام کے خلاف پھیلائی گئیں یا پھیلائی جا رہی ہیں ان کو جاہل لوگوں کے دلوں سے مٹا دینا اور صداقت کی روشنی ان تک پہنچا دینا اور وہ زندگی انہیں عطا کرنا جس کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز پر لبیک کہو کیونکہ وہ تمہیں اِس لئے بُلاتا ہے کہ تم مُردہ ہو اور وہ تمہیں زندہ کرے لِمَا يُحْيِيكُمْ[1] یہ کام آسان نہیں تاہم یہ کام جاری ہے۔

آج کا مہذّب اور بظاہر پڑھا لکھا اور تعلیم یافتہ انسان اسلام کی طرف عجیب وغریب غلط باتیں منسوب کرتا ہے۔ مثلاً میں نے جو امریکہ اور یورپ کا گذشتہ سال دَورہ کیا تو وہاں ایک واقعہ یہ بھی ہوُا جب گوٹن برگ (سویڈن) میں ہماری مسجد کا افتتاح ہوُا جو کہ اِس وقت اُس ملک میں ایک ہی مسجد ہے جس کی تعمیر کی اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کو توفیق دی۔ جمعہ کا دن افتتاح کے لئے مقرر تھا۔ جمعہ کے خطبہ سے اور جمعہ کی نماز سے مَیں نے اس کا افتتاح کرنا تھا۔ اُس دن افتتاح سے قبل مسجد کے اندر صحافیوں کو اپنے طریق پر قالین کے اُوپر بٹھا کر پریس کانفرنس کی گئی۔ اس میں فوٹو گرافر بھی آئے ہوئے تھے۔ ہمارا یہ طریق ہے کہ مسجد کے ایک حِصّہ میں پَردہ کر کے عورتوں کی جگہ مسجد میں ہی علیحدہ کر دی جاتی ہے تاکہ ہر دو سکون اور اطمینان کے ساتھ اور پوری توجہ اور اِنہماک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ گوٹن برگ کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر صحافیوں کے علاوہ احمدیوں کا بھی بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا تھا تو ایک فوٹو گرافر نے ایک احمدی دوست سے پُوچھا کہ مَیں مستورات کے حصّہ میں جا کر تصویر لینا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ جو اندر بیٹھی ہوئی ہیں وہی بتائیں گی کہ وہ تصویر کھنچوانا چاہتی ہیں یا نہیں۔ خیر دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی کہ فوٹو گرافر صاحب آپ کی تصویر لینا چاہتے ہیں آپ کھنچوانا چاہتی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے اندر سے شور مچایا کہ نہیں نہیں بالکل نہیں کھنچوانا چاہتیں۔ چنانچہ آپ مستورات کی جو نمائندہ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے ایک سچّی بات کہی کہ ہمیں کیا دلچسپی ہے اِس بات میں کہ ہماری تصویریں اخباروں میں چھپیں ہماری دلچسپی تو اِس بات میں ہے کہ ہمارا مولا ہم سے

[1] الانفال آیت ۲۵ •

راضی ہو جائے ہم نہیں تصویریں کھنچوانا چاہتیں۔ اس فوٹوگرافر کو اس پر غصہ آیا اور اس نے اپنا غصہ مسجد پر
نکالا۔ اگلے دن جو خبر شائع ہوئی اس میں ایک بات یہ لکھ دی کہ اسلام میں مسلمان عورت کو مسجد میں داخل ہونے کی
اجازت نہیں اور اجازت اِس لئے نہیں کہ کہیں مسجد ناپاک نہ ہو جائے۔ خیر اُس نے تو اپنی طرف سے شرارت کی
تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی میں رحمت کے سامان پیدا کر دئے۔ جب سویڈن میں بسنے والی عورتوں نے یہ خبر
پڑھی تو سینکڑوں کی تعداد میں دہریہ، عیسائی وغیرہ عورتیں وہاں یہ پتہ لینے کے لئے آئیں کہ کیا اِسلام کے
نزدیک واقع میں عورت کے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد ناپاک ہو جاتی ہے۔ ہماری مسجد تو ایک عیسائی عورت
کے مسجد میں داخل ہونے سے بھی ناپاک نہیں ہوتی ایک مسلمان احمدی عورت کے داخل ہونے سے کیسے ناپاک
ہو سکتی ہے۔ بہرحال جب وہ آتیں تو جھجکتیں اور دروازے پر کھڑی ہو جاتیں پھر جب ڈیوٹی پر موجود کوئی
دوست انہیں کہتا کہ آپ اپنے بُوٹ اُتاریں اور اندر جا کر مسجد کو دیکھیں تو وہ پوچھتیں کہ اچھا؟ مسجد میں عورتیں
جا سکتی ہیں۔ ہم اِس مسجد میں جا سکتی ہیں؟ ہمارے ایک اخبار نے تو یہ لکھا ہے کہ اگر عورت کا قدم مسجد کے اندر
پڑ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے۔ اس پر ان کو بتایا کہ وہ تو اس شخص نے عورتوں کا غصہ مسجد پر اُتارا ہے وہ
تصویر نہیں کھنچوانا چاہتی تھیں اور اس نے مسجد کے متعلق یہ بات لکھ دی۔ پھر سینکڑوں ہزاروں عورتوں نے
اپنے جُوتے اُتارے اور مسجد کے اندر داخل ہوئیں اور پھر وہ ہر جگہ اپنے حلقوں میں جا کر بولیں کہ ہمارے
اخبار نے جھوٹی بات لکھی ہے ہم تو خود مسجد کے اندر سے ہو کر آئی ہیں۔

اِس وقت جو بات مَیں بتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کی اِس ذہنیت کو بدلنا ہے کہ ہر وقت
اور ہر موقع پر اسلام کے تعصب میں اسلام کے خلاف جھوٹ بولنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ
ایک پریس کانفرنس میں مجھ سے پوچھا گیا کہ ہم نے تو یہ سُنا ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ مَرد میں تو رُوح ہے
جو مرنے کے بعد زندہ رہتی ہے اور اپنے اعمال کے مطابق اسے جزاء اور سزا ملتی ہے لیکن عورت میں رُوح
ہے ہی نہیں۔ نہ اس کی رُوح ہے نہ اس کی رُوح نے زندہ رہنا ہے، نہ اس کے لئے ثواب وجزاء ہے، نہ
مرنے کے بعد جنّت ہے، نہ خدا تعالیٰ کا پیار ہے۔ اور اگر کسی عورت نے گناہ کیا تو نہ اس پر خدا کا غضب نازل
ہونا ہے کیونکہ رُوح ہے ہی کوئی نہیں۔ اِس وقت کی مہذّب دُنیا میں، تعلیم یافتہ دُنیا میں، ترقی یافتہ دُنیا میں
اِسلام کے متعلق اِس قسم کے خیالات ہیں کہ اسلام کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عورت میں رُوح ہی نہیں، عورت کو خدا
کا پیار ہی نصیب نہیں ہونا۔ مَیں نے ان کو سمجھایا (اور ہم سب اسے جانتے ہیں)، کہ قرآن کریم میں تو جہاں عورت

کو خاص طور پر مخاطب نہیں کیا گیا وہاں بھی عورت کے متعلق حکم ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں جو
قرآن کریم کی تفسیر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں لیکن بہت سی جگہ پر قرآن کریم نے کھول کر بیان کیا ہے کہ جہاں تک
خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پیار کے حصول کا سوال ہے عورت اور مرد میں قطعاً کوئی فرق نہیں جو مرد خدا تعالیٰ کی رضا
کے حصول کے لئے سعیٔ مقبول کرے گا وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو پائے گا اور جو عورت خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول
کے لئے سعیٔ مقبول کرے گی وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو پائے گی اور ہر دو کے لئے جنّتوں کے دروازے کُھلے ہیں
مرد کے لئے اسی طرح کُھلے ہیں جس طرح عورت کے لئے اور عورت کے لئے اسی طرح کُھلے ہیں جس طرح مَرد
کے لئے۔

مَیں اِس وقت بعض آیاتِ قرآنی آپ کو بتاتا ہوں تا کہ کسی غیر کے دِل میں کوئی شبہ نہ رہے اور اگر آپ
سے کوئی بات کرے تو آپ علیٰ وجہ البصیرت دھڑلّے کے ساتھ اسے کہیں کہ کیسی لغو باتیں کر رہے ہو قرآن کریم
تو بھرا ہوا ہے اِس بات سے کہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے، اللہ تعالیٰ جو جزاء اپنے بندوں کو دیتا ہے
اس کے حاصل کرنے اور ثواب کے پانے میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں رکھا۔

قرآن کریم نے اِس سلسلہ میں پہلا اِعلان تو پہلے نبی کی باتیں کرتے ہوئے کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم
علیہ السّلام کے متعلق سُورۂ طٰہٰ میں آیا ہے کہ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا
مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ٥ (طٰہٰ آیت ۱۱۸) کہ اے آدم یہ شیطان صرف تیرا ہی دشمن نہیں بلکہ تیری بیوی کا
بھی دشمن ہے۔ صرف مرد کا ہی دشمن نہیں بلکہ عورت کا بھی دشمن ہے۔ اِس لئے ہوشیار رہنا کہیں یہ اپنے وسوسہ
کے نتیجہ میں تمہیں خدا تعالیٰ کے پیار کی جنّت سے نہ نکال دے اور اِس طرح تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ جہاں تک
شیطانی وسوسہ کا سوال ہے اس کے متعلق دوسری جگہ آتا ہے کہ شیطان نے اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ ٹھیک ہے اگر تم میرے بندوں کے خلاف اپنا زور اِس نیّت سے خرچ کرنا چاہتے ہو کہ انہیں مجھ سے
دُور لے جاؤ تو قیامت تک کے لئے تمہیں یہ اجازت ہے۔ اور جن بندوں کو دُور لے جانے کا سوال ہے ان
میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی۔ پس پہلی رسالت کے ساتھ، انبیاء کا سلسلہ شروع ہونے کے ساتھ، پہلے دن
سے، آدم علیہ السلام کے وقت میں یہ اعلان کیا گیا کہ خدا سے دُور لے جانے اور خدا کی رضا سے محروم کرنے
کے لئے شیطانی کوششیں صرف مَردوں کے خلاف نہیں ہوں گی بلکہ عورتوں کے خلاف بھی ہوں گی۔ اور اگر
خدانخواستہ شیطان کامیاب ہو جائے تو صرف مَرد ہی جنّت سے نہیں نکالے جائیں گے بلکہ عورتیں بھی

جنّت سے نکالی جائیں گی اور اگر وہ شیطانی فریب کے خلاف کامیاب ہوں مرد ہوں یا عورتیں تو اُن کو جنّت سے نکالنے والا کوئی نہیں پیدا ہوگا۔

پھر قرآن کریم نے اِعلان کیا کہ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ (الزخرف آیت ۳۷) یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ دیکھو ہر دو جہان کو، اِس عالمین کو، اِس یونیورس کو ہم نے پیدا کیا اور یہ اعلان کیا کہ انسان کی خدمت کے لئے یہ جہان پیدا کئے گئے ہیں چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ جہاں جہاں انسان نے ان دو جہانوں سے خدمت لی اس خدمت کے نتیجہ میں اگر سُکھ اور چَین پیدا ہؤا تو اس کا وارث صرف مَرد نہیں بنا بلکہ اُسی طرح عورت بھی وارث بنی۔ جتنی ترقیات ہوئیں، اِس یونیورس کی ہر دو جہان کی جُزئیات کا علم حاصل کر کے اور اُن کو اپنے فائدہ پر لگا کر انسان نے علم اور تجربہ اور صنعت و حرفت میں جس قدر ترقی کی اسکے فوائد مرد و زَن ہر دو کو ملے۔ اور جس غرض کے لئے اِن ہر دو جہان کو پیدا کیا گیا تھا وہ یہ تھی کہ انسان کی قوتیں ترقی کر کے اسے اِس قابل کر دیں کہ اس کی رُوحانی استعدادیں نشوونما پائیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے قُرب اور اُس کے پیار اور اس کی محبت کو حاصل کرے۔ تو رحمٰن خدا جو بغیر کسی عمل کرنے والے کے عمل کے اپنی نعمتوں کو انسانوں پر نازل کرنے والا ہے وہ نعمتیں جن کے متعلق دوسری جگہ آیا ہے کہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں۔ اُس نے یہ نعمتیں صرف مَردوں پر نازل نہیں کیں بلکہ عورتوں پر بھی نازل کیں۔ اِس لئے یہاں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اُس جیسی ہستی سے، اُس رحمٰن خدا سے جو مُنہ موڑے گا تو نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ہم ایک شیطان اُس پر مسلّط کریں گے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اور دوسری جگہ اِس شیطانی تعلق کو بِئْسَ الْقَرِیْنُ[1] کہا گیا ہے یعنی بہت بُرا ساتھی۔ پس آدمؑ کے وقت میں بھی یہ اِعلان کیا گیا اور جب ایک کامل اور مکمل شریعت دُنیا کی طرف بھیجی گئی اُس وقت بھی یہ اعلان کیا گیا کہ جہاں تک نیکی اور نیکیوں کی جزاء کا سوال ہے، جہاں تک اعمال اور ان کے بدلے کا سوال ہے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اِس عام اعلان کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ازواجِ مطہّرات کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن کریم میں آیا ہے وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (الاحزاب آیت ۳۰) (مَیں اِس آیت کے معنے کرتے ہوئے اپنے مضمون کے لحاظ سے ایک ٹکڑے

[1] الزخرف آیت ۳۹)

کو لوں گا) ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا گیا ہے کہ اگر تمہیں دارِ آخرت کی یعنی مَرنے کے بعد کی زندگی کی نعماء چاہئیں تو تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے لئے جن قربانیوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر تم اس کو پُورا کرو گی تو اِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ اِسلام پر اِس رنگ میں قائم رہنے والیوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بڑا انعام تجویز کر رکھا ہے۔ ازواج النبیؐ بھی مستورات میں سے چند مستورات ہی تھیں جو آپؐ کے نکاح میں آئیں۔

اِس کے علاوہ بالکل کُھل کر مرد و زَن کا ذکر اِس رنگ میں آیا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی محروم نہیں۔ چنانچہ آلِ عمران میں فرمایا:۔

فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی

(آلِ عمران آیت ۱۹۶)

کہ مرد و زَن ہر دو کی دُعا قبول ہو گی۔ دُعا چونکہ نیک اعمال کی خامیوں کو دُور کرنے کے لئے اور بہتر نتائج پیدا کرنے کے لئے خدا کا ایک سمجھدار اور صاحبِ شعور بندہ کرتا ہے اِس لئے کہا فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اللہ تعالیٰ مرد و زن ہر دو کی دُعا کو سُنے گا اور اس قبولیتِ دُعا کے نتیجہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرے گا کھول کر یہ اعلان کر دیا گیا کہ مرد ہو یا عورت کسی کے عمل کو ضائع نہیں کیا جائے گا اور آگے فرمایا کہ مَیں انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کی طرف سے بدلہ کے طور پر انہیں ملے گا اور وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ مرد ہو یا عورت ہر دو کے لئے خدا کے پاس بہترین جزاء ہے۔

پھر دوسری جگہ سُورۂ نساء میں فرمایا:۔

مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ وَلَا یَجِدْ لَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝
وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ
یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ۝

(النّسآء آیت ۱۲۴، ۱۲۵)

کہ اگر کوئی مرد یا کوئی عورت بدی کرے گی تو اُس بدی کا اُسے بدلہ ملے گا۔ اِس زندگی میں بے فکر نہیں رہنا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا کہ اگر خدا تعالیٰ بدی کی سزا دینا چاہے تو تمہیں کوئی ایسا مددگار اور دوست بھی مل سکتا ہے جو تمہیں خدا تعالیٰ کی عائد کردہ اور نازل کردہ سزا سے بچا سکے۔ لیکن مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مرد ہو یا عورت جو لوگ مومن ہونے کی حالت میں اعمالِ صالحہ بجالائیں گے وہ خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل ہوں گے اور ایک ذرّہ برابر بھی ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

پھر سُورہ نحل میں فرمایا:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل آیت ۹۸)

کہ تم میں سے جو ایمان کی حالت میں عملِ صالح بجالائے گا مرد ہو یا عورت ہم اسے دُو قسم کی جزاء دیں گے۔ ایک تو حیاتِ طیّبہ ہے۔ حیاتِ طیّبہ میں اِس دُنیا کی جنّت بھی شامل ہے اور مرنے کے بعد جو جنّتیں انسان کے لئے مقدر ہیں وہ بھی اس کے اندر آتی ہیں۔ اور پھر یہ کہ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ عجیب اعلان خدا نے یہاں کیا ہے۔ بڑا زبردست۔ بڑی رحمانیّت کا اعلان! کہ تمہارے سارے اعمال میں سے کوئی عمل کم بدلہ حاصل کرنے کے لائق ہوگا کوئی زیادہ بدلہ حاصل کرنے کے لائق۔ کسی میں تم نے مثال کے طور پر دس میں سے دُو نمبر لینے والا جواب دیا ہے اور کسی میں دس میں سے نو نمبر لینے والا یا دس نمبر لینے والا جواب، تو خدا تعالیٰ ان کا مجموعہ جزاء اور انعام کے لئے نہیں لے گا بلکہ جو بہترین عمل ہیں ان کے مطابق اپنی جنّتوں میں تمہارے لئے مقام پیدا کرے گا اور تمہیں وہاں جگہ دی جائے گی۔ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ پس اتنا زبردست اعلان ہو، جہاں مرد کے لئے وہاں عورت کے لئے بھی، مرد اور عورت کا ذکر کر کے، مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى کہنے کے بعد۔ اور یہ لوگ جو مہذّب کہلانے والے بڑے عالم اور بڑے محقّق ہیں ان کے دماغوں میں ابھی تک یہ ہے کہ اسلامی تعلیم میں عورت کی رُوح ہی کوئی نہیں اس کو کوئی انعام ہی نہیں ملنا وہ خدا کا پیار ہی حاصل نہیں کر سکتی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن! آپ ان قوموں کے لئے دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو فہم اور فراست اور عقل اور شعور اور رُشد اور ہدایت عطا کرے۔

لیکن آخر میں مَیں ایک اَور بات کہنا چاہتا ہوں۔ یہ تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مرد کو رُوح عطا کی ہے جس نے اس دُنیوی زندگی کے بعد بھی زندہ رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمیں اس کے فضلوں اور رحمتوں کی جنّتیں نصیب ہوں گی تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے مَرد کو رُوح عطا کی ہے اسی طرح اس نے عورت کو بھی رُوح عطا کی ہے جس طرح مَرد کے لئے خدا تعالیٰ کی محبت میں ایک مقام ہے اسی طرح عورت

کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی محبت میں ایک مقام ہے اور رُوح کو ابدی خوشیاں نصیب ہوتی ہیں لیکن اس کو اس لحاظ سے اس مقام پر لے جانا ہمارا اپنا کام ہے مرد کا بھی اور عورت کا بھی۔ اس کے لئے اسلام نے کچھ مطالبہ کیا ہے اس کے لئے اِسلام نے جو مطالبہ کیا ہے ہم بعض دفعہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سخت مطالبہ ہے۔ بالکل سخت نہیں بلکہ ہماری فطرتوں کے مطابق مطالبہ کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اِسلام میں یہ اعلان کیا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ آیت ۲۸۷) کہ تم سے جن قربانیوں کا یا جن اعمالِ صالحہ کا مَیں مطالبہ کروں گا ان کی تمہیں طاقت بھی عطا کروں گا۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا تعالیٰ نے پانچ وقت نماز پڑھنے کا مطالبہ کیا ہے لیکن ہمیں پانچ وقت نماز کی ادائیگی کی طاقت عطا نہیں کی یہ غلط بات ہے عقلاً ہم اسے غلط ثابت کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے اعلان کیا ہے کہ ہم نے جو بھی قربانی تم سے مانگی ہے اس کی قوّت اور استعداد تمہیں عطا کی گئی ہے۔

مختصراً جو مطالبات کئے گئے ہیں اور جن کو مَیں نے اِس تقریر میں اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے لئے نوٹ کیا ہے وہ بارہ [۱۲] ہیں۔ مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی۔ لیکن مَیں چونکہ آپ بہنوں سے مخاطب ہوں اِس لئے مَیں نے قرآن کریم کے صرف وہ الفاظ لئے ہیں جو عورت کے متعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رُوح مَیں نے تمہیں دی لیکن رُوح کا جو مقامِ ارفع مَیں نے مقدّر کیا ہے وہاں تک پہنچنے کے لئے تمہاری کوشش، تمہارے جہاد، خدا تعالیٰ کے عشق میں تمہاری قربانیوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اسلام کو غالب کرنے کے لئے تمہاری کوششوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ قربانیاں دو گی تو قرآن کریم فرماتا ہے ایک جگہ ایک آیت کے آخر میں ہے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (الاحزاب آیت ۳۶) کہ ایسے مَردوں اور عورتوں سے جو کوتاہیاں رہ جائیں گی ان کے لئے مغفرت مقدر ہے اور ان کوتاہیوں کو دُور کر کے اور مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لینے کے بعد جو حسین شکل کسی مرد یا عورت کی نکلے گی اس کے مطابق اجرِ عظیم دیا جائے گا۔

ایک مطالبہ یہ ہے قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا کے پیار کے حصول کے لئے تمہیں اَلْمُسْلِمٰت بننا پڑے گا۔ اور اِسلام اِس بات کا نام ہے کہ جس طرح بکرا قصائی کی چھری کے نیچے اپنی گردن مجبوراً رکھتا ہے اس طرح تم برضا و رغبت خدا تعالیٰ کے عشق کے جوش میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کے نتیجہ میں خدا کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اِسلامی تعلیم کے نیچے جو گند کو اپنی چھری سے کاٹنے والی ہے اپنی گردنیں رکھ دو۔ یہ ہے اسلام۔ خدا کہتا ہے رُوحانی زندگی کے ثبوت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے تمہیں اَلْمُسْلِمٰت بننا پڑے گا۔

پھر کہا اَلْمُؤْمِنٰت بننا پڑے گا۔ اِس کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ دِل کا یہ عقیدہ ہو کہ اسلام اپنی پُوری تعلیم

کے ساتھ مکمّل صداقت ہے جسے ہمیں قبول کرنا چاہیئے اور ہم اسے قبول کرتے ہیں اور زبان سے اس کا اقرار ہو اور اس تعلیم کے مطابق عملی زندگی ہو۔

ایمان کی تین شرطیں ہیں (۱) ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ دل صداقت پر قائم ہو (۲) زبان صداقت کے بول بول رہی ہو اور (۳) ہمارا عمل اس کے مطابق ہو۔ ہمارے جوارح اور اعضاء اس کے مطابق عمل کر رہے ہوں۔ جو ہم کہتے ہیں وہ ہم کرنے والے ہوں۔ اس کو ہم کہتے ہیں اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارنا اور اس کی جزاء جو قرآن کریم نے اس جہان میں بھی بتائی ہے پتہ ہے کیا ہے؟ قرآن کریم کہتا ہے اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ (آل عمران آیت ۱۴۰) کہ غالب ہمیشہ تم ہی رہو گے۔ مسلمانوں کو کہا، مومنوں کو کہا کہ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ہمیشہ تم غالب رہو گے۔ اِسلامی تعلیم کی روشنی میں باطل کے خلاف تمہاری جدّ و جہد جس قسم کی بھی ہو گی غلبہ تمہیں ملے گا مگر ایک شرط ہے اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ (آل عمران آیت ۱۴۰) اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرنے والے ہو گے۔ لیکن محض زبان سے اقرار کرنا۔ نہ دل مانے اور نہ عمل ثابت کریں محض یہ کہنا کہ ہمارا دل مانتا ہے لیکن ہماری زندگیاں ہماری زبانوں کو جھٹلا رہی ہوں تو قرآن کریم کہتا ہے کہ پھر تمہیں دُنیا میں بھی ایسے ایمان کی جزاء جنّت کی صورت میں نہیں ملے گی اور اگر تم نے اس دُنیا میں بھی خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے تو تمہارے دل، زبان اور عمل کو اپنا ایمان ثابت کرنا ہو گا۔ خدا کہتا ہے کہ پھر مَیں فرشتوں کو تمہاری مدد اور نصرت کے لئے آسمانوں سے بھیجوں گا اور جب تم دشمنِ اِسلام اور مخالفِ اِسلام کے مقابلہ میں کوئی جدّ و جہد کرو گے تو اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی مدد سے خدا تعالیٰ کے آسمانی منصوبہ کے ماتحت تم ہی غالب رہو گے لیکن شرط وہی ہے کہ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۔ اِس آیت میں فرمایا کہ اگر تمہیں اپنی زبردست رُوحانی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنا ہے تو تمہیں اَلۡمُؤۡمِنٰتِ بننا پڑے گا۔

اَلۡقٰنِتٰتِ کامل فرمانبردار بننا پڑے گا۔ اَلصّٰدِقٰتِ کامل راست گو بننا پڑے گا۔ اَلصّٰبِرٰتِ مصائبِ زمانہ پر یا امتحان کے وقت کامل صبر کرنے والی بننا پڑے گا۔ اَلۡخٰشِعٰتِ کامل عجز دکھانے والی بننا پڑے گا۔ اَلۡمُتَصَدِّقٰتِ کامل صدقہ کرنے والی بننا پڑے گا۔ اَلصّٰٓئِمٰتِ کامل روزہ گزار بننا پڑے گا۔ روزے کی تمام شرائط کے ساتھ۔ اَلۡحٰفِظٰتِ اپنی عصمت کی حفاظت اِس طرح کرنی پڑے گی جیسا کہ اِسلامی تعلیم نے تمہیں بتایا ہے۔ اور سب کی جان یہ کہ اَلذّٰكِرٰتِ تمہیں اللہ کا بہت ذکر کرنے والی بننا پڑے گا۔ توبہ کرتے ہوئے، عبادت بجا لاتے ہوئے (تٰٓئِبٰتٍ ۔ عٰبِدٰتٍ) تمہیں خدا کے ذکر میں مشغول رہنا پڑے گا۔

اگر تم اِس طرح پر اپنی رُوح کی طاقت کا دُنیا کے سامنے مظاہرہ کرو گی تو دُنیا کی طاقتوں کو ماننا پڑے گا کہ تم احمدی عورتوں میں پاک رُوح ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بتایا ہے لیکن اگر تم نے خود ہی اپنی رُوح کو مار دیا۔ اگر تم نے زندگی بخش الٰہی تعلق سے اپنا تعلق قطع کر لیا۔ اگر تم خدا سے دُور جا پڑیں۔ اگر تم نے اِسلام کا نام لینا چھوڑ دیا۔ اگر تم نے اِسلامی عقائد کو اپنے دلوں سے نکال دیا۔ اگر تم نے اسلام کے مطابق اپنے اعمال کو نہ بنایا تو دُنیا کہے گی کہ تمہارا یہ دعویٰ محض بکواس ہے کہ تمہارے اندر بھی ایک پاک رُوح ہے جس کو نیکی کی جزاء جس کو ثواب ملے گا، جس کو جنّتیں ملیں گی جس کو خدا کا پیار ملے گا ـــــ جہنّمی اور مُردہ رُوح کو کیسے ملے گا؟ مُردہ رُوح مرنے کے بعد پھر رضائے باری کی جنّتوں کی کیسے حقدار رہے گی۔

خدا نے رُوح کو زندہ رکھنے کے لئے پیدا کیا ہے لیکن مرنے کے بعد کی یہ ابدی زندگی محض دُو طرح سے ملتی ہے۔ اِس کے دُو ہی راستے ہیں قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تیسرا کوئی راستہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ابدی زندگی ایک تو ملتی ہے قرآن کریم پر عمل کر کے اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا خدا نے کہا کہ اِس طرح زندہ رہنے والی مطمئن رُوح اپنے ربّ سے راضی اپنے حالات سے راضی رُوح ان جنّتوں کی وارث رُوح اجرِ عظیم کی مستحق ہو گی ایسا اجر جس سے بڑھ کر کوئی اجر تصوّر میں بھی نہیں آ سکتا۔ ایک راستہ تو یہ ہے اور دوسرا راستہ بڑا سخت ہے۔ اللہ معاف رکھے۔ خدا نے رُوح کو اپنے پیار کے لئے پیدا کیا ہے اِس لئے جو رُوح خدا تعالیٰ کے پیار سے دُور ہو گئی اس کو اُس نے ہلاک نہیں کیا۔ یہ اس کی شانِ رحمانیّت ہے۔ خدا نے یہ نہیں کہا کہ مَیں نے تمہیں کہا تھا کہ مسلمات بنو، مومنات بنو وغیرہ تو تم میرے پیار کو حاصل کرو گی اور ابدی جنّتوں کی وارث ہو گی لیکن چونکہ تم نے میرا کہا نہیں مانا اِس لئے جس طرح مَیں نے اپنے دستِ قدرت سے تمہیں زندگی اور حیات بخشی تھی اسی طرح اب مَیں تمہیں فنا اور ہلاکت دیتا ہوں۔ یہ نہیں کہا خدا نے۔ بلکہ خدا نے کہا کہ مَیں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ تم ابدی جنّتوں کی وارث بنو گی۔ اِس لئے اب ایک دوسرا راستہ ہے ایک ہسپتال ہے جس کو ہم دوزخ کہتے ہیں وہاں اس قسم کا قہرِ الٰہی ہے کہ اس کے اندر ایک لحظہ رہنے کا تصوّر بھی ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ تمہیں اس ہسپتال میں سے گزر کر میری جنّتوں تک پہنچنا پڑے گا۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے خدا کی جنّتوں تک تو تم نے جانا ہے کیونکہ خدا نے تمہیں رُوح دی ہے مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔ اِس لئے جو نسا راستہ مرضی اختیار کر لو۔ اب مَیں صرف عورتوں کو ہی مخاطب نہیں کر رہا بلکہ اِس وقت اپنے بھائیوں اور بہنوں ہر دُو کو مخاطب کر رہا ہوں تمہارے لئے خدا تعالیٰ نے اپنی جنّت مقدر کی ہے۔ تمہیں اِس لئے پیدا کیا ہے کہ تم اس کی

صفات کے مظہر بن کر اس کے پیار کو حاصل کرو۔ تمہارے لئے دو ہی راستے ہیں ایک نزدیک کا راستہ ہے۔ ایک وہ راستہ ہے جو اس دُنیا میں بھی تمہاری زندگی میں جنّتوں کو پیدا کر دیتا ہے اور ایک دُور کا راستہ ہے جو جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں سے گذرتا ہے جو جُھلس کے رکھ دیتا اور جِلد کو اُدھیڑ کے رکھ دیتا ہے اور اتنی تکلیف دیتا ہے کہ اگر ساری دُنیا کے اِنسانوں کی تکالیف اور دُکھ اور درد اکٹھے کر دیئے جائیں تو اس دوزخ کے ایک سیکنڈ کا دُکھ اور درد بھی اس سے زیادہ ہے۔ تو اَب ہم نے خود اپنے لئے ایک راستہ اختیار کرنا ہے۔

میری یہ دُعا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی بھی یہ دُعا ہوگی کہ اے خدا ہم سے کوتاہیاں ہوں تو معاف کر دے ہماری غلطیوں کو نظر انداز کر دے ہمیں اِسی جہان میں مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے تا کہ وہ سیدھا راستہ تیری جنّت کا جو دوزخ میں سے ہو کر نہیں گزرتا وہ ہمیں میسّر آجائے اور تیرے پیار کو ہم حاصل کرنیوالے تیرے پیار کو ہم حاصل کرنے والیاں ہوں۔ آمین

(اِس خطاب کے بعد حضور نے حاضرات سمیت ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی)

سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ۱۹۷۷ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

فرمودہ ۵ر نبوت ۱۳۵۶ ہش بمطابق ۵ر نومبر ۱۹۷۷ء

تشہّد و تعوّذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ہم خوش ہیں اور ہمارے دِل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھرے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار سال کے وقفہ کے بعد توفیق عطا کی جماعت کی مختلف تنظیموں کو جن میں لجنہ اماء اللہ بھی شامل ہے کہ وہ سالانہ اجتماع کر سکیں۔ اور ہم نئی اِنتظامیہ کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں اجتماع منعقد کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزاء دے اور ان کی بہتری اور بھلائی کے سامان پیدا کرے۔

آتے ہی مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ لجنات کی نمائندہ اُس کثرت سے اِس اجتماع میں شامل نہیں ہوئیں جس کثرت سے کہ آج سے چار سال قبل وہ شامل ہوئی تھیں۔ قدم تو آگے بڑھنا چاہیئے تھا لیکن پیچھے ہٹ گیا۔ نیز یہ کہ مَیں اس کوتاہی پر اپنے غصّے کا اظہار کروں۔ کس پر مَیں غصّے کا اظہار کروں۔ اپنی اُن بہنوں پر جو یہاں پہنچ گئی ہیں یا اُن بہنوں پر جن تک میری آواز نہیں پہنچ رہی اِس وقت۔ اصل ذمّہ داری تو مرکزی لجنہ کی ہے کہ انہوں نے بار بار اور تاکید سے لجنات کو اجتماع میں شمولیت کی تحریک نہیں کی کہ انہیں بہر حال اِس موقع پر پہنچنا چاہیئے اجازت ملے یا نہ ملے۔ ربوہ میں ویسے بھی تو آنا چاہیئے یہ ہمارا مرکز ہے ہزار برکتیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔

پھر کیا مَیں اُن بہنوں پر اپنے غصّے کا اظہار کروں جو سینکڑوں کی تعداد میں اب بھی مجھے باہر نظر آرہی ہیں اور اِس پنڈال میں ان کے بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں ہے اِس لئے شور بھی ہوگا اور بدنظمی بھی پیدا ہوگی۔ تو جس وقت خود مرکز ہی بدظنّی کر رہا ہو اپنے ربّ پر کہ ممبرات کثرت سے نہیں آئیں گی تو پھر وہ کیوں آئیں گی۔ اگر ان کو بُلایا جائے، ان کو تاکید کی جائے، ان کو حالات بتائے جائیں، انکو قربانی کے لئے اُکسایا جائے، ان سے یہ کہا جائے کہ مرکز میں تو بہر حال آنا چاہیئے یہ بھی ایک موقع ہے لیکن اگر نہ بھی ہو اجتماع تو اَور ہزار برکتیں ہیں جو یہاں سے حاصل کی جاسکتی ہیں اور کی جانی

چاہئیں۔ ربوہ میں آؤ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرو اور جو ترقیات اللہ تعالیٰ جماعتِ احمدیہ کو دے رہا ہے ان کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرو دعاؤں کا وقت مل جائے گا اپنے گھروں کے بکھیڑوں سے آپ کو نجات ملی ہوئی ہوگی۔ کثرت سے ذکر کریں دعائیں کریں مرکز میں آنا برکتوں کا موجب ہوتا ہے اِس لئے مَیں ان احمدی بہنوں پر تو غصہ نہیں نکالنا چاہتا جو نہیں آئیں لیکن ان منتظمین پر مجھے بہرحال غصہ ہے جنہوں نے ایسا انتظام نہیں کیا کہ سب جگہ سے آجاتیں پہلے سے زیادہ تعداد میں آتیں کثرت سے آتیں۔

ایک تسلسل تھا جو ٹوٹ گیا تھا۔ وقفہ پڑ گیا تھا۔ گیپ آگیا تھا اِس لئے کمزوری پیدا ہوگئی یہ بھی پیدا نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ ہماری بہنیں جو ہیں وہ اور ہمارے بچے (اطفال، ناصرات) اور ہمارے جوان جو خدام الاحمدیہ کے ممبر ہیں نیز ہمارے بزرگ جو انصار اللہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جب وہ سال بسال ــ ہر سال آتے ہیں، ایک سال کی غذا (اخلاقی اور رُوحانی) ان کو مل جاتی ہے، اور ایک نئی رُوح ان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور ایک نئے عزم کے ساتھ وہ ان اجتماعوں سے بھی واپس جاتے ہیں۔ اگرچہ ہمارا بڑا اجتماع اور بڑی ہی برکتوں والا اجتماع تو سالانہ جلسہ ہے لیکن اس کے بعد ہر اجتماع ہی ہزاروں برکتوں کا موجب ہوتا ہے۔

مَیں بعض بنیادی باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا اور آپ کو آج کے زمانہ سے اُٹھا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ تک لے جاؤں گا اور اس زمانہ کی کچھ باتیں بتاؤں گا۔ جو نصائح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو کی ہیں۔ جو مقام جماعت کا ہے جو تعلیم آپ نے ہمیں دی اسلام کی اور امید رکھی کہ ہم مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم ہوں گے وہ باتیں کروں گا جس غرض کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے وہ غرض آپ کو بتاؤں گا۔

آپ اچھی طرح یاد رکھیں اور ہمیشہ اپنے ذہن میں حاضر رکھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ نوعِ انسانی کی زندگی میں ایک انقلابِ عظیم شروع ہوا۔ ایک ایسا انقلاب کہ جس سے بڑا انقلاب نہ آپؐ سے پہلے کبھی انسانی آنکھ نے دیکھا نہ قیامت تک اس سے بڑا کوئی انقلاب انسانی آنکھ دیکھ سکتی ہے اور پہلی بار یہ عظیم انقلاب رونما ہوا انسان کی زندگی میں۔

یہ بات واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جس قدر بھی رُوحانی پیشوا بنی نوع انسان کی طرف

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے وہ مختص الزمان تھے اور مختص القوم تھے۔ یعنی اُن انبیاء کا زمانہ بھی محدود تھا سب زمانوں کے لئے وہ نہیں تھے۔ ان کی شریعتیں بھی محدود اور قرآنی شریعت کے مقابل ناقص تھیں اور جن کو انہوں نے مخاطب کیا صاحبِ شریعت نبی نے وہ بھی ایک مخصوص قوم تھی سارے انسانوں کو انہوں نے مخاطب نہیں کیا اور جس زمانہ کے لئے وہ بھیجے گئے وہ زمانہ بھی مختصر تھا۔ ایک خاص زمانہ تھا اس کے بعد وہ شریعتیں اور ان کا رُوحانی اثر ختم ہونے والا تھا اور یہی بتایا گیا تھا اور یہی خدا کی تقدیر تھی۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں وہ اپنے زمانہ کے لئے ہدایت اور نُور لے کر آئے تھے۔ اس میں شک نہیں قرآن کریم نے یہی ہمیں بتایا ہے اور ان کی شریعت جس قوم کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے، یعنی یہود، صرف ان کی اصلاح کے لئے کافی (شریعت) تھی۔ بہرحال موسوی شریعت صرف یہود کے لئے تھی اور موسوی شریعت یہود کے لئے بھی ہمیشہ کے لئے نہیں تھی بلکہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا زمانہ ممتد تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو پہلی تمام شریعتیں خدا تعالیٰ نے منسوخ کر دیں اور قرآن کریم نے خود اس کا ذکر کیا ہے کہ اُن شریعتوں نے جس قدر ذمہ داریاں اُن اقوام پر ڈالی تھیں قرآن نے ان ذمہ داریوں سے اُن اقوام کو سبکدوش کر دیا اور کہا اب تمہارے اُوپر یہ ذمہ داری نہیں ایک نئی ذمہ داری ایک بڑی ذمہ داری ایک بہتر ذمہ داری ایک نہایت حسین نتائج پیدا کرنے والی ذمہ داری تمہارے اُوپر ڈالی جاتی ہے قرآن کریم کی شریعت تمہارے ہاتھ میں دے کر۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس دُنیوی اور اخلاقی اور رُوحانی انقلاب کے لئے مبعوث ہوئے آپؐ کے مخاطب صرف ایک قوم یا چند اقوام نہیں تھیں بلکہ سارے اِنسان تھے اور آپؐ کا زمانہ قیامت تک ممتد تھا اور ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس کے دو اَدوار ہیں ایک دَورِ اوّل ہے یعنی نشأۃِ اولیٰ اور ایک دَورِ آخر ہے یعنی نشأۃ ثانیہ اور بتایا گیا تھا کہ دَورِ اوّل میں یہ اِنقلاب پہلی تین صدیوں میں ترقی کرتے ہوئے ایک انقلابی تبدیلی پیدا کرے گا اُس وقت کی معروف دُنیا میں۔ اُس زمانے میں کُرّہ ارض کے بعض حصّوں کو کوئی نہیں جانتا تھا مثلاً امریکہ کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ آسٹریلیا کو کوئی نہیں جانتا تھا وہاں تک پہنچنے کے سامان بھی نہیں تھے اور ہم نے دیکھا کہ اس زمانہ میں بھی اتنے عروج کو پہنچا یہ انقلاب کہ وہ اقوام جو اسلام نہیں لائیں، یورپین اقوام اور دوسری ایشیائی اقوام وہ بھی اسلامی یونیورسٹیز

میں آکر علومِ دُنیوی سیکھنے پر مجبور ہو گئیں۔ بڑے بڑے پادری یورپ کے سپین کی مسلم یونیورسٹیز میں آکے شاگرد بنتے اور مسلمان اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک طرف سپین، افریقہ اور یورپ کے بہت سے حصّوں اور دوسری طرف چین کی سرحدوں تک اس زمانہ میں (پہلی تین صدیوں میں) اسلام پھیلا اور اس کا تمدّنی، اقتصادی، علمی اور رُوحانی اثر قائم ہوُا۔ ایک نیا معاشرہ بن گیا۔ اتنا انقلابی معاشرہ کہ اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا ہو گیا۔ لیکن ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ ان خیر القرون کے بعد، ان تین صدیوں کے بعد پھر کچھ تنزّل پیدا ہو جائے گا اس انقلاب میں اور جس شدّت سے یہ آگے بڑھتا رہا پہلی تین صدیوں میں اُس شدّت اور تیزی کے ساتھ یہ آگے نہیں بڑھے گا۔ سُستی پیدا ہو جائے گی کچھ کمزوریاں پیدا ہو جائیں گی اس انقلاب کے اندر۔ گو اس کمزوری کے زمانہ میں بھی جو قریباً ایک ہزار سال پر ممتد ہے وہ اولیاء جو خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے اسلام کے اندر پیدا ہوں گے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں اور آپ سے رُوحانی فیض حاصل کرکے) ان کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ وہ دریائے عظیم کی مانند ہیں۔ لیکن یہ دریائے عظیم بھی پہلی تین انقلابی صدیوں کے مقابلہ میں دریائے عظیم ہوتے ہوئے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ عظیم انقلاب آیا تھا اُن تین صدیوں میں اس کو سمجھانے کے لئے۔ آپ کو صرف عرب کی مثال دیتا ہوں۔

عرب کی علمی اور اخلاقی اور رُوحانی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کوئی اخلاق اُن میں نہیں تھے۔ گند کے اندر پھنسے ہوئے تھے۔ دُنیا میں غرق تھے۔ شراب میں مست رہنے والے تھے اور اُن کے معاشرہ میں اور ہزار گند تھا جس کے ذکر کی ضرورت نہیں اور اس انقلابی تبدیلی کے زمانہ میں ایک وقت تک شراب پر ممانعت نہیں تھی، ہجرت ہو گئی اور مدینہ میں بھی مخلص مسلمان (چونکہ ممانعت نہیں تھی) شراب پیتے تھے۔ شراب کی ان کو عادت تھی۔ وہ عشاء کی نماز بھی پڑھتے تھے۔ عشاء کے بعد مجلسیں بھی ہوتی تھیں شراب پینے کی۔ مٹکے بھرے ہوتے تھے شراب کے اور بیٹھ کے شراب پی رہے ہوتے تھے اور گپیں ہانک رہے ہوتے تھے۔ ایک شام اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ شراب ممنوع قرار دے دی گئی۔ چونکہ آپ کو پتہ تھا کہ مدینہ میں بھی شرابیوں کی مجلسیں لگتی ہیں آپ نے کسی ایک شخص کو بُلایا اور کہا کہ مدینہ میں اعلان کردو ہر طرف کہ اِس وقت سے شراب منع ہو گئی ہے۔ ایک گھر کا ذکر احادیث میں آتا ہے کہ

مجلس لگی ہوئی تھی دوستوں کی اور شراب پی رہے تھے اور شراب کے نشے میں مست تھے۔ جب ان کے کان میں یہ آواز پڑی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شراب ممنوع قرار دے دی گئی ہے تو جو صاحب خانہ تھا وہ کھڑا ہوُا اور اس نے ایک لاٹھی پکڑی اور شراب کے مٹکوں کو توڑ دیا حالانکہ شراب کے نشے میں مست تھا کیونکہ ایک انقلاب ان کی روحانی زندگی میں بپا ہو چکا تھا۔ اُس کے بعض ساتھیوں نے کہا ہو سکتا ہے کسی نے ہمارے ساتھ مذاق کیا ہو اور باہر کھڑے ہو کے یہ نعرہ لگا دیا ہو۔ تسلی کر لینی چاہیئے کہ کیا واقعہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کروایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے شراب کو منع کر دیا ہے میزبان نے کہا کہ یہ اعلان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوُا ہے پہلے میں اس کی تعمیل کروں گا اور بعد میں پتہ کروں گا کہ آیا واقعہ میں یہ اعلان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوُا ہے یا نہیں ہوُا۔ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ ایک گھر کی حالت جہاں ایک مجلس شرابیوں کی بیٹھی تھی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والا جو اعلان تھا اس کا ردِ عمل یہ تھا کہ ایک سیکنڈ کی تاخیر کے بغیر تحقیق کئے بغیر یہ پتہ لئے بغیر کہ یہ اعلان واقعہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آیا ہے یا نہیں اُن صحابہؓ نے اس کے اُوپر عمل کیا اور اُس دن کے بعد وہ جو عادی شرابی تھے اُنھوں نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ایک زبردست انقلابی تبدیلی اُن لوگوں کی زندگیوں کے اندر اُن لوگوں کی رُوح میں پیدا ہو گئی تھی بڑا زبردست انقلاب آیا دیانت اور امانت کے لحاظ سے اور سچ بولنے کے لحاظ سے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے لحاظ سے اور دُنیا سے دُکھوں کو دُور کرنے کے لحاظ سے اور اسلامی اُخوّت کو قائم کرنے کے لحاظ سے اور ایک دوسرے کی جو عیب چینی کی جاتی تھی اُسے یکسر مٹا دینے کے لحاظ سے۔ کان جو ساری عمر ایک دوسرے کی بُرائیاں سُننے کے عادی ہو چکے تھے انہوں نے ایک دوسرے کی بُرائیاں سُننے سے انکار کر دیا اور آنکھیں جو سچّی یا جھوٹی بُرائیاں دوسروں میں دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں اُن آنکھوں نے بُرائیاں دیکھنے سے انکار کر دیا اور خدا تعالیٰ نے جس مقصد اور غرض کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا ہم نے دیکھا کہ اُس زمانہ میں ایک انقلابِ عظیم کے نتیجہ میں وہ مقصد پُورا ہوُا۔

لیکن قیامت تک کے حالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہوئے تھے اور آپ نے بتایا تھا کہ تین صدیوں کے بعد کچھ کمزوری پیدا ہو جائے گی اور اس کے بعد آخری زمانہ ہے جس میں

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ ہوگی اور قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے بزرگوں نے بہت سے نشانات اور بہت سی جو پیشگوئیاں ہیں اُن کے متعلق ہمیں یہ بتایا ہے کہ آخری زمانہ سے اُن کا تعلق ہے مثلاً پریس اور نئے سے نئے چھاپہ خانوں کی ایجاد اور کتابوں کی کثرت سے طباعت اور انکی اشاعت کا سامان۔ ہوائی جہازوں کے ذریعہ اور سمندری جہازوں کے ذریعے اور ریل کے ذریعے اور ٹرکوں کے ذریعے نیز سفر کی سہولتوں کا پیدا ہو جانا۔ اسی طرح دُنیا جو علیحدہ علیحدہ قوموں اور ملکوں کے اندر بٹی ہوئی تھی اس کی حالت میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا ہو جانا کہ اب وہ ایک دوسرے کے قریب ہوگئے۔ انسان انسان میں بُعد اور دُوری جو تھی وہ نہ رہی بلکہ قُرب پیدا ہوگیا اب یہ حال ہوگیا کہ ہم ہوائی جہاز کے ذریعے ایک ہفتہ میں تین بار ساری دُنیا کا چکّر لگا لیتے ہیں آسانی سے۔ ایک ہفتہ میں۔ کجا یہ کہ ساری عمر میں دُنیا کا ایک چکّر بھی نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ ایک انقلابی تبدیلی خدا تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں پیدا کی جس کی قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے خبر دی تھی اور مفسّرین نے ہمارے۔ اور ہمارے اولیاء نے۔ اُمّتِ محمّدیہ کے اور ہمارے بزرگوں نے یہ ہمیں بتایا تھا کہ آخری زمانہ میں یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔ احادیث میں بھی آخری زمانہ میں آنے والے مسیح اور مہدی کے متعلق اِس کثرت سے روایتیں ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اگر وہ ساری کتابیں اکٹھی کی جائیں جن میں ایسی روایتیں ہیں تو اُن کی تعداد ہزاروں کی بن جاتی ہے جو آنے والے مسیح اور مہدی اور اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں اس خلیفہ کے آنے کے بارہ میں ہیں جو اس انقلابِ عظیم کو اپنے عروج تک پہنچانے کی ذمہ داری لے کر خدا تعالیٰ کی طرف سے دُنیا کی طرف بھیجا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری بعثت کا مقصد یہ ہے کہ مَیں قرآن کریم کی اس بشارت کے مطابق کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (الصف آیت ۱۰) دینِ اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کروں، دینِ اسلام کو ساری دُنیا میں پھیلاؤں اور نوعِ اِنسانی کو اُمّتِ واحدہ بنا کر ایک خاندان بنا دوں۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء تھا کہ بنی نوع انسان اُمّتِ واحدہ بن جائیں اِس لئے اُمّتِ واحدہ بننے کی راہ میں جو روکیں تھیں وہ دُور کی گئیں تاکہ خدا تعالیٰ کی یہ بشارت پوری ہو اور ہوائی جہاز اور سمندری جہاز اور موٹریں اور ریل کار ایک جگہ سے دوسری

جگہ انسان اور اس کے سامان کو لے جانے والی چیزیں جو ہیں وہ ایجاد ہوگئیں اور انسان ایک دوسرے کے بڑا قریب آگیا۔ اور پہلے زمانہ میں مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز اگر بہت زور بھی لگایا جاتا تو شاید سالوں کے بعد کچھ حصۂ دُنیا میں پہنچتی لیکن اب تو ایسے سامان پیدا ہوگئے ریڈیو کے ذریعے کہ مَیں ۶۷ء میں انگلستان گیا تو وہاں بی بی سی کا ایک نمائندہ آگیا انٹرویو لینے کے لئے اسلام کے متعلق اُس نے مجھ سے کچھ سوال کئے جن کے مَیں نے جواب دئے اور انہوں نے تین ہفتے، تین بار یہ انٹرویو شارٹ ویو پر ساری دُنیا کے لئے نشر کیا۔ ہمارے بعض پاکستانی پروفیسر مغربی افریقہ میں کام کر رہے ہیں انہوں نے بھی اسے سُنا۔ ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ میری آنکھوں میں یہ سوچ کر آنسو آگئے کہ ایک شخص نے جس کو دُنیا نہیں پہچانتی تھی اور شروع میں تو گھر والوں نے بھی اسے نہیں پہچانا تھا یہ دعویٰ کیا تھا کہ خدا تعالیٰ میری تبلیغِ اسلام کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا یہ الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا گیا تھا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچانے کا سامان پیدا کر دیا اور وہ انٹرویو انگلستان کے وقت کے مطابق دن کے دس گیارہ بجے دیا گیا اور اُسی شام کو ۸ یا ۹ بجے ساری دُنیا میں وہ آواز پہنچ گئی اور مَیں نے بتایا پہلی تین صدیاں جو تھیں اسلام کے ابتدائی دَور میں اُن میں تو ایک آواز کسی اسلام کے مبلّغ کی ساری دُنیا میں نہیں بلکہ اس وقت کی معروف دُنیا تک، پہنچانے کے لئے بھی سالہا سال لگ جاتے تب بھی وہ آواز گھر گھر نہ پہنچ سکتی۔ تو یہ انقلابی تبدیلیاں جو مادی دُنیا میں پیدا ہوئی ہیں یہ اِس لئے نہیں ہوئیں کہ انسان خدا سے اَور دُور چلا جائے بلکہ اِس لئے ہوئی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے قریب لانے کے سامان پیدا کر دئیے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ یہ فرض عائد کیا گیا ہے۔ آپ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے انقلابِ عظیم کو اس کے عروج تک پہنچایا جائے۔ اسلام کے انقلابِ عظیم کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے شروع ہوا اور جس نے آخر اپنے عروج کو پہنچنا اور ساری دُنیا کو اپنے حُسن اور احسان کے احاطہ میں لپیٹ لینا تھا اس مقصد کو پورا کیا جائے۔ آپ سب نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ احمدیت کو اسلئے قبول کرتی ہیں کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ بٹائیں گی اور آپؑ نے اپنی جماعت کو یہ کہہ کے پکارا کہ "میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!" تو یہ میرا اور آپ کا کام ہے کہ ہم اپنی زندگی میں

خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک ایسی رُوحانی انقلابی تبدیلی پیدا کریں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی اور آپؐ کے عشق میں مست اور توحیدِ خالص کو قائم کرنے کے لئے ایک جنون رکھنے والے شخص جو مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں ان کے وجود کی واقعہ میں اور حقیقتاً شاخیں بن جائیں۔ یہ آپ کی اور میری ذمہ داری ہے اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے یا اگر ہمارے اندر کوئی بدی پیدا ہوتی ہے اور ہم ایسا نہیں رہتے تو اس درختِ وجود کی سُوکھی ہوئی شاخ تو کچھ عرصہ کے لئے (جب تک وہ کاٹی نہ جائے) رہ سکتے ہیں لیکن جس پیار کے ساتھ توجہ دلائی گئی تھی ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف کہ میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! وہ سرسبز شاخ تو ہم نہیں رہ سکتے۔

بڑی عظیم ذمہ داری ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ڈالی ہے اور آپ کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ ہماری دُنیا کو خدا تعالیٰ کی توحید کی طرف لے کے آئیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کریں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا کلمہ ہے۔ ہم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو قائم کرنا ہے توحیدِ خالص کو قائم کرنا ہے۔ یہ چھوٹا سا کلمہ اپنے اندر اتنے وسیع معانی رکھتا ہے کہ عمریں گذر جائیں اس کے معانی بیان نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے ہر آن اس کی کائنات میں ظاہر ہو رہے ہیں ان کا شمار تو نہیں کر سکتے۔ ان جلووں کا وہ حصّہ جن کا تعلق اُن نعماء سے ہے جو انسان کے لئے پیدا کی گئیں قرآن کریم کہتا ہے اگر تم ان نعماء کو بھی شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے جلوے جو ہیں وہ صرف ہماری کائنات تک ہی تو محدود نہیں خدا تعالیٰ کے جلوے تو غیر محدود ہیں اور اس سے باہر بھی۔ اس محدود کائنات سے باہر بھی۔ ہو رہے ہیں۔ اللہ تو عظیم ہستی ہے ہم اس کا احاطہ تو نہیں کر سکتے اپنے علم کے ساتھ لیکن اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں (جہانتک خدا تعالیٰ نے ہمیں استعداد دی ہو) اس عظیم خدا کی طرف اِنسان کو لے کے آنا ہے۔ اس کا پیار بھی بڑا ہے لیکن اس کا غصّہ جو ہے وہ بھی دِل ہلا دینے والا ہے۔ اور کئی دفعہ مَیں نے سوچا مَیں نے بیان بھی کیا کہ جب آدمی سوچتا ہے تو اِس یقین سے اُس کا دل بھر جاتا ہے کہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی خدا تعالیٰ کا غصّہ اور اس کا قہر انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

یہ ذمہ داری جو اسلام کے انقلابِ عظیم کو اس کے عروج تک پہنچانے کی احمدی مردوں اور احمدی عورتوں اور بچّوں اور بچیوں پر ڈالی گئی ہے، یہ ذمہ داری صرف اس صورت میں ادا کی جا سکتی ہے

جب ہم میں سے ہر ایک خود اپنی زندگیوں میں ایک انقلابِ عظیم بپا کرے، ایک ایسا انقلابِ عظیم کہ دُنیا کی نگاہ یہ سمجھے کہ یہ مخلوق ہم میں سے نہیں۔ کوئی جُدا مخلوق ہے۔ یہ ہمارے اثر کو قبول نہیں کرتی۔ یہ دُنیا کی طرف مائل نہیں۔ یہ دُنیا کے گند میں پھنسی ہوئی نہیں۔ اس کی زبان اور اس کے افعال جو ہیں ان میں سے پاکیزگی اور طہارت کی خوشبو نکل رہی ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں اس قوم کے اُوپر نازل ہو رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ہمارے ساتھ رشتہ داری تو نہیں ہے نہ خدا تعالیٰ مجبور ہے اِس بات پر کہ ہم جو مرضی کرتے رہیں وہ ہم سے پیار ہی کرے خدا تعالیٰ نے تو اپنے پیار کو شرائط کے ساتھ باندھ دیا ہے اس نے کہا ہے میری راہوں پر ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہوئے تم چلو، مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرو قربانیاں پیش کرو مجھ سے تعلق قائم کرو میرے پیار کو لے لو پھر دُنیا میں ایک نئی زندگی ملتی ہے، اِنقلابی زندگی۔ دُنیا میں انسان رہتا بھی ہے اور دُنیا میں ہوتا بھی نہیں۔ اب کئی دفعہ ہماری جماعت کی تاریخ میں ایسے سامان پیدا ہوئے جو دُنیا کی نگاہ میں تلخی کے حالات تھے لیکن جماعت نے تو اسے تلخی نہیں سمجھا اور ہنستے ہوئے اور مُسکراتے ہوئے جس راہ پر وہ گامزن تھے اور جو خدا تعالیٰ کی لِقاء اور وصال تک پہنچانے والی ہے اُس پر وہ چلتے رہے اور اُنہوں نے نہ اپنے دائیں دیکھا نہ اپنے بائیں دیکھا ایک صراطِ مستقیم تھی جس پر وہ حرکت کر رہے تھے اور سامنے اُن کے خدا تعالیٰ کی لِقاء اور وصل کا وعدہ تھا۔ جس طرح بورڈ کے اُوپر لکھا جاتا ہے اس طرح وہ وعدہ اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا اور وہ خدا کی خاطر ہر قسم کے حالات میں سے گذر گئے اور اتنی انقلابی تبدیلی اُنہوں نے اپنے اندر پیدا کی کہ دُنیا دار تو ذرا سی بات پر دوسروں سے لڑ پڑتے ہیں اور اُنہوں نے بہت کچھ برداشت کیا اور سوائے دعائیہ الفاظ کے اُن کے مُنہ سے کسی کے لئے اَور کچھ نہیں نکلا اور دعائیں کیں اُنہوں نے اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی۔ لیکن وہ تو جماعت کی اجتماعی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہے اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جماعت کا ہر فرد اسی قسم کا ہے بلکہ اس نمایاں پہلو کے ہوتے ہوئے بھی کہیں کمزوریاں بھی نظر آتی ہیں ہمیں۔ کہیں خدا تعالیٰ سے دُوری بھی نظر آتی ہے کہیں بے پرواہی بھی نظر آتی ہے کہیں اس احساس کی کمی بھی ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک انقلابِ عظیم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوا اور آپؐ جس غرض کے لئے مبعوث ہوئے تھے وہی انقلابِ عظیم ہے کہ نوعِ انسانی کو اُمّتِ واحدہ بنا دیا جائے، پہلی دفعہ انسان کی زندگی میں کیونکہ آپؐ سے قبل جتنے انبیاء تھے زمانوں کے ساتھ اُن کا تعلق تھا اقوام کے ساتھ اُن کا تعلق تھا نوعِ انسانی کے ساتھ اُن کا تعلق نہیں تھا۔ تو یہ

انقلاب جو تھا یہ عروج میں اپنے اِس زمانہ میں پہنچنے والا ہے۔ ہم سمجھتے اور جانتے ہیں کہ بڑا مشکل کام ہے میَں تو یقین رکھتا ہوں کہ یہ اتنا مشکل کام ہے کہ ہم اپنی تدبیر سے اور اپنی طاقت سے اور اپنی قربانیوں سے یہ کام سرانجام نہیں دے سکتے اِس لئے میَں ہمیشہ کہتا ہوں اور اب بھی آپ کو کہوں گا کہ دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں تا اللہ تعالیٰ ہماری حقیر قربانیوں کو قبول کرکے جو کمی رہ جائے وہ سب اپنی طرف سے پوری کر دے۔ وہ بڑی قدرتوں والا ہے اُس کی قدرت کے آگے تو کوئی چیز اَنہونی نہیں ہے اور یہی اُس کے وعدے ہیں کہ جتنا تم (حق المقدور) کر سکتے ہو وہ کر دو اور یہ نہ دیکھو کہ کتنی خامیاں رہ گئی ہیں جو باقی رہ جائے گا وہ میَں خود کر دوں گا لیکن حق المقدور کرنے کی ذمہ داری تو ہمارے اُوپر ہے اِس واسطے میَں آپ میں سے ہر ایک کو بزرگ بہن، نوجوان بہن اور بچی بہن جو ہے اُس کو میَں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اِس مقام کو سمجھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے انقلابِ عظیم کو عروج پر پہنچانے کا آج کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے اور آپ نے اپنی زندگیوں میں ایک انقلابِ عظیم بپا کرنا ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنے کے لئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کو اپنے دلوں میں پیدا کرنے کے بعد دُنیا کے ہر دل میں پیدا کرنے کے لئے۔

دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمّت دے اور طاقت دے اور آپ کو دعا کی توفیق دے اور آپ کی دعاؤں کو قبول کرے اور شیطانی وسوسوں سے آپ کو محفوظ رکھے اور رُوح القدس سے آپکی تائید کرے اور جس غرض کے لئے اُس نے آپ کو پیدا کیا ہے خدا کرے کہ آپ کو یہ توفیق ملے کہ اُس غرض کو آپ پُوری کرنے والی ہوں۔ دُعا کر لیں۔

(اجتماعی دعا کے ساتھ حضور کا یہ خطاب اختتام پذیر ہوُا)

جلسہ سالانہ (خواتین) ۱۹۷۷ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا روح پرور خطاب

(فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۷ء)

تشہد و تعوّذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

جو تقاریر مردانہ جلسہ میں ہوتی ہیں اُن میں سے بعض یہاں بھی سُنی جاتی ہیں۔ اِفتتاحی تقریر میری اور ۲۷ اور ۲۸ کی تقاریر بھی۔ بعض دوسرے مقررین کی تقاریر بھی۔ جہاں تک میری ذات کا سوال ہے جو باتیں خدا کی توفیق سے میَں جلسہ کے موقع پر جماعتِ احمدیہ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، وہ مردانہ جلسہ سے آپ کے کانوں میں پڑ جاتی ہیں اور اس کے بعد یہاں آکر علیحدہ کسی تقریر کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن ایک تو آپ میری آواز سُن لیتی ہیں یہاں۔ میَں آتا ہوں تاکہ آپ کی بچیوں کا شور سُن لوں۔ دوسرے بعض باتیں کہنے کے بعد دُعا ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ جُھک کر ہم اُس سے اُس کی مدد کے طالب ہوتے ہیں اور اُس سے اس خیر کے متمنّی ہوتے ہیں کہ جس کا ہمیں بھی علم نہیں ہوتا لیکن وہ علّام الغیوب جانتا ہے کہ کونسی چیز ہمارے لئے بہتر ہے اور ہماری خوشحالی کا موجب ہے۔

اِس وقت میَں چند منٹ ہی شاید کچھ کہوں کیونکہ میری طبیعت ضعف محسوس کر رہی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْــَٔلُوْنَ ○

(الزخرف آیت ۴۴، ۴۵)

اِن دو مختصر سی آیات میں ایک عظیم مضمون بیان ہوُا ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم نے ہمیں سیدھا راستہ، صراطِ مُستقیم، ہدایت کی راہ، اللہ تعالیٰ کے پیار کے حصول کا ذریعہ۔ خدا تعالیٰ کے وصال کی طرف لے جانے والا راستہ جو ہے، وہ دکھایا ہے۔ چونکہ قرآن کریم کی ہدایت ہماری بہتری

کے لئے ہے اِس لئے قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرکے ہم کسی اَور پر احسان نہیں رکھ رہے ہوتے بلکہ اپنی بھلائی، اپنے بچّوں کی بھلائی، اپنے رشتہ داروں کی بھلائی کے لئے قرآنی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور خصوصًا اپنی ذاتی بھلائی کے لئے ہر انسان عمل کرتا ہے جب ہر ایک ہی اپنی ذاتی بھلائی کے لئے عمل کر رہا ہوگا تو ساری دُنیا جو ہے وہ اپنی بھلائی کے لئے عمل کر رہی ہوگی۔

فرمایا کہ چونکہ یہ صراطِ مستقیم ہے اور اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے پیار کو اور اُس کی محبّت کو اور اس کے جو نعماء ہیں اُن کو اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو اور اُس کی رحمت کو ہم حاصل کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں اِس لئے فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ جو وحی قرآن کریم کی شکل میں ہمارے ہاتھ میں دی گئی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل ہوئی تھی وہ پاک وحی، وہ کامل وحی، وہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی وحی، وہ ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والی شریعت کو انسان کے ہاتھ میں دینے والی وحی۔ اس وحی کو فَاسْتَمْسِكْ مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور اِدھر اُدھر نہ بھٹکو بلکہ اس کے اُوپر عمل کرو۔

صراطِ مُستقیم ایک ایسا راستہ ہے جو خدا تک لے جاتا ہے اور ہر وہ راہ جو خدا تک لے جانے والی ہے، وہ انسان کی عزّت اور اس کے شرف کو قائم کرنے والی راہ ہے اور انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کو عزّت کا مقام ملے۔ اپنے لئے بھی آپ عزّت کا مقام چاہتی ہیں اور اپنے بچّوں کے لئے بھی آپ کے دِل میں یہ خواہش رہتی ہے کہ آپ کے بچّے عزّت حاصل کریں۔ اپنے اپنے ماحول کے لحاظ سے آپ نے ایک مطمحِ نظر بنایا ہوتا ہے۔ کوئی ماں کہتی ہے "میرا بچّہ تحصیلدار بن جائے"۔ ہمارے گھر میں بڑی عزّت آجائے گی۔ کوئی ماں کہتی ہے کہ "ہمارا بچّہ تھانیدار بن جائے" بڑی عزّت کا موجب ہو جائے گی یہ بات۔ کوئی ماں سمجھتی ہے کہ اس کا بچّہ اگر ڈپٹی کمشنر بن جائے تو اس کے خاندان کے لئے عزّت کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ کوئی ماں یہ سمجھتی ہے کہ اس کا بچّہ کیپٹن بن جائے کمشنڈ افسر بن جائے اس سے اس کی اور اس کے خاندان کی بڑی عزّت قائم ہو جائے گی۔ کوئی ماں یہ کہتی ہے کہ میری اولاد کو دولت بہت سی مل جائے تو یہ عزّت کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ کوئی ماں یہ سمجھتی ہے کہ اگر میرے بچّوں میں سے کوئی منتخب ہو جائے تو ہمارے لئے بڑی عزّت کا سامان ہوگا اور بڑا اثر و رسوخ ہو جائے گا اور لوگ آکے ہمارے پاس سفارشیں کیا کریں گے اور ہمیں اپنی بڑائی کے اظہار کا موقع اِس طرح ملتا رہے گا۔ لیکن خدا

کہتا ہے کہ یہ ساری باتیں اور یہ دُنیوی عزّتیں جو دُنیا کی راہ سے لی جاتی ہیں۔ مَیں یہ نہیں کہتا دُنیا کی عزّتیں مَیں یہ کہتا ہوں دُنیا کی عزّتیں جو دُنیوی راہوں سے حاصل کی جاتی ہیں، وہ کوئی عزّت نہیں ہے۔ دُنیا کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کئی ہزار سال ہوئے فراعنہ مصر میں تھے۔ بڑے فرعون تھے محاورہ بن گیا۔ گردنیں اکڑی ہوئی بڑی طاقت اُن کی بڑے علاقے پر وہ حاکم تھے۔ بڑا اُن کا زور تھا۔ بڑی دولتیں انہوں نے اکٹھی کی تھیں۔ دُنیا کے خزانے انہوں نے سمیٹ لئے تھے۔ PYRAMIDS بنا دیئے تھے جو اُن کے بعد دوسرا کوئی بنا نہیں سکا۔ ایسے مقبرے جو اس پہاڑی جتنے اُونچے جو یہاں سے نظر آرہی ہے، اپنے لئے بنا دیئے بعد میں دوسروں کے لئے بنا دیئے لیکن بہتوں نے اپنے لئے پہلے ہی زندگی میں تیار کر لئے اور یہ سمجھا کہ ہمارے یہ مقبرے ہماری عزّت کو دُنیا میں قائم رکھیں گے کیونکہ اتنے بڑے بڑے پتھر ان میں استعمال کئے گئے ہیں کہ کسی کو یہ ہمّت نہیں پڑے گی کہ ان کو گرا دے اور اِس طرح ہمارا نام مٹ جائے۔ لیکن اُن کی یہ خواہش اور آرزو پوری نہ ہوئی۔ قوم کے لحاظ سے ایک مسکین اُن کے بہت بڑے فرعون کے پاس پہنچا۔ خدا کا ایک عاجز بندہ جسے ہم موسیٰ علیہ السلام کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جا کے یہ کہا کہ تم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اور اپنی فرعونیت میں بنی اسرائیل پہ ظلم کر رہے ہو مَیں تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم ان پر ظلم نہ کرو۔ خدا کے ان بندوں کو آزاد کر دو ورنہ وہ اللہ جو سب طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے وہ تمہیں سزا دے گا لیکن اُس نے جواب دیا کِس اللہ کی تم بات کر رہے ہو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى سب سے بڑا اور اعلیٰ ربّ تو مَیں ہوں تمہارا۔ اِتنی فرعونیت تھی اُس میں اور وہ سمجھتا تھا کہ دُنیوی عزّت اور احترام کا وہ مقام اس کو حاصل ہو چکا ہے کہ ربّ العالمین کی بھی کوئی پرواہ نہیں۔ کہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى مَیں ہوں تمہارا ربّ سب سے بڑا۔ مجھ سے بڑا اَور کون ہے جس کا نام لے کر تم میرے سامنے یہ باتیں پیش کر رہے ہو۔ تب خدا تعالیٰ نے اُن مظلوم اور مسکینوں پر رحم کرتے ہوئے فرعون اور اس کے لشکروں کو سمندر میں غرق کر دیا لیکن انسانی تاریخ میں صرف یہی ایک مثال نہیں جب سے آدم پیدا ہوئے علیہ السلام اُس وقت سے آج تک اور خصوصًا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد خدائے اعلیٰ۔ بزرگ و برتر کی قدرتوں اور طاقتوں کے نمونے نوعِ انسانی نے دیکھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دُنیا کی یہ عزّتیں، عزّتیں نہیں ہیں۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر انسان فخر کر سکے۔ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا عزّت تو ساری کی ساری خدا کی ہے۔ اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ اور وہی معزّز ہے جو خدا کی نگاہ میں معزّز بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن کریم اِس لئے بھیجا گیا

و انه لذکرلك ولقومك کہ تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے جن کی طرف تُو مبعوث ہُوا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ساری دُنیا میں بسنے والے انسان ہیں کیونکہ آپ کآفۃً سب کے لئے آئے اور رحمۃً للعٰلمین بن کے آئے۔ عالمین کے لئے آپؐ رحمت بن کے آئے۔ تو یہاں یہ کہا گیا انّہٗ لذکرلّك ولقومك کہ جو وحی اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے وہ وحی تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے شرف کا پیغام لے کے آئی ہے۔ وہ عزّت تمہیں دینے کے لئے آئی ہے تمہاری عزّتوں کو بڑھانے کے لئے آئی ہے اور حقیقی اور سچّی عزّت وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں عزّت سمجھی جائے۔

یہ جو دُنیا ہے یہ تو بے وفا دُنیا ہے کِس سے اس نے وفا کی۔ بڑے بڑوں نے سمجھا کہ شاید ہم سے وفا کر جائے گی یہ دُنیا۔ وفا نہیں کی۔ زندگی وفا نہیں کرتی۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر زمانہ میں ہر قوم میں ناسمجھ، نادان بعض ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے یہ سمجھا کہ دُنیا کی عزّتیں ہمیں حقیقی عزّت کے مقام تک لے جائیں گی لیکن انہوں نے غلط سمجھا کیونکہ دُنیا انہیں حقیقی عزّت کے مقام پر نہیں پہنچا سکی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صرف قرآن کریم کی وحی تمہیں شرف اور عزّت بخش سکتی ہے۔ یہ صراطِ مُستقیم ہے جو خدا تک تمہیں پہنچانے والا ہے اگر تم اس پر چلو گے۔ اگر قرآن کریم کی وحی کو (فَاسْتَمْسِكْ) مضبوطی سے پکڑ لوگے۔ اگر دُنیا کی کوئی طاقت خدا سے تمہیں پرے نہ لے جائے گی اور دُنیا کی کوئی لالچ تمہیں اُس عزّت سے دُور نہیں لے جائے گی جو خدا کے ذریعہ سے ملتی ہے تو تم عزّت پا لوگے ورنہ جو پہلوں کا حال ہُوا وہ تمہارا ہوگا۔ ہر احمدی مرد اور عورت کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک ہم قرآنی وحی کو مضبوطی کے ساتھ نہ پکڑیں اور اُس صراطِ مُستقیم پر ادھر اُدھر، دائیں اور بائیں دیکھے بغیر آگے ہی آگے خدا تعالیٰ کے پیار کی راہوں پر چلتے نہ چلے جائیں اُس وقت تک قرآن کریم ذکرلك و لقومك کا جو وعدہ دیتا ہے وہ ہمارے حق میں پُورا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ وعدہ تو تبھی پورا ہوتا ہے کہ جب قرآن کریم کی وحی کو (فاستمسك بالّذی اوحی الیك) جب اس وحی کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور جب تک تم اس راہ پر نہ چلو گے اُس وقت تک جو ذلّتیں اور جو بے عزّتیاں دُنیا داروں کی ہم روز دیکھتے ہیں ہر شعبۂ زندگی میں، وہی تمہارا حال ہوگا لیکن اگر تم خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلو گے اور اُس کی خاطر اُن چیزوں کو چھوڑ دو گے جو وہ کہتا ہے چھوڑ دو جن کو ہم قرآن کریم، اِسلامی تعلیم کی اصطلاح میں نواہی کہتے ہیں یعنی وہ بُری باتیں، وہ شرف کے خلاف باتیں، وہ عزّت کی مخالف باتیں جنہیں نہیں کرنا چاہیئے انسان کو

اگر ہم ان کو چھوڑ دیں۔ اگر اوامر جو ہیں کہ حکم دیا گیا ہے یہ کرنا ہے۔ یہ کرنا ہے۔ اگر اُس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں تو پھر عزّت اور شرف۔ وہ عزّت اور شرف جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہمارے لئے پیدا ہوگی اور خدا تعالیٰ کے جلووں کے ساتھ دُنیا کے دلوں پر وہ نازل ہوگی، وہ ہمیں حاصل ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے غفلت نہ برتنا کیونکہ قیامت کے روز قرآن کریم جو ہے وہ تمہارے اُوپر جج کے طور پر ہوگا، سارے احکامِ قرآنی جو ہیں اُن کے متعلق سوال کیا جائے گا اور یہاں بھی یہی کہا وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک دن مرنا ہے اور ختم نہیں ہو جانا۔ خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ حشر کا دن ہوگا۔ خدا تعالیٰ حساب لے گا اور جو ہمیں تعلیمِ اسلامی سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جن کو وہ اپنی جنّتوں میں لے جانا چاہے گا اُن سے سرسری بات حساب کی ہوگی اور وہ جنّت میں بھیج دیئے جائیں گے لیکن جن سے کرید کرید کر حساب لیا جائے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هَلَكَ ایسا شخص جو ہے وہ ہلاک ہو گیا۔

تو خدا تعالیٰ کے حساب سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور اس کے پیار کے حصول کے لئے اپنے سینوں میں ایک تڑپ پیدا کرنی چاہیئے۔ دُنیا کی ساری عزّتیں خدا تعالیٰ کے پیار کے ایک جلوے کا مقابلہ نہیں کر سکتیں کیونکہ خدا تعالیٰ جو قدرتوں کا مالک ہے جس پر پیار کی نگاہ ڈالتا ہے اس کو (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ) زمین سے اُٹھا کر آسمانوں تک لے جاتا ہے یہ اُسی حدیث کا مفہوم کے لحاظ سے ترجمہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ خدا کے لئے عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس پر خدا سے ایک نئی زندگی حاصل کرنے کے لئے موت وارد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اُٹھا کر ساتویں آسمان تک پہنچا دیتا ہے۔

تو ہم سے جو وعدہ کیا گیا ہے اس زمین کی عزّت کا نہیں کیا گیا بلکہ اُس عزّت کا کیا گیا ہے، اُس شرف کا کیا گیا ہے جو ہمیں زمین سے اُٹھا کر ساتویں آسمان تک لے جانے والا ہے۔ خدا کرے کہ ہم سب کو ایسی عزّت ملے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہمارے لئے عزّت پیدا ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہمارے لئے پیار اور محبّت کا جذبہ کہ میرے بندے واقعہ میں میرے بندے بن گئے۔ میری بندیاں واقعہ میں میری بندی بن گئیں اور اب مَیں اپنے وعدہ کے مطابق ان کو زمین سے اُٹھاؤں گا اور آسمانوں تک اُٹھا کر لے جاؤں گا۔ اِتنی رفعت دوں گا ان کو اتنی عزّت دوں گا اِن کو۔ اللہ کا

اتنا احترام پیدا کروں گا بنی نوع انسان کے دل میں۔ یہ عزت خدا کرے کہ ہم سب احمدی مردوں کو اور احمدی عورتوں کو نصیب ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اور ہم اپنے اس مقام کو سمجھنے لگیں جس مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد آپ کی جماعت کے مرد و زن کو کھڑا کیا گیا ہے۔

اب دُعا کر لیتے ہیں رب کے حضور کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی کرے اور اپنے فضل اور اپنی رحمت سے رحمانیت اور رحیمیت کے جلوے دکھا کر ہمیں اپنے قُرب میں جگہ دے اور اِس دُنیا میں بھی ہمارے لئے جنّت کو مقدر کرے اور مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اس کی رضا کی جنّتیں ہمارے نصیب میں ہوں۔ آؤ دُعا کر لیں۔

(حضور کی اقتدا میں اجتماعی دُعا کے ساتھ یہ تقریر اختتام پذیر ہوئی)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۸ء کے موقع پر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا احمدی مستورات سے بصیرت افروز خطاب

سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ (سُورۃ المؤمنون آیت ۲ تا ۴)

اِس کے بعد فرمایا:۔

ہمارے اجتماعات اِس لئے منعقد کئے جاتے ہیں کہ ہم کام کی باتیں سُنیں یعنی ایسی باتیں جن کا تعلق اعمالِ صالحہ سے ہو اور جو ہمیں اپنی ذمہ داریاں یاد دلائیں اور جن کے نتیجہ میں ہمارے عمل میں ایک جوش پیدا ہو اور ربِّ کریم کے لئے ہماری محبت میں ایک جِلا اور ایک تیزی اور ایک تڑپ پیدا ہو۔ یہ ایسی کلاس نہیں جہاں

صرف تھیوری یعنی اصول پڑھائے جاتے اور سکھائے جاتے ہوں جن کا فوری اور بلاواسطہ تعلق کسی لیبارٹری اور کسی تجربہ گاہ سے نہ ہو۔ آپ یہاں بہت سی باتیں سُنیں گی لیکن اگر آپ سُنیں اور عمل نہ کریں تو آپ کا یہاں آنا بے فائدہ ہے اور اگر آپ سُنیں بھی نہ اور شور مچائیں تو پھر تو بالکل ہی بے فائدہ ہے۔

قرآن کریم کا تعلق قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ سے ہے۔ ایمان کی باتیں، وہ باتیں جو ایمان میں تازگی پیدا کرتی ہیں اور جو دل کے عقیدہ کو مضبوط کرتی ہیں اور جن کے نتیجہ میں انسان کی طاقتیں اور اس کے جوارح، اس کی ظاہری طاقتیں بھی اور باطنی طاقتیں بھی عمل پر آمادہ ہوتی ہیں وہ سب باتیں ہمیں قرآنِ عظیم نے ہی سکھائی ہیں قرآن سے باہر نور نہیں بلکہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ قرآن کریم میں مومنین کی کچھ علامتیں بتائی گئی ہیں، ان کی کچھ صفات بتائی گئی ہیں، جن ذمہ داریوں کو وہ نباہتے ہیں ان کا کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے دُو کے متعلق مَیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آج کی دُنیا جو اسلام کی تعلیم کی پیاسی ہے اور جس میں یہ احساس دن بدن شدت اختیار کرتا چلا جا رہا ہے کہ ان کے عقائد اور ان کے فلسفے ناکام ہو چکے ہیں اور ان کی زندگی خوشحال زندگی نہیں ہے کوئی ایسی تعلیم ان کو ملنی چاہیئے کوئی ایسے اصول ان کو اپنانے چاہئیں جو ان کی ورلی زندگی کو بھی خوشحال بنائیں اور (جسے آج وہ نہیں جانتے اور مَیں ان کی طرف سے کہتا ہوں) اُن کی اُخروی زندگی میں بھی خوشحالی اور سکون اور اطمینان اور پیار اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے بعد انسان کی جو کیفیت ہوتی ہے اسکے سامان ان کے لئے پیدا کریں۔

وہ دُو باتیں یہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کی جائیں اور دوسرے یہ کہ غیر ضروری باتوں اور ایسی باتوں سے جو بے فائدہ ہیں پرہیز کیا جائے۔ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ۔

خدا تعالیٰ کے حضور خشوع کے ساتھ جُھکنا اور دُعائیں کرنا اپنے نفس میں ایک بہت وسیع اور لمبا مضمون ہے۔ اِس وقت مَیں اس کے بعض حصّوں کی طرف آپ کو توجّہ دلاؤں گا۔ اِس وقت نوعِ انسانی کو دُعاؤں کی ضرورت ہے کیونکہ جہاں تک ان کی عقل اور ان کی تدبیر کا سوال تھا وہ تو ناکام ہو چکی ہے اور ان کی عقل اور ان کی تدبیر میں بڑی کثرت کے ساتھ وہ باتیں شامل ہو چکی ہیں جو قرآن کریم کی اِصطلاح میں لغو کہلاتی ہیں۔ جب ہم ان سے بات کرتے ہیں کہ تم اس لغو میں پھنسے ہوئے ہو، اس گند میں دھنسے ہوئے ہو جس کا ان کو بھی احساس ہے اور بتاتے ہیں کہ اس سے نکلنے کی ایک ہی راہ ہے کہ تم اُس راستہ کو اختیار کرو جو اسلام تمہیں بتاتا ہے تو وہ ہم سے نمونہ کے طالب ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں نمونہ بتاؤ۔ اور جہاں تک انسانی فطرت کا سوال ہے مَیں سمجھتا

ہوں کہ ان کا یہ مطالبہ درست ہے اِس لئے کہ خود قرآنِ عظیم میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ انسان کو ایک نمونہ اور ایک اُسوہ کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ چنانچہ ایک ایسا آئیڈیل، ایک ایسا عظیم نمونہ، ایک عظیم مثال اور ایک مثالی زندگی جیسی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اُس زندگی کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُسوۂ حسنہ کہہ کر بیان کیا ہے۔ مَیں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ جب وہ کہتے ہیں کہ تعلیم جو تم ہمیں بتا رہے ہو وہ تو دل کو اطمینان بخشتی ہے مگر اس پر عمل کرنے والوں کا نمونہ ہمیں دکھاؤ تو ان کا یہ مطالبہ درست ہے ان کو یہی مطالبہ کرنا چاہیئے اور ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کی ایک جھلک ان کے سامنے پیش کرے۔ لیکن میرا تعلق تو صرف جماعتِ احمدیہ کے مَردوں اور عورتوں سے ہے اِس لئے میری مخاطب آج آپ ہیں اور آپ کی وساطت سے جماعتِ احمدیہ کے مرد اور ان کے بچے ہیں جن کو ہم اطفال کہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم نمونہ جو ہمارے سامنے رکھا گیا ہے اصولی طور پر اس کے دُو حصّے ہیں ایک دُعا کا حصّہ ہے اور دوسرے تدبیر کا حصّہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ان دُو بنیادی صفات کو ہمارے سامنے اِس رنگ میں بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تدبیر کو اس کی اِنتہاء تک پہنچاؤ اور دُعا کو اس کی انتہاء تک پہنچاؤ تب خدا تعالیٰ بہتر نتائج پیدا کرے گا۔

یہ ہے اُسوۂ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم۔ بنی نوع انسان کو صراطِ مستقیم دکھانا ہمارا فرض ہے۔ جماعتِ احمدیہ کو قائم ہی اِس لئے کیا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کے دل محبّت اور پیار کے ساتھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اُسوہ کے ذریعے جیت کر انہیں صراطِ مستقیم کی طرف لایا جائے۔ اس عظیم اُسوہ کے ذریعے جس کی جھلک اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ہر احمدی کی زندگی میں غیر کو نظر آنی چاہیئے۔ دُعا اور تدبیر کے مضمون کو مَیں آگے پیچھے کر کے آہستہ آہستہ آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا آپ غور سے سُنتی رہیں۔

جہاں تک تدبیر کا تعلق ہے احمدی مستورات نے اس میدان میں ایک وقت میں بڑا اچھا نمونہ دکھایا۔ انگلستان کی مسجد (یعنی خدا کا گھر کیونکہ "اَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰهِ" فرمایا ہے) ہماری احمدی بہنوں کے چندہ سے بنی۔ اور چندہ دینے والیوں میں وہ بھی تھیں جنہوں نے اپنا سارا زیور خدا کی اس مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس پیشکش کو قبول کیا جیسا کہ اُن بابرکت نتائج سے ظاہر ہوتا ہے جن کا تعلق لندن کی مسجد سے ہے۔ ۱۹۲۴ء میں مسجد بنی اور مَیں اس کے قریباً دس سال کے بعد ۳۴ء میں وہاں پڑھنے

کے لئے گیا۔ اس وقت تک آہستہ آہستہ ترقّی کرتے ہوئے جماعت اس مقام پر پہنچی تھی کہ نماز میں بمشکل ایک صف ہوتی تھی اور میرا انہیں خیال کہ مَیں نے جمعہ والے دن مسجد میں کبھی دو صفوں سے زیادہ آدمی دیکھے ہوں۔ بہت دفعہ مَیں جمعہ پڑھنے کے لئے آکسفورڈ سے وہاں آجاتا تھا اور اب وہاں یہ حال ہے کہ مسجد بھر جاتی ہے مسجد کے ساتھ ایک PREFABRICATED ہال یہ ایک اچھا خاصہ بڑا ہال بنایا گیا ہے وہ بھی بھر جاتا ہے اور وہ مَردوں کیلئے بھی ناکافی ہو جاتا ہے مستورات کو مشن ہاؤس کے اندر ایک بہت بڑا ہال ہے وہ دیا جاتا ہے جو اُن سے بھر جاتا ہے اور ناکافی ہو جاتا ہے۔ پھر عید کے موقع پر صحن میں ایک بہت بڑا شامیانہ لگایا گیا اس میں بھی مرد سمانہ سکے اور باہر لان میں آگئے پھر مشن ہاؤس کی سڑکوں پر آگئے۔ اِتنی بڑی جماعت اِس جگہ بن گئی کہ جہاں جب عورتوں نے دعائیں کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور اپنی حقیر قربانیاں پیش کی تھیں تو میرا اندازہ ہے کہ چند افراد سے زیادہ نہ تھے اور ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۸ء کے درمیان تو میری دید ہے کہ مَیں نے کبھی مسجد کو بھرا ہؤا نہیں دیکھا تھا اور اب مَیں نے اس مسجد کو، اس کے قریب ایک اَور ہال کو، مشن ہاؤس کے ہال کو اور پھر ایک بہت بڑے شامیانہ کو بھرا ہؤا دیکھا۔ پھر اس سے باہر نکل کر لانز میں پھر سڑکوں پر ہر طرف آدمی ہی آدمی تھے۔ غرض خدا تعالیٰ کے فضل سے خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے والی اتنی بڑی جماعت وہاں پیدا ہو گئی۔ اِس لئے مَیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربانیوں کو قبول کیا۔ جنہوں نے قربانیاں دی تھیں اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزاء دے اور جو وفات پا چکی ہیں ان کو اپنی رضا کے عطر سے ممسوح کرے اور جنّات میں ان کے درجات کو بلند کرے اور ان کی نسل سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی نیکیوں کی توفیق دے اور ان قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیار کے حصول کو آسان کر دے۔

پھر آپ نے ہالینڈ کی مسجد بنائی وہ بھی مستورات کے چندوں سے بنی۔ پھر کوپن ہیگن کی مسجد بنی۔ لیکن اسکے بعد اب حالات بدل گئے ہیں، صرف ہمارے مُلک کے نہیں بلکہ دُنیا کے حالات۔ دُنیا نے اقتصادی لحاظ سے جن راہوں پر ترقّی کی اس کے نتیجہ میں ان کی راہ میں بہت سی اُلجھنیں بھی پیدا ہو گئیں۔ مَیں کوشش کروں گا کہ اقتصادیات کا مضمون آپ سب کے ذہن نشین کر دوں تاکہ آپ اِس مسئلہ کو سمجھ جائیں۔ ترقّی کا ایک ذریعہ انہوں نے یہ اختیار کیا کہ مستقبل کی آمد آج خرچ کر دی۔ نوٹ بنا کر یا بنک سے قرض لے کر جو آمد دس سال کے بعد ہونی تھی اس کو آج خرچ کر دیا۔ مثلاً انگلستان میں ایک کمپنی بنی اور اس کو ایک ارب روپے کی ضرورت تھی لیکن ایک ارب روپیہ اس کے پاس نہیں تھا بلکہ اس میں سے صرف دو کروڑ روپیہ تھا بقیہ ۹۸ کروڑ روپیہ کے لئے

انہوں نے بنک سے کہا کہ ہمیں قرض دے دو۔ یہ پیسہ جو انہوں نے لیا اس سے انہوں نے ایک بہت بڑی فیکٹری بنائی۔ پہلے زمین خریدی اس پر خرچ کیا پھر عمارت بنائی اس پر خرچ کیا۔ پھر جب تک آمد شروع نہ ہوئی انہوں نے مزدوروں کو مزدوریاں دیں۔ بہت بڑی فیکٹریاں ہوتی ہیں ایک فیکٹری میں دس پندرہ بیس ہزار مزدور کام کرتا ہے ان کی مزدوریاں ابتدائی آمد میں سے نہیں نکل سکتی تھیں اِس لئے قرض میں سے نکالی گئیں اور اس کا بار مستقبل پر پڑا پھر افراطِ زر اور اس کے نتیجہ میں مہنگائی کا بار اس کے علاوہ۔ دو سال کے بعد یا تین سال کے بعد وہ کمانے لگے پھر انہوں نے آہستہ آہستہ بنک کا قرضہ واپس کرنا شروع کیا لیکن اس عرصے میں تین چار اسی قسم کی اَور فیکٹریوں کے منصوبے بن گئے اور انہوں نے اَور قرض لیا۔ اِس طرح قرض کا یہ گیند لڑھکتا ہؤا مستقبل کی گہرائیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا اور زمانۂ حال کی نسل آنے والی نسلوں کی مقروض ہو گئی۔ اب اُنہوں نے کام کر کے کما کر یہ پیسے واپس کرنے تھے۔ اور چونکہ آنے والی نسلوں نے کما کر اپنے آباء واجداد کے تجارتی اور صنعتی قرضے واپس کرنے تھے اِس لئے جب وہ نسلیں آئیں تو ان پر بڑا بوجھ پڑ گیا اور یہ بوجھ پڑا انکم ٹیکس کی شکل میں بھی اور یہ بوجھ پڑا جتنا حِصّہ رسدی ان کو اُجرت کا اور مزدوری کا مِل سکتا تھا اتنا نہ دینے کی شکل میں بھی، افراطِ زر اور مہنگائی کی شکل میں بھی۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ ہماری ضرورتیں پوری نہیں ہو رہیں اور انہوں نے دیکھا کہ فیکٹری مثلاً دس ارب روپیہ نفع کما رہی ہے اور ہمیں اس میں سے صرف دو ارب مِل رہا ہے، وہاں ایسی فیکٹریاں بھی ہیں، تو انہوں نے کہا کہ باقی آٹھ ارب روپیہ کہاں جاتا ہے۔ مزدور کو تو نہیں پتہ کہ کہاں جاتا ہے۔ اس میں سے بہت سی رقم ماضی کی نسلوں نے، انہی کے آباء واجداد نے جو قرض لئے تھے ان قرضوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے خرچ کی جا رہی ہے۔ غرض اُلجھنیں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ پابندیاں لگ گئیں کہ مُلک کا روپیہ باہر نہیں جا سکتا۔ اپنے ملک میں مصیبت پڑی ہوئی ہو تو روپیہ باہر کیسے جا سکتا ہے۔ جب مَیں کالج میں پڑھا کرتا تھا تو اُس وقت ایسی کوئی دِقّت نہیں تھی اور جب ۱۹۲۴ء میں آپ نے لندن مسجد کے لئے عطایا دیئے تھے تو اُس وقت بھی یہ دِقّت نہیں تھی کہ ہندوستان سے روپیہ باہر نہیں جا سکتا بلکہ جا سکتا تھا اور گیا اور وہاں خرچ ہؤا لیکن اب ہندوستان نے بھی اور پاکستان نے بھی اور صرف اِنہی دونوں نے نہیں بلکہ افریقہ کے قریباً سارے ممالک نے اور یورپ کے کچھ ممالک کو چھوڑ کر باقی اکثر ممالک نے پابندیاں لگا دی ہیں۔ بڑے بڑے مہذب کہلانے والے ممالک جو آج کے قرض مُستقبل کی کمائی پر اِس وقت بہت امیر اور دولت مند نظر آ رہے ہیں وہ بھی پابندیاں لگانے پر مجبور ہو گئے کیونکہ انہوں نے اپنے عجیب و غریب منصوبہ کے نتیجہ میں بڑی

اُلجھنیں پیدا کرلی تھیں اور اب ہم مثلاً پاکستان سے نہ کوئی رقم قانوناً باہر بھیج سکتے ہیں اور (چونکہ ہم قانون کی پابند جماعت ہیں) نہ کوئی رقم باہر بھیجتے ہیں اور نہ ہم آپ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں جگہ مسجد بننی ہے عورتیں اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے اب اس مسجد کے لئے پیسہ دیں۔ اب ایسی تحریک ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ رقم باہر نہیں جاسکتی۔

جہاں تک جماعتِ احمدیہ کی ضروریات کا سوال ہے جو کہ ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کیا کہ قبل اس کے کہ ایسے حالات پیدا ہوں کہ ملک ملک یہ قانون بنائے کہ پیسہ باہر نہیں بھیجا جاسکتا جس کو زرِ مبادلہ کہتے ہیں، اکثر ممالک میں جماعتیں اپنے پاؤں پہ کھڑی ہوگئیں اور ان کو باہر سے پیسہ منگوانے کی یا ہمیں پیسہ باہر بھجوانے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے مجھے اور آپ کو تو نہیں پتہ تھا کہ یہ حالات پیدا ہوں گے لیکن قبل اِس کے کہ ایسے حالات پیدا ہوں جماعتیں اپنے پاؤں پہ کھڑی ہوگئیں اور انہیں ضرورت ہی نہ رہی۔

جماعتیں ترقی کررہی ہیں ان کی اجتماعی زندگی میں وسعت پیدا ہو رہی ہے تبلیغ میں وسعت ہو رہی ہے اور جماعت کے اندر بڑا پھیلاؤ آرہا ہے نئی نسل پیدا ہونے کے نتیجہ میں اور ہزاروں کی تعداد میں عیسائیوں میں سے احمدی مسلمان ہونے کے نتیجہ میں، چنانچہ ان کی ضروریات بڑھ گئیں اور ان کو زیادہ پیسے کی ضرورت پڑی تو وہ قومیں جو پہلے ایک پیسہ بھی نہیں دیتی تھیں خود ہی قربانی دینے لگ گئیں۔ مَیں نے ایک خطبہ جمعہ میں بھی کہا تھا کہ ۴۷ء تک مرکزی جماعتوں سے باہر کوئی معتد بہ چندہ نہیں تھا یعنی ایسا نہیں تھا کہ ہمارے رجسٹروں میں ان کے نام اور چندہ وغیرہ درج ہو۔ گو وہ اپنے طور پر کچھ پیسے ضرور دیتے ہوں گے کیونکہ کچھ نہ کچھ جذبہ تو پیدا ہوچکا تھا لیکن اب یہ حال ہے کہ جتنا صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید دونوں کا سالانہ چندہ ہے اس سے قریباً دُگنا چندہ باہر کی جماعت ہائے احمدیہ اپنے اپنے ملک کی ضروریات کے لئے دے رہی ہیں۔ بعض ممالک ایسے ہیں جہاں سے روپیہ باہر بھیجا جاسکتا ہے چنانچہ وہ ممالک پاکستان سے باہر کے ایسے ملکوں کے لئے قربانی کر رہے ہیں جو ابھی اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو پائے۔ یہاں سے تو ہم بھیج ہی نہیں سکتے، قانون اِس کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن انگلستان میں ایسا قانون نہیں ہے، امریکہ میں ایسا قانون نہیں ہے، جرمنی میں ایسا قانون نہیں ہے اور وہاں کی جماعتیں اپنے پاؤں پر کھڑی ہیں اور ایسے ممالک جہاں کی جماعتیں اپنے پاؤں پہ کھڑی نہیں ہوسکتیں ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے وہ مدد دے رہی ہیں۔ اپنے پاؤں پہ کھڑی نہیں ہوسکیں سے میری یہ مُراد

نہیں کہ وہ کچھ بھی مالی قربانی نہیں کررہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے وسائل کے لحاظ سے اور اپنی آمدنیوں کے لحاظ سے اور جماعت کی تعداد کے لحاظ سے وہ اتنی مالی قربانی نہیں کرسکتیں کہ وہ جماعت کے سارے اخراجات کا بوجھ اُٹھائیں کوئی جماعت مثلاً ۵۰ فیصد بوجھ اُٹھا رہی ہے تو باقی ۵۰ فیصد کے لئے امریکہ کہتا ہے کہ ہم تمہاری مدد کرتے ہیں، انگلستان کہتا ہے کہ ہم تمہاری مدد کرتے ہیں اور ضرورت پڑی تو جرمنی بھی کرے گا۔ میرا خیال نہیں کہ ابھی ایسی ضرورت پڑی ہو لیکن جرمنی سے بھی پیسہ باہر بھیجا جاسکتا ہے۔ اِسی طرح سوئٹزرلینڈ سے بھی پیسہ باہر بھیجا جاسکتا ہے لیکن سوئٹزرلینڈ کی جماعت ابھی چھوٹی ہے۔ جرمنی کی جماعت کافی بڑی ہے اور بڑا چندہ دیتی ہے خدا تعالیٰ ان کو شرح کے مطابق اور بھی زیادہ دینے کی توفیق دے۔

مَیں نے ایک خطبہ میں بھی کہا تھا کہ مرکزی جماعتوں کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک امتیاز پیدا کیا ہے کہ جبتک قانون اجازت دیتا رہا ہمیشہ مرکزی جماعتوں نے (یعنی بٹوارے سے پہلے ہندوستان کی جماعتوں نے اور بٹوارے کے بعد پاکستانی جماعتوں نے) غیر ممالک میں تبلیغِ اسلام کے لئے مالی قربانیاں دیں۔ اب حالات تبدیل ہوگئے ہیں اب آپ باہر کے لئے قربانیاں نہیں دے سکتے لیکن باہر کی کسی جماعت سے ایک دھیلہ بھی جماعتِ احمدیہ نے قبول نہیں کیا اور نہ وصول کیا ہے۔ اپنی جماعت نے بعض دفعہ پیشکش بھی کی، غیروں نے تو کیا کرنی تھی ہمارے کام سے ہر ایک غصے ہو جاتا ہے۔ عیسائی اپنی جگہ غصے ہیں کہ تم مسیح کو لعنتی کیوں نہیں مانتے۔ اپنا اپنا خیال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ خدا کے پیارے تھے ملعون نہیں ہوسکتے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم انہیں ملعون مانتے ہیں آپ ملعون نہیں مانتے اِس لئے ہم آپ سے غصے۔ اِسی طرح دوسرے مذاہب ہیں ہم ان کی غلطیاں نکالتے ہیں اِسلام کو غالب کرنے کے لئے اور اسلام کی حسین تعلیم ان کے سامنے پیش کرکے ان کا دِل جیتنے کے لئے۔ جب ہم اسے پیش کرتے ہیں اور اسلام کی تعلیم ان کے سامنے آتی ہے تو اپنی تعلیم کے متعلق وہ دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر تو اب ہمیں کوئی حُسن نظر نہیں آتا چنانچہ ان کا پہلا ردِّ عمل تو یہی ہوگا کہ وہ غصّہ کریں گے۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ نہ جماعت ہائے احمدیہ بیرون مرکز سے اور نہ کسی اور ایجنسی سے ایک دھیلہ بھی آپ نے قبول کیا اور نہ آپ کو ملا۔ انہوں نے پیش بھی کیا لیکن مَیں نے انکار کردیا مَیں نے کہا کہ نہیں۔ میری غیرت اِسے قبول نہیں کرتی کہ مَیں اپنے احمدیوں سے یہ کہوں کہ پاکستانی جماعتوں کی ضرورت پُوری کرنے کے لئے تم پیسے بھیجو۔ پاکستان کی جماعتیں اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں گی۔

بہر حال اب آپ باہر مسجد نہیں بنا سکتیں لیکن کیا آپ کے دِلوں میں ایمانی جوش ٹھنڈا پڑ جانا چاہیئے؟

اور آپ کو قربانی نہیں دینی چاہیئے؟ اگر آپ کے اندر ایمان ہے تو صرف قربانیوں کی شکل بدلے گی قربانیوں کی مقدار میں کوئی فرق نہیں آئے گا بلکہ وہ پہلے سے زیادہ ہوں گی اور ہونی چاہئیں۔ اِس کے لئے مَیں نے اِن آیتوں کے دو مضمون چُنے ہیں۔ اِن میں بتایا گیا ہے کہ مومنوں کی ایک علامت یہ ہے کہ مومن خدا تعالیٰ کے حضور جُھکتا ہے اور جُھکتا ہی چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے اپنے وجود کا ایک ذرّہ بھی باقی نہیں رہتا اور سب کچھ وہ خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ وہ بلند مقام ہے جہاں تک آپ پہنچ سکتی ہیں، آپ بھی اور مَرد بھی۔ رُوحانی ترقیات اور رفعتوں کا حصول صرف مردوں کی اجارہ داری نہیں ہے جس طرح مَرد خدا کے پیار کو حاصل کر سکتے ہیں اُسی طرح بغیر ایک ذرّہ فرق کے آپ بھی حاصل کر سکتی ہیں اگر آپ کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے کہا کہ یہ بتا دو سب کو کہ "جے تُوں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو" اگر تم اُس کے ہو جاؤ تو اُس عالمین کا، اس یُونیورس کا، اس زمین و آسمان کا خالق و مالک یہ کہتا ہے کہ پھر یہ سب کچھ تمہارا ہو جائے گا۔

جب اس ہر دو جہان کے مالک نے تمہیں اَپنا لیا، جب پیار سے اُٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا تو پھر کونسی چیز ہے جو تمہاری نہ رہی۔ اس طرف بھی مَیں تمہیں بُلاتا ہوں۔ تمہارے لئے گھاٹا نہیں ہے کہ تم یہ سمجھو کہ اگر ہم پاکستان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے مال دیں گے تو ہم غریب ہو جائیں گے۔ پہلے تو درجنوں مثالیں تھیں اَب ہزاروں مثالیں مَیں آپ کو دے سکتا ہوں کہ جنہوں نے مالی قربانیاں دیں اور ان کے اموال میں اِتنی برکت پیدا ہوئی کہ انسان کا تصوّر بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا ان کا اپنا تصوّر بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اور جنہوں نے اپنے اوقات کو اور اپنے نفوس کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کیا ان کے نفوس میں خدا تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ ہر سال یہاں جگہ کم ہو جاتی ہے۔ آپ ہر سال اپنی مثال دیکھتی ہیں اور ہر مجلس اور ہر اجتماع میں ہمیں یہ نشان نظر آ رہا ہے یہ لوگ کہاں سے آتے ہیں۔ کل مَیں خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں گیا انہوں نے پچھلے سال کی نسبت بہت بڑا احاطہ بنایا ہُوا تھا جس میں وہ ٹکٹ لے کر اندر جانے دیتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر مَیں سوچ میں پڑ گیا کہ نوجوان آئے کہاں سے! ایک سال کے اندر اتنے بڑھ گئے۔ خدا نے دیئے۔ خدا نے ان کی زندگیوں میں برکت ڈالی۔ جو پچھلے سال اطفال میں تھے آج وہ خدام میں آ گئے اور وہ بڑی کثرت سے یہاں آئے۔ پس یہ گھاٹے کا سَودا نہیں ہے۔

اب مَیں ایک اَور رنگ میں کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ ان دو مضمونوں کی طرف آتا ہوں۔ خشوع کے ساتھ دعائیں کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ بہت ہی اہم ذمّہ داری ہے۔ آپ نے ساری دُنیا کے انسان کے لئے

دعائیں کرنی ہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ اُن کے لئے بھی جن کے مُلکوں کے نام بھی تمہیں نہیں آتے تم خدا سے دُعا کرو اور کہو کہ اے خدا جن ملکوں کے ہمیں نام بھی نہیں آتے ان کے باشندوں پر بھی رحم کر اور ان کے لئے ہدایت کی راہیں کھول تا کہ وہ تیری رضا کو اور تیرے فضل کو اور تیری برکات کو اور تیری رحمتوں کو حاصل کر سکیں۔ یہ مَیں اِسلئے کہتا ہوں کہ قرآن کریم کی پیشگوئیوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور خدا تعالیٰ نے جو نئے علوم اِس زمانہ میں انسان کے ہاتھ میں دیئے ہیں ان سے مَیں نے اپنی خلافت کے شروع میں اندازہ لگایا اور جب مَیں ۶۷ء میں انگلستان گیا تو وہاں مَیں نے اِنتباہ اور بشارت دونوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا مضمون پڑھا تھا اور اس میں مَیں نے انہیں کہا تھا کہ سارے حالات کو دیکھتے ہوئے اور پیشگوئیوں پر غور کرتے ہوئے میرا اندازہ یہ ہے کہ بیس پچیس سال کے اندر اندر ایک ایسی عظیم تباہی تمہارے سامنے کھڑی ہوگی کہ جو پہلی دو WORLD WARS سے یعنی جو بہت خطرناک مُہلک قِسم کی دو بڑی جنگیں ہو چکی ہیں ان سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی اور بتایا یہ گیا ہے کہ اگر تم نے اِصلاح نہ کی تو اس جنگ میں، اس تباہی میں علاقے کے علاقے ایسے ہوں گے کہ جہاں سے زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا، انسانی زندگی کا نہیں بلکہ مچھّر اور مکّھی کی زندگی کا بھی اور جراثیم جو خوردبین سے نظر آتے ہیں وہ بھی باقی نہیں چھوڑے جائیں گے بلکہ ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ اور مَیں نے انہیں کہا تھا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ تم اپنے پیدا کرنے والے ربّ کی طرف رجوع کرو تا کہ اس ہلاکت سے محفوظ کئے جاؤ۔ یہ ۶۷ء کی بات ہے جس کو قریباً گیارہ سال گذر گئے ہیں اور اَب دُنیا کو بعض اَور طرف سے بھی یہ اِنتباہ ہوُا ہے اور بالکل میرے اندازے کے مطابق اِنتباہ مِل رہا ہے۔ مثلاً یو۔ این۔ او میں چین کے نمائندے نے تقریر کی کہ انسان کے سامنے ایک تباہی کھڑی ہے اور وہ دس سال تک سامنے آ سکتی ہے۔ مَیں نے جو وقت بتایا تھا یہ اسی کے مطابق ہے۔ اِسی طرح بعض اَور بڑے ملک جو اِس وقت میرے ذہن سے نکل گئے ہیں ان کی طرف سے بھی انسان کو یہ وارننگ ملی ہے۔ اِس دفعہ جن سے مَیں ملتا تھا اُن کو مَیں کہتا تھا کہ مَیں نے علیٰ وجہ البصیرت بات کی تھی اور ساتھ تمہیں علاج بھی بتایا تھا اور جو مَیں نے کہا تھا اس کے مطابق اب دوسرے بھی تمہیں اِنتباہ کر رہے ہیں لیکن تمہیں علاج نہیں بتا رہے۔ اس تباہی سے بچانے کے لئے پہلا کام اور ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم ان کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کی راہیں ان پر کھولے اور اس ہلاکت سے انہیں بچائے جو ان کے سامنے کھڑی ہے اور جسے وہ آج نہیں دیکھ رہے یا ان میں سے بعض اِس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح اِنسان دُھندلکے میں دیکھتا ہے اور شکل کو پُوری طرح پہچانتا نہیں لیکن ہم علیٰ وجہ البصیرت

نمایاں طور پر اس کی شکل کو پہچان رہے ہیں اور اس ہلاکت کی وجوہات کو بھی پہچان رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کلام کو بھی پہچان رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس زمانے کی اکثریت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنا چاہتا ہے یہ اکثریت کتنی ہوگی یہ انسان پر موقوف ہے کہ کیا صرف انہوں نے جو مرنے سے بچ جائیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پہچان کر آپؐ کے دامن کا سہارا لینا ہے یا اُن لوگوں نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پہچان کر آپؐ کے دامن کا سہارا لینا ہے جن کے سامنے آج ہلاکت کھڑی نظر آتی ہے۔ ہماری یہ خواہش ہے ہماری یہ دِلی تمنّا ہے، ہمارے دِل میں یہ بیقراری اور اضطراب ہے کہ خدا کرے کہ کسی طرح ان کو ہدایت کی راہیں نظر آئیں اور وہ خدا تعالیٰ کے غضب سے محفوظ ہو جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھنڈے سائے تلے آجائیں۔ یہ ہے ایک احمدی کے لئے خشوع سے دُعائیں کرنا۔ اور یہ دُعائیں غلبۂ اسلام کی ہی دُعائیں ہوں گی کہ ساری دُنیا اِسلام کی عظمت کو پہچانے، خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق قائم کرنے کی راہوں کو پہچانے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلال کو پہچانے اور اسلام کو قبول کرلے۔ اِس رنگ میں ہم نے غلبۂ اسلام کی دعائیں کرنی ہیں۔

ہم ایک چھوٹی سی اور کم مایہ جماعت ہیں پیسہ ہمارے پاس کوئی نہیں، سیاسی اقتدار ہمارے پاس کوئی نہیں۔ سیاست سیاستدانوں کو مبارک ہو ہمیں اس کے ساتھ کوئی لگاؤ اور کوئی پیار نہیں۔ ہمارے دلوں میں تو ایک ہی تڑپ ہے اور وہ ہے اس اُسوہ کا اثر کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء آیت ۴) خدا نے ہمارے ذمّے بہت بڑا کام لگایا ہے۔ اگر خدا یہ کہتا کہ اسلام کو ساری دُنیا میں غالب کرنے کے لئے جو کچھ بھی چاہیئے وہ تمہاری ذمّہ داری ہے لاؤ اور پُورا کرو تو اس اعلان سے ہی ہماری جانیں فنا ہو جاتیں۔ لیکن ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا خدا ہے، بڑا اِحسان کرنے والا خدا ہے اس نے کہا کہ جتنا تم کر سکتے ہو اُتنا تم کرو اس میں کمی نہ کرو لیکن اگر ضرورت ایک کروڑ کی ہے اور تم نے صرف ایک میرے سامنے پیش کیا اور ننانوے لاکھ ننانوے ہزار نو سَو ننانوے تمہارے پاس نہیں ہے اور تم پیش نہیں کر سکے تو باقی سب کچھ مَیں کروں گا اور سارے کا ثواب تمہیں دے دوں گا۔ کتنا اِحسان کرنے والا ہے ہمارا رب۔ پس دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ جو ہمیں یہ کہتا ہے کہ جتنا ہم کر سکتے ہیں وہ اس کے حضور پیش کر دیں اس کی وہ ہمیں توفیق عطا کرے تاکہ اِسلام کے حق میں وہ نتائج جلد نکلیں جو اس زمانہ میں اسلام کو غالب کرنے کے خدائی منصوبہ میں نکلنے ہیں ـــــ وہ تو نکلیں گے لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ تین نسلوں کے بعد نکلیں ہمارے دِل میں یہ خواہش ہے کہ ہم

اپنی زندگیوں میں اسلام کو چاروں طرف پھیلا ہوُا دیکھیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ لیکن اِس زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اصل چیز یہ ہے کہ اسلام غالب آئے اصل چیز یہ نہیں کہ آپ یا مَیں زندہ رہیں۔ پس اسلام کے غلبہ کیلئے جو ہماری ذمّہ داری ہے اس کے نباہنے کے لئے آپ دُعا کریں۔ یہ لمبے عرصہ کی ذمّہ داری ہے صرف آپ کی جو اِس وقت یہاں بیٹھی ہیں یا جو آپ کی ہم عمر جماعتِ احمدیہ کی نسل ہے اس کی ذمّہ داری تو نہیں ہے۔ ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ اگلی صدی غلبۂ اِسلام کی صدی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دسؔ سال کی عمر کا ایک گروہ لیا جائے جو دسؔ سال کے بعد بالغوں میں داخل ہوتا ہے تو اِس لحاظ سے دسؔ نسلیں آنے والی ہیں۔ اِن دسؔ نسلوں کو اِس قابل بنانا کہ وہ اسلامی تعلیم سے پُوری واقفیت رکھتی ہوں، اس پر پوری طرح عمل پیرا ہونے والی ہوں، ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا پیار ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہو، ایک عزم اور جذبہ ہو کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں دینی ہیں، اپنے کِسی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ اسلام کو غالب کرنے کے لئے۔ یہ تم ماؤں کا کام ہے اِس کی طرف تم توجہ دو۔ اور صرف اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی نسلوں کے لئے بھی دعا کرو کہ خدا تعالیٰ آپ کی نسلوں کو بھی مخلص، ایثار پیشہ اور محمدؐ کا فدائی بنائے تاکہ وہ فریضہ جو نسلوں پر پھیلا ہوُا ہے ہماری نسلیں کامیابی کے ساتھ اس فریضہ کو ادا کر سکیں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو صرف ہم نہیں بلکہ آنے والی نسلیں بھی قیامت تک اس کے پیار کو حاصل کرتی چلی جائیں۔ یہ دُعائیں کرنا آپ کے ذمّہ ہے۔

دوسری بات ہے هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ لغو کے معنی ہیں بے فائدہ، قبیح اور بُرا قول بھی اور فعل بھی۔ دونوں پر عربی زبان لغو کا لفظ استعمال کرتی ہے۔ پس نہ قول میں لغو ہونا چاہیئے اور نہ عمل میں۔ کہتے ہیں کہ عورتوں میں بہت باتیں کرنے کی عادت ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ اپنی مجلسوں میں کتنا شور مچاتی ہیں یا باتیں زیادہ کرتی ہیں یا نہیں بہرحال آپ بدنام ضرور ہیں۔ اگر یہ عادت ہے تو اس کو چھوڑیں اور گپیں مارنے، بدظنّیاں کرنے، اِفتراء باندھنے، چغلیاں کھانے اور اِدھر کی اُدھر لگانے کی بجائے آپ نیکی کی باتیں کریں لغو باتیں نہ کریں اگر تو ہمارے پاس نیکی کی باتیں کہنے کے لئے نہ ہوتیں تو آپ کہہ سکتی تھیں کہ ہم کیا کریں خدا نے ہمیں زبان دی ہے وہ چلے گی تو سہی۔ آپ کو تو خدا تعالیٰ نے اِسلامی تعلیم میں، قرآن کریم میں اتنی باتیں کرنے کے لئے دیدی ہیں کہ آپ کیا آپ کی نسلیں بھی وہ باتیں کرتی چلی جائیں تو وہ تعلیم ختم نہیں ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰة والسّلام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے اسرارِ رُوحانی نہ ختم ہونے والے ہیں وہ قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے پس وہ نُورانی باتیں کریں۔ بچّوں کے سامنے اپنی تاریخ دُہرائیں، اپنی ذمّہ داریوں کو دُہرائیں، دُنیا کی حالت کا

ذکر کریں، دُنیا کے اندر جو تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں ان سے ان کو آگاہ کریں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو یہ باتیں بتائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ اگلی نسل کے ایک حصّے میں پھر بڑا جوش پیدا ہو رہا ہے۔ ہماری ذمّہ داریاں بڑھ رہی ہیں اور جتنا جتنا لوگ اسلام کے قریب آتے جائیں گے ہماری ذمّہ داریاں بڑھتی جائیں گی۔ مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ سٹاک ہالم میں ایک صحافیہ، آپ کی عورت بہن اسلامی تعلیم سُننے کے بعد جب کمرے سے باہر نکلی تو وہ آنسوؤں سے رو رہی تھی۔ اور جو شکوہ اُس نے ہمارے ایک ساتھی سے کیا وہ یہ تھا کہ تم اتنی تاخیر سے ہمارے علاقوں میں کیوں آئے ہو تمہیں پہلے آنا چاہیئے تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم نے خیال تک نہیں کیا کہ کس گند میں ہم روز بروز دھنستے چلے جاتے ہیں۔ اور لغو باتیں کر کے آپ ان لوگوں کی تسلّی نہیں کر سکتیں۔ اِس وقت باوجود ہر قسم کے گند کے اور کمزوریوں کے اور گناہوں کے ان کے بعض حصّے بڑے ترقّی یافتہ ہیں۔ انہوں نے علوم سیکھے اور گپ مارنے کی بجائے وہ علم کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی اپنی دلچسپیاں ہیں اور آپ کی اپنی دلچسپیاں ہیں۔ یہ ٹھیک کہ آج کے زمانے میں وہ بائیبل کی بات کم کرتی ہیں اور فلسفے کی بات زیادہ کرتی ہیں، اقتصادیات کی بات زیادہ کرتی ہیں، معاشرے کی بات زیادہ کرتی ہیں، سٹرائیک کی بات زیادہ کرتی ہیں اور اس میں حصّہ بھی لیتی ہیں اور تقریریں بھی کرتی ہیں لیکن آپ لوگ خدا تعالیٰ کی صفات کا ذکر کریں، آپ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین زندگی کے تذکرے کریں، آپ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم رُوحانی فرزند ہیں انہوں نے اپنے محبوب اور پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور میں سے دُنیا کے سامنے جو پیش کیا اور آپؑ کے دِل میں بنی نوع کے لئے جو تڑپ تھی جو ہمیں آپ کی کتابوں میں نظر آتی ہے اور آپؑ نے اسلام کو غالب کرنے کے لئے جو منصوبے پیش کئے ان کا ذکر کریں۔ ہزارہا باتیں ہیں۔ آپ باتیں کریں مَیں کب کہتا ہوں کہ باتیں نہ کریں مَیں تو کہتا ہوں کہ جتنی چاہیں باتیں کریں لیکن لغو باتیں نہ کریں۔

لغو کی دوسری قسم ہے عمل کے لحاظ سے لغو اور بے فائدہ۔ یہ بڑا عجیب مضمون ہے اور بہت لمبا مضمون ہے مَیں مختصراً بیان کروں گا۔ قرآن کریم سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو بہت سی استعدادیں اور صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ ان کے چار موٹے موٹے گروہ ہیں لیکن وہ سب ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے والے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں ہم صرف سمجھانے کے لئے چار مختلف چیزیں بیان کرتے ہیں کہ انسان کی پرسنیٹیلی میں اس کے وجود میں چار بُنیادی صلاحیتیں ہیں ورنہ اصل میں تو وہ ایک ہی چیز کے مختلف پہلو ہیں اور وہ ہیں اس کی جسمانی صلاحیتیں، اس کی ذہنی صلاحیتیں، اس کی اخلاقی صلاحیتیں اور اس کی

رُوحانی صلاحیتیں۔ ہر وہ کام جو ان صلاحیتوں کی صحیح نشوونما کرتا ہے وہ لغو میں شامل نہیں۔ اور ہر وہ کام جو خداداد صلاحیتوں میں کمزوری پیدا کرنے والا ہے وہ لغو ہے۔ اِس معنی میں قبیح کا لفظ اور گناہ کا لفظ بھی لغو کے اندر آجاتا ہے محض بے مقصد اور بے معنی اور لایعنی اور غیر مفید کام بھی لغو کہلاتا ہے۔ لیکن صرف وہی لغو نہیں بلکہ لُغتِ عربی نے لغو کے معنی قبیح کے بھی کئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اِس میں گناہ بھی آگیا۔ پس ایسی تدبیر کریں جو لغو نہ ہو۔ آپ نے اپنے گھر میں تدبیر کرنی ہے کھانا پکاتے وقت تدبیر کرنی ہے اور یہ علم بھی آپ کو آنا چاہیئے۔

آپ کو ایک لطیفہ سُنا دوں، ہم جہاز پر انگلستان سے اوسلو جا رہے تھے اور اسی جہاز میں چالیس امریکن استانیاں بھی سفر کر رہی تھیں۔ کہنے لگیں کہ جی ہم سیکنڈے نیوین ممالک یعنی ناروے سویڈن وغیرہ کے معاشرے کا مطالعہ کرنے کے لئے جا رہی ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو ایک ساتھی سے پُوچھا کہ کون ہیں اور ملنے کی خواہش ظاہر کی، میرے ساتھیوں نے مجھے بتایا مَیں نے اُن کی درخواست منظور کر لی۔ جہاز کے بڑے کمرے میں ایک طرف انتظام کر دیا گیا۔ وہ لوگ تو سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے عالم فاضل دُنیا کے حاکم ہیں اور ساری دُنیا ہماری غلام ہے اِس لئے مَیں ان کو ان کی اصل سطح پر لے آیا کرتا ہوں چنانچہ بجائے اس کے کہ وہ سوال کرتیں مَیں نے سوال کیا کہ تمہارا کِس شعبے سے تعلق ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہوم اکنامکس سے۔ یہاں بھی ہماری بہت سی بچیاں کالج آف ہوم اکنامکس میں پڑھنے والی ہوں گی۔ مَیں نے کہا کہ اچھا ہوم اکنامکس۔ مجھے یہ بتاؤ کہ بکری کے گوشت اور مُرغی کے گوشت میں کیلوریز (CALORIES) کے لحاظ سے کیا فرق ہے۔ ان میں سے ایک کو بھی جواب نہیں آیا۔ اسی طرح مَیں نے اُن سے سوال پُوچھنے شروع کر دیئے۔ جب پانچ سات سوال پُوچھے تو وہ کھسیانی سی ہو کر کہنے لگیں کہ ہم نے تو آپ سے سوال کرنے تھے آپ نے اُلٹا ہم سے سوال کرنے شروع کر دیئے۔ مَیں نے کہا کہ اچھا اب تم سوال کر لو اَب تمہاری باری ہے۔ پھر مَیں نے ان کو اسلام کی باتیں سمجھانی شروع کیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ مَیں تیرے ماننے والوں کے علم میں اتنی برکت دوں گا کہ یورپ کا فلسفہ جو آج اپنے سے باہر کی دُنیا کو اپنا غلام سمجھتا ہے نہ صرف یہ کہ وہ اس سے متاثر نہیں ہوں گے بلکہ اس کی غلطیاں چُن چُن کر ان پر ظاہر کرنے والے ہوں گے۔ اپنی زندگی میں تو ہم نے یہ دیکھ لیا۔ ہر جگہ ہر مضمون کے ماہر مجھے ملتے رہتے ہیں۔ فزکس کے کیمسٹری کے

حساب کے۔ مَیں اُن سے بات کرتا ہوں اور ان علوم کی غلطیاں ان کو بتاتا ہوں۔ حساب کی غلطیاں اور اسکے نقص بھی بتاتا ہوں اور اس سے جو فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے وہ بھی بتاتا ہوں۔ میری تو کوئی خوبی نہیں ہے خدا نے ایک وعدہ کیا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام سے جس کو وہ پُورا کر رہا ہے۔ آپ کی زندگیوں میں بھی پُورا کرے گا اگر آپ اس کی طرف جُھکیں۔ یہ صرف میرے لئے تو وعدہ نہیں ہے جماعتِ احمدیہ کے لئے وعدہ ہے پس آپ کو اپنی زندگیوں میں علمی لحاظ سے بھی یہ رنگ پیدا کرنا چاہیئے۔ آپس میں علمی باتیں کیا کریں اور اِسلام کو غالب کرنے والی باتیں کیا کریں۔ مَیں تو جب کسی مسئلہ پر بات ہو آخر میں نتیجہ اپنے مطلب کا لے آتا ہوں یعنی اسلام کی خوبی ان کو بتا دیتا ہوں۔ کوئی بات کوئی شخص کرے مَیں جواب دیتے دیتے بہت سی باتوں کا قائل کر کے ایک جگہ یہ کہتا ہوں کہ اسلام یہ کہتا ہے پھر وہ نہ کر ہی نہیں سکتے کہ اسلام کی یہ تعلیم غلط ہے۔

آپ میں سے ہر ایک اِس قابل ہو سکتی ہے کوشش تو کر کے دیکھیں۔ دُنیا عمل کا نمونہ مانگتی ہے جب وہ کہتے ہیں کہ عملی نمونہ دکھاؤ تو ہم بڑی اُلجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ مَیں اِس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ آپ سے مَیں یہ کہتا ہوں کہ احمدی عورت میں اور یورپ کی ہر عورت میں ایک مابہ الامتیاز اور فرقان ہونا چاہیئے۔ جب وہ آپ سے ملے اور بات کرے تو وہ سمجھے کہ یہ تو ایک بالا ہستی ہے ایک ایسا وجود ہے جس کو کوئی ایسی جگہ ملی ہے جس سے اس نے تعلق قائم کیا اور وہ کچھ حاصل کیا جو ہم حاصل نہیں کر سکے۔ اخلاق کے لحاظ سے اچھے ہیں کسی سے دشمنی نہیں کرتے ہر ایک سے پیار کرتے ہیں کسی کو طعنہ نہیں دیتے ہر ایک کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ باہر ہم سے سوال کرتے ہیں کہ فلاں کے متعلق کیا خیال ہے۔ ۷۰ء میں مجھ سے ہپیوں کے متعلق پوچھنے لگے۔ یہ لوگ جن کو مارجیانا کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے، ہر وقت بدمست، داڑھیاں بھی چھوڑی ہوئی ناف سے نیچی اور بال بھی کبھی صاف نہیں کئے۔ اگر جوئیں پڑ جائیں تو کوئی نکالنے والا نہیں۔ عجیب ہیئت کذائی بنائی ہوئی ہے، نہایت گندے، کپڑے بدبو دار، ان کے قریب نہیں بیٹھا جا سکتا۔ ایک ایسی جماعت بھی یورپ میں پیدا ہو گئی تھی جن کو ہپی کہا کرتے تھے۔ اب کچھ فرق پڑا ہے۔ مجھ سے ان کے متعلق پُوچھنے لگے تو مَیں نے کہا کہ مَیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انسانوں والی زندگی نہیں گزار رہے بلکہ حیوانوں والی زندگی گذار رہے ہیں۔ پھر فوراً مجھے خیال آیا کہ مَیں نے پُوری تعلیم بیان نہیں کی چنانچہ مَیں نے کہا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مَیں اس حالت میں بھی ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں مَیں کسی انسان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا مجھے ان پر رحم آتا ہے میرے دِل میں ان کے لئے نفرت پیدا نہیں ہوتی بلکہ رحم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

اس رحم کا نتیجہ تھا کہ ہمیں ہُبش (جرمن نومسلم احمدی) مل گیا بہت ہی اخلاص ہے اس میں۔ "مارجیانا" جو ایک خطرناک قسم کی عادت ڈالنے والا نشہ ہے اس کا وہ عادی تھا۔ اسی طرح مُنہ سے، ناک سے، آنکھوں سے، جسم سے، کپڑوں سے بدبو آتی تھی اور ان کا وہ لیڈر رہا تھا، بڑا چوٹی کا لیڈر۔ اب بھی وہ لوگ نشے میں بھی ہوں تو اِس کی لیڈرشپ کے سامنے جُھک جاتے ہیں حالانکہ وہ ساری چیزیں چھوڑ چکا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس پر فضل کیا اور وہ مسلمان ہو گیا اور اب وہ جماعت کے کام بھی کر رہا ہے اور ہپیوں کو پکڑ پکڑ کر لا رہا ہے ان کو کہتا ہے کہ دیکھو مَیں نے نشہ وغیرہ چھوڑ دیا ہے تم کیوں نہیں چھوڑ سکتے اور اس کی زیادہ تر تبلیغ ہپیوں میں ہی ہے۔ اتنے گند میں پھنسے ہوئے لوگ وہ تو اس معاشرے کا اخلاقی لحاظ سے سب سے نچلا طبقہ ہے لیکن ان کو گھسیٹ کر لاتا ہے اور اسلام ان کے اندر ایک انقلابی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ آج کی دُنیا کا فلاسفر اور ماہرِ اخلاق یہ کہتا ہے کہ بچپن اور جوانی میں پڑی ہوئی عادتیں چھوڑی نہیں جا سکتیں لیکن ہم نے درجنوں ایسی مثالیں ان کے مُلک میں قائم کر دیں کہ اس قسم کی گندی عادتیں اور اس قسم کا نشہ جو تم ایک گھنٹے کے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے اس کو ساری عمر کے لئے چھوڑ کر صاف سُتھرے کپڑوں میں ملبوس خوشبودار لباس پہنے ہوئے، چہرے پر رونق، ایمان کی بشاشت اور چمک کے ساتھ انہیں تمہارے سامنے پیش کر دیا۔ وہ جو ہپیوں کا سردار تھا وہ تمہارا خادم بن گیا۔ وہ مومنوں کا ایک فرد بن گیا۔ یہ امتیاز اُس شخص میں پیدا ہوُا جو اُن میں پیدا ہوُا، اُن کے گندے اخلاق میں گندا بن گیا اور گندگی میں نیچے ہی نیچے چلتا چلا گیا۔ لیکن قبل اِس کے کہ وہ ہلاک ہو خدا تعالیٰ نے اُس کو پکڑا اور اسلام کا نُور اسے دکھایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلال کا جلوہ اس پر ظاہر کیا۔ جب اس کو اسلامی تعلیم بتائی گئی تو وہ احمدی مسلمان ہوُا اور اس کی کایا پلٹ گئی۔ ایک ہپّی کو وہ پچھلے جلسہ سالانہ پر لاہور میں ملا اور اس کو پکڑ کر یہاں لایا اور اس کو ایک دو دن کے اندر اس نے کہا کہ چھوڑ اِس نشے کو۔ میری طرف دیکھ مَیں تو تمہارا لیڈر رہا ہوں اور اس نے چھوڑ دیا۔ مَیں نے اُسے مسجد میں دیکھا۔ یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ جب ایسا آدمی نشہ چھوڑتا ہے تو اس کے کچھ آثار چہرے پر بھی ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ اُس کی آنکھوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ مسجد میں ہم نماز پڑھنے گئے تو وہ پہلی صف میں میرے پیچھے کھڑا تھا میری نظر پڑی تو اُس کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اُس وقت مجھے نہیں پتہ تھا بعد میں مَیں نے ہُبش سے پُوچھا تو اُس نے بتایا کہ جو "مارجیانا" چھوڑے گا کچھ عرصہ اس کی یہ حالت رہے گی۔ اور اب وہ مجھے ملا تو آنکھیں شفّاف اور بڑا وجیہہ۔ ورنہ تو

وہ جسم کے لحاظ سے بھی مَرگیا تھا اور عقل کے لحاظ سے بھی مَرگیا تھا۔ اُس نے ہماری ایک پاکستانی بچّی سے شادی کی ہے اور وہ دونوں بڑے خوش ہیں۔

مَیں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ دُنیا آپ سے نمونے کی طالب ہے اور آپ اُن کے پیچھے دوڑتی ہیں جس طرح کُتّا بعض دفعہ اپنی دُم کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے جب اُس کو کُھجلی ہوتی ہے تو اس کا مُنہ نہیں پہنچتا اور وہ چکّر لگا رہا ہوتا ہے۔ پس یہ حرکت تو نہ کریں آپ۔ آپ کو خدا نے اشرف المخلوقات بنایا۔ آپ میں سے اکثر کو خدا نے مسلمان کے گھر میں پیدا کیا ممکن ہے بعض غیر مسلموں میں سے مسلمان ہونے والی بھی ہوں۔ اور آپ کو خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی شناخت کی توفیق عطا کی اور مجھے یقین ہے کہ آپ کا کوئی گھر، بلا استثنیٰ، ایسا نہیں ہے جہاں خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے ظاہر نہیں ہوئے۔ آپ کی زندگیوں میں خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے ظاہر ہوئے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو دیکھا اور اس کے پیار کو آپ نے مشاہدہ کیا اور آج آپ خدا تعالیٰ کی طرف پیٹھ پھیر کر یہ کہیں کہ اے خدا ہم تیری خاطر دُنیا کے لئے ایک اچھا نمونہ بننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو آپ بڑی بدبخت ہوں گی لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ بدبخت نہیں ہوں گی بلکہ جو کمزوریاں ہیں انہیں دُور کریں گی اور دُنیا جو نمونہ آج مانگ رہی ہے آپ اور آپ کی آئندہ آنے والی نسلیں لڑکے اور لڑکیاں وہ نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کریں گی تاکہ جلد تر دُنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آؤ اب دُعا کر لیں۔

(اِس کے بعد حضور نے اجتماعی دُعا کرائی)

جلسہ سالانہ (خواتین) ۱۹۷۸ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ ۲۷ ر فتح ۱۳۵۷ ہش بمطابق ۲۷ ر دسمبر ۱۹۷۸ء)

تشہّد و تعوّذ اور سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ اِس سال جو زنانہ جلسہ گاہ اپنی پہلی جگہ سے منتقل کر کے اِس جگہ بنایا گیا ہے یہ بہت ہی اچھا ہوُا کیونکہ پہلی جگہ اتنی تنگ ہو گئی تھی کہ اِرد گرد کی گلیوں اور سڑکوں اور صحنوں وغیرہ میں بھی جلسہ سُننے والی بہنیں بیٹھا کرتی تھیں۔ یہاں جتنی آنا چاہتی تھیں اِس جگہ پر وہ آگئی ہیں اور سما گئی ہیں۔ اب بھی بہت سی بہنیں مردانہ جلسہ گاہ کے قریب مکانوں میں یا کُھلی جگہوں میں بیٹھ کر تقاریر سُنتی ہیں حالانکہ میرا خیال ہے کہ یہاں بھی آواز ٹھیک پہنچتی ہوگی۔

(حضور کو بتایا گیا کہ آواز ٹھیک پہنچتی ہے)

اِس کے بعد فرمایا:۔

چونکہ مردانہ جلسہ گاہ کی آواز بھی یہاں پہنچ جاتی ہے اور کچھ پروگرام جن میں میری تقاریر کا پروگرام بھی ہے عورتوں کو بھی سُنایا جاتا ہے اِس لئے جو خطاب مَیں جماعت سے کرتا ہوں، جو باتیں مَیں جماعت کے احباب کو بتاتا ہوں مرد و زن سب سُن لیتے ہیں وہ آپ بھی سُنتی ہیں اور مَیں حُسنِ ظن کروں آپ پر تو کہوں گا کہ آپ کوشش کرتی ہیں کہ ان باتوں کو سمجھیں اور یہ عزم کریں اپنے دل میں کہ جو ہم نے کرنے کی باتیں سُنیں وہ ہم کریں گی بھی اور اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھالیں گی بھی۔ اس کے باوجود مختصر سی ایک تقریر میری یہاں زنانہ جلسہ گاہ میں بھی رکھی جاتی ہے اِس لئے کہ بعض باتیں ایسی ہیں جو براہِ راست اور بلاواسطہ مستورات سے تعلق رکھتی ہیں اور اگر ان سے بالمشافہ ان مسائل کے متعلق بات کی جائے تو آدمی امّید رکھتا ہے کہ بلاواسطہ گفتگو شاید زیادہ موثر ہو گی۔

اِس وقت مَیں مختصراً ایک بنیادی بات کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم ایک کامل اور مکمل شریعت اور ہدایت ہے اور ہماری زندگیوں کو بہترین نہج پر چلانے والا ذکر اور نصیحت ہے جو ہمارے ہاتھ میں دیا گیا ہے اسے پڑھنے کا حکم ہے اس پر غور کرنے کا حکم ہے اس کو سمجھنے کا حکم ہے اور جو بات ہم خود نہ سمجھ سکیں سمجھنے والوں سے ان باتوں کو سمجھنا چاہیئے۔ اور قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت نہیں اور قرآن کریم میں کوئی ایسا حکم نہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں اور استعدادوں سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ سارا قرآن ہی، قرآن کریم کے تمام احکام ہی اللہ تعالیٰ نے اِس لئے اِنسان کے ہاتھ میں رکھے کہ تا وہ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ جو قوتیں اور صلاحیّتیں اور استعدادیں ہیں ان کی صحیح اور کامل نشوونما کر سکے اور اِس طرح پر بہترین اخلاق کا مالک بن سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ہمارا یہ ایمان ہے، ہم اِس عقیدہ پر مضبوطی سے قائم ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زندگی کے ہر پہلو کے متعلق جو قرآن عظیم نے ہدایت دی تھی اس پر عمل کر کے ہمارے لئے ایک کامل اور بہترین نمونہ چھوڑا ہے۔ قرآن کریم کی اِصطلاح میں اسے اُسوۂ حسنہ کہا جاتا ہے یعنی قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرنے کی توفیق پائی۔ خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ مختلف حالات سے تعلق رکھنے والے احکام جو تھے وہ مختلف حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا کئے گئے تاکہ آپؐ ان حالات کے مطابق قرآن کریم کی جو تعلیم ہے اس پر عمل کر کے دکھائیں تا بعد میں آنے والے جن کی زندگیوں میں ویسے حالات پیدا نہیں ہوئے کیونکہ ان کی زندگی ایک کامل نمونہ نہیں بنی تھی وہ اپنی طاقت اور

استعداد اور دائرۂ صلاحیت کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے رکھ کے اپنی زندگیوں میں ایک نُور اور حُسن پیدا کر سکیں۔

قرآن کریم نے جو حکم دیئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جو طاقتیں انسان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان سے ان کا تعلق ہے۔ اور ہر طاقت اور قوّت اور استعداد کی صحیح نشوونما کرنا اِسلامی محاورہ اور اصطلاح میں خُلق کہلاتا ہے اور اِسی لئے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ سوال کیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے تو آپ نے جواب میں کہا خُلُقُهُ الْقُرْاٰن قرآن کریم کے سب احکام پر آپؐ نے عمل کر کے اِنسان کے سامنے سارے کے سارے بہترین اخلاق پیش کئے۔ آپؐ کے خُلق قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا تھے۔ تو اسلامی اصطلاح میں شریعتِ اسلامیہ کے احکام پر صحیح اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کے مطابق عمل کرنا اور یہ کوشش کرنا کہ ہماری جس صلاحیّت کے ساتھ اس حکم کا تعلق ہے ہماری وہ صلاحیّت اُجاگر ہو اور نشوونما پائے اور دُنیا ہم میں خدا تعالیٰ کے نُور کا جلوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے طفیل دیکھے۔ اِسی لئے قرآن کریم کی تعلیم اور شریعت اور ہدایت کے متعلق قرآن کریم میں یہ اعلان کیا گیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ آیت ۴)

کہ شریعت کامل ہو گئی۔ کوئی ایسی ہدایت نہیں کہ جس کی انسانی زندگی کو ضرورت تھی لیکن قرآن کریم میں وہ بیان نہ ہوئی ہو۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ سے نعمتوں کا حصول اِس بات پر منحصر ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی کسی صفت کا مظہر بنیں اور اِس طرح اس کا قُرب حاصل کریں اور اس کے نور سے حصّہ لیں اور پھر اس کی نعماء موسلادھار بارش کی طرح ہم پہ برسنی شروع ہو جائیں۔ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ اِس لئے خدا تعالیٰ نے احکامِ شریعت مکمل طور پر نازل کر کے اپنی نعمت کو پورا کر دیا انسان پر۔ کوئی ایسی نعمتِ خداوندی نہیں جو اسلام پر عمل کئے بغیر حاصل ہو سکے اور کوئی ایسی نعمتِ خداوندی نہیں جو قرآن پر عمل کر کے حاصل نہ کی جا سکے۔ جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی سارے کے سارے قرآن پر عمل کرنے میں گذری۔ اِس لئے آپؐ ایک کامل اُسوہ، ایک اُسوۂ حسنہ، ایک پیاری مثال ہمارے لئے بنے اور آپؐ نے اُسوۂ حسنہ ہونے کا اِعلان کیا کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم۔ اس کے احکام پر عمل کرنے کا

نام ہی مکارمِ اخلاق ہے اِس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ بعثت لِاُتمم مکارم الاخلاق مَیں مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ جو مکارمِ اخلاق، اچھے اخلاق، پسندیدہ اخلاق ہیں (خدا تعالیٰ کی نگاہ میں) ان کو پُورا کر دوں، تمہارے لئے ایک کامل نمونہ پیش کر دوں۔ قرآن کریم نے کہا تھا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی روشنی میں اور اسی کی تفسیر میں ہمیں یہ کہا کہ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اِس لئے کہ لِاُتمم مکارم الاخلاق کہ مَیں اچھے خُلق جو ہیں انکے ہر پہلو پر روشنی ڈال دوں اپنے عمل سے اور اِس طرح پر تمہارے لئے اُسوۂ حسنہ بن جاؤں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بدعات بھی پیدا ہوگئی تھیں انسان کی زندگی میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو اَدیان تھے جن کی تعلیموں میں بدعات پیدا ہوگئیں جن میں تحریف ہوگئی اِنسانی زندگی کے ارتقاء نے ان کی کم مائیگی پر ایک دلیل قائم کی کہ ہمیں اب بہت سی ایسی چیزوں کی ضرورت پڑ گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہ جس ضرورت کو پُرانی شریعتیں (مثلاً موسیٰؑ کی شریعت) پورا نہیں کر رہیں۔ پورا نہیں کر رہیں اِس لئے بھی کہ (۱) ان میں بدعات شامل ہوگئیں، تحریف ہوگئی۔ اور (۲) اسکے علاوہ یہ کہ اگر شریعتِ موسویہ اپنی اصلی شکل میں بھی قائم اور محفوظ ہوتی بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تب بھی موسیٰؑ کی شریعت انسان کی ضرورتوں کو پوری نہیں کر سکتی تھی اِس لئے کہ جو موسیٰؑ کو دیا گیا وہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ۔ اس الکتٰب اِس قرآنِ عظیم کا صرف ایک حصّہ تھا۔ تو وہ حصّے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نہیں تھے وہ حصّے قرآنی تعلیم جن ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہیں وہ موسیٰؑ کی شریعت پورا نہیں کر سکتی تھی۔ اور اِس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُسوہ اور نمونہ محفوظ بھی رہتا تاریخ میں اور یہودیوں کی زندگی میں تب بھی وہ بعد کے انسانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ نہیں بن سکتا تھا کیونکہ وہ ناقص نمونہ تھا۔ لیکن قرآنی تعلیم پر عمل کرنے کے بعد جو نمونہ اور جو اُسوۂ حسنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کے سامنے پیش کیا وہ کامل نمونہ ہے اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کیا وہ کامل نمونہ نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے کامل مکارمِ اخلاق اپنی عملی زندگی میں تمہارے سامنے رکھ دیئے ہیں اِسی واسطے ہم دُنیا کو مخاطب کرکے کہتے ہیں (یہ اچھی طرح سُن لیں آپ) کہ جن راہوں پر چل کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ربِّ کریم کا پیار حاصل کیا اور اس کی رضا کی جنّتوں میں داخل ہوئے اُن راہوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان

آج بھی ہمیں نظر آتے ہیں (تبھی وہ اُسوۂ حسنہ ہیں نا ہمارے لئے آج) اِس لئے آپؐ کے قدموں کے ان نشانوں کے پیچھے چلو تو یہ راہیں تمہیں تمہارے خدا تک پہنچا دیں گی اور تم اس کے پیار کو حاصل کر لوگے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو (خُلُقُهُ الْقُرْاٰن) قرآن کریم کے احکام پر عمل کرکے کامل اور مکمل اخلاق اُسوۂ حسنہ کے طور پر ہمارے سامنے رکھے ہیں ان کامل اخلاق نے اُن تمام بدعات کو مٹا دیا جو انسانی زندگی میں آپؐ سے پہلے شامل ہو چکی تھیں یا بعد میں شامل ہو سکتی تھیں۔

لیکن بدعت کا دروازہ تو شیطان نے کھلا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ اختیار دیا کہ انسان کو گمراہ کرنے کے لئے قیامت تک کوشش کرتا رہے اور شیطان جو ہے وہ بدعت کے دروازوں سے انسانی زندگی کے اندر داخل ہوتا ہے۔ بہت سی بدعات مختلف مسلمانوں کے علاقوں میں پیدا ہوئیں ہماری چودہ سو سالہ زندگی میں۔ اور ان کو دُور کرنے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والے آپؐ کے جاں نثار عاشق پیدا ہوئے اور انہوں نے ان بدعات کو دُور کیا۔ مثلاً شمالی نائیجیریا میں، اور کچھ اُوپر کے علاقے بھی اس کے ساتھ ملتے تھے وہاں عثمان فودی رحمۃ اللہ علیہ ایک مجدّد پیدا ہوئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اِس لئے کھڑا کیا ہے بطور مجدّد کے کہ اپنے علاقہ سے بدعات کو دُور کر دوں اور انہوں نے ایک بڑی پیاری کتاب لکھی ہے اِس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ انسانی زندگی میں بدعات شامل ہو چکی ہیں (زیادہ تر اپنا علاقہ ہی ان کے سامنے تھا کیونکہ دوسروں کے ساتھ ان کا تعلق نہیں تھا) اور اس میں لکھا ہے کہ بدعت یہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت یہ ہے۔ یہ لوگ جو ہمیشہ پیدا ہوتے رہے (جیسا کہ ان کے حالات ہمیں بتاتے ہیں) اپنے اپنے علاقہ میں ان بزرگوں نے بڑی خدمت کی اپنے علاقہ کے انسانوں کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ان کے سامنے رکھا اور وہ بدعات جو مختلف چور دروازوں سے رُوحانی زندگی میں داخل ہو چکی تھیں ان کو انسانی زندگی سے اپنے علاقہ میں نکالا اور خالص اسلام پر عملاً ان کو قائم کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق، جن کی طرف ہم مرد اور ہم عورتیں منسوب ہوتے ہیں آپؑ کا تعلق صرف ایک علاقہ سے نہیں بلکہ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسیوں بشارتیں دی ہیں تمام دُنیا سے حضرت مسیح موعود، حضرت مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے اِس لئے آپ کو الہاماً یہ بتایا گیا کہ آپ کے ذریعہ سے احیائے دین ہوگا۔

يُحْيِ الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ (تذکرہ صفحہ ۶۳۳)

اور شریعت کو قائم کیا جائے گا۔ تو جب قرآن کریم کی شریعت قائم ہو گئی ہماری زندگیوں میں جیسا کہ ابھی میں نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے خدا کرے آپ سمجھ گئی ہوں اُس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر عمل کرنے والے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ آپؑ نے کہا کہ مجھے بھیجا گیا ہے بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ وَتَهْذِيْبِ الْأَخْلَاقِ (تذکرہ صفحہ ۳۹۴) کہ جو اخلاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ انسان کے سامنے پیش کئے اور جس وجہ سے آپؐ اُسوۂ حسنہ تھے اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کا یہ فرض تھا کہ ان کی پیروی کرتے لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ (نسلِ انسانی کی یہ کمزوری ہے) شیطانی بدعات بھی بیچ میں شامل ہوئیں تو مسیح موعودؑ کو کہا گیا کہ آپ کا ایک بڑا کام تہذیب الاخلاق ہے کہ ان اخلاق کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ میں ہمیں نظر آتے ہیں ان کو روشن کر کے اور چمکا کے پھر دُنیا کے سامنے پیش کریں گے اس دُنیا کے سامنے جو ان اخلاق کو بھول چکی ہوگی۔ اور ہم جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہیں ہمارا ایک بُنیادی فرض یہ ہے کہ ہم تہذیبِ اخلاق کرنے والے ہوں۔ یعنی اس غرض کو پورا کرنیوالے ہوں جس غرض کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا گیا۔

لیکن دُنیا کا بڑا دباؤ ہے یعنی اُس دُنیا کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن اور منوّر اُسوۂ حسنہ کو پسند نہیں کرتی یا اس سے غافل ہے یا اس سے بے اعتنائی برتتی ہے یا دُنیا کی خاطر اس کی طرف باوجود جاننے کے توجہ نہیں کرنا چاہتی۔ ہزار وجہیں ہو سکتی ہیں لیکن بہرحال ایک دُنیا ان اخلاق کی طرف توجہ نہیں کر رہی جو مکارمِ اخلاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کے سامنے پیش کئے اور جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا کہ آپؐ اُسوۂ حسنہ ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ۔ (الاحزاب آیت ۲۲)

جو شخص خدا تعالیٰ کی محبّت کو اور اس کے پیار کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ کے اندر اُس کو جھلسنا نہ پڑے اُس کے لئے ضروری ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو وہ اپنائے۔ پس اس مقصد کو پُورا کرنے کے لئے جماعتِ احمدیہ کو قائم کیا گیا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک احمدی عورت زندہ ہے۔ اگر وہ سمجھتی ہے کہ میں

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہیں زندہ تو میں اسے کہوں گا کہ سُورج غروب ہونے کا انتظار نہ کر، سُورج غروب ہونے سے پہلے جماعت سے باہر نکل جا اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو بدنام نہ کر۔

بدعت کے کئی پہلو ہیں، کئی شکلیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ بدعت وہ ہے جو اپنی حقیقت میں سُنّتِ نبویہؐ کے معارض ہو اس کے مخالف ہو۔ یعنی ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے مگر بدعت وہ ہے جو اس کے مخالف ہو یعنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا" وہ نہیں" بلکہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا" وہ ہے" اسے بدعت کہتے ہیں یا ایسی باتیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ یہ نہیں کرنا۔ یا ایسی باتیں جن سے لفظاً منع نہیں کیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپؐ کا عمل، آپؐ کا فعل بتا رہا ہے کہ آپؐ نے ساری عمر میں ویسا عمل کبھی نہیں کیا تو ایسا عمل کرنا بدعت ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس رنگ میں آپؐ نے احکامِ قرآنی پر عمل کیا وہ عمل کرنے کے بعد اُسوۂ حسنہ ہیں ہماری زندگیوں کے لئے تو ہر وہ قدم جو ایک احمدی مرد یا ایک احمدی عورت اس راہ کی بجائے جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم چلے کسی دوسری راہ پر اُٹھاتی ہے یا اُٹھاتا ہے وہ بدعت ہے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں قابلِ مواخذہ ہے۔

بدعت کی حقیقت یا اصلیت یہ ہے کہ یہ خاموشی سے داخل ہوتی ہے زندگی میں اور چھوٹی شکل میں داخل ہوتی ہے اور بعد میں پھیلتی ہے۔ اب یہ میرے ہاتھ میں ہے" مصباح" جو عورتوں کا ایک رسالہ ہے اور اس میں ایک مضمون چھپا اور یہاں کسی نے خیال نہیں کیا کہ ہم آج کس چور دروازہ کو جماعتِ احمدیہ کی زندگی میں بدعت کو داخل کرنے کے لئے کھول رہی ہیں اور مجھے مشرقی افریقہ کے ایک مبلّغ کا خط آیا کہ بدعات بعض ایسی ہیں جن میں خاص طور پر عورت کی زندگی ملوّث ہوتی ہے اور بڑی مشکل سے بڑی محنت کر کے میں نے اِس ملک کی یعنی ایسٹ افریقہ کی عورتوں کو سمجھایا کہ دیکھو اسلام کی یہ شکل ہے، یہ حُسن ہے اس کے اندر۔ یہ غلط باتیں ہیں ان کو چھوڑو اور اس کے بعد یہ رسالہ آ گیا ہمارے پاس۔ وہ عورتیں بپھر گئیں۔ انہوں نے کہا تم ہمیں غلط تعلیم دے رہے ہو مرکز سے آ رہا ہے رسالہ لجنہ کا اور اس کے اندر یہ باتیں لکھی ہیں یہ کیسے غلط ہو گئیں۔ میں خلیفۃ المسیح

کہتا ہوں کہ جو اِس میں چھپا ہے وہ غلط ہے اور اس کی ذمہ داری ہے لجنہ پر۔ اور آئندہ نہ ایسا ہونا چاہیئے۔

ہماری رُوحانی زندگی اور جماعتِ احمدیہ کی رُوحانی اجتماعی زندگی محمدؐ کی محبّت میں فنا ہو کر زندہ رہنا ہے (انسان کمزوری کر جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن توبہ اور استغفار کا دروازہ خدا تعالیٰ نے کھولا ہے تا کہ ہم پھر اس کی طرف واپس لَوٹیں) لیکن ہماری زندگی قائم نہیں رہ سکتی اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر دُنیا کا خیال کریں اور دُنیا دارانہ تعلقات کو ترجیح دیں اور جو تعلق ہمارا خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس تعلقِ محبّت کو، اس تعلقِ عشق کو، اس تعلقِ فدائیت اور ایثار کو اس جذبہ کو کہ اگر ہزار زندگیاں بھی ملیں ہمیں تو ہم خدا پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں گے۔ اس تعلق کو دُنیا کی کوئی کشش، دُنیا کا کوئی جادو قطع نہیں کر سکتا اور نہ اجتماعی زندگی میں اسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اِس لئے بدعات کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

بدعات میں سے بہت سی ایسی ہیں جن میں خاص طور پر عورتیں ملوّث ہو جاتی ہیں۔ مثلاً پردہ ہے۔ اب مغربی اقوام جو شیطانی وساوس کے پیچھے چل رہی ہیں ان کی زندگی میں ان کے عملِ بد کے نتیجہ میں اس قدر گند پیدا ہو چکا ہے کہ خود وہ چیخ و پکار کر رہے ہیں کہ کیا ہو گیا ہمیں اور کس گند کے اندر ہم دھنسے چلے جا رہے ہیں۔ سویڈن کی پریس کانفرنس میں ایک صحافیہ آئی ہوئی تھی وہ اسلامی تعلیم کے متعلق مَیں جو باتیں کرتا ہوں وہ باتیں سُنتی رہیں۔ سوالات پوچھتی رہیں۔ جب پریس ہال سے باہر نکلیں تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے ان کے۔ اور ہمارے ایک ساتھی کو کہنے لگیں کہ مجھے یہ بتاؤ کہ آپ لوگ اتنی دیر کے بعد ہمارے پاس کیوں پہنچے ہیں اسلام کی اتنی حسین تعلیم لے کر۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ اتنی دیر کر دی ہر روز ہم نیچے ہی نیچے دھنستے چلے جاتے ہیں اس گند کے اندر اور تم نے کوئی خیال نہ کیا کہ ہماری زندگیاں تباہ ہو رہی ہیں اور اتنی حسین تعلیم خدا تعالیٰ نے تمہیں دی تھی وہ لے کر تم ہمارے پاس نہیں پہنچے۔ یہ احساس مغرب کے غیر مسلم حصّے میں پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ ابھی بہت تھوڑے ہیں جن میں یہ احساس بیدار ہوُا ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ اس احساس کی شدّت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اسی کا ردِّ عمل ہے کہ آپ دیکھ رہی ہیں کہ امریکہ جو سب سے زیادہ گند کے اندر پھنسا ہوُا ہے یا کم از کم ان ممالک میں سے ہے جو سب سے زیادہ اخلاقی گند کے اندر پھنسے ہوئے ہیں۔ تو جب ان میں سے بعض کو

خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا کی کہ وہ اسلام کے حُسن کے جلوے دیکھیں اور اس نور کی گرویدہ ہو جائیں تو انہوں نے بُرقعے پہننے شروع کر دئے۔ صرف بُرقعہ ہی پردہ نہیں لیکن مَیں یہ کہتا ہوں کہ قرآن کریم نے جسے پردہ کہا ہے وہ کرنا پڑے گا۔ اور آپ جانتی کہ ہماری زندگی کی اگلی صدی جو ہے وہ غلبۂ اسلام کی صدی ہے اس غلبۂ اسلام کی مہم میں جماعتِ احمدیہ پر بڑی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ غیر ممالک سے آنے والے بھائی اور بہنیں نئے احمدی مسلمان ہوتے ہیں بڑی تیز نظریں ہیں ان کی۔ یہ آپ کی ایک ایک حرکت کا مطالعہ کر رہی ہوتی ہیں اور پھر بعض دفعہ سوال بھی کرتی ہیں کہ ربوہ میں ہم نے یہ کمزوریاں دیکھیں ان کے اندر ہمیں یہ بُرائی نظر آئی۔ ان کو تو ہمارا یہ جواب ہے کہ جتنا تم خدا کا پیار حاصل کر سکتی ہو، کرو اور اپنی کمزور بہنوں کے لئے دعائیں کرو۔ مگر یہ کمزور بہنیں پاکستان میں ہوں جو مرکز ہے جماعتِ احمدیہ کا اور ان کے تقویٰ میں ترقی کے لئے اور ان کی اخلاق کی درستی کے لئے دعائیں کر رہی ہوں امریکہ میں بیٹھنے والی امریکن احمدی عورتیں۔ یہ بڑی قابلِ شرم بات ہے۔

پس چاہیئے کہ آپ ان کے لئے ایک اچھا نمونہ قائم کریں اور "اچھا نمونہ" سے مطلب ہی یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُسوہ قائم کیا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً پَردہ کی جو تعلیم دی اور آپؐ کی زیرِ تربیت ازواجِ مطہرات نے اس پر جس طرح عمل کیا وہ تمہارے لئے اُسوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ میری خاطر تمہیں دُنیا کی ہزار تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اپنی مرضی سے چاہو تو یہ تکالیف اُٹھاؤ تم پر کوئی جبر نہیں اور اگر چاہو تو آج مَیں تم سب کو آزاد کر دوں۔ تمہاری مرضی پر موقوف ہے کہ تم خدا اور اس کے رسولؐ کو ترجیح دو دُنیا پر یا دُنیا کو ترجیح دو خدا اور اس کے رسولؐ پر۔ اور ان میں سے ایک نے نہیں کہا کہ ہمیں خدا اور رسولؐ نہیں چاہیئے دُنیا چاہیئے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ کیا بات کرتے ہیں آپؐ، ہزار دُنیا آپؐ پر قربان، ہم تو آپؐ کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ وہ ہیں نمونہ آپ کے لئے۔ کیا آپ آج مہدئ معہود کو یہ کہیں گی کہ ہم آپ پر ایمان لائیں ہمیں اسلام کی روشنی ملی ہم اس کے نُور سے منوّر ہوئے۔ ہمارے سامنے اسلام کی حقیقت آ گئی ہر قسم کے گرد و غبار کو صاف کر کے بدعات کو دُور کر کے لیکن پھر بھی ہم حقیقی اِسلام چھوڑ کر بدعات سے چمٹی رہنا چاہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی ایک بدعت بھی ایسی نہیں ہو گی اسلام کی تعلیم کے ساتھ چمٹی ہوئی (چمٹنے کا لفظ ہے فارسی میں) کہ جس کو مہدی اکھیڑ کے پَرے نہیں پھینک

دے گا۔ وہ خالص اسلام کو دُنیا کے سامنے پیش کرے گا اور ہر سُنّت کا احیاء کرے گا اور اس کو قائم کرے گا۔

مجھے جو فکر دامنگیر رہتا ہے وہ یہ ہے کہ دس گیارہ سال کے بعد ہم اپنی زندگی کی اس صدی میں داخل ہو رہے ہیں جس صدی کو ہم اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق اور اپنی فراست کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ غلبۂ اسلام کی صدی ہے تو یہ جو ہماری جماعتی زندگی کی دوسری صدی شروع ہونے والی ہے جس سے قبل قریباً دس سال باقی رہتے ہیں اِن دس سال میں (لجنہ اماء اللہ کا پروگرام مَیں یہ بنا رہا ہوں جس کا آج اِعلان کر رہا ہوں) عالمگیر جماعتِ احمدیہ کی اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کو ہر قسم کی بڑی یا چھوٹی بدعت سے پاک کیا جائے گا یا پھر علیحدہ ہو جاؤ مسیحِ پاکؑ کی اِس پاک جماعت سے۔ خدا تعالیٰ کو تو کسی انسان کی احتیاج نہیں۔ خدا نے کہا ہے کہ یہ میرا منصوبہ ہے کہ مَیں اسلام کو غالب کروں گا۔ تم چلی جاؤ گی اَور عورتیں آئینگی۔ پاکستانی نہیں ہوں گی امریکن ہوں گی، دوسرے ملکوں کی ہوں گی۔ تمہاری اجارہ داری تو نہیں ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے تمہیں ہراول دستہ بنایا عاشقانِ محمدؐ کا۔ تمہارے اندر مہدیؑ پیدا ہؤا اور عظیم ذمّہ داریاں اُٹھانے کی صلاحیّت خدا نے تمہیں بخشی۔ تم اس صلاحیّت کو اگر ضائع کر دو تو تم ذمّہ دار ہو اِس بات کی اللہ تعالیٰ تو اس کا ذمّہ دار نہیں۔ اس نے تمہیں صلاحیّت دی، اس نے دیکھا کہ تم اگر اس صلاحیّت کی صحیح نشوونما کرو تو دُنیا کی "عورت" کے لئے ایک نمونہ بن سکتی ہو۔ تمہارا کام ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو تمہیں صلاحیّت اور طاقت اور استعداد دی ہے تم (خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتی ہوئی اس سے توفیق حاصل کرکے) اُس کی نشوونما کو انتہاء تک پہنچا کر دُنیا کے لئے ایک نمونہ بن جاؤ۔

خدا کرے کہ تمہیں اس کی توفیق ملے اور بجائے اس کے کہ غیر ممالک میں بسنے والی احمدی عورتیں دُنیا کی معلّم بنیں صحیح اسلام سکھانے کے لئے، خدا کرے کہ تم دُنیا کی معلّم بنو۔ تم اور تمہاری بچّیاں اور وہ نسلیں جو بعد میں آنے والی ہیں۔ اور اِس طرح پر خدا کا یہ منصوبہ کامیاب ہو اگلی صدی میں کہ ساری دُنیا اِسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔ کہا یہ گیا ہے کہ جو اسلام سے باہر رہ جائیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے ٹھنڈے سائے کے نیچے نہیں آئیں گے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جمع نہیں ہوں گے، ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہو گی وہ قابلِ ذکر بھی نہیں ہوں گے۔ خدا کرے کہ وہ باتیں ہماری زندگی میں

(اللہ تعالیٰ سے جو ہم توفیق پائیں، ہماری نسلیں توفیق پائیں ان سے) پوری ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ہر دل میں موجزن ہو اور ہر طرف سے خدا تعالیٰ کی حمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود کی آواز نوعِ انسانی کے کان میں پڑ رہی ہو۔ آمین۔ اب دُعا کر لیں ؁

(آخر میں اجتماعی دُعا پر یہ تقریر اختتام پذیر ہوئی)

”یہ بُنیادی حقیقت یاد رکھیں کہ اللہ ہی سب کچھ ہے باقی لاشئی محض ہے“

خلاصہ خطاب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ۱۹۷۹ء

فرمودہ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۷۹ء

ربوہ ۲۰؍اخاء (اکتوبر) سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی خواتین پر زور دیا ہے کہ وہ یہ بنیادی بات یاد رکھیں کہ یہ دُنیا لاشئی محض ہے، اللہ ہی سب کچھ ہے اِس لئے آپ کا یہ فرض ہے کہ دُنیاوی نعماء کو استعمال کریں مگر اِس طرح سے کہ دماغ اور دل میں تکبّر نہ ہو۔ خدا کے حضور عاجزانہ جُھکیں اور یہ یقین رکھیں کہ جو ملتا ہے محض خدا کے فضل سے ملتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کرنے والی خواتین سے آج یہاں دن کے گیارہ بجے کے قریب خطاب فرمایا۔ حضور نے فرمایا مَیں تمہیں متنبّہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اِتنا بڑا اِحسان کیا ہے کہ آپ کو احمدیت سے نوازا ہے، آپ پر اِتنا بڑا احسان کیا ہے کہ آپ کو ایسی جماعت میں داخل کیا ہے جس کے متعلق اُس نے محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وعدہ دیا تھا کہ وہ خدا اِس جماعت کو اپنا آلۂ کار بنا کر اسلام کو ساری دُنیا میں غالب کرے گا۔ اِس جماعت کے افراد کی جو خدا کی راہ میں قربانیاں دینے والے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے والے ہیں خدا نے ایسے الفاظ میں تعریف کی ہے جن کا تصوّر کر کے ہماری آنکھیں نَم ہو جاتی ہیں کیونکہ ہم خود کو اِس قابل نہیں پاتے۔ خدا نے اتنا بڑا احسان تم پر کیا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ تم اللہ کی بندیاں بنو ورنہ وہ خدا جس نے ہر قِسم کی دَولتیں دی ہیں وہ ان دولتوں کو واپس لینے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ حضور نے دُنیاوی دولت اور نعماء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا ملنا بے شک اِنسان کے لئے خوشی کا موجب ہوتا ہے مگر دُنیا ہم کو اِس لئے نہیں دی گئی کہ ہم اس کی گندگی کی دَلدل میں غرق ہو جائیں بلکہ اِس لئے دی گئی ہے کہ ہم خدا کا

پیار اور اس کا قرب اَور زیادہ حاصل کریں۔ حضور نے فرمایا کہ کسی کی عزّت اس کی دولت یا کپڑوں سے نہیں ہوتی۔

حضور نے لجنات اماءاللہ کو نصیحت کی کہ وہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حَسنہ پر عمل پیرا ہو کر آپؐ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کریں کیونکہ قیامت کے روز اِس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرتا ہے آپؐ کے اُسوہ کے ہم رنگ ہونے والوں کے حق میں ہی آپؐ کی شفاعت قبول کرے گا۔ ایسے لوگ جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس رنگ میں اطاعت کریں گے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخ خانہ کعبہ کی طرف ہے تو ان کا رُخ بھی اس طرف ہو اور کسی اَور طرف نہ ہو۔ ایسے لوگوں کے بارے میں خدا تعالیٰ سفارش قبول کرے گا۔ حضور نے فرمایا کہ اِس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے اُوپر تقوٰی کی چادر اوڑھو۔ تمہاری زینت آرائش کی دُنیوی چیزیں نہ ہوں بلکہ تقوٰی ہو اور تمہارے چہروں پر ایسا نور ہو جس سے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی جھلک نمودار ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اِس ضمن میں انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی سی کوشش کرے لیکن اگر بشری کمزوری کے نتیجے میں اس سے کوئی بھول چوک ہو جائے اور پھر وہ شیطان کی طرح اس بھول چوک اور گناہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو تو اس کے لئے توبہ کا دروازہ کُھلا ہے اور اس دروازے سے داخل ہو کر وہ موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہوئی خدائی رحمت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ مَیں دعا کرتا ہوں کہ تم اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑنے والی ہو اور یہ تہیہ کر لو کہ ایک دفعہ خدا کا دامن پکڑ کر پھر نہیں چھوڑنا پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے پیاروں سے سلوک کرتا ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

جلسہ سالانہ ۱۹۷۹ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا احمدی خواتین سے خطاب

فرمودہ ۲۷ فتح ۱۳۵۸ھش بمطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

دو تین روز سے میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اِس لئے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ یہاں نہ خود شور مچائیں نہ آپ کے ساتھ اگر بچّے ہوں تو انہیں شور مچانے دیں۔ خاموشی سے سُنیں جو باتیں مَیں اِس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ خاص طور پر آپ سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ میرے آج کے مضمون کا عنوان ہے

"عورت، قرآنِ عظیم کی تعلیم کی روشنی میں"

قرآنِ عظیم بڑی ہی عظیم کتاب ہے۔ اِس نے جہاں مَردوں کی ہدایت کے متعلق ایک کامل اور مکمل شریعت دی جو اُن کی تمام قوّتوں اور صلاحیتوں کی کامل نشوونما کرنے کی اہلیّت رکھتی ہے وہاں یہ شریعت عورتوں کی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں کی بھی کامل نشوونما کرتی ہے۔ وہ ایک ہی ہدایت ہے جو مرد و زَن کے لئے نازل کی گئی ہے۔ مضمون شروع کرنے سے پہلے ایک ابتدائی ضروری بات مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے صرف میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کے متعلق ہی تعلیم نہیں دی یا ماں باپ، بیٹوں اور ان کے ماں باپ کے متعلق موٹے موٹے جو رشتے ہیں ان کا ذکر نہیں کیا بلکہ تفصیلی علم ہمیں دیا ہے کہ ایک مَرد اور ایک عورت کی پیدائش کِس نقطے سے اِس کائنات میں شروع ہوئی اور کس طرح ارتقائی مدارج میں سے گزرتے ہوئے آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے ایک ہی چیز سے ایک ہی حالات میں انہوں نے نشوونما پائی اور ان کی ایک ہی ماحول میں، ایک ہی قانون کے مطابق قوتیں اور طاقتیں بڑھیں اور پلیں اور ہر دو کو اِس قابل کیا کہ جس طرح مَرد اپنی کوشش اور قربانیوں سے اور اپنے جذبۂ ایثار کے

نتیجہ میں اور خدا کے لئے اپنے عشق کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرے اسی طرح عورت بھی کرے۔ اُس کو بھی سب چیزیں دی گئی ہیں۔

قرآن کریم نے اپنے سب احکام میں اپنے سب اوامر و نواہی میں مرد اور عورت ہر دو کو مخاطب کیا ہے۔ عورتوں کا ذکر عورت کہہ کے یعنی اُنثٰی مَرد کے مقابلے میں جو کیا گیا ہے وہ قریباً ۳۳۲ آیات ہیں قرآن کریم کی جن میں عورت کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اِن آیات میں سے ایک وہ بھی ہے کہ اَے مَرد اور اَے عورت مَیں تم سب کی طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اِس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسول کے جو کامل شریعت لے کر آئے وہ اسی طرح مرد کے لئے ہے جس طرح عورت کے لئے ہے۔ اِس لئے آپؐ نے جب انسان کو انسان کے لفظ سے نہیں بلکہ کُمْ کی ضمیر کے ساتھ یا اَلَّذِیْنَ کہہ کے ان کا ذکر کیا اس میں بھی لازماً ہماری عقل یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ مَرد بھی شامل ہیں اور عورت بھی شامل ہے۔ قرآن کریم میں انسان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اِنْس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بَشَر کا لفظ استعمال ہوا اور ناس کا لفظ استعمال ہوا اور زَوج کا لفظ استعمال ہوا اور نساء کا لفظ استعمال ہوا۔

زَوْجَیْنِ جب ہم کہیں تو اس میں مَرد و زَن ہر دو آجاتے ہیں۔ اَزْوَاج ہم جب بولتے ہیں تو اس میں بہت سی جگہ صرف بیوی مراد ہوتی ہے۔ نساء ہیں ہی عورتیں۔

اَلنَّاس جمع ہے اور اس کا مفرد عربی زبان میں انسان ہے اور لُغت میں ہے کہ

اَلنَّاسُ اِسْمٌ وُضِعَ لِلْجَمْعِ کَالرَّھْطِ وَالْقَوْمِ وَاحِدُہٗ اِنْسَانٌ مِنْ غَیْرِ لَفْظِہٖ۔

کہ ناس کا لفظ جمع کے لئے ہے جس طرح رھط اور قوم بھی جمع کے لئے ہیں اور النّاس کا واحد انسان ہے مگر یہ ناس کا جو ROOT (رُوٹ) ہے جو مصدر ہے وہ اَور ہے اور انسان کا اَور ہے۔

پھر بَشَر ہے۔ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ بشر میں عورت شامل نہیں لیکن بشر انسان

کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ ذکراً و اُنثیٰ۔ واحداً وجمعاً۔ واحد کے لئے بھی بشر ہے اور جمع کے لئے بھی بشر ہے۔ مرد کے لئے بھی بشر ہے اور عورت کے لئے بھی بشر ہے۔

قرآن کریم نے ۶۵ بار انسان کا لفظ استعمال کیا ہے اور ۱۸ بار انس کا۔ زوج کا لفظ ۷۳ بار اور نساء کا لفظ ۴۲ دفعہ اور ۲۴۰ دفعہ النّاس کا لفظ قریباً استعمال کیا ہے۔

لغتِ عربی میں النّاس کے جو معنیٰ ہیں وہ ذَکَرَ پہ بھی چسپاں ہوتے ہیں۔ مرد پہ بھی لگتے ہیں اور عورت پہ بھی لگتے ہیں۔ انسان کے جو معنیٰ ہیں وہ مرد پہ بھی لگتے ہیں اور عورت پہ بھی لگتے ہیں۔ بشر اگر واحد کے لئے استعمال ہو تو ایک عورت کو بھی لغتِ عربی بشر کہے گی۔

اِس کے علاوہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ بنیادی طور پہ انسان کے ذکر میں اور بشر کے ذکر میں اور اِنس کے ذکر میں مَرد و زَن آگئے ہیں۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا (یہ قرآن کریم کی آیت ہے) کہ اعلان کر دو کہ ہر مَرد اور ہر عورت کی طرف مَیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف آیت ۱۵۹) اِس لئے قرآن کریم کا ہر مخاطب (سوائے اِس کے کہ اس کا مضمون بتا رہا ہو کہ صرف عورت مراد ہے یا صرف مَرد مراد ہے) اَور ہر حکم کے مخاطب مَرد و زَن ایک جیسے ہیں۔

غیر مسلم دہریہ یا عیسائی یا دوسرے ملکوں میں رہنے والے جن کو اسلامی تعلیم کا علم نہیں ہے وہ عام طور پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیم عورت کے متعلق کچھ بتاتی نہیں کہ اس کے حقوق کیا ہیں اور سوسائٹی میں اس کا مقام کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یا وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ عورت کو اسلام میں حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے یا کہہ دیتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک عورت کو تو کوئی جزا سزا ہی نہیں ملتی۔ اس کی تو رُوح ہی کوئی نہیں۔ صرف مَرد جنّت میں جائیں گے عورتیں جائیں گی ہی نہیں۔ یہ غلط باتیں سُنکر اور غلط اعتراض جو کئے جاتے ہیں انہیں سُنکر میرے دماغ کو اللہ تعالیٰ نے اِس طرف متوجّہ کیا کہ مَیں عورت کے متعلق قرآن کریم کی تعلیم کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دوں۔ ظاہر ہے کہ ۳۳۲ آیات جو ہیں اُن کی تفصیل مَیں اس جلسے میں اِس ۴۰، ۴۵ منٹ میں تو نہیں بیان کر سکتا لیکن مَیں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اِس نہایت ہی اہم مضمون کی ابتداء مَیں اِس جلسہ سے کر دوں اور آپ بہنوں کو مَیں یہ بتاؤں کہ جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مَرد کو کھڑا کیا

اُسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے عورت کو بھی کھڑا کیا ہے۔جس پیار کا اظہار اللہ تعالیٰ نے نیک مردوں کے متعلق کیا اُسی پیار کا اظہار اللہ تعالیٰ نے نیک عورتوں کے متعلق کیا۔جس جنّت کا ذکر اللہ تعالےٰ نے مَردوں کے متعلق کیا اُسی جنّت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے متعلق بھی کیا۔جن رفعتوں کے حصول کے اِمکان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مردوں کے متعلق کیا انہی رفعتوں کے حصول کے اِمکان کا ذکر (اِمکان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوشش کریں تو وہاں تک پہنچ سکتی ہیں) اللہ تعالیٰ نے عورت کے متعلق بھی کیا ہے۔سارا قرآن پڑھ جائیں سوائے چند ایسی طاقتوں کے جو عورت کو دی گئیں اور مَرد کو نہیں دی گئیں اور بعض ایسی چند طاقتوں کے جو مَرد کو دی گئیں اور عورت کو نہیں دی گئیں کسی جگہ بھی مَرد و زَن میں اسلام تفریق نہیں کرتا۔اسلام آپ سب کو زمین سے اُٹھا کر ساتویں آسمان کی بلندیوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔آگے آپ کی مرضی ہے کہ آپ اپنی قربانیوں کے نتیجہ میں خدا سے پیار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اپنے دلوں میں پیدا کر کے اور دن میں بیشمار بار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیج کر ان رفعتوں کو حاصل کرنے کے نتیجہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی جگہ بناتی ہیں یا نہیں بناتیں۔رستے میں روک کوئی نہیں۔روک اگر کوئی ہے تو آپ کی اپنی طرف سے ہوگی خدا تعالیٰ نے کوئی روک نہیں رکھی۔نہ مَرد کی راہ میں کوئی روک رکھی گئی ہے نہ عورت کی راہ میں کوئی روک رکھی گئی۔آپ سب خدا تعالیٰ کو خوش کر سکتی ہیں اگر چاہیں۔اپنے پیار کے نتیجہ میں۔خدا تعالیٰ آپ سے سب کچھ نہیں مانگتا خدا تعالیٰ آپ کے دل میں اپنی محبّت مانگتا ہے۔اس کا مطالبہ کرتا ہے۔خدا تعالیٰ آپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ محمدؐ میرے محبوب ہیں ان کی اتّباع کرو تو میری محبّت کو پالو گے۔مَرد سے بھی یہی مطالبہ کیا عورت سے بھی یہی مطالبہ کیا۔

اِس تمہید کے بعد مَیں مضمون کے ایک حصّے کو مختصر طور پر بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں آپ دعا کریں مَیں بھی دعا کروں گا کہ خدا مجھے اِس کی توفیق دے۔

مَیں ارادہ رکھتا ہوں کہ بعد میں مَیں خطبات میں پھر اِس مضمون کو بیان کرتا رہوں اور جب یہ مکمّل ہو جائے اور خدا مجھے اس کی توفیق دے تو پھر کتابی شکل میں یہ شائع ہو جائے اور وہ معترض زبان ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے جو یہ کہتی ہے کہ عورت کا کوئی مقام نہیں جس طرح

مرد کا مقام اسلام میں ہے وہی عورت کا مقام ہے۔

اگر دو بُت بنائے جائیں ایک ہو مٹی کا اور ایک سونے کا اور دونوں کی شکلیں اور قد اور لمبائی اور چوڑائی اور اس کا جو پھیر ہے یعنی موٹائی وہ ایک جیسی ہوں پھر بھی بوجہ اِس کے کہ جس مادے سے جس چیز سے وہ بُت بنائے گئے ہیں وہ مختلف ہیں ان میں فرق پڑ جائے گا۔

مَیں موٹی مثالیں دے کے آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔اگر ایک ہی مادّہ سے کوئی چیز بنی ہو اور شکل بھی ایک ہو اور عقل بھی ایک ہو اور خاصیتیں بھی ایک ہوں اور اس کا ROOT (روٹ) بھی (جس چیز سے وہ بنائی ہے اللہ تعالیٰ نے) وہ بھی ایک ہو تو پھر عقلاً ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رہتا اس لحاظ سے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (السّجدۃ آیت ۸)

انسان گیلی مٹی سے پیدا کیا گیا۔طین گیلی مٹّی کو کہتے ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے تمہید میں بتایا کہ انسان کے معنیٰ مرد اور عورت ہر دو کے ہیں تو خدا تعالیٰ نے یہ کہا کہ:۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ

یہ ابتداء ہے انسان کی پیدائش کی۔مَرد اور عورت کی پیدائش کی ابتداء جو ہے وہ طین سے ہوئی گیلی مٹی سے ہوئی۔گویا مادّے کے لحاظ سے جس مادّے سے مَرد بنا اسی مادّے سے عورت بنی ان میں کوئی فرق نہیں۔اگر ان میں کوئی فرق نہیں تو عورت و مرد میں فرق کیسے آگے جا کر ہو جائے گا سوائے بعض وجوہات کے جن کا ذکر خود قرآن نے کر دیا۔پہلی بات یہ بتائی کہ چونکہ ہر دو مَرد و زَن گیلی مٹی سے پیدا کئے گئے اِس لئے ان میں کوئی فرق نہیں۔دوسری چیز یہ ہے کہ مادّہ تو ایک ہی ہے لیکن ان کے اندر صفات مختلف پیدا کر دیں بنانے والے نے۔مثلاً ایک شیشے کا بُت بنایا اور بالکل اس کا DUPLICATE (ڈپلیکیٹ) بالکل وہی شکل وہی ہر چیز ایک دوسرا بھی شیشے کا بُت بنایا۔لیکن جو پہلا شیشے کا بُت تھا اس کے اندر اس نے چھوٹے چھوٹے بجلی کے بلب بھی لگا دیئے۔اس کے بازو میں بھی روشنی ہے۔اس کے سینے میں بھی روشنی نظر آتی ہے اور اس کے دماغ میں بھی روشنی نظر آتی ہے۔اس کے دوسرے اعضاء میں، سارے

وجود میں ایک روشنی نظر آتی ہے اور بڑا خوبصورت لگ رہا ہے وہ۔ لیکن جو دوسرا بُت ہے اسکے اندر کوئی بلب نہیں لگائے گئے کوئی روشنی نہیں کی گئی۔ تو باوجود اس کے کہ دونوں شیشے کے بنے ہوئے ہیں۔ دو مورتیاں دو گڑیاں آپ سمجھیں ہماری زبان میں (مورتیوں سے ہمارا دُور کا بھی واسطہ نہیں) دو گڑیاں جو ہیں وہ دونوں شیشے کی بنیں ایک ہی چیز سے بنی ہوئی ہیں لیکن ایک کے اندر سے نور نکل رہا ہے ضیاء نکل رہی ہے دوسرے میں اندھیرا ہے دونوں میں فرق پڑ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَرد و زَن میں یہ فرق بھی نہیں۔ اِس لئے کہ یہ فرمایا کہ جن مدارج میں سے ارتقائی مدارج میں سے مرد کو گزارا انہی ارتقائی مدارج میں سے عورت کو گزارا۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (السجدہ آیت ۹)

ایک لمبا سِلسلہ ہے ارتقائی مدارج کا جو ماں کے پیٹ میں ایک بچّہ کو (لڑکا ہو یا لڑکی) گزرنا پڑتا ہے۔ پہلے ایک شکل ہے تفصیل سے قرآن کریم نے اس کو بیان کیا ہے (اس تفصیل میں اِس وقت جانے کا وقت نہیں) آپ قرآن پڑھتی ہیں ترجمے میں آپ کو پتہ لگ جائے گا۔ پہلے ایک شکل۔ اس مٹی نے جو گیلی مٹی سے مدارج نکل کے پھر وہ رِحمِ مادر میں وہ پیدائش جو ہے انسان کی وہ وہاں سے شروع ہوئی۔ یہ ایک بڑی انقلابی تبدیلی اس مٹی کے اندر ہے جس سے انسان پیدا ہوُا۔ بہت سے مدارج میں سے گزر کے وہی مٹی رِحمِ مادر میں گئی اور وہاں مختلف ارتقائی مدارج میں سے وہ گزری۔ خون کا لوتھڑا بنا۔ پھر اس نے ایک اَور شکل اختیار کی پھر اَور شکل، پھر اَور شکل۔ ابھی تک رِحمِ مادر میں کوئی زندگی کوئی رُوح نہیں پیدا ہوئی۔ مرد ہے تب بھی عورت ہے تب بھی۔ لڑکا پیدا ہونا ہے تب بھی یہی شکل بنتی ہے لڑکی پیدا ہونی ہے تب بھی یہی شکل بنتی ہے۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ (السجدۃ آیت ۱۰) پھر ہر دو کو عورت ہو یا مَرد، لڑکا ہو یا لڑکی رِحمِ مادر میں ان کو خدا تعالیٰ نے وہ قوّتیں اور استعدادیں دے دیں جس کی انسان کو ضرورت تھی اور انسان کے معنے جیسا کہ مَیں نے بتایا مَرد کے بھی ہیں اور عورت کے بھی۔ وہ قوّتیں دے دیں جن کی مَرد کو بھی ضرورت تھی عورت کو بھی ضرورت تھی۔

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (السجدۃ آیت ۱۰)

اور اپنی رُوح اس میں ڈالی۔

یہ جو نفخِ رُوح ہے اس کی تفصیل لمبی ہے۔ اِس وقت تو آپ اِتنا ہی سمجھ لیں کہ نفخِ روح کے لحاظ سے جو اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ پھر ہم نے تسویہ کے بعد نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ انسان میں خدا تعالیٰ نے اپنی رُوح کا نفخ کیا۔ مَرد کے جسم میں بھی اپنی رُوح کا نفخ کیا عورت کے جسم میں بھی۔ جو لڑکی کی شکل میں پیدا ہونا تھا بچہ رِحمِ مادر میں اس کے جسم میں بھی اپنی رُوح کا نفخ کیا جو لڑکا پیدا ہونا تھا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔

پھر وہ باہر نکلا اس نے چیخ ماری ایک وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (السجدہ آیت ۱۰) پھر اس کو اس نے سُننے کی طاقت دی اور پیدائش کے بعد اسی ترتیب میں طاقتیں آتی ہیں۔ شروع میں بچّہ دیکھ نہیں رہا ہوتا لیکن سُن رہا ہوتا ہے اِسی واسطے پیدائش کے وقت ہی کان میں خدا کی بزرگی کے کلمات ہم کہتے ہیں اور اذان دیتے ہیں۔ وَالْاَبْصَارَ پھر اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ وَالْاَفْـِٕدَةَ پھر یہ تیسرے مرحلے میں سے انسانی جسم گزرتا ہے اس کا دل، اس کا دماغ کام کرنے لگ جاتا ہے۔ پیدائش کے وقت وہ نتیجہ کوئی نہیں نکالتا۔ اس کا دماغ جو ہے وہ کام نہیں کر رہا۔ دماغ اپنی تمام خوابیدہ طاقتوں کے ساتھ موجود ہوتا ہے لیکن ابھی بیدار نہیں ہوُا ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اسے بیدار کرتا ہے۔ آگے فرماتا ہے :-

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (السجدۃ آیت ۱۰)

اِتنا کچھ حاصل کر لینے کے بعد کم ہیں تم میں سے جو خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے ہیں۔

مَیں اِس وقت بتا یہ رہا ہوں کہ ایک بڑی زبردست چھلانگ لگا کے طین گیلی مٹی اس شکل میں آئی کہ جب وہ رِحمِ مادر میں پڑی۔ وہ بیچ کے حصّے ہم نے چھوڑ دیئے اِس وقت۔ پھر رِحمِ مادر میں مختلف ارتقائی مدارج میں سے گزری وہی گیلی مٹی اور اس کے نتیجے میں بچّہ پیدا ہوُا کبھی لڑکی کبھی لڑکا۔ ہر دو ایک جیسے مدارج میں سے گزرے۔ ان کے ساتھ سلوک ایک جیسا ہوُا۔ جب ایک جیسے مدارج میں سے گزریں تو تمہاری عقل کیسے مانتی ہے کہ اسلام کے نزدیک جس نے یہ تعلیم دی ہے ہمیں حقیقتِ کائنات، حقیقتِ حیاتِ انسانی، حقیقتِ وجودِ جسمِ انسانی کی، وہ مَرد اور عورت میں فرق کیسے کرے گا۔ کان بنائے، آنکھیں بنائیں پھر دل بنا دیا۔ وہ

حواس بن گئے۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔

سورۂ انفطار میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَآاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اے عورت اور اے مرد تجھ میں کس چیز نے یہ جرأت پیدا کر دی کہ تُو اپنی ربوبیّت کرنے والے خالق کے سامنے کھڑا ہو جائے اور اس کا باغی ہو جائے۔ وہ ربّ تیرا جو کریم ہے جس نے تجھے بھی ایک باعزّت زندگی گزارنے کے سامان دیئے اَلَّذِیْ خَلَقَكَ اس نے پیدا کیا تیرے جسم کو (جس کی تفصیل اَور آیات میں بھی ہے) خلق کا تعلق اس کے ساتھ ہے جو مَیں ابھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ مختلف ادوار ارتقائی مدارج میں سے گزر کے بچّہ پیدا ہوا۔ پھر اس کے کان نے فوراً کام شروع کئے پھر اس کی آنکھوں نے کام شروع کئے پھر اس کے دل نے کام شروع کئے۔ وہ ایک انسان پوری ہوش و حواس والا ساری طاقتوں والا انسان بن گیا۔ خَلَقَكَ جسمانی طاقتیں اس کو عطا کر دیں۔ فَسَوّٰكَ پھر اس نے اندرونی طاقتیں پیدا کیں۔ ایک ہرن کی طرح صرف جسمانی طاقتیں نہیں دیں۔ ایک گھوڑے کی طرح صرف جسمانی طاقتیں نہیں دیں۔ اس نے خَلَقَكَ پہ آکے خدا تعالیٰ کے خلق کی جو راستہ تھا جو اس نے طریق اختیار کیا تھا وہاں آکے ختم نہیں ہو گیا، بند نہیں ہو گیا بلکہ انسان کے معاملہ میں مرد اور عورت کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کی تقدیر نے چونکہ انسان کو کسی اَور غرض کے لئے پیدا کیا تھا اِس لئے خدا تعالےٰ نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ آگے چلا خدا تعالیٰ کے پیار کا سلوک فَسَوّٰكَ خدا تعالیٰ نے اندرونی طاقتیں پیدا کیں اور اندرونی طاقتیں دے کے انسان کو ایک انسان کی، ایک درست انسان کی شکل میں بنا دیا اور وہ طاقتیں جو تھیں وہ مناسب طاقتیں تھیں فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ۔ پھر جو صورت اس نے پسند کی تمہارے لئے اس میں تمہیں ڈھال دیا۔ اِن مدارج میں سے گزرا ہے انسان۔

انسان اپنے مقصدِ حیات کے حصول کے لئے جن ارتقائی مدارج میں سے گزارا گیا وہ ایک تو خلق ہے جس کی تفصیل مَیں نے بتا دی۔ اس کے بعد اس کا تسویہ ہونا ہے۔ اس کو متوازن بنانا ہے عَدَلَكَ اور اس کو اِس قابل بنانا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ایک ایسی شکل اس کے اندر پیدا ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ پیار کرنے لگ جائے اور وہ خدا کا

بندہ بن جائے۔

فَسَوّٰكَ۔ عَدَلَكَ۔ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ کے متعلق جب ہم عربی لُغت کو دیکھتے ہیں اور قرآن کریم کی دوسری آیات کو سامنے رکھتے ہیں تو اس میں چار باتیں بیان ہوئی ہیں جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ایک انسان کی خلق، پیدائش۔ دوسرے اس کا تسویہ۔ تیسرے اس کی تعدیل اور چوتھے اپنی پسندیدہ صورت میں اس کو ڈھالنا۔ پسندیدہ صورت اس کو عطا کرنا۔ اعلیٰ درجہ کے کمالات اس میں رکھ دینا۔ انسان کو جہاں تک پیدا کرنے کا ذکر تھا مختصراً مَیں نے ذکر کر دیا۔ سَوّٰكَ کا لفظ اِس جگہ کس معنیٰ میں استعمال ہوا۔ سَوّٰی کے معنیٰ ہیں سب عیبوں اور نقصوں سے پاک بنایا۔ کتنا بڑا احسان ہے۔ خدا کہتا ہے کہ تمہاری فطرت فطرتِ صحیحہ ہے پیدائش کے وقت، پیدائش کے بعد جب تک خود تمہاری بدعملی تمہارے چہرے پہ بدنما داغ نہ لگائے تم خوبصورت ہو۔ بے عیب اور بے نقص تمہیں پیدا کیا اس نے۔ یہ سَوّٰی کے معنے ہیں۔ اس کی تفصیل اَقرب یعنی لغت کی کتاب میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام نقائص سے پاک بنایا۔

دوسرے سَوّٰی کے معنیٰ صرف بے عیب بنانا نہیں بلکہ عیب کو دُور کرنے کے بھی ہیں۔ انسان میں بشری کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ بے عیب بنا کر ہاتھ اپنا کھینچ لیتا اور انسان سے کوئی تعلق نہ رکھتا اور انسان خود جب داغدار ہو جاتا، بدنما دھبے اس کے کیریکٹر پر پڑ جاتے تو اس کی اصلاح کی کوئی صورت ہی نہ بنتی۔ پس سَوّٰی کے معنیٰ یہ ہے کہ عیب کو دُور کیا اس نے۔ جب تم داغدار ہو گئے تو عیب کو دُور کیا۔ جب تم خود بیمار ہو گئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے الفاظ میں اِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ (الشعراء آیت ۸۱) یعنی خدا آجاتا ہے تمہیں شفا دینے۔ جب تمہارے اندر کوئی اخلاقی کمزوری پیدا ہوتی ہے تو اس نے تمہاری فطرت کے اندر یہ رکھا ہے کہ تم توبہ کرو اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور استغفار کرو۔ خدا تعالےٰ سے مغفرت مانگو۔ تمہارے ہاتھ نے تمہارے چہروں پر جو بدنما دھبّے لگائے ہیں خدا تعالیٰ کے پیار کا نرم ہاتھ آئے گا اور ان دھبّوں کو دھو دے گا اور پھر تم اسی طرح خوبصورت بن جاؤ گے۔ سَوّٰی کے معنیٰ بے عیب بنانا ہی نہیں بلکہ عیب کو دُور کرنا بھی ہے۔

انسانی فطرت میں یہ قابلیّت اور صلاحیّت رکھی ہے کہ جس قدر کمزوریاں پیدا ہو سکتی

تھیں اگر وہ ساری کی ساری بھی پیدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے انسان کی فطرت کے اندر یہی یہ رکھا ہے کہ وہ اصلاح کی جو تدبیر کرے اس کو وہ قبول کرے۔ خدا تعالیٰ سے ہی ہم نے سب کچھ لینا ہے۔ یہ صلاحیت انسان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی اور انسانی فطرت کا ایک جُزو بنا دیا کہ کج تو انسان ہوگا۔ بدی تو انسان کرے گا۔ دُوری کی راہوں کو تو انسان اختیار کرے گا لیکن اس کجی کو درست کرے گا خدا تعالیٰ۔ اس بدی کو ڈھانپ لے گا، بدی کے بداثرات سے بچالے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ اگر تم اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے توبہ کروگی تو تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسا کبھی تم نے گناہ کیا ہی نہیں یعنی بالکل پاک ہو جاوے گی تمہاری فطرت جیسی خدا تعالیٰ نے بنائی تھی وہی رنگ پھر فطرت کے اندر آجائیگا۔

تیسرے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کو ایسے رنگ میں پیدا کیا کہ فی نفسہٖ انسان میں (قطع نظر اِس بات کے کہ وہ اس کائنات کا ایک حصّہ ہے) اس کائنات کے ساتھ وہ سب قوتیں اور استعدادیں عطا کی گئی ہیں جو انسانی ترقی کے لئے ضروری تھیں۔

سَوّٰی کے چوتھے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کے اندر ایسے اعلیٰ درجہ کے کمالات پیدا کر دیئے گئے ہیں جن سے اگر وہ کام لے تو اللہ تعالیٰ کے قُرب کو اس کے وصل کو حاصل کر سکتا ہے اور اس میں مَرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں۔ جس طرح مَرد خدا تعالیٰ کی لقاء اس کے وصال کو حاصل کر سکتا ہے، اس کے پیار کو پا سکتا ہے، اس کی رضا کی جنّتوں میں داخل ہو سکتا ہے اسی طرح عورت بھی اس کے پیار کو حاصل کر سکتی ہے اور اُمّتِ محمّدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں جہاں لاکھوں ایسے مَرد پیدا ہوئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کیا وہاں لاکھوں ایسی عورتیں بھی پیدا ہو چکی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کیا اور اس کی رضا کی جنّتیں اِس زندگی میں بھی انہیں مل گئیں۔

تیسری بات یہ بتائی خَلَقَكَ۔ سَوّٰكَ کے بعد عَدَلَكَ اِس میں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ اے انسان مَیں نے تجھے ایک نہایت ہی اچھی نہایت ہی حسین فطرت اور طبیعت رکھنے والا وجود ہی نہیں بنایا۔ مثلاً ایک آم خدا نے بنایا چونسہ قسم اس کی ہے۔ بڑا لذیذ ہے۔

بڑی خوشبو ہے اس میں اور وہ ثقل نہیں کرتا۔ بڑی خوبیوں کا مالک ہے وہ آم۔ خدا تعالیٰ کی شان ہے اس نے آم کے اندر یہ چیزیں پیدا کیں اور انسان کو اس سے لذّت بھی ملتی ہے اس سے سُرور بھی ملتا ہے اس کی خوشبو سے بھی وہ مسرّت حاصل کرتا ہے لیکن اِس سے زیادہ تو کچھ نہیں نا۔ تو انسان کو بھی اس آم کی طرح، اس چربی چڑھے دُنبے کی طرح جس کو آپ بڑی عید پہ قربان کر کے اس کا گوشت کھاتیں اور مزے اُڑاتی ہیں، اس طرح نہیں بنایا کہ اپنی ذات میں بڑا اچھا گوشت، لذیذ، کوئی ریشہ نہیں کوئی بدبُو نہیں بڑا اچھا صحتمند گوشت ہے اور آپ اس سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں اس طرح نہیں بنایا آپ کو خالی۔ فَعَدَلَكَ اپنے نفس میں ساری قوتیں صلاحیتیں استعدادیں جو انسان بننے کے لئے انسان کو چاہئیں تھیں وہ اس کو دے دیں۔ فَعَدَلَكَ پھر خدا نے انسان کو کہا مَیں نے تجھے ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے یہ ضروری تھا کہ ساری کائنات پر مَیں تجھے حاکم بناؤں اور کائنات کی ہر شئے کو مَیں تیرا خادم بناؤں۔ تو کائنات اتنی بڑی! اتنی بڑی کہ آپ اندازہ لگالیں اس چیز سے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے قرآن کریم میں۔ پہلا جو آسمان ہے وہی ہمارے قریب تر ہے نا، اور اس میں یہ وسعت ہے کہ اس کے اندر غیر محدود سُورج ہیں۔ ایک تو ہمارا سورج ہے جس کے گرد ہماری زمین گھوم رہی ہے پھر اَور ستارے گھوم رہے ہیں، بے شمار سُورج ہیں اور وہ ایک قبیلہ بنتا ہے۔ اس کو انگریزی میں GALAXY (گیلیکسی) کہتے ہیں اور اس جَو SPACE (سپیس) جس کو انگریزی میں کہتے ہیں یہ جگہ جس کے اندر یہ سورج اور ان کے گرد بے شمار سورج اور ان کے گرد گھومنے والے ستارے ہیں وہ ایک گیلیکسی ہے لیکن اس SPACE (سپیس) کے اندر بے شمار گیلیکسی ہیں۔ انسان کی نہ عقل ان کا احاطہ کر سکی ہے نہ کوئی دُوربین ان کا احاطہ کر سکی ہے اور یہ سارا پہلا آسمان ہے۔ ان سے پَرے، پہلے آسمان سے پَرے اِس کائنات میں چھ اَور وسعتیں پائی جاتی ہیں جو ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہیں لیکن ابھی تک انسان کی رسائی تو پہلے آسمان تک ہی ہے۔ یہ جو مَیں نے کہا کہ پہلے آسمان میں ہی ہیں یہ قرآن کریم نے کہا ہے:-

زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ (الصّٰفّٰت آیت ۷)

کہ جو قریب ترین تمہارے آسمان ہے اس آسمان کو ہم نے خوبصورت بنایا یہ چاند، سورج اور ستاروں سے۔ قرآن کریم نے اس کا اعلان کیا۔

پھر انسان کو کہا تجھے کھانے پینے کے لئے تو نہیں مَیں نے پیدا کیا نہ یہ کہ اچھے کپڑے پہن لے اور ایک دوسرے پہ اپنی بڑائی ظاہر کرے کہ میرے کپڑے اچھے ہیں تیرے اتنے اچھے نہیں۔ اِس کام کے لئے تجھے نہیں بنایا تجھے تو مَیں نے اِس لئے بنایا ہے کہ مَیں جس طرح ساری کائنات پر حاکم ہوں تُو میرا نائب بن کر ساری کائنات پر حکومت کرے۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

(الجاثیہ آیت ۱۴)

بغیر استثناء کے ہر چیز کائنات کی ساتوں آسمانوں اور زمین کی تمہاری خدمت کیلئے مقرر کر دی۔ اِس نسبت سے انسان میں وہ سب طاقتیں ہونی چاہئیں تھیں جن سے کائنات کی ہر شَے سے وہ خدمت لے سکے۔ فَعَدَلَكَ میں یہی اعلان کیا گیا ہے کہ اپنی ذات میں بھی تجھے بہت ہی اچھا بنایا گیا۔ سَوّٰكَ۔ سارا حُسن تیری فطرت کے اندر بھر دیا لیکن ایک نسبت ہے تیری۔ ایک طرف صرف انسان اور دوسری طرف کُل کائنات۔ اِس نسبت کے لحاظ سے تجھے متوازن قوتیں دی گئیں۔ ایک تکڑی کے پلڑے میں کائنات کو ہر دو جہان کو آپ رکھ دیں اور دوسرے پلڑے میں صرف انسان کو، تو توازن ان کا بالکل ٹھیک ہو جائے گا کیونکہ جتنی خاصیتیں اور خواص اور اثر فائدہ پہنچانے کی افادیتیں اِس کائنات کی ہر چیز میں ہیں اس کے مقابلے میں نوعِ انسانی کو جو خدا تعالیٰ نے طاقتیں دی ہیں ان کو ہر چیز سے خدمت لینے کی طاقت دی گئی۔ کائنات کی ہر شَے سے خدمت لینے کی طاقت دی گئی لیکن چونکہ وہ اِرتقائی دَور میں سے گزرتا ہے جو چیزیں ابھی تک انسان کی رسائی سے پَرے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجبور کرتے ہیں کہ وہ انسان کی خدمت کریں۔ آج سے چار سَو سال پہلے بہت ساری چیزوں سے انسان خدمت نہیں لے رہا تھا آج لے رہا ہے۔ آج سے چار سَو سال بعد آج جن چیزوں سے ہم خدمت نہیں لے سکتے لینا شروع کر دیں گے۔ انسان اسی طرح چلتا جائے گا ترقی کرتے ہوئے۔

تو عَدَلَكَ میں کہا کہ کائنات کی صفات اور خواص سے متوازن انسان کو صلاحیتیں بخشیں۔

عَدَلَكَ کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ انسان کے وجود کو بیرونی دُنیا کی نسبت سے بھی ایسا بنایا ہے کہ وہ اس پر حکومت کرنے کی اہلیّت رکھتا ہے۔ یعنی سَوّٰكَ میں جہاں اسے ذاتی کمال بخشا گیا تھا وہاں عَدَلَكَ میں نسبتی کمال کے بخشے جانے کا ذکر ہے۔ اِس میں چوتھی بات یہ بتائی گئی ہے کہ ساری کائنات پر تو اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے مگر اے انسان تجھے خدا تعالیٰ نے اپنا نائب بنانے کے لئے پیدا کیا ہے تُو کہاں بھٹک رہا ہے اس دُنیا میں۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی طرف نگاہ رکھتا ہے۔ وہ بلندیاں جو تیرے مقدّر میں ہیں ان کو بھول جاتا ہے۔ تجھے خدا تعالیٰ نے اپنا نائب بننے کے لئے پیدا کیا ہے اور اس نیابت میں کائنات پر حکمرانی کی صلاحیت تُو رکھتا ہے اِس لئے انسان اور کائنات کا اللہ نے موازنہ کیا۔ اِس لحاظ سے انسان کو متوازن بنایا اور وَضَعَ الْمِيْزَانَ (الرحمٰن آیت ۸) ایک دوسری جگہ قرآن کریم نے فرمایا ہے وہ اس شکل میں بھی پُورا کیا گیا کہ انسان کو وہ سب طاقتیں بخشیں جن سے وہ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پر حکومت کر سکتا ہے۔

عَدَلَكَ میں ایک اَور چیز بیان کی گئی کہ جو انسان کو قوتیں اور طاقتیں دی گئی ہیں ان کے اندر بھی ایک توازن پایا جاتا ہے۔ یہ تو تھا متوازن کائنات کے ساتھ۔ وضع المیزان اپنے اندر بھی اور یہ ترقّیات کا دروازہ کھولتی ہیں ہمارے لئے۔ مثلاً یہ نہیں کہ آپ میں سے بعض کو خدا تعالیٰ صرف غصّہ ہی دے دیتا۔ وہ صبح شام، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے لڑتی رہیں۔ دوسروں پہ غصّہ ہی چڑھا رہتا ان کو، اور کسی کو نرمی ہی دے دیتا اور بچّوں کی تربیت ہی خراب ہو جاتی۔ ہر بات پہ نرمی۔ کوئی شرارت کرے، کوئی نامناسب حرکت ہوئی بچّے سے اس کے ساتھ بھی نرمی کا سلوک، اِس سے اس کی اصلاح نہ ہوتی ایک طوفانِ بدتمیزی دُنیا میں پیدا ہو جاتا۔ عَدَلَكَ میں کہا جو تیری صلاحیّتیں ہیں ان کے اندر بھی ایک توازن پیدا کیا گیا ہے غصّے کا نرمی سے۔ انتقام اور عفو میں ایک توازن، شہوت کا عفّت کے ساتھ ایک توازن۔

چھٹی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ انسان کو مُعتدل القوٰی بنایا، ایسی قوّت پیدا کی اس کے اندر کہ وہ اعتدال کی راہوں کو اختیار کر کے ترقی کی رفعتوں کو حاصل کر سکے جس طرح زمین آسمانی پانی کی محتاج ہے اسی طرح انسان عالمِ روحانی کی ترقّیات کے لئے آسمانی وحی کا

محتاج ہے کہ اس کے اندر طاقت رکھی گئی تھی کہ اعتدال کی راہ اختیار کر کے وہ رفعتوں کو حاصل کر سکے جس طرح زمین ہے اس کے اندر طاقت ہے کہ وہ گندم کی نشوونما کر سکے۔ آجکل گندم بیجنے کا وقت ہے اِس لئے یہی مثال دیتا ہوں۔ گندم کی نشوونما کے لئے بارش کے پانی کی زیادہ ضرورت ہے کنوئیں اور نہروں کے پانی سے بھی۔ یہ ہمارا تجربہ ہے ہم زمیندار جو ہیں۔ تو جس طرح زمین کو آسمانی پانی کی احتیاج ہے بخشک ہو جاتے ہیں کنوئیں بھی اور نہریں بھی اور دریا بھی اگر آسمانی پانی نہ ہو۔ جس طرح زمین آسمانی پانی کی محتاج ہے اسی طرح انسان عالمِ روحانی کی ترقیات کے لئے آسمانی پانی یعنی خدا تعالیٰ کی وحی اور اس سے ہمکلام ہونے کا محتاج ہے۔ کوئی انسان جو آسمان سے اس پانی کے حصول کے بعد روحانی زندگی کو حاصل نہیں کرتا، اور روحانی طور پر ایک صحتمند وجود نہیں بنتا وہ آسمانی رفعتوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ نے یہاں یہ اعلان کیا ہے عَدَلَكَ میں۔

ایک اَور بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ انسان کا معتدل القوٰی ہونا اور آسمانی وحی کا محتاج ہونا اِس بات کی ضرورت بھی پیدا کرتا ہے کہ کوئی آسمانی رہنما بھی ہو کیونکہ سارے آدمی آسمانی پانی کو اس کے راجباہ کو اس کی نہر کے نارے کو موڑ کے اپنی زمینوں کے پاس نہیں لا سکتے۔ اس کے لئے اَب حکومتیں بھی بڑا انتظام کرتی ہیں۔ جس طرح اِس دُنیا میں دریاؤں میں سے پانی نکالنا اور نہریں چلانی اور نہروں میں سے چھوٹے نالے نکالنا اور انہیں کھیتوں تک پہنچانا یہ ضروری ہے۔ باوجود اس کے کہ دریا میں پانی ہے پھر بھی ہر زمین کو سیراب نہیں کیا جا سکتا جب تک سیرابی کا انتظام انسانی ہاتھ نہ کرے۔ اسی طرح روحانی کھیت کو سیراب نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کو سیراب کرنے کے لئے آسمانی ہاتھ آسمانی وحی کے ذریعے کسی راہنما کو کھڑا کر کے انتظام نہ کرے۔ انسان کو ہمیشہ ضرورت رہی، ہمیشہ ضرورت رہے گی کہ کامل نفوس ان کی راہنمائی کے لئے پیدا ہوتے رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی فیضان کے نتیجہ میں اُمّتِ محمدیّہ میں ایسے کامل نفوس لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا ہوتے رہے کسی کے ذمّے تھا ایک گاؤں کی روحانی تربیت کرنا۔ کسی کے ذمّے تھا ایک چھوٹے سے علاقہ کی روحانی تربیت کرنا۔ کسی کے ذمّے تھا ایک بڑے علاقہ کی تربیت کرنا۔ کسی کے ذمّے تھا اس سے

بھی بڑے علاقہ کی تربیت کرنا۔

خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو ان روحانی راہنماؤں سے محروم نہیں رکھا اور وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق اس مہدی کو ہمارے ایمان کے مطابق پیدا کر دیا اور ساری دُنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔ لیکن یہ غلبہ مادی طاقت سے نہیں ہوگا۔ یہ لاٹھی سے نہیں ہوگا۔ لاٹھی تو ویسے ہی ٹوٹ گئی اور نکمی ہو گئی۔ یہ رائفل سے بھی نہیں ہوگا۔ یہ توپ سے بھی نہیں ہوگا۔ یہ ایٹم بم سے بھی نہیں ہوگا۔ سب سے بڑی طاقت ایٹم بم کی ہے لیکن دُنیا گواہ ہے اور مَیں نے اُن کو سمجھایا بھی جب مَیں سفر کرتا ہوں یورپ میں کہ دیکھو ساری دُنیا کے ایٹم بم مل کر ایک انسانی دل میں روحانی انقلاب پیدا نہیں کر سکتے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کو دیکھو آپؐ ایک زندہ نبی ہیں کہ جس دن سے مبعوث ہوئے نسلاً بعد نسلٍ نسلاً بعد نسلٍ انسانوں میں سے لاکھوں کروڑوں کے دلوں کے اندر انقلاب بپا کر کے ان کو اپنے قدموں میں بٹھا لیا، ان کو اللہ تعالیٰ کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ آپؐ کے ماننے والوں میں وہ پیدا ہوتے رہے۔

سب CREDIT (کریڈٹ) جو حمد ہے تعریف کے مالک اِس ساری چیز کے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مَیں اور تم تو کچھ نہیں ہیں لاشئ محض ہیں۔ لیکن آج خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کے لئے نوعِ انسانی کے دل محبت، پیار اور بے لَوث خدمت سے جیتے جائیں گے۔ مہدی آگیا اور اس کے پاس علوم کے خزانے تھے۔ ایک سمندر تھا نہ ختم ہونے والا۔ مَیں گواہ ہوں۔ ہر قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ جو کتب حضرت مسیح موعود ..... نے لکھیں اُن کے معانی کبھی ختم نہیں ہوتے۔ سَو دفعہ پڑھا دو سو دفعہ پڑھا۔ ہر دفعہ پڑھا ہر دفعہ نیا علم حاصل کیا۔ ہر دفعہ نئی ضرورت سامنے آئی۔ قرآن کریم کی تفسیر تفصیل میں یا اپنے بیج کے طور پر اس کے اندر موجود پائی۔ ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو ایک عزم کئے ہوئے ہے۔ عزم کئے ہوئے ہے اِس بات کا کہ ہم نے اپنے نفسوں کی قربانی دے کر خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے۔ (ہم سے میری مراد جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں مَرد بھی ہیں اور عورتیں بھی) اور خدا کا پیار حاصل کرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی مخلوق جو اِس لئے پیدا کی گئی تھی کہ وہ خدا کے بندے بنیں۔ ان کو

کے ساتھ، محبت کے ساتھ، عقلی دلائل کے ساتھ، آسمانی نشانوں کے ساتھ ان کی خدمت کر کے خدا تعالیٰ کے لئے اور خدا کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنا ہے۔ بڑی ذمہ داری ہے۔ سوچا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے نباہنے کی توفیق دے اور مجھے بھی اور مردوں کو بھی اور ساری عورتوں کو بھی۔ جو یہاں ہیں ان کو جو یہاں نہیں ہیں اُن کو بھی۔ اور اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے جب اسلام کا جھنڈا دُنیا کے کونے کونے میں لہرانے لگے اور خدا تعالیٰ کے خلاف جو بُت بنائے گئے ہیں وہ مٹی کے ہیں، گارے کے ہیں، پتھروں کے ہیں، چاندی سونے کے ہیں، یا ہیرے جواہرات کے بھی ہیں یا دلوں کے اندر انانیت کے ہیں یا اور اس قسم کے سینوں کے اندر بھی بُت بنا لیتا ہے انسان۔ وہ سارے بُت جو ہیں وہ غائب ہو جائیں انسانی معاشرہ سے اور ایک ہی ذات کی حکمرانی ہو اور وہ اللہ ہو اور خدا کا پیغام ہر دل تک پہنچانے والا ہمارا رہبر، ہمارا راہنما، ہمارا قائد، ہمارا محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ خدا کرے کہ ہم اِس کی توفیق پائیں۔

(اِس کے بعد حضور نے اجتماعی دعا فرمائی)

انگلستان کی احمدی خواتین سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطاب

دُعاؤں اور تدابیر کے ساتھ اپنے بچوں کی تربیت کرنے کی کوشش کرو

فرمودہ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء بمقام محمود ہال۔ لندن

(مرتبہ:۔ ناصرہ رشید جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ یو۔کے)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو ۶ بجے شام محمود ہال لندن میں تشریف لائے۔ ناصرات نے حضور اور حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کا استقبال دعائیہ اشعار سے کیا۔

حضور نے تشہد و تعوّذ کے بعد سورہ فاتحہ کی تلاوت فرمائی اور پھر تقریر فرمائی جس کا ملخص اپنے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

بہت سا کام تھا اِس لئے مَیں صبح سے عصر کی نماز تک دفتر میں بیٹھا ڈاک دیکھتا رہا اور کام ختم کرنے کی نیّت سے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ صبح مَیں نے شوگر کی دوائی کھائی تھی اِسی وجہ سے جب مَیں کرسی سے اُٹھا ہوں تو مجھے ضعف ہؤا۔ اَب سر میں درد ہے اور چکّر آ رہے ہیں لیکن آپ کو چند نصائح کرنی ضروری ہیں اِس لئے کہ احمدیہ جماعت اَب اپنی زندگی کے نہایت اہم دَور میں داخل ہو رہی ہے اور وہ عظیم مقابلہ جو اس دَور میں دوسرے مذاہب سے مقدّر ہے ہم اَب اس میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک وقت کامیابیوں کا پہلے بھی گزرا ہے۔ دُنیا میں پھیل جانے کا اور دُنیا کے لئے انتہائی فضل اور رحمت بن جانے کا اور ساری دُنیا میں خدا تعالیٰ کے جلووں کے ساتھ جن علوم کا تعلق ہے ان کو پھیلانے کا ذریعہ بننے کا۔

علوم دو طرح کے ہیں۔ ایک کا تعلق خالص رُوح سے ہے جن کو مذہبی اور رُوحانی علوم کہتے ہیں اور دوسرے کا تعلق جسموں اور رُوحوں کے ساتھ برابر کا ہے جن کو دُنیا غلط طور

پر دنیوی علوم کا نام دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتایا کہ خدا تعالیٰ کی ذات کا ہر جلوہ اس کی صفات کی راہنمائی کرنے والا ہے اور دُنیا میں ہر چیز جو اس نے پیدا کی وہ ان صفات کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام کے سارے ٹکڑے بھی آیات کہلاتے ہیں۔ ایک وقت میں اُمّتِ مسلمہ نے قرآن کریم کا علم جانا۔ اس کی حقیقت کو پہچانا خود علم حاصل کیا۔ بچّوں کو علم پڑھایا۔ ان کو حقائقِ کائنات کا عرفان دینے کی کوشش کی۔ اگلی نسلوں کو اِن دَو ستونوں پر قائم کیا۔ ایک ستون جس کا تعلق ان آیات سے ہے جو ساری دُنیا میں صفاتِ باری کے جلووں سے تعلق رکھتی ہیں۔

اور دوسری وہ آیات جن کا تعلق کلامِ باری سے بھی ہے اور جو ہماری روحانی ترقیات سے تعلق رکھتی ہیں اور جن پر اللہ تعالیٰ اِس نسل کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔

پہلے پہل دُنیا کی کوئی طاقت اسلام کا مقابلہ نہ کر سکی۔ ہر نسل اس مقام پر قائم رہی جس پر اس کو رہنا چاہیئے تھا۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہ رہا۔ ہماری تاریخ میں مختلف علاقوں میں اُتار چڑھاؤ نظر آتے ہیں۔ اُمیّہ خاندان جو ایک وقت میں اسلامی اقدار کو اپنانے والا تھا تنزّل میں آگیا۔ پھر خاندانِ عباسیہ نے بھی بڑی رفعتیں حاصل کیں لیکن اس کے بعد وہ بھی تنزّل کی گہرائیوں میں جا پڑا۔ ملک ملک میں خدا کے نیک بندے ہوئے اور نوجوان نسل کی اصلاح کی کوشش کی اور پھر تنزّل پیدا ہوا۔

سپین میں سات سَو سال کے بعد نئی مسجد کی بنیاد پڑی ہے۔ یہ اس عظیم شہر قرطبہ کے قُرب میں ۲۲ میل دُور ہے جہاں ایک وقت میں چھ سَو مسجدیں آباد تھیں پھر عیسائیت کا غلبہ ہو گیا اِس لئے کہ نئی نسلوں نے اسلام کو چھوڑا اور اس اخوت اور پیار سے محروم ہو گئے جس کے بغیر اُمّتِ مسلمہ ترقی نہیں کر سکتی تھی۔ اِسی لئے ہمیں رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا... کی دعا سکھائی کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ کے بندے دل میں اُس کا عشق اور محبّت قائم رکھتے ہیں اس وقت تک خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے فرشتوں کی فوجیں ان کی حفاظت کرتی ہیں۔

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے :-

"ماؤں کے پاؤں تلے جنّت ہے"

اِس میں کہا گیا ہے کہ ہم اپنی ماؤں کا احترام کریں، ان کا کہنا مانیں، ان کے نقشِ قدم پر چلیں مگر اسکے ایک اَور معنیٰ بھی ہیں اور وہ یہ کہ اگر مائیں اپنی اولادوں کو صراطِ مستقیم پر نہ رکھ سکیں تو نہ اولاد کے لئے جنّت رہے گی نہ ان کے اپنے لئے۔ حالیہ دَورہ میں ایک بات نہایت تکلیف دِہ میرے سامنے آئی۔ کینیڈا میں ایک ماں زار و قطار رو رہی تھی کہ میرا بیٹا میرے کہنے سے باہر ہو گیا ہے۔ راتوں کو باہر رہنے لگا ہے۔ اگر مائیں اپنے پاؤں کے نیچے جنّت چاہتی ہیں تو اپنی اولادوں کو نیک بنائیں۔ جو مخلص ماں اپنی اولاد کی تربیت نہ کر سکی اُس نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے دُنیا میں بھی جہنّم خرید لیا اور مرنے کے بعد تو خدا تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو۔

اے اُمّتِ مسلمہ کی مستورات! اگر تم اِس دُنیا میں جنّت کا حصول چاہتی ہو تو اپنی نسلوں کو خدا کا سچّا پیار کرنے والی بناؤ۔ جو قوّتیں خدا تعالیٰ نے دی ہیں ان کا استعمال کرو۔ مائیں اپنی عقلوں سے کام لیں اور اپنے بچّوں کو جہنّم کی آگ سے بچانے کی انتہائی کوشش کریں۔ قرآن کریم کو خود پڑھیں اور اپنے بچّوں سے اس پر عمل کروائیں۔

ایک وہ وقت تھا جب دشمن تلوار اور تیر کمان سے اسلام کو مٹانا چاہتا تھا۔ مسلمان بچّے آٹھ آٹھ نو نو سال کے اپنے بھائی کے سر پر سیب رکھ کر تیر سے سیب اُڑا دیا کرتے تھے جس وقت اسلام کے دفاع کے لئے تیر اور کمان کی جنگ تھی انہوں نے تلوار اور تیر میں مہارت حاصل کی۔ آج صحیح طور پر اسلام پر قائم ہو کر، اِسلام کے نُور سے اپنے ذہنوں کو منوّر کر کے، اپنے دِل میں اپنی نسلوں کے دِل میں ایثار کا جذبہ پیدا کر کے آج اپنے خدا کے لئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر چیز قربان کرنے کی تڑپ اپنی زندگی میں پیدا کر کے اپنی زندگیوں کو وقف کر کے ہم نے دُنیا کا مقابلہ کرنا ہے۔ جب تک آپ اور آپ کی نسلیں اس مقام تک نہ پہنچ سکیں جن کا وعدہ خدا تعالیٰ نے دیا ہے اس وقت تک آپ اس جنّت کو نہیں پا سکتیں جو صالحات، قانتات، مومنات، مسلمات سے قرآن کریم میں کیا گیا

ہے۔ اِس لئے آج ایک احمدی عورت ماں، بہن، بیوی کی ذمہ داری ہے کہ نوجوان نسل کی تربیت اپنے سے بھی زیادہ دعاؤں اور تدبیر کے ساتھ کرے۔ بچّوں کے دلوں میں خدا کا پیار پیدا کریں۔ حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشّان انسان تھے۔ ان سے بڑا آج تک آدم کی اولاد میں سے کوئی پیدا نہیں ہؤا۔ دلوں میں آپؐ کا پیار پیدا کریں۔

ایک دفعہ پاکستان سے ایک وفد چین گیا۔ اس کے سیکرٹری نے ماؤزے تنگ سے پوچھا کہ آپ کی ترقی کا راز کیا ہے۔ اس کا جواب تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا مطالعہ کرو۔ کتابیں پڑھو آپ کو خود ہی راز معلوم ہو جائے گا۔ مثلاً اِسلام نے دیانت پر اِتنا زور دیا ہے جس کی حد نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان جانیں دینے کے لئے میدانِ جنگ میں جائیں وہ اگر کسی کی ایک کھجور اُٹھا کر بھی اپنے مُنہ میں ڈالتے ہیں تو جہنّمی ہیں۔ ماؤزے تنگ نے اِسی تخیّل کو اُٹھایا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ کسی سے ایک گز تاگہ بھی نہیں چھیننا اگر ضرورت ہو تو اس کے پیسے دو۔ اگر کسی مکان کا شیشہ توڑا ہے تو اسے لگاؤ۔ مکان کو جس حالت میں پاؤ اس سے اچھی حالت میں چھوڑو۔ اِس طرح جو سبق اسلام نے دیا تھا وہی سبق انہوں نے اپنی سوشلسٹ پارٹی کو دیا۔ اِسی لئے انہوں نے کہا کہ رسولِ اکرمؐ کی زندگی کا مطالعہ کرو۔

یہ رفعتوں تک پہنچانے والی تعلیم ہے۔ اَب یہ آپ کی ذمّہ داری ہے کہ اپنی نسلوں کو سنبھالیں کیونکہ جنگ ہمارے سامنے ہے۔ یہ جنگ ساری دُنیا کو اسلام کے ذریعہ جیتنے کی جنگ ہے۔ جو اکیلا تھا وہ ایک سے ایک کروڑ بن گیا۔ اَب دُنیا پہلے سے کہیں زیادہ زور لگائے گی اِس جماعت کو مٹانے کی۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ سال مکّہ میں رہے۔ مکّہ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ایک آدمی بُتوں کے خلاف ہے پھر چند غریب لوگ بلالؓ جیسے ساتھ ہوتے تھے پھر ان کی تعداد بڑھی۔ پھر مدینہ کی طرف ہجرت ہو گئی۔ مدینے میں کچھ سال اَور گزرے تو اُس وقت سارے عرب کو ہوش آئی کہ ان کے عقائد، ان کی عادتیں، ان کی روایات مٹنے والی ہیں لہٰذا تمام عرب اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوئے لیکن خدائی تدبیر کام کر رہی تھی سب دشمن پیٹھ پھیر کر

بھاگ گئے۔ اصلی فیصلہ تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جنگِ احزاب نے کر دیا تھا اور فتح فتحِ مکّہ کے وقت ہوئی جب کسی نے تلوار نہ اُٹھائی۔ اُس دن یہ نعرہ بلند ہؤا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یعنی جاؤ سب کو معاف کیا جاتا ہے۔

ابھی جو مَیں نے مسجد کی بنیاد سپین میں رکھی ہے تو عیسائیت تلملائی۔ وہاں کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ ۱۹۴۶ء میں جو آدمی چھابڑی لگا کر بیٹھا تھا وہ اَب آہستہ آہستہ چھوٹے کام کرتے کرتے بڑے کام کرنے لگ گیا ہے۔

اگر تم اپنے خدا سے بے وفائی کرو گی، اپنی تربیت نہ کر سکو گی تو کوئی اَور قوم آ گے آ جائے گی جو اسلام کی خدمت کرے گی اور خدا تعالیٰ کے انعامات کی وارث ہو جائے گی۔

میری دعا ہے خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے مَرد بھی قربانیاں کریں اور عورتیں بھی۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہمارے ذریعہ اسلام کو غالب کرے اور ہم اُس کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث بنیں۔ کامیابیاں جماعتِ احمدیہ کے لئے مقدّر ہیں لیکن جماعتِ احمدیہ سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں نے بیعت کر کے عہد کیا ہے کہ ہم اپنے خدا سے کبھی بے وفائی نہ کریں گی اور اُس کا دامن نہ چھوڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے۔ آمین

اِسلام تمام عورتوں کی عزّت کی حفاظت کے سامان کرتا ہے

اگر اپنی بچّیوں کو دُنیا کی خباثتوں سے بچانا ہے تو ان کو پردہ کراؤ

خلاصہ خطاب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

فرمودہ ۸ نومبر ۱۹۸۰ء

ربوہ ۸ نبوت (نومبر) سیّدنا حضور انور امام جماعتِ احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ اسلام بہنوں، بیٹیوں اور تمام عورتوں کی عزّت کی حفاظت کے سامان کرتا ہے اور اگر بچّیوں کو دُنیا کی خباثتوں سے بچانا ہے تو اسلام پر عمل کر کے ان سے پردہ کرواؤ۔ حضور انور نے یہ ارشادات لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے دوسرے دن یہاں دوپہر لجنات سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔

حضور نے فرمایا کہ لندن میں مَیں نے ٹی وی کے ایک پروگرام میں سُنا کہ اس ملک میں ہر سال پانچ ہزار نوعمر بچّیوں کو جو کہ ابھی بمشکل بلوغت کی عمر کو پہنچی ہوتی ہیں غنڈے اور بدمعاش ورغلا کر لے جاتے ہیں اور جب وہ بِن بیاہی مائیں بننے لگتی ہیں تو ان کو چھوڑ کر ایسے غائب ہوتے ہیں کہ ان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ حضور نے لجنات کو مخاطب کرتے ہوئے خبردار فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو اِس بات کی تڑپ لگی ہوئی ہے کہ تم نے ان قوموں کی تقلید کرنی ہے تو تمہاری بچّیاں بھی ایسے ہی بچّے جننے لگیں گی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حالیہ دَورۂ افریقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ غانا کے شہر سالٹ پانڈ میں مَیں نے جو جمعہ پڑھایا اس میں وہاں کے لوگوں کے اندازے کے مطابق ۵۰ ہزار احمدی موجود تھا جن میں ۲۵ ہزار عورتیں اور بچّے بھی تھے۔ حضور نے فرمایا کہ اس جمعے کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے وقت کے دَوران ایک بھی عورت یا بچّے کی آواز نہیں آئی۔ وہ لوگ اِتنے منظّم اتنے باشعور ہیں اور ان کا ضمیر اتنا بیدار ہے کہ ان کو یہ اچھی

طرح سے علم ہے کہ جمعہ اور دیگر دینی اجتماعوں کو پوری خاموشی سے سُنا جاتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بابرکت تعلیمی منصوبے کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اِس سال سفر پر جانے سے پہلے ایک بڑا ہی اہم منصوبہ تعلیم کے سلسلہ میں جماعت کے سامنے رکھا۔ اس کا بہت حد تک اثر بھی ہوُا مگر بعض لوگوں نے ابھی پوری طرح اس کی اہمیّت کو سمجھا نہیں۔ حضور نے بتایا کہ ابھی پرسوں ہی ایک دوست سے جو کہ احمدی نہیں ہیں اِس بارے میں بات ہو رہی تھی۔ ان کو مَیں نے بتایا کہ اللہ اِس طرح جماعت پر فضل کر رہا ہے اور اسے ذہن عطا کر رہا ہے۔ اس دوست نے کہا کہ کوئی پندرہ بیس سال کے بعد کوئی جینئس پیدا ہوتا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ان کے علم کے مطابق پاکستان بننے کے بعد صرف ایک جینئس پیدا ہوُا ہے اور وہ ڈاکٹر عبدالسلام ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مَیں نے انہیں کہا کہ ایم۔ ایس سی فزکس میں پنجاب یونیورسٹی میں ڈاکٹر عبدالسلام نے جو ریکارڈ قائم کیا تھا اس کو چند سال قبل ایک احمدی طالبِ علم نے توڑ دیا ہے۔ اس کے نمبر اتنے زیادہ تھے کہ منتظمین نے اس کا رزلٹ دو ماہ لیٹ کر دیا کہ اگر اس کو اتنے نمبر دیئے تو اس کا ریکارڈ کون توڑے گا۔ اور پچھلے سال ایک احمدی بچّی نے اس احمدی لڑکے کا ریکارڈ بھی توڑ دیا۔ حضور نے بتایا کہ اس دوست نے جب پوچھا کہ یہ سب کچھ آپ کے ساتھ کیوں ہے تو مَیں نے انہیں بتایا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں تو ہمیں مل جاتا ہے۔ تم نہیں مانگتے۔ تم وہ دَر ہی نہیں کھٹکھٹاتے تو امید کیسے ہو؟ حضور نے فرمایا کہ اِس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ ہماری جماعت کے ہر مرد و زَن کو اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ جُھکا رہنا چاہیئے۔

حضور نے تعلیمی منصوبے کی بعض تفاصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کوئی احمدی طالبِ علم اور طالبہ میٹرک سے پہلے پڑھائی نہ چھوڑے۔ حضور نے فرمایا کہ ابھی بعض مجبوریوں کی وجہ سے لڑکیوں کو صرف مڈل تک پابند کیا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی لڑکی اگر میٹرک تک پڑھ سکتی ہے تو وہ نہ پڑھے۔ حضور نے فرمایا کہ اسلامی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے وہ جو کچھ حاصل کر سکتی ہے ضرور کرے۔

حضور نے فرمایا اِس منصوبے کی ایک شِق کے تحت مَیں نے یہ اعلان کیا تھا کہ بورڈ اور یونیورسٹیوں کے امتحانوں میں اوّل، دوم اور سوم آنے والوں کو تمغہ جات دیئے جائیں گے۔ اوّل آنے والے کا تمغہ ایک تولہ خالص سونا ہوگا۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی دو ہزار چند سو کا ایک تمغہ بنتا ہے۔ اِس لئے کسی نے کہا کہ اگر سَو احمدی اوّل آئیں تو ڈھائی لاکھ روپیہ تو اس پر یُونہی خرچ ہو جائے گا۔ حضور نے فرمایا کہ مَیں نے ایسا کہنے والے کو جواب دیا کہ جو خدا ہمیں ایک سَو ذہن دے گا وہ تمغے دینے کے لئے ڈھائی لاکھ روپیہ نہ دے سکے گا۔

اِس کے بعد حضور نے مختصراً بتایا کہ چودھویں صدی نے ہمیں کیا کیا انعامات دیئے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ پندرھویں صدی میں کیا کچھ ہونے والا ہے۔ اور آپ اور آپ کی نسلیں دیکھیں گی انشاء اللہ کہ یہ سب کچھ کس طرح رُونما ہوتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب سے قبل صدر لجنہ اماء اللہ حضرت سیّدہ اُمِّ متین صاحبہ مدظلہا العالی نے حضور کی خدمت میں کامیاب و کامران دَورے سے واپسی پر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا جس میں حضور کے دَورے کی مہتم بالشّان کامیابیوں کا ذکر کیا گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں ہر حال میں خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

حضور نے خطاب کے بعد دعا کروائی اور اس کے بعد حضور رخصت ہوئے۔

دورانِ خطاب حضور نے اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کرنے والی طالبات کو تمغے دیئے ٭

جلسہ سالانہ (خواتین) ۱۹۸۰ء کے موقع پر

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا بصیرت افروز خطاب

(فرمودہ ۲۷ فتح ۱۳۵۹ ہش بمطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۸۰ء)

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ سب جانتی ہیں کہ جو تعلیمی منصوبہ بنایا گیا ہے اس میں جماعت نے ذہین بچّوں اور بچّیوں کی قابلیت کو اُبھارنے کے لئے کچھ تمغے بھی دینے کا پروگرام بنایا ہے جو بورڈ یا یونیورسٹیز (UNIVERSITIES) میں اوّل، دوم یا سوم آئیں۔ طالبِ علم یا طالبات، اُن میں سے اوّل اور دوم کو سونے کے تمغے دیئے جاتے ہیں اور جو سوم ہو اُسے چاندی کا تمغہ دیا جاتا ہے۔ اِس وقت ہماری دو طالبات ایسی ہیں جنہیں اوّل آنے پر طلائی تمغہ اوّل کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ عزیزہ امۃ الجمیل صاحبہ بنت ڈاکٹر عبد السمیع صاحب کوئٹہ حال لاہور، بلوچستان یونیورسٹی سے بی۔ ایس سی کے امتحان میں ۷۰۰ میں سے ۵۴۴ نمبر لے کر ساری یونیورسٹی میں اوّل آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قابلیّت اور ذہن کو اور بڑھائے اور جِلا پیدا کرے۔ دوسرے عزیزہ امۃ الرزاق صاحبہ بنت ڈاکٹر عبد السمیع صاحب کوئٹہ حال لاہور۔ یہ بچّی بلوچستان انٹرمیڈیٹ بورڈ کے امتحان الیف۔ ایس سی میں ۱۰۰۰ میں سے ۷۱۰ نمبر لے کر سارے بورڈ میں اوّل آئی ہیں، طالبات میں اوّل آئی ہیں۔ یہ ہیں عزیزہ امۃ الرزاق، یہ طالبات میں اوّل آئی ہیں۔ انہیں بھی ہمارے کوائف کے مطابق طلائی تمغہ اوّل کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی یہ اعزاز مبارک کرے اور اللہ تعالیٰ ان پر فضل اور رحمتیں کرتا رہے۔ تعلیمی میدان میں اور زندگی کے ہر دوسرے میدان میں اِن کو ترقی کرنی نصیب ہو۔ اب جیسا کہ دستور ہے یہ تمغے مَیں کشتی پہ رکھ کر بچّیوں کے سامنے باری باری رکھوں گا اور وہ لیں گی اور پھر وہ

جو چاہیں گی، پسند کریں گی کہ منصورہ بیگم اپنے ہاتھ سے یہ تمغے پہنا دیں۔ اللہ تعالیٰ بہت مبارک کرے۔

سونے کے تمغے کے علاوہ مَیں نے دعائیہ فقروں اور دستخطوں کے ساتھ قرآن کریم کا تحفہ بھی ان کے لئے یہاں رکھا ہے سب کو دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں قرآن کریم کے پڑھنے، اِس کو سمجھنے، قرآن کریم سے پیار کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

اِن کو تمغات آج انشاء اللہ تعالیٰ میری تقریر سے پہلے مردانہ جلسہ گاہ میں دیئے جائیں گے۔

بعدۂ تشہد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنیہ تلاوت فرمائی :-

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (البقرہ آیت ۱۵۱)

اور پھر فرمایا :-

دینِ اسلام ایک بڑا ہی عظیم دین ہے اور قرآنی شریعت اِس قدر حسین ہے کہ اس کا اندازہ کرنا انسانی ذہن کے لئے ممکن نہیں۔ اس کی تعلیم نے انسانی فطرت کے ہر پہلو کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ کوئی تکلیف پہنچانے کے لئے نہیں بلکہ تکالیف دُور کرنے کے لئے، اور اُن سرچشموں اور منبعوں کو بند کرنے کے لئے ہے جہاں سے مصیبتیں اور تکالیف بہہ نکلتی ہیں انسان کی اپنی غلطی کے نتیجہ میں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سے جھوٹے خوف ہیں ہماری زندگی میں جو ہمیں نیکی کی راہوں کو اختیار کرنے سے روکتے ہیں۔ مثلاً سادہ زندگی کا حکم ہے۔ ایک عورت کہتی ہے کہ اگر مَیں سادہ رہی تو میری ہمسائیاں کیا کہیں گی۔ اُن کی خاطر، اُن کے خوف سے وہ اللہ تعالیٰ کے اِس حکم کو چھوڑ دیتی ہیں۔ جو احمدی خاندان پاکستان سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں غیر ممالک میں روزی کمانے کے لئے گئے اُن کی عورتیں ان ملکوں میں، جو انتہائی گندی زلیست گذار رہے ہیں اور نہایت بھیانک اخلاقی ماحول میں سانس لے رہے ہیں، ان لوگوں کے خوف

کی وجہ سے اپنی نقاب اُتار دیتی ہیں کہ اگر ہم نے پردہ کیا تو یہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے، ہمیں شاید غیر مہذب سمجھیں، ذلیل جانیں۔ اِسی قِسم کے سینکڑوں خوف ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں بندوں کی راہ میں روک بن جاتے ہیں۔ اِس واسطے اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر یہ حکم دیا ہے فَلَا تَخْشَوْهُمْ یعنی دُنیا کی کسی ایسی طاقت سے یا ایسے معاشرہ سے یا ایسے ماحول سے یا ایسی تنقید سے، CRITICISM سے تم خوفزدہ نہ ہو جس کے نتیجہ میں تمہیں مجھ سے دُوری کی راہوں کو اختیار کرنا پڑے، فَلَا تَخْشَوْهُمْ ایسی چیزوں کی خشیت تمہارے دلوں میں پیدا نہ ہو۔ وَاخْشَوْنِيْ یعنی صرف میری، صرف میری، صرف میری خشیت تمہارے دلوں میں ہو۔

خشیت کا لفظ ایک عربی لفظ ہے اور اس کے معنے ہیں صفات اور ذات کی جو عظمتیں ہیں اس کو جاننا اور پہچاننا، اور جب اللہ تعالیٰ کے متعلق ہم اِسے استعمال کریں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک فقرے میں اِسے بیان کیا ہے آپ لکھتے ہیں :-

"اللہ جلّ شانہٗ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اُس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حُسن اور جمال پر علمِ کامل رکھتے ہیں۔"

اِس واسطے خشیت اللہ دلوں میں پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنے کے لئے اور اس کی صفات کے جو جلوے اَربوں دفعہ ایک سیکنڈ میں اِس کائنات میں ظاہر ہو رہے ہیں ان میں سے جس قدر ہماری استعداد ہو انہیں پہچانیں۔ خدا تعالیٰ نے اِس کائنات کو پیدا کیا۔ وہ اِس کا خالق ہے۔ خدا تعالیٰ نے اِس کائنات میں ایک زندگی پیدا کی۔ یہ زندگی بہت سی اقسام کی ہے۔

انسانی زندگی ایک اَور قِسم کی ہے۔ حیوانات کی زندگی ایک اَور قِسم کی ہے۔ درندوں اور چرندوں کی زندگی میں پھر آگے فرق آجاتا ہے۔ درختوں کی زندگی ہے۔ بکٹیریا اور

وائرس کی زندگی ہے۔ مچھروں کی اپنی زندگی ہے۔ سُوئی گیس کی اپنی زندگی ہے۔ آپ گھر میں جلاتے ہیں۔ وہ ایک عرصہ کے اندر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے اُوپر موت وارد ہو جاتی ہے۔

اور قیوم ہے یعنی زندگی دیتا بھی ہے اور زندہ رکھتا بھی ہے اور جو اُس کی صفات اور طاقتیں ہیں اُنہیں پوری طرح محفوظ رکھنے کا کام بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ وہ قائم رکھنے والی ذات ہے۔ اُس کے ہزارہا جلوے ہماری زندگیوں میں ایسے بھی ظاہر ہوتے ہیں کہ آپ میں سے جو کم سے کم پڑھی ہوئی عورت ہے اگر اُس کا دماغ روشن ہو، اور اس کے دل میں خدا تعالیٰ کا پیار ہو تو وہ ان جلووں کو دیکھ سکتی اور اُن سے سبق حاصل کر سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کی تو کوئی حد بندی ہی نہیں، غیر محدود حد بندیوں کا مالک بڑا عظیم ہے اپنی ذات میں۔ بڑی قدرتوں والا ہے اپنی صفات کے جلووں میں۔ بڑا احسان کرنے والا ہے وہ اپنی مخلوق پر۔ جب وہ احسان کرتا ہے تو اس کا حُسن روحانی آنکھ رکھنے والے کو دیوانہ بنا دیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ پر عاشق ہو جاتا ہے۔ دل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ دُنیا سے محبت ختم ہو جاتی ہے۔ تعلقات کی وہ گرمی جو خدا تعالیٰ سے دُور لے جانے والی ہے ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور صرف ایک ہی محبّت سینوں میں سُلگتی ہے اور وہ پیدا کرنے والے ربّ کی ہے۔ اپنے نفسوں کو بھُول کے خدا تعالیٰ کے پیار میں زندگیاں گذارو اگر ایسا کرو جس حد تک ایسا کر سکو۔ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ مَیں نے یہ حکم اِس لئے دیا کہ کسی کی خشیت تمہارے دل میں نہ ہو سوائے میرے کہ مَیں اپنی نعمت تم پر پوری کرنا چاہتا ہوں اور اس کے نتیجہ میں تم ان راہوں کو پالوگی جو سیدھی خدا تعالیٰ کے پیار اور اس کی رضا اور اس کی جنّتوں کی طرف لے جانے والی ہیں ورنہ وہ زندگی جو آج کی مہذّب دُنیا گذار رہی ہے اُس کے اُوپر ملمع تو چڑھا ہوُا ہے مگر اس کی حقیقت اتنی بھیانک، اتنی گھناؤنی ہے کہ تم اندازہ نہیں کر سکتیں۔ ابھی دَورانِ انگلستان میں ٹی وی پر ایک دن پروگرام آیا۔ جو شخص بول رہا تھا اس کی آنکھیں بھی نم تھیں غصّے اور غم میں اور ہماری کیفیت بھی ایسی ہو گئی۔ وہ یہ بیان کر رہا تھا کہ انگلستان کا معاشرہ اِتنا گر چکا ہے کہ انگلستان کے بدمعاش ہر سال کم و بیش پانچ ہزار کم عمر، دس بارہ سال کی لڑکی کو

خراب کرتے ہیں اور ان سے بچے پیدا ہو جاتے ہیں حرام۔ اور جو تصویریں انہوں نے دکھائیں بچیوں کی وہ معصوم، آوارہ نہیں تھیں لیکن معاشرے میں ایک آوارگی ایسی تھی جس کے چنگل میں وہ پھنس گئیں اور اپنی عزّت کھو بیٹھیں۔ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے اَب بھی کہتا ہوں یاد رکھو اگر اسلام کو تم نے چھوڑا اور اس گندے معاشرہ کو اپنایا۔ اگر خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کے کلام اور اس کی شریعت اور اس کی تعلیم پر اِس تعلیم کو تم نے ترجیح دی تو تمہاری بچیاں بھی اِسی طرح ناجائز بچّے جَننا شروع کر دیں گی۔

ایک موقع پر پریس کانفرنس میں ایک صحافی نے مجھ سے کہا کہ اسلام نے پَردے کی جو تعلیم دی ہے یہ تو عورتوں پر بڑی سختی ہے۔ مَیں نے اُسے کہا کہ اسلام تمہاری ماؤں اور تمہاری بیٹیوں اور تمہاری بہوؤں کی عزّت کی حفاظت کے لئے قانون بنا رہا ہے اور تمہیں وہ اچھا نہیں لگتا؟ ...... نہ وہ خوش ہیں۔ مَیں ان کو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ مَیں ان میں رہ کے پڑھتا رہا کئی سال۔ اَب مَیں جاتا ہوں اُن سے مِلتا ہوں باتیں کرتا ہوں، ان کے حالات پُوچھتا ہوں، بے تکلّف مجھ سے وہ بات کرتے ہیں، بالکل مطمئن نہیں اپنی زندگی پر۔ ایسا ہے کہ سائنس میں ترقی کی ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں بنالی ہیں۔ انسان کو ہلاک کرنے کے لئے ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ مُہلک ہتھیار بنالئے ہیں جن کو نہ آپ جانتی ہیں نہ مَیں جانتا ہوں ابھی، کیونکہ وہ خفیہ رکھے ہوئے ہیں انہوں نے۔ اگر ابھی جنگ ہوئی تو پھر دُنیا کو، انسان کو پتہ لگے گا کہ انسان نے انسان کو قتل کرنے کے لئے کِس قِسم کے مُہلک ہتھیار بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب اپنی جگہ پر درست لیکن اطمینانِ قلب نہیں۔ ان کے گھروں میں سکون نہیں۔

خوشی کے حالات نہیں۔ ماں باپ کے بچّوں کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں۔ خاوند کے بیوی کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں۔ اِتنا گند ہے، اتنا دُکھ ہے، اتنی مصیبت کی زندگی ہے کہ جو خدا تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے اگر اس کے مطابق زندگی گزارو گی تو اس کے نتیجہ میں وہ سُکھ اور چین پاؤ گی کہ اس کے لئے تمہاری زندگیاں اور تمہاری نسلیں بھی اگر خدا کا شُکر ادا کرتی رہیں تو شُکر کا حق ادا نہیں کر سکتیں۔

اور آج مَیں صرف ایک بات کہنے کے لئے یہاں آیا اور وہ یہ کہ

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ

بڑی بڑی طاقتوں کا خوف دل میں نہ رکھو، جو دولتیں ہیں، جو اقتدار ہیں، جو دنیوی عزّتیں ہیں، جو دنیوی جتھے ہیں مَیں اِس صدی کے شروع سے یا شروع ہونے سے بھی کچھ عرصہ پہلے سے، یہ اعلان کر رہا ہوں کہ اِس صدی میں یہ سب غائب ہو جائیں گے اور صرف محمدؐ اور اس کے خدا کا نام اِس دُنیا میں رہ جائے گا اور بڑی بدقسمت ہو گی وہ عورت اور بڑا بدقسمت ہو گا وہ خاندان کہ جب اِس عظیم انقلاب کی ابتداء ہو چکی اس وقت وہ اس کی طرف پیٹھ کرے اور مغرب اور اس کی تہذیب کی طرف مُنہ کرے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ۔

آپ افتتاحی تقریر بھی میری سُنتی ہیں اور دوسری ۲ تقریریں بھی سُنتی ہیں لیکن جس طرح بڑی دعوت کے اُوپر بہت سے کھانے ہوتے ہیں ساتھ چٹنی بھی ہوتی ہے تو بطور چٹنی کے مَیں آپ کے پاس اِس وقت آیا اور یہ ایک بہت ضروری اور بہت بنیادی چیز جو مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کی خشیت تمہارے دل میں نہ ہو۔

اور خدا کی خشیت ہو تمہارے دل میں۔ یہ نہیں کہ کسی کی بھی خشیت نہ ہو۔ خشیت ہو اور صرف ایک ہی خشیت ہو اور وہ ہمارا ربّ ہے اور وہ ساری عظمتوں والا ربّ، ساری قدرتوں والا ہمارا ربّ، وہ ہر قسم کے احسان کرنے والا ہمارا ربّ، وہ حُسن کا سرچشمہ ہمارا ربّ۔ وہ ربّ جو اتنا پیار کرنے والا ہے اِتنا پیار کرنے والا ہے کہ جب ہم اُس کی طرف جُھکتے ہیں ہماری خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور اپنے پیار سے ہمارے گھروں کو، اپنے پیار سے ہمارے ذہنوں کو اور ہمارے دلوں کو، ہمارے سینوں کو بھر دیتا ہے۔ اِس واسطے مَیں نے یہ کہا کہ وِرد کرو بار بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا زمانہ ہے۔ لَآ اِلٰهَ ہو جائے گا غَیْرُ اللّٰه مٹا دئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیار نوعِ انسانی کے دل میں قائم کر دیا جائیگا خدا کرے کہ اِس عظیم انقلابی جدوجہد میں جس کی ذمہ داری جماعتِ احمدیہ پر ڈالی گئی

ہے آپ میں سے ہر ایک کا حصّہ ہو۔ (آمین) دعا کر لیں۔

...... اَللّٰهُمَّ اٰمین ...... السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ ہمیشہ تم سے خوش رہے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا رُوح پرور خطاب

فرمودہ ۲۴؍اکتوبر ۱۹۸۱ء برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

تشہد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

جس تعلیمی منصوبہ کا مَیں نے اعلان کیا تھا اس میں ایک شِق یہ ہے کہ بورڈز اور یونیورسٹیز میں اوّل، دوم آنے والوں اور آنے والیوں طلباء اور طالبات کو سونے کے تمغے اور تیسرے نمبر پہ آنے والے، آنے والی کو چاندی کا تمغہ دیا جائے گا۔ اِس دوڑ میں لڑکیاں ہماری طالبات طلباء سے پیچھے نہیں۔ بس آگے پیچھے یہ دوڑ لگ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی شوق جماعتِ احمدیہ کے طلباء میں پیدا ہؤا ہے آگے نکلنے کا لیکن اتنا شوق پیدا نہیں ہؤا ابھی جتنا مَیں چاہتا ہوں کہ پیدا ہو۔

اِس وقت بھی مَیں ۲ طالبات کو سونے کے تمغے دوں گا۔ جیسا کہ مَیں نے یہ طریق رائج کیا ہے کہ چونکہ مصافحہ نہیں کرتے ہم مستورات سے اِس لئے مَیں اعلان کرتا ہوں اور کشتی میں رکھ کے تمغہ اپنی بچّی کو پیش کر دوں گا اور پھر وہ چاہے گی، اپنی خواہش کا اظہار کرے گی کہ منصورہ بیگم (سلّمہا اللہ تعالیٰ) اس کے گلے میں وہ تمغہ ڈال دیں۔ اِس وقت ایک تو تمغہ ملے گا اور ایک تفسیرِ صغیر دستخطوں کے ساتھ ان کو دی جائے گی۔ ایک ہماری تیسری بچّی ہیں مستحق اِس تمغہ کی، لیکن کسی وجہ سے وہ اِس وقت یہاں موجود نہیں اِس لئے ان کو تو بعد میں کسی وقت دے دیا جائے گا۔ اِس موقع پر سات تمغوں میں سے تین طالبات کو ملے ہیں اور چار طلباء کو ملے ہیں۔ طلباء کو تمغے کل خدّام الاحمدیہ کی آخری تقریر کے موقع پر دیئے جائیں گے اِس لحاظ سے آپ سبقت لے گئیں۔

(حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت اِن بچّیوں کو تمغات مرحمت فرمائے اور پھر

فرمایا):۔

کل خدّام الاحمدیہ کی تقریر میں مَیں نے یہ اعلان کیا تھا (مخاطب تو میرے خدام تھے لیکن وہ اعلان ساری جماعت کے لئے تھا) کہ آنے والی جس صدی میں سے ہم گزر رہے ہیں یوں کہنا چاہیئے یہ اسلام کے غلبہ کی صدی ہے اور قرآن کریم کی پیشگوئیوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اور انہی کی روشنی میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو بشارتیں محمدؐ کے مہدی کو اس زمانہ میں ملیں ان کی روشنی میں یہ صدی غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ یہ پندرھویں صدی ہجری ہے اور جماعتِ احمدیہ کے قیام کی دوسری صدی ہے۔ اِن ۲ دو میں قریباً نو سال کا فرق ہے۔ اس نو سال میں اِس سے قبل کہ ہماری زندگی کی دوسری صدی شروع ہو ہم نے بہت سی ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔ اور مَیں نے بتایا تھا کہ اس نو سال کے عرصہ کے پہلے سال میں اللہ تعالیٰ نے بڑے فضلوں اور بڑی رحمتوں اور اپنے بڑے پیار سے ہمیں نوازا ہے۔

قرطبہ کی مسجد تکمیل کو پہنچ چکی ہے، الحمدللہ۔ صرف میناروں پہ کچھ کام باقی رہتا ہے۔ بڑی خوبصورت مسجد ہے۔ بڑی خوبصورت جگہ پہ ہے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی کے سر کے اوپر ہے، سب سے اُونچی جگہ وہاں۔ یہ چودہ کنال کے قریب زمین پچھلے سال لی گئی تھی جب میں نے بنیاد رکھی اِس مسجد کی۔ اور پاس سے ۲ دو طرف سے (کیونکہ وہاں مڑتی ہے سڑک) اور اس کے دو طرف شاہراہ ہے جو قرطبہ سے میڈرڈ (اس کا عربی نام ہے مَاتُرِیْدُ تمہیں اَور کیا چاہیئے۔ مسلمانوں کو جب مِلا تو ان کی زبان پہ یہ آیا تو میڈرڈ نام اس کا پڑ گیا) بہرحال اس شاہراہ پر ہے اور ہر آنے جانے والا اس پر نظر ڈالے بغیر رہ نہیں سکتا۔ تیسری طرف ایک چھوٹی سڑک ہے جو گاؤں کو جاتی ہے اور چوتھی طرف لوگوں کی اپنی اغراض کی جائیداد زمین جہاں وہ کھیتیاں اُگاتے ہیں۔ یہ بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور اسی کی رحمتوں پر امید رکھتے ہوئے ہم وہاں اس کے افتتاح کے لئے آئندہ سال جائیں گے۔ یہ عظیم کارنامہ ہے اِس زمانہ کا اور اس صوبہ، سپین کے اِس صوبہ میں سات سو چوالیس سال کے بعد یعنی قریباً ساڑھے سات صدیاں گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ وہاں مسجد تعمیر کئے جانے کا اِمکان ہو گیا۔ پھر مسجد اَب تعمیر ہو چکی ہے اور میرے لئے اور آپ کے لئے

ایک اَور خوشی بھی ہے اس بیں کہ جب سنہ ۷۰ء میں مَیں سپین میں تھا اور میرے دل میں بڑا درد اُٹھا کہ صدیوں حکومت کرنے کے بعد یہ علاقہ اسلامی حکومت سے نکلا اور اِس علاقہ کے باشندے اسلام کے نور سے باہر نکل کے دنیوی ظلمات میں پھنس گئے۔ تب مَیں نے ایک رات (غرناطہ الحمراء میں ایک ہوٹل بنا دیا ہے وہاں ٹھہرے تھے) قریباً ساری رات اس مُلک کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ حالات بدلے اور پھر اسلام کے نور سے یہ نور حاصل کریں اور اسلام کی برکتوں سے یہ برکتیں پانے والے ہوں۔ تو صبح کی اذان کے قریب اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا تیری دعا قبول ہو گی لیکن ابھی نہیں۔ اِس پہ کچھ وقت لگے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے منصوبوں کو کوئی ناکام نہیں بنا سکتا لیکن خدا کی تقدیر اپنے وقت پہ نازل ہوتی ہے۔ مجھے تسلّی بھی دے دی اور انتظار کے لئے تیار بھی کر دیا۔ ابھی نو سال نہیں گزرے تھے کہ حالات بالکل بدل گئے اور ہمیں اجازت ملی اور پہلی مسجد بنانے کی ہمیں توفیق ملی۔ اس صوبے میں سات سو چوالیس سال غیر اسلامی حکومت میں غیر اسلامی حکومت کے بعد (اتنا عرصہ جس کے اُوپر گزر چکا تھا) پہلی مسجد خدا تعالیٰ نے ہم عاجز بندوں سے بنوائی۔

دوسری اس سال میں یہ خوشی اچانک بالکل پیدا ہو گئی کہ جاپان میں اچھی خاصی رقم خرچ کر کے، قریباً دو لاکھ ستّر یا اسّی ہزار ڈالر کی رقم سے ایک بالکل نیا بنا ہؤا مکان جو ہماری موجودہ ضروریات کے لئے پورا ہے وہ خرید لیا گیا۔

اور تیسری خوشی یہ کہ چند سال پہلے کیلگری (کینیڈا) کی جماعت نے لکھا کہ ایک مکان چھوٹا سا مِل رہا ہے۔ اس کا صحن بھی ہے۔ وہ مکان نما ہے فلیٹ نہیں۔ کچھ رقم ہم نے جمع کی ہے، ہماری جماعت نے لیکن پوری نہیں۔ اگر جماعت پیسے دے دے تو یہ ستّر ہزار کی ہم عمارت خرید لیں۔ جو اجازت انہیں دی گئی اور وہ مکان خریدا گیا۔ یہ پانچ سات سال پہلے کی بات ہے۔ اور دو تین ہفتے ہوئے مجھے ان کا خط ملا کہ کیلگری شہر کے، جو وسطی نقطہ ہے ان کا مرکزی، اس سے سات آٹھ کلومیٹر (جو قریباً پانچ ساڑھے پانچ میل بنتے ہیں) کے فاصلہ پر چالیس ایکڑ زمین جس میں ایک بہت بڑا مکان بنا ہؤا ہے جو ہمارے پُرانے مشن ہاؤس یا موجودہ مشن ہاؤس سے کئی گُنا زیادہ ہے، بڑی اچھی حالت میں ہے، وہ

تین لاکھ پچاس ہزار ڈالر (کینیڈین) کو مِل رہا ہے اور انہوں نے لکھا کہ پیسے کی ہمیں اِس لئے فکر نہیں کہ ہمارا موجودہ مشن ہاؤس جو ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ چار لاکھ بیس ہزار ڈالر میں بِک جائے گا۔ یعنی جو ستّر ہزار ڈالر اس پہ خرچ آئے تھے مجھے یوں لگا کہ خدا نے کہا یہ پکڑو اپنے پیسے اور جو تمہیں ساڑھے تین لاکھ ڈالر کا مکان دیتا ہوں جس میں ایک دھیلہ بھی جماعت کا نہیں صرف خدا تعالیٰ کی برکت نے وہ سامان پیدا کر دیا۔

تو بڑا افضل کرنے والا ہے، بڑا پیار کرنے والا ہے ہمارا ربّ۔ ہم ہی ناشکرے بن جاتے، ناشکریاں بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عقل عطا کرے کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بن کر اس کی مزید نعمتوں کے حقدار اس کی نگاہ میں بننے والے ہوں۔

کل مَیں نے خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں اس صدی کا پروگرام انہیں بتایا تھا اور صدی کی اہمیّت بتائی تھی۔ اِس وقت مَیں آپ کو یہ خلاصہ بتانا چاہتا ہوں کہ مَیں نے انہیں کہا تھا کہ اِس قدر ذمّہ داریاں پڑنے والی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان ذمّہ داریوں کے مقابلہ میں جو طاقت عطا کرنی تھی اس کی بشارتیں دی ہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بتایا کہ :-

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(آلِ عمران آیت ۱۴۰)

وَ لَا تَهِنُوْا تم کمزور تو ہو لیکن کمزوری نہ دکھاؤ۔ (لَا تَهِنُوْا کے یہ معنیٰ ہیں یہ تفسیر ہے اسکی) وَلَا تَهِنُوْا تم ہو تو کمزور مگر کمزوری نہ دکھانا۔ کیونکہ جس کا دامن تم نے پکڑا ہے وہ کمزور نہیں ہے، بڑی طاقت والا ہے۔ وَ لَا تَحْزَنُوْا تم ہو تو گنہگار لیکن اپنے گناہوں کے متعلق سوچتے رہنے سے کوئی غم نہ پیدا ہو کیونکہ تم تو گنہگار رہو لیکن اس سے زیادہ تمہارا خدا بخشنہار ہے وہ سارے گناہ بخش دے گا اور وعدہ تم سے یہ کیا جا رہا ہے کہ اپنی کمزوریوں کو بھول جاؤ، تمہارے گناہوں پر مغفرت کی چادر ڈال دی جائے گی اور تمہیں بشارت دی جاتی ہے کہ ہر شعبۂ زندگی میں اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ بالا دستی تمہاری ہو گی۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ عہد کرو یہ نئے سرے سے کہ تم ایمان کے تقاضوں کو پورے کرتے رہو گے

اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہو گے تو بالا دستی ہر شعبۂ زندگی میں تمہاری ہو گی پہلے گناہ اللہ تعالیٰ تمہارے معاف کردے گا اور تمہاری کمزوریوں کے باوجود تمہیں وہ طاقت عطا کرے گا اور غلبہ عطا کرے گا۔

اسلامی تعلیم پر غور کرکے ہمیں کوشش اور سعی کے اور طاقت کے حصول کے چار میدان نظر آتے ہیں :-

—— ایک جسمانی صحت ہے۔

—— ایک ذہنی طور پر سبقت لے جانا ہے۔

—— ایک اخلاق کا حُسن اور نور ہے۔

—— اور ایک روحانی رفعتیں ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمہارے لئے یہ اِمکان پیدا کر دیا کہ اگر تم اس وحی کی کامل اتباع کرو گے (اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ میں جس طرف اشارہ تھا) جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل ہوئی، جو کامل شریعت ہے، جو کامل ہدایت ہے، رہنمائی کے سامان کامل طور پر پیدا کرنے والی ہے۔ اتنی عظیم ہے وہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے یہ اعلان کروایا :-

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ (یونس آیت ۱۶)

مَیں صرف اِس وحی کی اتّباع کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے میرے پر نازل کی۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (یونس آیت ۱۶) اگر مَیں نافرمانی کروں اور اس وحی کی اتّباع نہ کروں تو مَیں بھی (محمدؐ بھی) ڈرتا ہوں کہ کہیں خدا تعالیٰ کا عذاب مجھ پر نہ پڑ جائے۔ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ممکن نہیں کیونکہ آپؐ تو فانی فی اللہ ہونے کی وجہ سے عرشِ ربّ کریم پر خدائے واحد و یگانہ کے پہلو میں بیٹھے ہیں لیکن ہمیں اہمیت بتائی تھی کہ اگر اس وحی کی نافرمانی کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم پر بھی عذاب نازل کر سکتا ہے تو تم کون ہوتی ہو یا ہوتے ہو جو یہ سمجھیں کہ ہم خدا کی نافرمانی بھی کرتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں معاف بھی کر دے گا —— تو اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ یہ جو وحی ہے اس نے

(جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل شکل میں نازل ہوئی) اس وحی نے یہ اِمکان پیدا کیا ہمارے لئے کہ :-

—— ہم صحت کے میدان میں سب سے زیادہ صحتمند بنیں۔

—— ہم ذہانت کے میدان میں سب سے زیادہ ذہین بنیں اور دُنیا سے، آج کی بڑی ترقی یافتہ جو دُنیا ہے ان سے آگے نکلیں۔

—— اور ہم اخلاق کے میدان میں ان کے لئے نُور اور حُسن کا ایسا نمونہ پیش کریں کہ اِن کے دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتے جا سکیں۔

—— اور ہم روحانی رفعتوں میں اِس قدر بلند ہوں کہ وہ دیکھیں حیران ہوں، مائل ہوں، قبول کریں، اِتّباع کریں اس وحی کی اور انہی رفعتوں کو وہ حاصل کرنے لگ جائیں۔

اَب سوئے رہنے کا، اُونگھنے کا، سُستی کا زمانہ گزر گیا۔ ایک بڑے عظیم دَور میں، ایک بڑے نازک دَور میں جماعتِ احمدیہ بحیثیت جماعت داخل ہو چکی اور ہماری ذمّہ داریاں پہلی ذمّہ داریوں کے مقابلے میں بہت بڑھ گئیں۔ ہر لحاظ سے ہمیں چوکس اور بیدار رہ کر اپنے اس مقام کو حاصل کرنا ہے جو مقام ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدّر کر دیا ہے لیکن جسے پانا یہ تب ممکن ہے کہ ہم اس کے لئے کوشش، سعی اور مجاہدہ کریں اور ہر وہ قربانی دیں اس راہ میں جو قربانی اس راہ میں ہم سے مانگی جائے۔

کچھ حصّے تدبیر کے ہیں۔ کچھ حصّے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جو تدبیر ہے مثلاً صحتمند ہونا، اس کے متعلق قرآن کریم میں اعلان کیا گیا :-

اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ (الشعراء آیت ۸۱)

بیمار انسان خود ہوتا ہے اور خود شفا نہیں حاصل کر سکتا۔ یعنی بیمار ہو جاتا ہے اپنی غفلت، بدعملی کے نتیجے میں، بے احتیاطی کے نتیجے۔ شفا کے لئے اسے خدا کی طرف جُھکنا پڑتا ہے اور دعا مانگنی پڑتی ہے۔ کیونکہ جب تک آسمان سے اللہ تعالیٰ کا حکم نازل نہ ہو کوئی دوا شفا نہیں رکھتی۔ کوئی جسم اس شفا کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ جب خدا دوائی کو کہتا ہے اثر پیدا کر، تب وہ اثر پیدا کرتی ہے۔ جب جسمِ انسانی کو کہتا ہے اِس اثر کو قبول کر تب وہ اثر قبول کرتا ہے۔ ایک ہی دوا ایک ماہ، چھ ماہ، سال تک بالکل بے اثر ثابت ہوتی ہے۔ تب

اس مریض کی یا کسی اَور خدا کے بندے کی دعا قبول ہوتی ہے اس کے حق میں اور وہی دوا ایک خوراک کھاتا ہے وہ اور اسے شفا ہو جاتی ہے۔ مَیں خود شاہد ہوں اِس بات پر۔ بڑا ملاپ ہے میرا جماعت کے ساتھ بھی، دوسروں کے ساتھ بھی۔ بڑی کثرت سے ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔

تو ایک تو بیمار نہ ہونے کا مسئلہ ہے صحتمند ہونے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہدائتیں دی ہیں قرآن کریم میں اُن پر اگر ہم عمل کریں، متوازن غذا کھائیں ہم بیمار نہیں ہوں گے۔ لیکن اس کے لئے ہر ایک نے خود نہیں سیکھنا۔ جنہوں نے تجربے کئے اور جنہوں نے مجاہدہ کیا اور جنہوں نے نتائج نکالے صحیح، اُن سے سیکھنا ہے۔ اِس واسطے یہ مرکز کا کام ہے اور مرکزی شاخوں کا کہ بتائے آپ کو کون سے ایسے کھانے ہیں کہ جو صحت کے لئے بہت اچھے ہیں۔ مثلاً یہاں مَیں تیس ۳۰ سال سے آپ کو کہہ رہا ہوں سویابین صحت کے لئے اچھی ہے وہ کھائیں۔ ابھی چند دن ہوئے ایک احمدی امریکہ سے آئے۔ یہاں سے گئے ہوئے تھے تھوڑی دیر کے لئے۔ کہنے لگے آپ تو ہمیں کہہ رہے ہیں اور ہم نے توجہ نہیں کی۔ امریکہ کے تو ہر فرد کو پتہ ہے کہ اگر صحت قائم رکھنی ہے تو سویابین کھانی چاہیئے اور کثرت سے مِل رہی ہے۔ اِس کا انتظام ہونا چاہیئے۔ یہ بتانا پڑے گا ہمیں کہ وہ کھانی کِس طرح ہے۔ یہ خدّام الاحمدیہ اور لجنہ کا جو مرکزی نظام ہے اس کا یہ فرض ہے کہ یہ ایسی چیزیں بتائیں۔ کن چیزوں سے پرہیز کرو۔ کیا احتیاطیں کرو۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار جب ہو جاؤ تو شرک نہ کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ ڈاکٹر تمہیں شفا دے دے گا یا دوائی کا اثر تمہارا جسم قبول کر لے گا۔ جب تک دعا قبول نہ ہوگی اور آسمانوں سے احکام نازل نہیں ہوں گے شفا ممکن نہیں۔ مَیں نے کئی بڑے چوٹی کے ڈاکٹروں سے پوچھا مجھے یہ بتاؤ تمہارے پاس ایسے مریض آتے ہیں کہ تم یقین رکھتے ہو، قسم کھا سکتے ہو کہ اس نے نہیں مرنا اور وہ مرجاتا ہے۔ کہا آتے ہیں۔ مَیں نے کہا ایسے مریض آتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ یہ بچ ہی نہیں سکتا۔ ہمارا ہی ایک مبلّغ گیا ڈاکٹر نے کہا (لاہور میں چوٹی کا ڈاکٹر، ماہر اپنے فن کا) ہفتہ، دس دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا بہتر یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں میں یہ ہفتہ، دس دن گزارے اور آرام سے رخصت ہو جائے اِس دُنیا سے۔ وہ آج بھی زندہ ہے، صحتمند ہے اور تبلیغ کا کام کر رہا ہے تو سب نے کہا ہاں ہم سمجھتے ہیں یہ مَر جائے گا اور وہ اچھا ہو جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ اچھا

ہو جائے گا اور وہ مَر جاتا ہے ــــ تقدیر خدا کی چلتی ہے۔ حکم اُسی کا ہے۔ اسی کی بادشاہت ہے۔ کوئی مانتا ہے اسے، کوئی نہیں مانتا مگر ہم تو مانتے ہیں۔ ہم کیوں پاگل بن جاتے ہیں انکار کر کے۔ کیا ہم نے نشان پر نشان نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ کی زندہ طاقتوں کا ؟

جب تک صحت کے میدان میں اور علمی میدان میں اور اخلاقی میدان میں اور روحانی میدان میں ہم بالادستی کا ثبوت نہیں دیں گے یہ مغرور اور متکبّر قومیں جو ہیں، ترقّی یافتہ اپنے آپ کو کہتی ہیں یہ اسلام کی طرف نہیں آئیں گی۔ پچھلے دَورے پر یہی پچھلے سال مَیں نے کہا ان کو مَیں نے کہا تمہارا جو یہ مقام ہے یہ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک مَیں تمہیں کنوِنس (CONVINCE) نہ کروا دوں، باور نہ کروا دوں کہ جو مَیں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو تمہارے پاس موجود ہے اُس وقت تک تم اسلام کی طرف متوجّہ نہیں ہو گے اور مَیں یہ پیش کر رہا ہوں اور یہ جو تمہارے پاس ہے اس سے بہتر ہے اور تم اس کا انکار نہیں کر سکتے اور انہوں نے نہیں کیا انکار اور تسلیم کیا کہ واقعی اسلام کی یہ تعلیم اس سے کہیں اچھی ہے جو اصول ہماری زندگیوں میں اِس وقت رائج ہیں اور جاری ہیں ــــ جب تک ہم علم کے میدان میں انہیں شکست نہیں دیں گے، جب تک اخلاق کے میدان میں ہم انہیں شکست نہیں دیں گے، روحانی میدانوں میں ہم انہیں شکست نہیں دیں گے غلبۂ اسلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن غلبۂ اسلام ہو گا مقدّر ہے۔

اِس واسطے یا آپ آگے بڑھیں یا آپ کو ہلاک کر دے گا اللہ تعالیٰ اور ایک نئی قوم لائے گا جو اس کی آواز پر لبّیک کہتی ہوئی اس کی باتوں کو مانے گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے یہ کہلوایا:-

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ (یونس آیت ۱۶)

اور ہمیں یہ حکم دیا:-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (اٰل عمران آیت ۳۲)

ان کو کہہ دو اگر تمہارے دلوں میں خدا کی محبّت ہے اور اس کا پیار تم حاصل کرنا چاہتے ہو میری اتّباع کرو۔ کس چیز میں میری اتّباع کرو؟ اِس چیز میں کہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ جس

طرح مَیں وحیٔ الٰہی کی اتباع کر رہا ہوں پورا چوکس اور بیدار رہ کے اور کوئی سُستی اور غفلت نہیں ہوتی اسی طرح تم وحیٔ الٰہی کی اتباع کرو، ہر حکم کو مانو ـــــ غریب انسان جو ہے نا اُس کو کہیں سے سیب ملے، تھوڑا سا داغی سیب بھی داغ کاٹ کے وہ کھا جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ تو ایسا نہیں کرتا۔ اس کو ضرورت کوئی نہیں ہے۔ ایک سُوئی کے ناکے کے برابر بھی اگر داغ ہے پھل میں (مَیں مثال دے رہا ہوں اس کو تو پھل کھانے کی بھی ضرورت نہیں) تو پَرے پھینک دے گا اُٹھا کے۔ وہ تو خالقِ کُل اور مالکِ کُل ہے۔ ہر چیز اُس نے پیدا کی اور اس کی ملکیت ہے۔ تمہارے ساتھ، میرے ساتھ اُس کی رشتہ داری نہیں۔ اُس نے فیصلہ کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا جو ہے وہ ہر ملک، ہر شہر، ہر گھر پر لہرائے گا اور ایسا کرنے والے وہ پیدا کرے گا۔ یا ہم میں سے پیدا ہوں گے یا کسی اَور قوم میں سے پیدا ہوں گے۔

پس ڈرتے ڈرتے اور دعاؤں کے ساتھ اپنی زندگیوں کے دن گزارو۔ یہ دُنیا جتنی بھی ہے چھوٹی سی زندگی اِس دُنیا کی، اس میں بھی یہ دُنیا وفا نہیں کرتی۔ بیوفائی کے پیچھے آپ بھاگیں گی اور جو مجسّم وفا ہے اس کے ساتھ بیوفائی کرنے لگ جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ اور عقل عطا کرے اور اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بھی جو آپ کی قیادت پر اِس وقت مامور ہیں عقل اور سمجھ دے۔

بہت ساری تبدیلیاں مَیں اِس نظام میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آہستہ آہستہ کروں گا۔ کچھ نئی چیزیں آئیں گی۔ مثلاً ایک مشکل ہے۔ جہاں تک ہماری احمدی مستورات کا تعلق ہے کہ مستورات مستقل عورتوں کا کوئی وفد مثلاً سیالکوٹ ضلع میں نہیں بھیج سکتے ان کے ساتھ مرد چاہئیں۔ اِس واسطے مَیں نے سوچا، مَیں رات سے سوچ رہا تھا کہ کس طرح مرکز آپ سے ملاپ کرے۔ تو جو ہماری وقف عارضی کی سکیم ہے اس میں عورت جا سکتی ہے اپنے خاوند کے ساتھ باہر، عورت جا سکتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ باہر، عورت جا سکتی ہے اپنے باپ کے ساتھ باہر اور کسی محرم کے ساتھ۔ تو مَیں ان کو بھی کہوں گا کہ ایسے وقف کے جو وفود ہیں جن میں میاں بیوی یا بہن بھائی یا باپ بیٹی باہر جا رہے ہیں اس کی اطلاع لجنہ کو دیں اور وہ وقف عارضی کا جو وفد پندرہ دن کے لئے باہر جائے گا اِس پروگرام کے مطابق جو نیا کچھ مَیں نے دیا، کچھ دوں گا بعد میں، تو وہ جا کے لجنہ کا کام کرے وہ عورت۔ یہ اس کا وقف ہے۔ یعنی لجنہ کی تربیت اِن لائینز (LINES) پر، ان خطوط پر جو لجنہ کو پہلے دئے گئے یا آئندہ دئے جائیں گے۔

اِسی طرح یہ جو ورزش ہے اس کے لئے کوئی ایسی مشکل نہیں۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں جہاں دس پندرہ گھر ہیں وہاں بھی ایک احاطہ ذرا اُونچی دیواروں والا ایسا بنا سکتے ہیں جہاں عورتیں اور لڑکیاں اکٹھی ہوں میری اِس درخواست کے ساتھ کہ عورتیں اور لڑکیاں اکٹھی ہو کے آپ میں دھینگا مُشتی نہ کریں، لڑائی نہ شروع کر دیں اور وہاں اپنی ورزش کا سامان پیدا کریں۔ پھر ہم ان کو بتائیں گے آہستہ آہستہ، وقت لگے گا۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر یہ ہر جگہ جہاں احمدی مستورات ہیں وہاں ایک احاطہ ہو، ایک صحن ہو اور اس کے اندر ایسی ورزشیں ہوں جو دُنیا نے اس میں بھی سپیشلائز (SPECIALIZE) کیا۔ بہت ساری ایسی ورزشیں ہیں جو مردوں کے لئے نہیں ہیں صرف عورتوں کے لئے ہیں اور ورزشیں کرنے والی جو چیزیں ہیں وہ بھی انہوں نے ان کے لئے، عورتوں کے لئے علیحدہ بنایا ہے، مَردوں کے لئے علیحدہ بنایا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ کریں۔ ہر عورت، ہر احمدی عورت، ہر احمدی بچّی جو ہے وہ سب سے زیادہ دُنیا میں صحتمند ہونی چاہیئے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ پڑھائی میں بھی سب سے آگے نکلے گی۔ ایک تھکا ہوُا، بیمار دماغ جو ہے وہ پڑھائی میں آگے نہیں نکلا کرتا۔ پڑھائی میں ذہنی مقابلوں میں آگے نکلنے کے لئے بھی صحت اچھی چاہیئے۔

اور یہ جو سکیمیں آئیں گی وہ ہوں گی لیکن یہ عہد آج آپ کو کرنا ہوگا (دل میں کریں مَیں دُہراؤں گا نہیں عہد) کہ نئے حالات میں جو نئے تقاضے ہیں آپ میں سے کوئی ایک بھی اپنے خدا سے بیوفائی نہیں کرے گی اور جو بھی مطالبے ہیں اپنی صحتیں ٹھیک کرو (پہلا مطالبہ تو یہی ہے آپ کا اپنا فائدہ ہے اپنی صحتیں ٹھیک کرو) اپنے علم میں زیادہ نور پیدا کرو۔ پھر جو پڑھنا جانتی ہے عورت اسے ہم بغیر اس کے کہ وہ میٹرک پاس کرے اگر نہیں کر سکتی یا بی۔ اے تک جائے، ایسی کتابیں ہم مہیا کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ جو ان کے جنرل نالج (GENERAL KNOWLEDGE) کو بڑھا دیں گی۔ اب تو جو ہمارا ایم۔ اے ہے اس کو بھی جنرل نالج کا نہیں پتہ۔ اس سے بھی مَیں اگر بات کروں گیلیکسی (GALAXY) کی تو وہ سمجھ نہیں سکتا۔

وہاں ایک لارڈ بشپ تھے سیرالیون میں بڑے کچھ مغرور سے۔ اور مَیں نے دعا کی کہ خدایا! یہ تو تثلیث کا نمائندہ ہے مَیں تو توحید کا نمائندہ ہوں۔ بڑا مغرور ہے اس کی گردن نیچے جُھکنی چاہیئے۔ تو مجھے ایسے مسئلے سمجھا۔ تین میرے دماغ میں خدا نے ایسی باتیں ڈالیں کہ تینوں کے متعلق اس کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ جب اس کے پاس مَیں گیا تو اس کا سر جُھکا ہوا تھا۔ بالکل اسی طرح اپنے لاٹ پادری کے سامنے جُھکاتا ہے۔ اور جب آیا تھا تو گردن اکڑی ہوئی اور لات پہ لات رکھ کے بیٹھ گیا کہ یہ کوئی مشرق سے مُلّاں آگیا ہے جس کو نہ دُنیا کا پتہ نہ دین کا پتہ۔

لیکن خدا تعالیٰ تو ہر چیز کا عِلم رکھتا ہے۔ وَلَا یُحِیطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ آیت ۲۵۶) اس کی مرضی کے بغیر، اس کے حکم کے بغیر آپ کچھ حاصل نہیں کرسکتیں۔ پھر دعا آجاتی ہے اور دعا ہمیں سکھا دی :-

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ آیت ۱۱۵)

یہ طالبِ علم کی دعا نہیں۔ یہ اُس شخص کی بھی دعا ہے جس کی زندگی کے ابھی تین دن باقی ہیں۔ ان تین دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ اس کے علم میں زیادتی کرسکتا ہے اپنی صفات کے جلووں کی گہرائیاں اس کو سمجھا کر اس کے دل میں القاء کرکے، وحی کے ذریعے۔ کتنے دروازے اس کے لئے کُھلے ہیں۔ ہم اس کے دروازوں کو تو نہیں روک سکتے۔

تو ہوش کریں، ہوش کریں، ہوش کریں۔ ہمّت سے کام لیں اَب آج کے بعد، اِس وقت کے بعد۔ عزم پیدا کریں، یہ ارادہ کریں کہ کچھ ہو جائے ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہر مخالفِ اسلام کے گھر میں اس کا دل پیار کے ساتھ اور خدمت کے ساتھ اور اسلام کے نور اور حُسن کو اس کے اُوپر ثابت کرکے جیتنا ہے۔ اِسلام ڈنڈا مارنے کے لئے نہیں آیا، نہ زندگی لینے کے لئے، نہ قتل کرنے کے لئے آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے محمدؐ کی بات مانو (صلی اللہ علیہ وسلم) کیونکہ وہ تمہیں اِس لئے بُلا رہے ہیں کہ تمہیں زندہ کریں اِس وقت تم مُردہ ہو۔

خدا کرے کہ ہم سب زندہ ہو جائیں اور جو زندہ ہیں وہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور روشن اور ہمّت والی زندگی پانے والے بن جائیں اور جو خدا کا منصوبہ ہے وہ ہماری زندگیوں

میں ہمارے ہاتھوں سے ہماری آج کی جو چھوٹی نسل ہے ان کی زندگیوں میں ان کے ہاتھوں میں پورا ہو جائے اور دُنیا اس حسین انقلابِ عظیم کو دیکھے اور اس کے جو فوائد ہیں ان سے مستفید ہو جس کا انتظار آدمؑ کی پیدائش سے نسلِ انسانی آج تک کرتی رہی ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

آؤ دعا کرلیں۔

احمدی مستورات سے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطاب

ــــــ فرمودہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۱ء بموقع جلسہ سالانہ خواتین ــــــ

بورڈ اور یونیورسٹی میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کو تمغات عنایت فرمانے کے سلسلہ میں حضور نے فرمایا :-

"یہ جو اوّل، دوم اور سوم آنے والی طالبات تمغات لیتی ہیں اس کا طریق یہ ہے کہ مَیں ہر ایک کو باری باری طشتری میں رکھ کر تفیرا ور تمغہ دیتا ہوں۔ سابق میں تو یہ دستور تھا کہ ہم دو آپ کے پاس آیا کرتے تھے آج مَیں اکیلا آیا ہوں، اِس لئے طریق بدلے گا کچھ۔ پہلے جو طالبات آئیں گی اپنا تمغہ لینے کے لئے، وہ مجھ سے تمغہ لے کر عزیزہ ناصرہ بیگم (سلمہا اللہ) جو میری بہن اور حضرت مصلح موعود .... کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، ان کو کہیں گی کہ مجھے وہ گلے میں یہ تمغہ پہنا دیں اور دوسری طالبہ جب مجھ سے انعام لیں گی تو وہ میری دوسری بہن امۃ القیوم بیگم صاحبہ کو کہیں گی کہ وہ ان کا انعامی تمغہ ان کے گلے میں پہنائیں۔"

اور پھر تشہد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

۱۹۸۱ء سال جو اَب گزرنے والا ہے، یہ بہت سی جہات سے بڑا اہم سال ہے ــ ایک تو اِس لئے کہ اِس سال ہم نے اللہ تعالیٰ کے عظیم جلوے دیکھے جو اس نے اپنی رحمت کے اظہار کے لئے ہماری زندگیوں میں ظاہر کئے۔

ـــــ سپین کی مسجد جس کی بنیاد ایک سال پہلے رکھی گئی تھی اِس سال مکمل ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔

ـــــ اِس سال جاپان میں ایک اچھے مقام، پہ ایک اچھا گھر مشن ہاؤس کے طور پر خریدا

جا چکا ہے۔

ـــــ اِس سال کینیڈا اور امریکہ میں بہت سی مستحکم بنیادیں مادی لحاظ سے قائم ہوئی ہیں۔

ـــــ اور روحانی لحاظ سے بہت سے تراجم قرآن یا قرآن کریم کے تراجم اور تفسیر کے حصے شائع ہوئے ہیں افریقہ میں بھی، دوسری جگہوں پہ بھی ـــــ اور بہت اہم پروگرام تین زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم تفسیری نوٹس کے ساتھ شائع کئے جانے کا انتظام قریباً کیا جا چکا ہے' اِس معنی میں کہ جو منصوبہ پہلے بنایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بن گیا اور تفاصیل طے کرنی رہ گئیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ دو اڑھائی سال کے اندر فرانسیسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ تفسیری نوٹس کے ساتھ' (جو کافی لمبے نوٹ ہیں) اِسی طرح سپینش زبان میں اور اِٹیلین (ITALIAN) زبان میں تراجم نوٹس کے ساتھ شائع ہو کر' پیاسی دُنیا کے ہاتھ میں پہنچانے کے ہم قابل ہو جائیں گے۔

اِسی طرح اَور بہت سے عظیم واقعات ہوئے۔ ہم سے ایک قربانی بھی لی اللہ تعالیٰ نے، منصورہ بیگم (رحمہا اللہ تعالیٰ) کی وفات کے ساتھ ـــــ ان کا تعلق صرف میرے ساتھ نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کے ساتھ تھا۔ اور جو سات دَورے مَیں نے اِس وقت تک اپنی خلافت کے زمانہ میں دُنیا میں کئے، وہ میرے ساتھ رہیں۔ جو میری دینی اور جماعتی ذمّہ داریاں تھیں ان کا بوجھ اُٹھایا میرے ساتھ مِل کے، بڑی دلیری کے ساتھ، بڑی ہمّت کے ساتھ، بڑی خوبصورتی کے ساتھ، ہنستے مُسکراتے چہرے کے ساتھ۔ پچھلے سال جب ہم تین برِاعظم کے سفر پہ نکلے تو ہم نے قریباً پچاس ساٹھ ہزار میل کا سفر کیا اور بعض دنوں میں تو بڑی کوفت والا تھا وہ، مثلاً جب ہم انگلستان سے کینیڈا (ٹورنٹو) گئے تو ٹھیک تیس گھنٹے کے بعد گھڑی دیکھ کے (لنڈن میں جب ہم نماز کے وقت اُٹھتے ہیں) ٹورنٹو میں اپنے بستر میں لیٹی ہیں وہ اور مَیں بھی۔ ہم دونوں اکٹھے ہی کر رہے تھے (سفر)۔

اور میرے پر تو خدا کی خاطر اِتنا احسان تھا کہ یہ خیال رکھتی تھیں کہ میرے وقت کے دو منٹ بھی ضائع نہ ہوں جو دینی مَصرف میں خرچ ہوں گے۔

ایک موقع پر افریقہ میں (خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت بہت پھیل گئی ہے) غانا کے

ملک میں، سالٹ پانڈ کے قصبہ میں، وہاں ہم اکٹھے ہوئے اور وہاں نمائندے آئے جماعتوں کے۔ سنہ ء میں کوئی چوبیس پچیس ہزار ہوں گے جن میں عورتیں مردوں سے کچھ زیادہ تھیں۔ ساری عورتوں سے مصافحہ کیا مَیں نے مَردوں سے کیا مردانہ حصّے میں تقریر کے بعد اور منصورہ بیگم (نوّر اللہ مرقدھا) نے زنانہ حصّے میں ان سے کیا، باتیں کیں، ان سے حالات پوچھے، مشورے دئے۔ کئی عورتوں نے کہا دعا کے لئے کہیں، مجھے بعد میں دعا کیلئے کہا۔ بارہ تیرہ ہزار عورت سے مصافحہ کیا اس وقت۔ ان مُلکوں کے حالات ایسے ہیں کہ وہ (آسانی سے ویسے) بڑا پیار کرنے والے ہیں احمدیت سے اور گھیرا کر لیتے ہیں۔ پچھلے سال کے سفر میں بھی ایک جگہ مصافحے کا پروگرام نہیں تھا لیکن مستورات نے گھیراؤ کر کے کہا ہم تو مصافحہ کریں گی تو وہاں مصافحہ کیا اس وقت۔ نہ دن کو دن دیکھا نہ رات کو رات سمجھا اور میرے وقت کا خیال رکھا، میری صحت کا خیال رکھا اور میری حفاظت کا خیال رکھا، اتنی باریکیوں میں جا کر کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتیں۔

اِس وقت تو دعا ہے۔ مَیں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ منصورہ بیگم (رحمہا اللہ) کو بہترین جزاء دے آپ بھی دعا کریں کیونکہ آپ پہ بھی کچھ براہِ راست، کچھ میرے واسطہ سے بہت سے احسان ہیں مگر اِس لئے وہ کام نہیں کئے گئے کہ مَیں یا وہ احسان جتانا چاہتے ہیں بلکہ اِس لئے کہ جہاں ہم اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم دونوں سے رحمت کا سلوک کرے گا وہاں آپ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ دعاؤں سے ہمارے بوجھ کو ہلکا کریں اور دعاؤں کے ذریعہ سے ہماری مدد کرنے والی ہوں گی۔

اب وفات کے بعد ان کی، بہت کچھ مجھے سوچنا پڑا، ان کی طبیعت کو سامنے رکھ کر، دینی جو ذمہ داریاں ہیں انہیں سامنے رکھ کر، جو غلبۂ اسلام کی مہم ہے اس کے حالات کو سامنے رکھ کر (تو ایک لمبا مضمون ہے۔ لمبائی میں تو مَیں اِس وقت نہیں جاؤں گا مختصر کروں گا جس حد تک ہو سکا) یہ بات سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایک نہایت عظیم مقام پر کھڑا کیا اور کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا بنا کر دُنیا کی طرف بھیجا اور آپؐ کو رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کے مقام پر کھڑا کر دیا تو چونکہ

یہ ایک انسان کا کام نہیں تھا اِس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا کہ آپؐ کے ماننے والوں کی تربیت کچھ اس رنگ میں کی گئی کہ اُس دَور میں ہم مردوں کے پہلو بہ پہلو عورت کو بھی کھڑا دیکھتے ہیں، کبھی بیوی کی حیثیت سے، کبھی ماں کی حیثیت سے، کبھی بیٹی کی حیثیت سے۔ مثلاً نوجوان بھائی عاشقِ اسلام کے کہ دشمن نے جب تلوار سے اسلام کو ہلاک کرنا چاہا تو انہوں نے تلوار کے سامنے اپنا ننگا جسم پیش کیا۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب لڑائی زور پکڑتی تھی تو وہ اپنی قمیض بھی اتار کے پھینک دیتے تھے، یہ کہہ کر کہ مَیں اِس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میری یہ قمیض میرے اور جنّت کے درمیان حائل ہو اور ان کی بہن حضرت خولہؓ کا یہ حال تھا (بہن بھائی یوں تھے بالکل، ایک دوسرے کی مدد کرنے والے) کہ ایک دفعہ ان کے بھائی قید ہو گئے (یہ شام کا واقعہ ہے) اور خالد بن ولیدؓ نے ایک دستہ بھیجا انہیں چھڑوانے کے لئے، تو خولہؓ نے اصرار کیا کہ مَیں ساتھ جاؤں گی۔ خالد بن ولیدؓ نے انہیں بڑا سمجھایا کہ بڑا خطرہ ہے، چھوٹا سا دستہ جا رہا ہے، پتہ نہیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑے، نہ جاؤ۔ انہوں نے کہا یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مَیں اپنے بھائی کا اِن حالات میں ساتھ چھوڑ دوں۔ چنانچہ وہ گئیں اور جب اس دستے نے دشمن کو جو قیدی بنائے لئے جا رہے تھے ان کے بھائی کو، جا لیا تو ان پر جب حملہ کیا تو سب سے آگے خولہؓ تھیں۔

اِس لئے آج مَیں اِس تمہید کے بعد ہر احمدی عورت کو خواہ اس کی حیثیت بیوی کی ہے یا ماں کی یا بہن کی یا اَور قریبی رشتہ کی، اس کی یہ ذمہ داری یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جو ہمارے سامنے اِس وقت کام ہے۔ سنہ ۱۹۸۱ء کو حضرت مصلح موعود .... نے ایک بہت اہم سال قرار دیا ہے (تفسیر کبیر میں سورہ فجر کی تفسیر کرتے ہوئے) جس شکل میں وہ آیا، اُس وقت تو کوئی شکلیں ہمارے سامنے نہیں تھیں۔ اِس واسطے ایک عام بات آپ نے لکھی ہے کہ صد سالہ منصوبہ جاری ہو گیا اور ہماری زندگی کی دوسری صدی آٹھ نو سال کے بعد شروع ہونے والی ہے اور اس آٹھ نو سال میں مَیں پوری تاکید کے ساتھ تمہیں کہنا چاہتا ہوں کہ ہر چیز بھول جاؤ اور صرف خدا تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کی مہم کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دو اور جیسا کہ مَیں نے یہ کہا کہ مرد اور عورت نے پہلو بہ پہلو

کھڑے ہو کر یہ کام کرنا ہے۔ ہر ایک کی اپنی ذمّہ داریاں ہیں۔

ہزارہا صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی مختلف پہلوؤں میں انہوں نے کمال حاصل کیا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں وہ آگے بڑھے اسلام کو آگے بڑھانے کے لئے۔ لیکن ایک وہ عورت تھی، یہ تربیت یافتہ کہ جب تین لاکھ کی فوج کے ساتھ چالیس ہزار مسلمان اسلام کی دفاعی جنگ لڑ رہا تھا تو ان کے جرنیل نے جا کے عورتوں کو کہا کہ انسانی طاقت سے بالا ہے یہ بات کہ تین لاکھ کا وزن پڑے جب چالیس ہزار پر، تو وہ پیچھے نہ ہٹیں۔ پیٹھ نہیں دکھاتا مسلمان، وہ نہیں دکھائیں گے۔ لیکن دباؤ کے نیچے وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے جائیں گے۔ جب تمہاری عورتوں کے خیمہ کے پاس پہنچیں تو یہ تمہارا فرض ہے کہ تم خیموں کے یہ بانس جو ہیں یہ بھی نکال لو اور اپنے خاوندوں کو، اپنے بیٹوں کو، اپنے باپوں کو مارو اور کہو کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم پیچھے ہٹتے ہوئے یہاں پہنچ گئے ہو۔ چنانچہ ایسا ہوا اور پھر انکی غیرتِ اسلامی جوش میں آئی اور وہ جو اس وزن کے نیچے دب کر پیچھے ہٹ رہے تھے پھر انہوں نے دشمن کو پیچھے ہٹا کے جہاں سے وہ چلے تھے، جو لائن تھی ان کی وہاں پہ پہنچا دیا ـــــ

پھر ایسا بھی ہوا کہ جب ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور مدینہ کے قریب پہنچے تو وہاں مشہور ہو گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن نے شہید کر دیا ہے (غلط مشہور ہو گیا تھا) تو ایک عورت مدینہ سے تڑپتی ہوئی باہر نکلی۔ آگے جو مسلمان آ رہے تھے انہوں نے کہا کیا واقعہ ہوا۔ زبان پہ تو نہیں لانا چاہتی تھی نام۔ انہوں نے کہا تیرا فلاں رشتہ دار مارا گیا، تیرا فلاں رشتہ دار مارا گیا۔ اس نے کہا میں یہ نہیں پوچھتی (اور ان کو تو سمجھ نہیں آ رہی تھی کیونکہ ان کو تو تسلّی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت کے ساتھ واپس تشریف لا رہے ہیں) مجھے یہ بتاؤ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جب انہوں نے یہ بتایا کہ آپؐ خیر سے ہیں، تو انہوں نے کہا پھر میرے سارے رشتہ دار مارے جائیں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

یہ سُستیاں ترک کرنے کا زمانہ آ گیا۔ بڑا اہم ہے۔ اتنی نعمتیں آپ حاصل کریں گی اپنے مردوں کے ساتھ اس مجاہدہ میں شامل ہو کر کہ نسلیں بعد میں، جو پھل آپ لیں گی

جنّت کے، آپ کی اولادیں ان کی حصہ دار بنیں گی اور خوش ہوں گی اور آپ کے لئے دعائیں کرنیوالی ہوں گی ـــــ ہر چیز بھول جاؤ جیسا کہ مَیں نے کہا صرف ایک بات ہے، ہم نے اسلام کو غالب کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ جو ذمّہ داری ہمارے اُوپر خدائے قادر و توانا نے ڈالی ہے، اُس کی مدد کے ساتھ اور نصرت کے ساتھ وہ ذمّہ داری ہم نے نباہنی ہے خواہ اس کے لئے ہمیں کسی قِسم کی قربانی کرنی پڑے اور اس جدّ وجہد میں مرد اکیلا اگر کھڑا ہو اس میدان میں تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسے اپنی بیوی کی مدد کی ضرورت ہے، اسے اپنی ماں کی مدد کی ضرورت ہے، اسے اپنے بچّوں کی مدد کی ضرورت ہے۔ ایک جان ہو کر ہم نے اسلام کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا مقابلہ کرنا ہے ـــــ

مگر یہ یاد رکھیں کہ تلوار کی دھار اتنی تیز نہیں جتنی محبّت کی تلوار کی دھار جو ہے وہ تیز ہوتی ہے۔ ہم نے محبّت سے دل جیتنے ہیں۔ اسلام گردنیں کاٹنے کے لئے نہیں آیا اسلام زندہ کرنے کے لئے مُردوں کو آیا ہے۔ قرآن کریم نے بھی یہ اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبّیک کہو اِس لئے کہ وہ تمہیں بُلاتا ہے تمہیں زندہ کرنے کے لئے۔ اور اس محبّت اور پیار سے اسلام پہلے جیتا، اس محبّت اور پیار سے اَب جیتے گا ـــــ اسلام اپنے نُور اور حُسن سے، اسلام علم کے میدانوں میں، عقل کے میدانوں میں، خدمت کے میدانوں میں ہر غیر کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے نکلے گا اور ہر وہ جو دُکھیا ہے اُسے سُکھ پہنچا کر اور پریشان حال کی پریشانیاں دُور کر کے اور بھوکے کو کھانا دے کر اور اَن پڑھ کو نورِ علم سے آراستہ کر کے ہر طرف اسلام کی خیر جُو ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (اٰل عمران آیت: ۱۱۱)

اس خیر کو، اس نور کو، اس حُسن کو، اس خزانے کو، اس آسمان کی نعمت کو، ان مواقع کو کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے عاجز بندے سے ہمکلام ہو جاتا ہے، اِتنا پیار کرتا ہے، ان حقائق کو ان کے سامنے رکھ کے ان کا دل آپ نے جیتنا ہے۔

تو اپنی ذمّہ داری کو سمجھیں۔ خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ عطا کرے اور عقل دے اور توفیق دے اور ان نعمتوں کا وارث بنائے جن کا وعدہ اس زمانہ میں نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اور آپ کے روحانی فرزند حضرت مہدی اور مسیح کے ذریعے دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسا ہی کرے اور یہ اندھیری راتیں جن میں انسان کو پتہ نہیں لگ رہا کہ وہ کدھر کا رُخ کرے اور کدھر جائے اپنے مسائل کے حل کے لئے، یہ روشنی سے منوّر ہو جائیں اور خوشحال زندگی نوعِ انسانی گزارنے لگے اور اللہ کی محبت اور عشق میں مست ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور اور حُسن ہے وہ ان کو گھائل کر چکا ہو اور آپ کے نقشِ قدم پر ساری دُنیا چلنے والی ہو اور ساری ہی دُنیا خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والی ہو۔

آؤ اب دعا کر لیں ؏

خلاصہ تقریر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

(فرمودہ ۱۲ جنوری ۱۹۶۸ء بر موقع جلسہ سالانہ خواتین)

گیارہ بجکر پانچ منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از راہِ شفقت زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ تقریر سے قبل آپ نے بیعت لی۔ سوا گیارہ بجے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آپ کا خطاب شروع ہؤا۔ آپ نے فرمایا کہ مردانہ جلسہ گاہ سے تقاریر سُننے کا انتظام ہے لہٰذا میں اِس وقت مختصر طور پر دو ایک ضروری باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جماعتِ احمدیہ کے لئے سالِ رواں کا اہم ترین واقعہ مسجد نصرت جہاں کا افتتاح ہے۔ یہ مسجد جس کی بناء خلافتِ ثانیہ میں رکھی گئی اور تکمیل خلافتِ ثالثہ میں ہوئی جماعتِ احمدیہ کی مستورات کی قربانی کی مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں اور قربانیوں کو قبول کر کے اِس مسجد کو تبلیغِ دین کا ایک مؤثر ذریعہ بنا دیا ہے۔ اس قربانی کی قبولیت کے سینکڑوں نشانات ظاہر ہوئے۔ اِس سلسلے میں حضور نے وہاں کی نومسلم احمدی خواتین کے قابلِ رشک اخلاص کی متعدد مثالیں بیان فرمائیں اور بتایا کہ یہ تربیت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہو سکتی ہے۔ اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہے۔ فرشتوں نے ان کے دل کو دھو کر صاف کر دیا ہے اور شیطانی خیالات نکال کر ان میں خدا کی محبت بسا دی ہے۔ یہ آپ کی قربانی کی قبولیت کا زبردست نشان ہے کہ اس گندے ماحول میں پرورش پانے والی ایک یورپین احمدی بچی ہم سے بہتوں کے لئے قابلِ رشک صفات کی مالک بن گئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ہماری قربانیوں کے پیچھے ایک چیز کام کر رہی ہوتی ہے وہ اخلاقِ حسنہ ہیں۔ جب تک یہ اخلاق پوری طرح مضبوط نہ ہو جائیں کامیابی کا تصوّر محال ہے۔

حضور نے فرمایا یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک ہر احمدی مرد و عورت کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید جذبۂ محبت و عقیدت پیدا نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تمہارے دلوں میں کسی بھی رشتہ دار یا دنیا

کی محبت خدا اور اس کے رسولؐ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیئے۔ سو آج سے یہ عہد کر لو کہ تمہارے تمام تعلقات کی بُنیاد محبّتِ رسولؐ پر ہوگی۔ اگر یہ محبّت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بے شمار انعامات اور فضلوں کا وارث کرے گا۔ ایسے انعامات جس سے ہم بھی اور دُنیا والے بھی حیران رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس کی اور اس کے رسولؐ کی محبّت کے مقابلے میں دُنیا کی تمام محبّتیں سرد ہو جائیں۔

اِس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماعی دعا فرمائی اور حضور واپس تشریف لے گئے۔